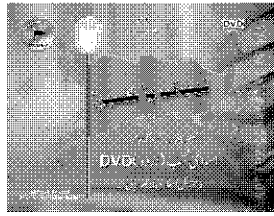
یه کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم هیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے هیں.

منجانب .



سبیلِ سکینه

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان





۷۸۶
۱۱۰_۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنی

DvD Version

لبیک یا حسین

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

DVD(اسلامی کتب (اردو

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

سیرت سیدنا حیدر کرار علیہ السلام

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

مشکل کشا

جلد اوّل

مفسر قرآن حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ
فیصل آباد

زندگی مولا علی کا سنہری و زریں دور

سیرتِ سیدنا حیدرِ کرار علیہ السلام

اوّل

مُشکل کُشاء

مُفسرِ قرآن حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

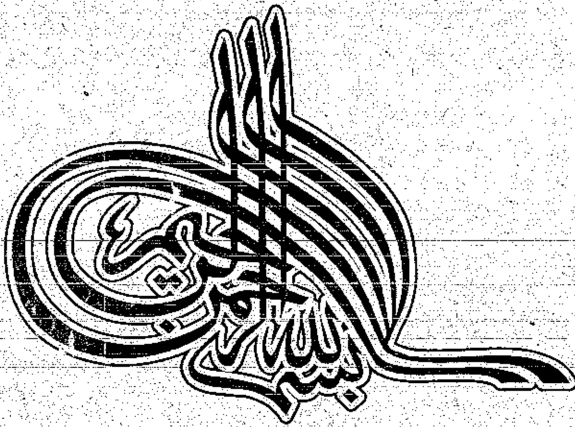
041. 2646756
0321.4926515
0300.6674752

نام کتاب	مشکل کشا جلد اوّل
موضوع	سیرتِ حضرت علیؑ
مصنف	علامہ صائم چشتیؒ
پہلا ایڈیشن	جمادی الاول ۱۴۰۰ھ
پچیسواں ایڈیشن	جنوری ۲۰۰۸ء
طابع	محمد شفیق مجاہد
کمپوزنگ	چشتی کمپوزرز

مکمل سیٹ =/800 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اُردو بازار لاہور



اِنتساب

امیرالمومنین، خلیفۃ المسلمین، وصی واخی رسولؐ، تاجِ سرِ بتول
جنابِ حیدرِ کرّار، تاجدارِ ھَل اَتیٰ، مُرتضیٰ، مشکل کُشاء
شیرِ خُدا، سیّدنا و مُولانا و مُرشدنا حضرت

علی

کرم اللہ وجہہ الکریم کے لامتناہی رُوحانی فیضان سے
فَیضیاب ہونے والے تمام محبّانِ حیدرِ کرّار کے نام

گدائے پنجتن، سگِ دربارِ شیرِ یزدان، ناچیز وہیچمدان

صائمؔ چشتی

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ ہجری

عشق کا مصدر ہیں علی

قاسمِ خُلد علی ساقیِ کوثر ہیں علی
ہادی و مہدی علی حیدر و صفدر ہیں علی
مُرتضیٰ ، شیرِ خُدا ، فاتحِ خیبر ہیں علی
مظہرِ نُورِ خُدا عکسِ پیمبر ہیں علی
عرش کا دِل ہیں علی عرشِ مُعلّٰے کی قسم
نُورِ خالق ہیں علی نُورِ مِن اللہ کی قسم

دونوں عالم میں درخشاں ہے ولایت اُن کی
تا ابد جاری و ساری ہے حکومت اُن کی
لَا شُبہ حق کی عِبادت ہے زیارت اُن کی
ہاں شہادت کی شہادت ہے شہادت اُن کی
دستِ قُدرت ہیں علی زورِ ید اللہ کی قسم
حُسنِ کعبہ ہیں علی حُرمتِ کعبہ کی قسم

مصطفٰےؐ چاند ہیں تو چاند کا ہالہ ہیں علی
صبح اسلام کے چہرے کا اُجالا ہیں علی
زینتِ فقرو غنا اعلیٰ و بالا ہیں علی
حسنِ فطرت کی کتابوں کا حوالہ ہیں علی

حیدر ایمان ہیں ایماں کی حرارت کی قسم
شرحِ قرآن ہیں قرآن کی عظمت کی قسم

مثلِ ہارُون علی مثلِ مسیحا ہیں علی
حاملِ فتحِ مبیں فیض کا دریا ہیں علی
عِلم کے شہر کا دَر حق کی تجلّی ہیں علی
کعبے میں پیدا ہوئے آپ بھی کعبہ میں علی

جانِ احمد ہیں علی جانِ رِسالت کی قسم
شانِ احمد ہیں علی شانِ رِسالت کی قسم

ایک تھے ایک ہیں اور ایک رہیں گے حیدر
ایک ہے زہرا تو دو کیسے بنیں گے حیدر
حق اُدھر ہو گا جدھر چہرہ کریں گے حیدر
ہوگا قُرآن اُدھر جس سُو چلیں گے حیدر

عِزّت دیں ہیں علی دین کی عزّت کی قسم
حُسنِ عرفاں ہیں علی نُورِ حقیقت کی قسم

غازۂ رُوئے وفا عِشق کا مَصدر ہیں علی
مرکز نور علی حُسن کا محور ہیں علی
فقر کا گھر ہیں علی ہادی و رہبر ہیں علی
لَوحِ محفوظ کا اِک نقشِ منوّر ہیں علی

صِدق و صدّیق علی صِدق و صداقت کی قسم
ہیں علی ذَوقِ نبی ذوقِ نبوّت کی قسم

کانِ ایمان ہیں ایمان کا مرکز بھی علی
بحرِ عرفان ہیں عرفان کا مرکز بھی علی
گنجِ فیضان ہیں فیضان کا مرکز بھی علی
شرحِ اِیقان ہیں ایقان کا مرکز بھی علی

میرے محبوب علی مجُھ کو محبّت کی قسم
حق کے مطلوب علی حقِّ اِمامت کی قسم

شاہِ مرداں ہیں علی قوّت یزداں ہیں علی
ماہِ تاباں ہیں علی مہرِ درخشاں ہیں علی
عزتِ آلِ عبا آنِ شہیداں ہیں علی
شاہِ شاہانِ زماں زورِ غریباں ہیں علی

میرے ہیں مولا علی اُن کی ولایت کی قسم
اُن کا صائم ہوں گدا اُن کی سخاوت کی قسم

حَیدریم قلندرَم مَستَم

بندۂ مُرتضیٰ علی ہَستَم

سرگروہے تمام رِندانم

کہ سگِ کُوئے شیرِ یزدَانم

حضرت بُوعلی قلندرؒ



گوئیمہ عَالِیَمَ بِثنائے تو یَاعلی

حال ایں کہ مَن زِحق ثنائے تو قاصرم



شانِ مُشکل کشاء

مُرتضیٰ مُجتبےٰ مَولا مُشکِل کُشاء
بیکسوں کا سہارا ہے مولا علی
صاحبِ ھَل اتیٰ زوجِ خیر النساء
مُصطفیٰ کا دُلارا ہے مولا علی

شوکتِ پنجتن راحتِ انجمن
بندۂ ذوالمنن تاجدارِ زمن
حُسنِ سَرو و سمن شاہِ خیبر شکن
معرفت کا ستارا ہے مولا علی

سرورِ اولیاء شاہِ فقر و غنا
مرکزِ اتقیاء محورِ اصفیاء
مظہرِ مُصطفیٰ ظلّ نُورِ خُدا
حوضِ کوثر کا دھارا ہے مولا علی

شاہِ مرداں علی شیرِ یزداں علی
بابِ علمِ نبی جانِ اِیماں علی
نورِ عرفاں علی رُوحِ قرآں علی
بحرِ غم کا کنارا ہے مولا علی

دِل کو راحت ملی جاں کو فرحت ملی
بادِ رحمت چلی مہکی دِل کی کلی
حل مُشکل ہُوئی ہر مصیبت ٹلی
جب بھی صائم پکارا ہے مولا علی

فہرست

باب

باب

باب

غزوۂ بنی قریظہ اور حیدر کرار ۷۵۶

تہنیّت

از: محترم المقام نادر الکلام مجی فاللہ حضرتِ **نادر جاجوی** صاحب دامت برکاتہم القدسیہ

مُشکل کُشا! بابِ مدینۃ العلم شہرِ ہزار دَر کے اسم مقدس کا ایک منور عکس حسنِ عقیدت کا معیار جمال ذوقِ اظہار کا وجدان برحق تقاضائے جسم و جاں سے ماوریٰ کیف تکمیل حُسن کی آخری لطافت جلالِ اتم کا مُلکوتی اِستعارہ

"مُشکل کُشا" ۳۰۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق..... داستاں درد داستاں علم و آگہی کے وہ دَرخشندہ باب جن میں لفظ ناگزیر صداقتیں فروزاں ہیں مسائل آینہ دَر آئینہ نگاہوں کو تحیّر آشنا کرتے جاتے ہیں وسعتِ موضوع نئی تدقیق کے نئے دائرے کھول رہی ہے۔

تصوّف کے باریک نکات وَرق ورق وظاء کی روح تک گرہ کشائی کررہے ہیں۔

حقائق کا پھیلاؤ صدیوں پہ محیط ہے جولمحوں کی تہہ دَرتہہ تاریخی گھمبیر تا کے باوجود پُوری تابانی سے ظہور پذیر ہورہا ہے تشویق وذَوق نے احادیث واقعات کو اس ربط تک کھوج لیا ہے جس کے بعد حقیقتِ تحریم کا ہر سلسلہ ابدی ولازوال ہوتا ہے متنازعہ عبارات کے وہ روشن حل جو براہین قاطعہ کا درجہ

رکھتے ہوں متناقض سوچوں اور متصادم تخیلات کے لئے وہ صحیح پیرائے جو دلیل برسوں کا مطالعاتی ماحصل قرنوں کی تنقید کا خنک فیصلہ "

خوشا ! عزمِ قلم کہ الہاماتی ساعتوں سے پروقار گزرا،

خوشا ! سعیِ مصنف کہ سلکِ تحریر کو منفرد سلیقہ، ترتیب دی گئی۔

خوشا ! وہ قریۂ جاں کہ قافلۂ درد کی منزل ٹھہرا،

خوشا ! وہ زندگی کہ وقفِ اذکارِ محبوب ہوئی۔

یہ دستاویز رُوحانیت کی ایک فردوسِ جمیل ہے کہ دھڑکنوں کے لئے وجہ، قرار بن رہی ہے برمحل منضبط مواد کا ایک بسیط قلزم ہے کہ موجیں مار رہا ہے گوناگوں لاتعداد بحثوں کا ایک صحیفہ، فصل ہے کہ ضرورت مطالعہ پر حرفِ آخر کہنا بجا ہوگا اِس اِمٹ کارنامہ کے سبب مصنف کا نام اور کام دونوں اَبدالآباد تک زندہ وتابندہ رہیں گے۔

ایسی گرفت ویافت اور محنت دُنیا کی مخصوص اور اہم ترین کتب پر ہو سکتی ہے جنہیں نہ صرف ہر دور نے پذیرائی بخشی ہے بلکہ اُنہیں مختلف زبانوں کے خوبصورت تراجم سے بھی پیراستہ کیا گیا ہے۔

آواز میں قوتِ اظہار میں صداقت اور دلائل میں ندرت ہو تو! تاثر روایت کی گردان سے گزر کر اَمر ہو جاتا ہے..... اِس لئے میرے محبِّ گرامی جناب علامہ صائم چشتی صاحب مدظلہ العالی قلب ورُوح کی گہرائیوں سے نکلنے والی تہنیت ومبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے تحقیقات کی نئی پیوند

کاری سے سیرت کے ایسے موضوع کو سدا بہار کر دیا ہے میری دانست میں اِتنی بڑی کتاب اور اَیسا عظیم مرقّع آج تک نہیں لکھا گیا خُدائے ذُوالمنن بطفیل پنجتن اسے قبولیّت عام کی سند عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ سیدالمرسلین

نادر جاجوی

۷ مارچ ۱۹۸۰ء

حرفِ آغاز

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم وَآلِہٖ
وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

مشیّتِ ایزدی کی حکمتوں اور اسرارِ الٰہیہ کو سمجھ لینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ بلکہ اِس منصبِ جلیلہ پر خُداوندِ قدوس کی بارگاہِ اقدس سے خاص خاص لوگوں کو ہی متمکن کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہماری ہر خواہش اُسی وقت پوری ہو جائے جب وہ ہمارے دل و دماغ میں کروٹ لیتی ہے، مگر اِرادہ مصمّم اور عزم راسخ ہو تو یقیناً یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری آرزوؤں کو پورا فرما دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اِس میں کچھ تاخیر واقع ہو جائے۔ اور یہ تاخیر عربی کے اِس مقولہ "اَلتَّاخِیْرُ مِنَ الرَّحْمٰن" کے مِصداق یقینی طور پر بہتر سے بہتر نتائج پر مبنی ہوتی ہے۔

کتاب ہذا بھی قارئین کی خدمت میں کچھ تاخیر سے پیش کی جا رہی ہے، مگر

گر ہے تاخیر تو کُچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

حیدرِ کرّار حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی سیرتِ مقدسہ ایک ایسا

بحرِ ناپیدا کنار ہے جس کا کما حقّہٗ احاطہ ناممکن الامر ہی نہیں بلکہ محال ترین ہے۔

ہم نے اِس موضوع پر جو کتاب پہلے تصنیف کی تھی وہ باجود ایک ضخیم کتاب ہونے کے موجودہ کتاب کا کچھ حِصّہ ہی قرار دی جاسکتی ہے، اُس کی طباعت میں تاخیر ہوئی تو قُدرتِ خُداوندی کی پوشیدہ حکمتوں نے تحقیق و تجسّس کی مزید نئی نئی راہوں پر ڈال دیا اور پھر یہ سلسلہ زُلفِ محبوب کی طرح طویل سے طویل تر ہوتا گیا اور کتاب کا مسوّدہ تین ہزار سے بھی زیادہ صفحات پر پھیل گیا۔

ہماری خواہش بھی یہی تھی اور کوشش بھی یہی تھی کہ کتاب مختصر اور جامع ہو مگر اِس خواہش کا صرف ایک حصّہ ہی پُورا ہوسکا یعنی کتاب جامع تو ہوگئی مگر مختصر نہ رہ سکی۔

اِختصار نہ کر سکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جناب حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کی ذاتِ ستودہ صِفات شروع ہی سے متنازعہ فیہ رہی ہے۔ سرکارِ دوعالم حضور رحمۃ للعٰلمین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ ارشاد بھی اِس پر شاہدِ عدل ہے، کہ

"یا علیؑ تم مثالِ مسیحؑ ہو، انہیں کی طرح ایک گروہ تُمہاری شان میں غُلو و مُبالغہ سے کام لیکر راستہ کھو بیٹھے گا اور ایک گروہ تُمہارے ساتھ عداوت اور دُشمنی کے سبب تباہ و برباد ہوجائے گا۔"

دورانِ تصنیف ہمیں اس گروہ کے چند نام نہاد محقّقین کی تحقیق دیکھنے کا بھی موقعہ ملا اور یہ ایسی معاندانہ تحقیق تھی جس نے ہمارے راہوارِ قلم کو ایک ایسی طرف موڑ دیا جس میں ہر مقامِ متعیّنہ منزل معلوم ہوتا۔ مگر جب اس مقام تک رسائی ہو جاتی تو محض نشانِ منزل بن کر رہ جاتا اور یُوں ہی یہ سفر کٹتا رہا، راستہ بھی دُشوار گُذار تھا اور قدم قدم پر مشکلات کا بھی سامنا تھا، ایسی مشکلات جنہیں صرف محسوس کیا جا سکتا ہے سمجھا یا نہیں جا سکتا مگر ہمارے مرکبِ خیال کی زمام مُشکل کشاءؑ کے ہاتھوں میں تھی، ہم مُشکلات کے سامنے سپر کیسے ڈال سکتے تھے، خداوندِ تعالیٰ جلّ مَجدہٗ الکریم کا فضل شاملِ حال تھا۔ محبوبِ خدا عَلَیہِ التحیَّۃ والتسلیم کا دامانِ رحمت سایہ کئے ہوئے تھا اور تاجدارِ ھل اتی شیرِ خدا مُشکل کشاء علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہر ہر گام پر رہنمائی حاصل تھی پھر منزلِ مقصود کیوں نصیب نہ ہوتی''

یہ الگ بات ہے کہ ہمیں اِس قدر دُشوار گذار راہوں اور پر پیچ وادیوں سے ہو کر گذرنا پڑا جہاں تاریخ کی بُھول بھلیاں ایمان و ایقان کا جنازہ نکال کر رکھ دیتی ہیں۔

بہر حال! یہ راستے نہائت ہی عجیب و غریب تھے جنہیں انتہائی خوشگوار بھی کہا جا سکتا ہے اور نہائت صبر آزما بھی، اِن عجیب راہوں میں اگر چند لمحات کے لیے اذیّت اور تکلیف برداشت کرنا پڑتی تو چند قدم چلنے پر سامانِ راحت بھی موجود ہوتا۔ اگر کچھ وقت کے لئے دامانِ دل و نگاہ خار دار

جھاڑیوں میں اُلجھ کر رہ جاتا تو جلد ہی مشامِ جان کو مُعطّر کر دینے والی مُشکبار ہوائیں قریب ہی کسی مہکتے ہوئے گلشنِ محبت کی نشاندہی کر دیتیں۔

اِس حقیقت سے شاید کسی کو انکار نہ ہو کہ وادیٔ تحقیق میں قدم رنجا فرمانے والے بڑے بڑے محقّقین سر پٹخ کر رہ جاتے ہیں۔

بلکہ راستہ کی ناہمواریاں متعدّد لوگوں کے ذہن ماؤف کر کے رکھ دیتی ہیں اور ایسے لوگ بالآخر تھک ہار کر خود کو سپردگی کے عالم میں حالات کے دھارے پر چھوڑ دیتے ہیں اور طوعاً و کرہاً کسی ایک راستہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ خواہ انکی اُبھرتی ہوئی شخصیت انکے متّبعین کے لئے ہدائت و سلامتی کا مینارۂ نور ثابت ہو یا ضلالت و گمراہی کا اندھا کنواں۔

ہم نے اپنی حیاتِ مستعار کا معتدّ بہ حصّہ ان حالات کا تجزیہ کرنے میں بھی صرف کیا ہے جن کے تحت محقّقین کی جماعت کا کچھ حصّہ راہِ مستقیم کو چھوڑ کر آڑی ترچھی پگڈنڈیوں پر گامزن ہو جاتا ہے جبکہ اُن کے پاس علم اور عقل کی روشنی بھی ایک خاص مقدار میں موجود ہوتی ہے اور پھر یہ حقیقت پر مبنی نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ اِس قسم کے لوگوں کے پاس علم و عقل کی روشنی تو ضرور ہوتی ہے مگر اُن کے قلوب و اذہان عشق و محبّت کے انوار و تجلّیات سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔

حالانکہ علم و عقل کی روشنی کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک بند کمرے میں ایک لیمپ روشن کر رکھا ہو اور اُس کا مخصوص دائرۂ کار کمرے

کے درودیوار سے آگے نہ بڑھ سکے اور جب وہ شخص اندھیری شب میں اس کمرے سے باہر جھانک کر دیکھے تو اُسے سوائے اندھیروں کے تہہ دَر تہہ پردوں کے اور کچھ بھی نظر نہ آئے جبکہ اسکے برعکس، عشق کا نور دِل کے آسمان پر آفتاب جہاں تاب کی صُورت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے طلوع کر کے نہ صرف یہ کہ اپنے دل و دماغ ہی کو منّور کرتا ہے بلکہ اِس کی ضیاء پاش کرنیں اس کے گرد و پیش کو بھی درخشاں کر دیتی ہیں۔

عِشق ایک ایسا لا فانی اور لا زوال نُور عطا فرماتا ہے جس کی رَوشنی میں آگے پیچھے یسار و یمین اور تحت و فوَق کی ہر چیز کا بآسانی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ علم اور عقل انسان کو صرف نُورِ بصارت ہی عطا کرتے ہیں جبکہ عشق "اتقوا فراسۃ المومن" کی تفسیر بن کر اُسے نُورِ بصیرت کے لامتناہی فیضان سے بہرہ وَر کر دیتا ہے۔

عقل تو ہے ہی سرابوں میں اُلجھ کر رہ جانے والی چیز علم کی روشنی بھی بالعموم دھوکا دے جاتی ہے اِس لئے محدود بھی ہوتی ہے اور عارضی بھی، علم کی کمی اور زیادتی کی وجہ سے اِس کا کم اور زیادہ ہونا ایک لازمی اَمر ہے۔

علم کے بے شمار مراحل بھی ہیں اور لاتعداد مدارج بھی اور عقل بھی تو ایک جیسی نہیں ہوتی اسکی بھی قسامِ ازل نے دَرجہ بندی کر رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ اِن کو اکثر طور پر زوال و انحطاط کا ہی شکار ہونا پڑتا ہے۔

مگر عشق کا نُور عشق ہی کی طرح لا زوال اور غیر فانی ہے اِس میں

فراوانی تو آسکتی ہے مگر کمی کا گمان نہیں کیا جا سکتا اِس لئے کہ اس کا اُجالا تجربات ومشاہدات کی پیداوار نہیں، اِسکا نور اکتسابی نہیں بلکہ وہبی ہے اور جو چیز وہبی ہو وہ دھوکا بھی نہیں دیتی اور اس میں کمی واقع ہونے کا بھی ہرگز ہرگز امکان نہیں ہوتا۔

علم جب تک حدودِ عرفان میں داخل ہو کر آگہی حاصل نہیں کرتا روشنی کا ایک ایسا محدود دائرہ رہتا ہے جو کبھی رہنما کے فرائض انجام دیتا ہے اور کبھی خود اپنے لئے ہی پردہ بن جاتا ہے اور ایسے ہی علم کو " العلم حجاب اکبر " کہا گیا ہے۔ اسی طرح جس عقل کا رہنما عشق نہ ہو وہ بجائے حقائق کی کنہ تک پہنچنے کے خود فریبی کا شکار ہو جاتی ہے اور پھر خود اس قابل بھی نہیں رہتی کہ وہ کسی دوسرے کی راہنمائی قبول کر لے۔ بلکہ وہ اپنی خود فریبی کو چھپانے کیلئے گرگٹ کی طرح متعدد رنگ بدلنا شروع کر دیتی ہے " عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے" مگر گوہرِ مقصود حاصل کرنا اِسکے بس کا روگ نہیں رہتا۔

اِس لئے کہ اسرار و رموزِ الٰہیہ اور فرامینِ مُصطفوی ﷺ کو بھی اپنے معیار پر پرکھنا شروع کر دیتی ہے، جز ہو کر بھی اپنے کُل کا احاطہ کرنیکے درپے ہو جاتی ہے، حالانکہ جُز کل پر کبھی محیط ہو ہی نہیں سکتا، قطرہ سمندر کی تہہ میں جا کر جزوِ سمندر تو بن سکتا ہے لیکن سمندر سے باہر رہ کر سمندر کی بیکراں وسعتوں کا نہ تو تعیّن کر سکتا ہے اور نہ ہی اِحاطہ کر سکتا ہے۔ جُز کے لئے اس

میں ہی بھلائی ہے کہ وہ اپنے کُل میں خود کو فنا کر کے حیاتِ دوام حاصل کر لے۔ ترجمانِ اہلسنّت علامہ اقبالؒ جبھی تو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ:۔

عقل قرباں کن بپیشِ مصطفیٰؐ

اور پھر فرماتے ہیں کہ:۔

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

یہ کوئی منطقی اِستدلال اور فلسفیانہ اشارات نہیں جن کا سمجھنا دُشوار ہو بلکہ یہ ایک بالکل سامنے کی بات ہے قرآن مجید کے حقائق و معارف جاننے کے لئے صاحبِ قرآن کا دامن جھٹک کر آگے بڑھنے کی کوشش تباہی اور بربادی کے سوا کیا دے گی۔

اِسلام کی لطافتوں، نظافتوں اور سر بلندیوں سے آگاہی حاصل کرنا ہے تو بانیٔ اسلام کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا ہوگا اور بے چُون و چرا اس کے سرمدی احکام کے حضور سرِ نیاز جھکانا پڑے گا۔

احکامِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اپنی محدود اور بیمار عقل کی کسوٹی پر پرکھنا علمی جہالت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھا لکھا جاہل ان پڑھ جاہل سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اِس لئے کہ ان پڑھ جاہل صرف اپنی ذات تک گم کردہ راہ ہوتا ہے جبکہ پڑھا لکھا جاہل اپنے علاوہ دُوسرے بے شمار لوگوں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

وہ ایسے مرض کا شکار ہوتا ہے جسکی بیماری کے جراثیم نہایت آسانی

سے اس کے قریب آنے والوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور اُن کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیسی مہلک مرض کا شکار ہو چکے ہیں۔

خارجیّت کی وبا بھی ایسی ہی متعدی مرض کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ جس کے اثرات اِسقدر تیزی سے پھیل رہے ہیں کہ اگر بروقت اِن مہلک جراثیم کو ختم نہ کیا گیا تو اِن پر قابو پانا مزید دُشواریوں میں مبتلا کر دینے کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔

اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ خارجیّت کے جراثیم ہمارے ملک میں ایک خاص منصوبے اور سوچی سمجھی سکیم کے تحت درآمد کیے گئے ہیں اِن خوف ناک جراثیم کی درآمدگی کا ذِکر ہم نے محض مفروضے کے طور پر ہی نہیں کیا بلکہ ہمارے پاس اِس کے واضح ترین شواہد موجود ہیں اور ایسی مطبوعہ تحریریں موجود ہیں جن میں بعض نام نہاد اسلامی ریاستوں کے سربراہ اِس سلسلہ میں خرچ کرنے کے مقر ہیں۔

اور ہمارے ملک کے خارجیّت زدہ لوگ بڑے طمطراق سے اِس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اِن ایمان کش جراثیم پھلانے کا اہتمام فلاں "شاہ" نے اپنے ذاتی خرچہ سے کیا ہے۔

کِسقدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ اسلام کی علمبردار کہلانے والے لوگ ہی اسلام کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں۔ اور مسلمانوں کا رُوحانی اثاثہ لوٹنے کے ساتھ ساتھ انہیں مادیّت کے زہریلے انجکشن بھی دے رہے

ہیں۔

بات کہاں سے کہاں تک چلی گئی ہے بتانا یہ تھا کہ ہم اس کتاب کو محض صاحبِ وجدان اور اہلِ محبّت حضرات کے لئے ترتیب دینا چاہتے تھے ہماری یہ خواہش تھی کہ ہم رُوحانیت کے تاجدار کی ضَربِ یدُاللّٰہی کو اِس انداز میں پیش کرتے کہ موجودہ نسل کے نوجوانوں میں اسلام کے ناقابلِ تسخیر مجاہد بننے کا جذبہ اُجاگر ہوتا۔

مگر جب موجودہ خارجیوں کی شرمناک اور سرتاپا فریب عبارتیں سامنے آئیں تو ہمیں اپنے قلم کا رُخ تھوڑا سا تبدیل کرنا پڑا۔

اگرچہ ہمارا منتہائے مقصود اَب بھی وہی ہے تاہم منزل تک پہنچنے کے لئے دُوسرا راستہ اختیار کرنا پڑا ایسا راستہ جو مشکلات سے اٹا پڑا ہو۔ ایسا راستہ جس پر چلنے کے لئے ہر قاری مشکل سے ہی تیار ہوتا ہے۔ اِس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ لطیف اذہان بحث ومناظرہ جیسے مضامین سے اِجتناب ہی میں عافیت سمجھتے ہیں مگر افسوس کہ عقلِ ناتمام کی راہنمائی میں چلنے والے زرخرید غلاموں اور قلم کی طہارت بیچنے والے کمینہ خصلت اور کینہ توز نام نہاد محققیّن نے ہمیں مجبور کردیا ہے کہ نشانِ منزل کی راہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ راستے کے روڑے ہٹانے کا فریضہ بھی انجام دیں۔ اِس سلسلہ میں ہمیں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

حالانکہ ہمیں یقین ہے کہ اللّٰہ جلَّ مجدہٗ الکریم اِس کوشش کو رائیگاں

نہیں فرمائے گا۔

اور آج نہیں تو کل ایک وقت ایسا ضرور آئیگا جب اِس کتاب کی افادیت سے کسی کو بھی مجالِ انکار نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہم نے جس قدر بھی سعی و کاوش کی ہے اس میں کسی مقام پر بھی خلوص و دیانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ہماری طمانیّت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے قلم کے تقدّس کو فروخت نہیں کیا ہے اور نہ ہی اپنے ایمان کی قیمت وصول کی ہے۔ جس بات کو حق سمجھا ہے اُسے بغیر کسی قسم کا پیچ وخم دیئے تحریر کر دیا ہے اور حق..... اگر حق ہے تو اُس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا، اس لئے کہ!

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلَ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

خدا تعالیٰ کا فرمان ہے اور خدا تعالیٰ کے فرامین تغیّر و تبدّل سے پاک ہیں، زمانے کے تغیرات خداوندِ قدوس کے کسی بھی فرمان پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

دُعا کریں کہ اللہ جل مجدہٗ الکریم اپنے محبوبِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صدقہ سے اِس کتاب کو قبول و منظور فرمائے اور آنے والے ہر دور کیلئے مشعلِ راہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

نیاز کیش

صائم چشتی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

باب ۷

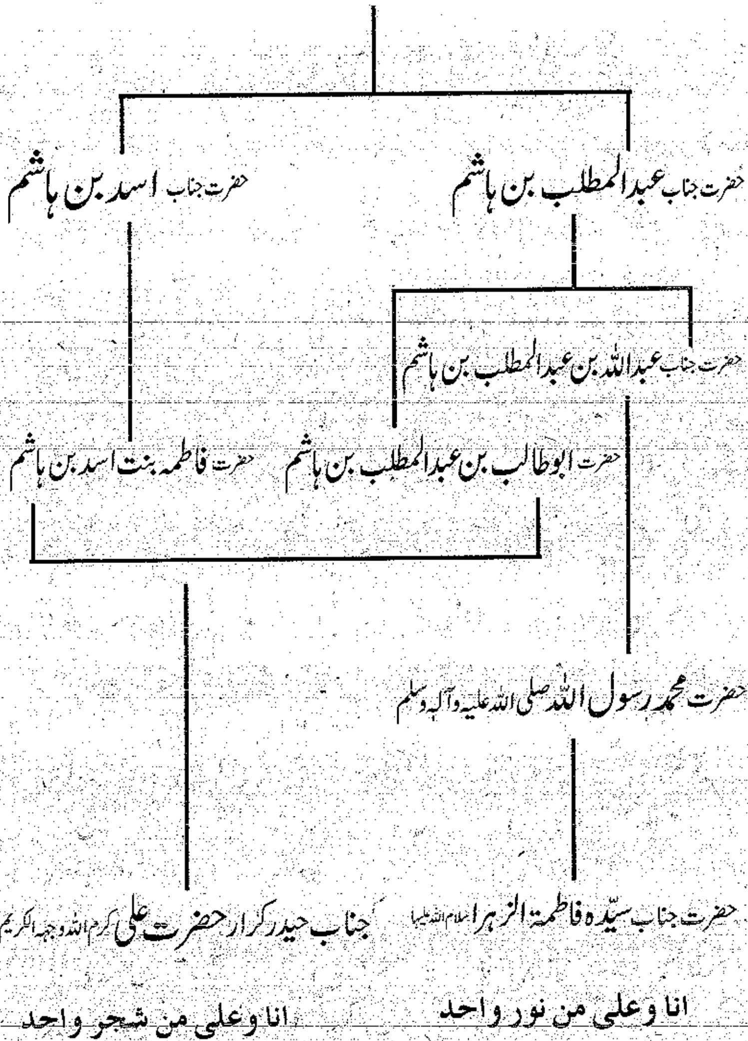
والدینِ مُشکل کُشاء علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نسب نامہ

جیسا کہ ہم ''حرفِ آغاز'' میں بتا چکے ہیں کہ ہماری خواہش یہ تھی کہ ہمہ اقسام کی مباحث سے کُلّیۃً احتراز کرتے ہوئے مُولائے کائنات، تاجدارِ ولائت، سیّدنا حیدرِ کرّار مولا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی سیرتِ طیبہ نقل کی جاتی مگر اس خواہش کے پُورا نہ ہو سکنے کی سب سے بڑی وجہ خوارج ونواصب کی بڑھتی ہوئی شاطرانہ قلمکاریاں ہیں۔ ارضِ پاک میں خاندانِ بنو ہاشم کے خلاف جو ڈرامہ اِن خارجیوں نے رچا رکھا ہے اس کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی سیرتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ اُن اعتراضات کا بھی سدّباب کر دیا جاتا جو آئے دن یہ لوگ اُٹھائے رہتے ہیں اور کوئی نہ کوئی نیا شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آغازِ کتاب سے ہی یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ کیونکہ دُشمنانِ اہلبیت نے حضرت علیؑ کے والدین کے متعلق بھی عجیب عجیب باتیں وضع کر رکھی ہیں جن کی تفصیل جلد ہی پیش کی جا رہی ہے فی الحال آپ کا نسب نامہ ملاحظہ فرمائیں

شجرۂ نور


حضرت جناب ہاشم بن عبد مناف بن قصی
حضرت جناب عبد المطلب بن ہاشم
حضرت جناب اسد بن ہاشم
حضرت جناب عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم
حضرت ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم
حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضرت جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا
جناب حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
انا و علی من نور واحد
حدیث
انا و علی من شجر واحد
حدیث

پاکیزگیٔ نسب

سیدّنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ گرامی حضرت ابو طالبؑ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؑ دونوں کے دادا حضرت ہاشم بن عبد منافؑ ہیں۔ یعنی آپکا باپ جنابِ ہاشمؑ کا پوتا ہے اور آپکی ماں جناب ہاشمؑ کی پوتی ہے اور جناب ہاشمؑ اگر حضرت علیؑ کے والدین کے دادا ہیں تو امام الانبیاء محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بھی دادا ہیں۔ اور حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نسب نامہ عالیہ محتاج تعارف نہیں''

آپ کے آبا وَاجداد کی پاکیزگی وطہارت منصوص بِالنّص ہے۔ اگرچہ کچھ ایسی روایات ذخیرۂ حدیث میں موجود ہیں جن کی اِتبّاع کرتے ہوئے بعض لوگوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آبا وَاجداد کے بارہ میں مُشرک وغیرہ ہونے کا گمان کیا ہے مگر جمہور علماء نے ایسے گمان کو غلط قرار دیا ہے اور حضور سرورِ انبیا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اِس فرمان کے پیشِ نظر کہ ہم طیّب وطاہر اَصلاب واَرحام میں منتقل ہوتے رہے ہیں ثِقہ مُحدّثین کی ایک جماعت نے اُن روایات کا نسخ کیا ہے جن میں اِس کے خلاف پایا جاتا ہے اور اِس پر مزید اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِس فرمان کو بھی شاہد بنایا ہے کہ محبوبؐ ہم تمہارا ساجدین میں منتقل ہونا ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

بہر حال! یہ مسئلہ کبھی متنازعہ رہا بھی ہو تو اَب نہیں ہے کیونکہ بعض

علمائے وہابیہ بھی اِس سے اتفاق کرتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تمام آبا وَاجداد کفر وشرک وغیرہ کی نجاستوں سے مطلق طور پر پاک ہیں۔ اِس پر فرمانِ رسولؐ شاہد ہے ہم نے اِس موضوع پر ایک مستقل کتاب ''والدین رسول الثقلین'' تصنیف کی ہے جو اِنشاء اللہ العزیز عنقریب طبع ہو جائیگی۔

اَب جبکہ علماء اُمّت کی کثیر تعداد کا فیصلہ ہے کہ حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آبا وَاجداد کرام طیّب وطاہر ہیں تو ظاہر ہے کہ جناب سیّدنا حیدرِ کرارؑ کے آبا وَاجداد بھی وہی ہیں جو جناب رسول کریم عَلَیہِ الصّلوٰۃ والسلام کے ہیں۔

نُور کیسے منتقل ہوا؟

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مُجھ کو اور علی کو دو نور بنا کر اپنے عرش کے سامنے پیدا فرمایا۔ تخلیقِ آدمؑ سے دو ہزار سال قبل ہم خدا تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ہمارا نُور اُن کی پشت میں جاگزیں فرمایا۔ جو اَصلاب واَرحام طیّبات وطاہرات میں منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پُشت میں ٹھہرا اور وہاں سے پاکیزہ صُلبوں اور اَرحامِ طاہرہ میں پھرتا ہوا حضرت

عبدالمطلبؑ کی پشت میں جلوہ افروز ہوا۔ وہاں سے دوتہائی حصّہ حضرت عبداللہؑ کواور ایک تہائی حصّہ حضرت ابو طالبؑ کوملا۔ پھر وہ نُور مجھؐ سے اور علیؑ سے فاطمہ میں آکر مجتمع ہو گیا پس حسنؑ اور حسینؑ پروردگارِ عالمین کے دو نُور ہیں۔ متن ملاحظہ ہو۔

عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و آ لہ وسلم ان اللّٰہ خلقنی وخلق علیا نو رین بین ید ی العر ش نسبح اللّٰہ و نقد سہ قبل ان یخلق آدم بالفی عام فلما خلق اللّٰہ آدم اسکننا فی صلبہ ثم نقلنا من صلب طیب وبطن طاھر حتی ا سکننا فی صلب ابراھیم ثم نقلنا من صلب ابراھیم الی صلب طیب و بطن طاھر حتی اسکننا فی صلب عبد المطلب ثم افترق النور فی عبدالمطلب فصار ثلثا ہ فی عبداللّٰہ و ثلثہ فی ابو طالب ثم اجتمع النو ر منی ومن علیؑ فی فاطمہؑ فالحسنؑ والحسینؑ نور ان من ر ب العلمین .

﴿نزھتہ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ مطبوعہ مصر للعلامہ عبدالرحمن الصفوریؒ﴾

ایسی ہی ایک روایت حضرت علاّمہ مولنٰا محمد جعفر اپنی مشہور کتاب ''تذکرۃ الواعظین'' میں نقل فرماتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے لکھا ہے کہ:۔

حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ! اَے علی ہم اور تُو اَصلاب واَرحامِ طیّبات وطاہرات میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور ہمیں جہالت کا زمانہ نہیں چھُو سکا۔ عربی متن ملاحظہ ہو!

عن ابی العاص انه قال قال رسول الله ﷺ لعلی بن ابی طالب کرم الله وجهه الکریم یا علی انا وانت نقلنا من اصلاب الطاهرات الی الارحام الزاکیات وما مسنا عهد الجاهلیة

﴿تذکرة الواعظین باب الخامس والا ربعون صفحه ۱۶۹﴾

اِن روایات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح حضور رحمتہ للعالمین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کریمین کُفر اور شرک کی نجاستوں سے پاک اور طاہر تھے اِسی طرح حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے والدین بھی شرک وکفر کی نجاستوں سے پاک طیّب وطاہر تھے۔

کیا اَبُو طالب مُشرک تھے ؟

بعض ایسی مشہور روایات کُتبِ احادیث میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نہ صرف یہ کہ کافر ہی تھے بلکہ مُشرک بھی تھے لیکن یہ روایات غیر معتبر بھی ہیں اور غیر صحیح بھی اِس لئے کہ اُن ہی روایات میں ایک جملہ یہ بھی موجود ہے کہ آپ اپنے باپ دادا کے دین پر فوت

ہوئے تھے۔ چونکہ یہ ایک فیصلہ شدہ اَمر ہے کہ آپ کے آبا وَاجداد کا فرد مُشرک نہیں تھے۔ لہٰذا اُن روایات کو باطل قرار دینا پڑے گا۔ جن میں ہے کہ آپ اپنے باپ دادا کے دین پر بھی تھے اور مُشرک بھی تھے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایسی ایک روایت بھی کسی کتاب میں موجود نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت ابو طالبؑ نے دُنیا کے دَورِ جہالت میں کبھی اصنام پرستی کی ہو یا قبیحات وُمنکرات کو پسند فرمایا ہو۔ بلکہ ایسی روایات بکثرت ملتی ہیں کہ آپ اپنے والدِ گرامی جناب عبدالمطلبؑ کی تقلید میں اُن چیزوں سے ہمیشہ احتراز فرماتے تھے جو عقیدۂ توحید کے برعکس ہوں یا جن میں قباحت کا کوئی پہلو ہو حتیٰ کہ آپ اپنے باپ ہی کی طرح شراب کو بھی اپنے اُوپر حرام قرار دیتے تھے حالانکہ دورِ جہالت فی الحقیقت دورِ شراب تھا۔ چنانچہ سیرتِ حلبیہ میں ہے !

و کان ابی طالب ممن حرم الخمر علی نفسه فی الجاهلیة کا بیه عبد المطلب .

﴿انسان العیون سیرۃ حلبیۃ جلد اول ص ۱۳۲﴾

ہم نے سیدنا ابوطالبؑ کے متعلق ضخیم کتاب ''ایمان ابوطالب'' کے نام سے لکھی ہے اور وہ طبع بھی ہو چکی ہے۔ اِس کتاب میں ہم نے مضبوط ترین دلائل وبَراہین سے ثابت کیا ہے کہ آپ دورِ جاہلیّت میں بھی اپنے والد گرامی کی طرح توحید پرست تھے اور آپ کو شرک کی نجاست نے چُھوا تک

نہیں ، اور آپ نے وقتِ اِحتضار اظہارِ اقرارِ رسالتِ محمّدیہ بھی کر دیا تھا۔ اگرچہ باطنی طور پر اظہارِ رسالت و نبوّت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے قائل تھے۔

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

جب ہم نے کتاب ''ایمانِ ابی طالب'' تصنیف کی تو ہمارے ایک بزرگوار نے ہمیں مشورہ دیا کہ اِس کتاب کا نام ایمانِ ابوطالب کی بجائے ''خدماتِ ابوطالب'' رکھیں ، کیونکہ ایمانِ ابوطالب نزاعی مسئلہ ہے جبکہ خدماتِ ابوطالب اظہر من الشّمس ہیں جن سے انکار کی کسی کو مجال ہے ہی نہیں۔ اب اِن بزرگوار کو کون سمجھائے کہ حضرت آپ کے نزدیک خدماتِ ابوطالب نزعی مسئلہ نہ ہوگا مگر ان لوگوں کا کیا کرو گے جن کے سِینوں میں خاندانِ ہاشمی کے خلاف بُغض و کدورت کے لاوے اُبل رہے ہیں اور وہ کسی بھی قیمت یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں کہ کسی قسم کا کوئی کریڈٹ خاندانِ علویہ کے حصّے میں آجائے۔

ابوطالب نے حضور کی کفالت نہیں کی

اگرچہ تمام کُتبِ تواریخ و سیر اور تفاسیر و حدیث میں بالاتفاق اور بالاجماع یہ حقیقت مرقوم ہے کہ حضور سیّد الانبیا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے مشفق دادا کی رحلت کے بعد اپنے شفیق چچا حضرت ابوطالبؑ کی آغوش

رافت میں پروان چڑھے۔ مگر خارجی مصنّف عباسی نے اِس نمایاں حقیقت کو جھٹلا کر جو نیا شگوفہ چھوڑا ہے وہ یہ ہے !

واضح ثبوت ہے اِن وضعی روایتوں کے بے اصل اور بے حقیقت ہونے کا جو "ابو طالب" کی آپؐ کی ذاتِ اقدس سے بے انتہا محبّت تھی اور آپ کے ایامِ طفولیّت میں کفالت و پرورش کرنے کی عام طور سے مشہور ہیں"

ابو طالب کے سگے بھائی زبیر بن عبد المطلّب تھے وہ ہی اپنے پدرِ بزگوار عبد المُطّلب کے وصی وجانشین تھے۔ وہی بارہ تیرہ برس ہاشمی خاندان کے سربراہ وسرپرست رہے۔ اُنہوں نے ہی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اور آگے تفصیلاً آتا ہے۔ اپنے محبوب چھوٹے بھائی عبد اللہ بن عبد المطّلب کے اِن نادرۂ روزگار فرزندِار جمند محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پرورش وکفالت غیر معمولی محبّت وشفقت سے کی تھی۔

زبیر کے مرنے کے بعد جب ابو طالب سربراہ خاندان ہوئے تو آنحضرت کا سنّ شریف بائیس تیئس برس تھا۔ آپ خود کفیل تھے اور تجارت ذریعۂ معیشت

تھا۔ کسی دوسرے چچا کی اعانت سے مستغنی تھے۔

﴿وقائع زندگانی ام ہانی مصنفہ محمود احمد عباسی خارجی صفحہ ۱۲﴾

کیا فرماتے ہیں ؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب کا نام ''ایمانِ ابوطالب'' کی بجائے ''خدماتِ ابوطالب'' رکھا جائے تو کس طرح، کیونکہ اب تو خدماتِ ابوطالب کا بھی پتہ کٹ چکا ہے اور عیّار لوگوں نے ایک ایسی تاریخ مرتب کرنا شروع کر دی ہے جس میں اِس قسم کے عنوان ہوا کریں گے۔

جنگِ بدر کربلا کے میدان میں لڑی گئی تھی...... خیبر کا قلعہ امیر معاویہ نے فتح کیا تھا...... کعبہ کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے رکھی تھی...... ابن عبدود کو ابوسفیان نے قتل کیا تھا...... مکّہ معظّمہ ایران کا دارالخلافہ ہے اور بیت المقدس کوہ ہمالیہ پر واقع ہے۔

یہ تاریخ ہے ؟

خارجی عباسی کی جس کتاب سے ہم نے مندرجہ بالا اقتباس پیش کیا ہے اِس میں اِس قسم کی اور بھی تاریخ بازیاں کی گئی ہیں مثلاً اِس میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ تاجدارِ دوجہاں سیاّحِ لامکاں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسمانی معراج ہرگز نہیں ہوئی بلکہ بیت الحرام سے بیت المقدّس تک

جانا بھی محض رُوحانی طور پر تھا۔ چہ جائیکہ لامکاں تک مَعَ الجسم تشریف لے جانا بلکہ اِس سے بڑھ کر یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ معراج تو محض ، ایک خواب تھا جسے قِصّہ گو اور کذّاب راویوں نے ایک من گھڑت افسانہ بنا کر پیش کیا ہے۔

اِسی کتاب میں تاریخ کا حلیہ یوں بھی بگاڑا گیا ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو اُن کے سب سے زیادہ دشمن اور ایذا دینے والے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطّلب تھے۔ خاص طور پر سخت دشمنی رکھنے والے اَبُو طالب کے لواحقین اور قریبی رشتہ دار تھے۔ اور یہ کہ فتحِ مکہ تک آپ سے جنگیں لڑنے والے تمام کے تمام بنو ہاشم تھے۔ اِن دُشمنانِ اسلام میں بنو اُمیّہ کا نام ہرگز نہیں آتا۔ وہ تو سب کے سب آپؐ کے جانثار تھے۔

اور اِس بات پر تو انتہائی زور صرف کیا ہے کہ ابو طالب بن عبدِ المطّلب نے نہ تو کبھی سرکارِ دو عالم کی کفالت ہی کی اور نہ ہی کسی قسم کی اعانت اور مدد کی اور جن روایات ان کی کفالت کا ذکر آتا ہے وہ سب کی سب وضعی ، مصنوعی اور بناوٹی ہیں جنہیں کذّاب راویوں نے افسانوں کی صورت میں جمع کر رکھا ہے۔

اِس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اَسد نہ تو ہجرت کر کے مدینہ منورہ

پہنچیں اور نہ ہی انہوں نے اسلام قبول کیا۔

مندرجہ ذیل واقعات اگر تاریخ قرار دیئے جاسکتے ہیں تو یہ باور کرانا کونسا مُشکل ہے کہ قُرآنِ مجید انگلش زبان میں نازل ہوا تھا جسے مُستشرقین اور شعرائے عرب نے مل کر عربی میں منتقل کر دیا تھا اور انگلش میں نازل ہونے والا اصلی قُرآن مہاتمابدھ کے مجسمے میں مدفون ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات خارجی کی اصل عبارتوں کی صورت میں ہم اُن کے مواقع پر بلفظہٖ ہدیۂ قارئین کردیں گے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ پاکستان میں اِسلام کی یہ تاریخ اگر ایسے ہی مرتب ہوتی رہی تو نئی پود کا کیا انجام ہوگا۔

اِس سے پہلے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ کفالتِ مُصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا شرف حاصل کرنے والی ذات کا نام ابوطالب بن عبدالمطلبؓ ہے زبیر بن عبدالمطلب نہیں خارجی عباسی کی مزید چند تحریریں قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں جن میں اس کے برعکس یہ زور دیا گیا ہے کہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت ابوطالبؓ نے نہیں کی، بلکہ زبیر بن عبدالمطلب نے ہی کی ہے۔ ملاحظہ ہو!

ابو طالب نہیں زبیر بن عبد المطلب

سیدّہ آمنہ کی ناگہانی وفات کے بعد سے کوئی دو برس شفیق دادا کے آغوشِ محبت میں رہے۔ اِن ایام میں کفالت و پرورش عملی طور پر جناب زبیر

کے ذمہ رہی جیسا ابھی ذکر ہوا عبد المُطّلب کی کبیر سنی میں جُملہ حوائج وضروریات اِن کے فرزند زبیر پُوری کرتے تھے اور آنحضور بھی صغیر سنی میں ہی تایا زبیر سے زیادہ مانوس بھی تھے۔ بارہ تیرہ برس اِنہی کی آغوشِ محبّت و مشفقانہ محبّت میں رہے اور پھر انساب الاشراف بلاذری کا یہ حوالہ داغ دیا۔

بل اختیا رہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه
و آلہ وسلم علی الذبیر و کا ن الطف عمیه به و
یقال اوصا ہ عبد المطلب با ن یکفله بعد ہ .

﴿الا نسا ب والا شراف جلد ا صفحه ۸۵﴾

ترجمہ:۔

بلکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی
زبیر کے پاس رہنا پسند کیا۔ وہ ہی آپ کے چچوں
میں سب سے زیادہ شفیق تھے کہتے ہیں کہ عبدالمُطّلبؑ
ہی کو وصیّت کی تھی۔ کہ میرے بعد تُم ہی اِن کی کفالت
کرنا۔

دوسری دلیل

خارجی عباسی انساب الاشراف بلاذری کی عبارت کا یہ ٹکڑا نقل کرنے کے بعد دوسری دلیل اپنے موقف میں یہ دیتا ہے کہ قدمُا کی روایتوں میں صراحتاً بیان ہے کہ آنحضور کو صغیر سنی میں زبیر تایا اپنے گلے سے لگائے رہتے

گودوں لئے پھرتے، ہاتھوں پر جُھلاتے اور یہ لوری گُنگناتے جاتے جسے دیگر مؤلفین کے علاوہ ابنِ حجَر عسقلانی نے الاَصابہ فی تمیز الصحابہ ۲/۳۰۸ میں بضمن تذکرہ عبداللہ ابن زبیر عبدالمطلب یوں درج کیا ہے۔

یقال ان الذبیر بن عبد المطلب یر قص
النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم وھو صغیر و
یقول محمد بن عبدم عشت بعیش انعم فی
عزفرع اسلم .

ترجمہ !

کہتے ہیں کہ زبیر بن عبدالمُطّلب نبی صلّی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو جب آپ صغیرسن تھے اپنے ہاتھوں پر
جُھلایا کرتے اور یُوں کہتے۔
"یہ محمدؐ میرے عبداللہ بھائی کی نشانی ہے خُوب
عیش و آرام سے جیۓ اور بڑی اعلیٰ منزلت وتوقیر
پائے۔"

کتاب المنمق کے قدیم ترین مؤلف ابوجعفر محمد بن حبیب الہاشمی متوفی ۲۴۵ھ نے بھی جنابِ زبیر کی یہی لوری دو بول کے اضافے سے یوں لکھی ہے !

قال الذبیر ابن عبد المطلب یرقص

النبی ﷺ محمد بن عبدم ،عشت بعیش انعم
لانات فی عیش عم ودولة ومغنم یفیک عن
الکل انعم وعشت حتی تهرم.

﴿کتاب المنمق ص ۴۳۵ مطبوعه دائرة المعارف حیدر آباد دکن﴾

اِن عبارات میں کیا ھے ؟

ہم نے خارجی مصنّف عباسی کے مندرجہ بالا حوالہ جات اسکی کتاب ''وقائع زندگانی اُمّ ہانی'' کے صفحہ ایک سوتیں اور ایک سواکتیس سے بلفظہٖ نقل کردیئے ہیں تاکہ اِس کے وضاحتی بیان میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

اِن عبارات میں ایک عبارت تو بلاذری کی ہے جس میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عبد المُطّلب کے اِنتقال کے بعد حضور نے زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت میں رہنا پسند کرلیا۔

کیونکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنابِ زبیر ہی جناب عبدالمُطّلب کے وصی وجانشین تھے۔

الاصابہ وغیرہ کی عبارت میں ہے کہ جناب زبیر حضور صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بچپن میں لوری دیا کرتے تھے۔

بلاذری اور اس کی انساب الاشراف کے متعلّق وضاحت کے لئے تو ہماری کتاب'' شہید ابن شہید حصّہ دوم '' کا مطالعہ کریں۔ اِس میں نہائت شرح وبسط کے ساتھ بتایا گیا ہے کی بلاذری کس بلا کا نام ہے

حالانکہ خارجی مصنف نے اسکی بیان کردہ روایت کا محض ایک ٹکڑا نقل کر کے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے۔

بلاذری کی بیان کردہ پوری روایت ہماری تصنیف ''ایمان ابوطالب'' میں ملاحظہ کریں۔

۱۵ الاصابہ وغیرہ کی اِس روایت کو دلیل کے طور پر استعمال کرنا کہ چونکہ حضرت زبیر بن عبدالمطّلب سرورِ انبیا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بچپن ہی میں ہاتھوں پر اُٹھا کر لوریاں سنایا کرتے تھے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالمُطّلب کے انتقال کے بعد انہی کی کفالت میں رہنا پسند کرلیا تو یہ محض ایک فریب ہے اور دلیل بھی قطعاً بے جان ہے خُدا تعالیٰ جب کسی کا ایمان زائل کرنے کا ارداہ فرماتا ہے تو اُس کی عقل بھی چھین لیتا ہے۔ ہم اِس فاترالعقل بڈھے کھوسٹ اور احمق النّاس محقّق سے پُوچھتے ہیں کہ اَے بدطینت اور دُشمنِ اہلبیت یہ تو بتا کہ بچّوں کو لوری کس عُمر میں دی جاتی ہے ؟

کیا جنابِ زبیر آپؐ کو آٹھ نو سال کی عُمر میں بھی لوری سنایا کرتے تھے جس سے متاثّر ہوکر آپ نے انہی کی کفالت میں رہنا پسند فرمایا۔ محض اپنی انا نیّت کی تسکین کے لئے واقعات کا حُلیہ بگاڑ دینا تحقیق نہیں تلبیس ابلیس ہے۔ اِس سے بڑھ کر بے ایمانی اور بے حیائی اور کیا ہوسکتی کہ تمام

تر ذخیرۂ کتبِ اسلامیہ اِس سفّاکی سے ٹھکرا دیا جائے اور محض عداوتِ اہلبیتؑ کے پیشِ نظر تصوّراتی مکروہات اور تخیّلاتی خرافات کا نام تحقیق رکھ دیا جائے۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اگر جناب زبیر بن عبدالمطلبؓ لوریاں سنایا کرتے تھے اور ہاتھوں پر اُٹھائے پھرتے تھے "چشمِ ما روشن دلِ ما شاد"، ہمیں جناب زبیر بن عبدالمطلب سے کوئی دشمنی تو نہیں۔ وہ ہاشمی شہزادے ہیں۔ وہ حضرت عبدالمطلبؓ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سگے تایا ہیں۔ جناب اَبُوطالبؑ اور جناب عبداللہؑ کے سگے بھائی ہیں مگر تُمہیں ان سے کیا نسبت۔ تمہیں تو بنو ہاشم سے دشمنی ہے۔ اولادِ عبدالمُطّلب سے بَیر ہے خاندانِ مُصطفٰے علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے عداوت ہے۔ تُمہارا ہاشمی خاندان کے کسی فرد یا ہستی سے یہ لگاؤ ظاہر کرنا خارجیانہ چالاکی اور ناصبیانہ سفّاکی ہے۔ اور یہ تم محض اس لئے کرتے ہو کہ کبھی ایک کی تعریف کر کے دُوسرے کی تنقیص کر لی اور کبھی دوسرے کی تنقیص کر کے پہلے کی تعریف کر لی۔ بات تو نیّت کی ہوتی ہے اور نیّت تمہاری قطعی طور پر نادرست اور غیر صحیح ہے۔

حقیقت اِس کو کہتے ہیں

اِن خارجیانہ چالاکیوں کی نقاب کشائی کے بعد ہم مُعتبر کُتب سے چند ایسی ناقابلِ تردید روایات پیش کرتے ہیں جن سے آفتابِ نصف النّہار

کی طرح روشن ہو جائیگا کہ سیدنا عبدالمطلبؑ کے وصال کے بعد حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے عّمِ مُحترم جناب ابو طالبؑ کی کفالت میں ہی رہنا پسند کیا اور آپ ہی کی آغوشِ رافت میں پروان چڑھے۔ اِس کے برعکس تفسیر وحدیث اور تاریخ وسیّر کی کسی کتاب میں کوئی روایت موجود نہیں سوائے بلاذری کی اِس عبارت کے جس کا ایک ٹکڑا نقل کر کے باقی عبارت گول کر لی ہے ''

چونکہ جناب زبیر کی لوری وغیرہ کا واقعہ خارجی رائٹر نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ سے نقل کیا ہے اِس لئے سب سے پہلے الاصابہ کی عبارت پیش کی جاتی ہے جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کفالت و پرورش کا سہرا جناب اَبُو طالبؑ کے سر پر ہی بندھا تھا۔

جناب ابو طالبؑ اور کفالت مصطفےٰ



الاصابه فی تمیز الصحابه

ابو طالب بن عبد المطلب بن ها شم بن عبد
مناف بن قصی القر شی الها شمی عم رسول اللّٰه
صلی اللّٰه علیه و آله وسلم شفیق ابیه امها فاطمة
بنت عمر وبن عائذالمخزومیه بکنیة و ا سمه
عبد منا ف علی المشهو ر و قیل عمران وقال
الحاکم اکثرالمتقدمین علی ان اسمه کنیة ولد
قبل ا لنبی بخمس و ثلا ثین سنة ولما ما ت وعبد
المطلب اوصی بمحمدصلی ا للّٰه علیه وآله
وسلم الی ابی طالب فکفلة واحسن تربیته
وسافربه صحبة الی الشام وهو شاب ولما بعث

قام فی نصرة وذب عنه من عاداه ومدحه عدة مدائح .

﴿الاصابه فی تمیز الصحابه جلد ۴ صفحه ۱۱۵﴾

﴿علامه ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ هجری﴾

ترجمہ ! ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن قصی، قریشی ہاشمی عمّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور آپکے والدِ گرامیؑ کے سگے بھائی تھے۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت عمر بن عائذ مخزومیہ ہے۔ اپنی کنیّت سے مشہور ہیں جبکہ آپ کا اصل نام عبدمناف ہے اور بعض نے عمران بھی کہا ہے۔ حاکم نے کہا ہے متقدّمین سے اکثر نے کُنیّت ابُوطالب ہی کو نام سمجھا۔ آپ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیدائش مُبارکہ سے پینتیس برس پہلے پیدا ہوئے اور جب حضرت عبدالمُطّلب پر وقتِ اِحتضار آیا تو اُنہوں نے اَبُوطالب کے لئے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنی کفالت میں رکھنے کی وصیّت فرمائی"

چنانچہ ابوطالبؑ نے حضور کی کفالت کی اور بہترین تربیّت کی اور جب شام کے سفر پر گئے تو آپؐ کو ساتھ لے کر گئے حتّی کہ آپ جوان ہوگئے اور جب

آپ نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو ابو طالبؑ آپ کی
نُصرت وحمائت پر مکمّل طور پر قائم رہے۔اور دشمنوں
سے آپؐ کی حفاظت کرتے نیز آپ کی مدح وستائش
میں متعدّد قصائد لکھے۔انتھیٰ۔

یہ ہے الاصابہ کی عبارت کا اُردو ترجمہ جس کو پُوری کی پُوری گول کر کے خارجی مصنف نے جناب زبیر کی لوری والی روایت بیان کر کے یہ تاثر قائم کرنے کی کوششِ ناتمام کرڈالی کہ چونکہ وہ بچپن میں آپ کو لوری سنایا کرتے تھے اِس لئےُ انہوں نے ہی حضورؐ کی کفالت بھی کی مگر حقائق کو بدل ڈالنا آسان نہیں۔

اب آپ اس ضمن میں چند مُعتبر کتب کے مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

الاستیعاب فی اسماء اصحاب

انه تو فی جده عبدالمطلب وهو ابن ثما ن
سنین فاء وصی به الی ابی طا لب فصار فی حجر
عمه ابی طالب لو جا هته فی بنی هاشم و کا ن مع
ذالک شفیق ابیه و خرج النبی صلی الله علیه
و آله وسلم عمه ابی طالب فی تجا رة الی الشام
سنة ثلاث عشره من ا لفیل فر اه بحیرة الراهب

فقال احتفظوا به فانه نبی.

﴿الاستیعاب فی اسماء اصحاب جلد اول صفحه ۱۴۰﴾

﴿مؤلفه ابی عمر یوسف بن عبداللہ بن عبداللہ متوفی ۴۶۳ھ﴾

ترجمہ !

جب حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جدّ امجد کا وصال ہوا تو اُس وقت آپ کی عُمر مبارک آٹھ سال تھی حضرت عبدالمطّلب نے جناب ابُوطالبؑ کو آپ کی کفالت کی وصیّت فرمائی اور آپ ابوطالبؑ کی آغوشِ رافت میں آ گئے۔ جناب ابُوطالبؑ بنی ہاشم میں صاحبِ وجاہت بھی تھے اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والدِ گرامی کے سگے بھائی بھی تھے چنانچہ اصحابِ فیل کے واقعہ کے تیرھویں سال میں آپؐ نے اپنے چچا ابُو طالبؑ کی معیّت میں شام کا سفرِ تجارت کیا۔ اور بحیرہ راہب نے جناب ابُوطالب کو بتایا کہ ان کی حفاظت کرو یہ نبیؐ ہیں۔ (انتہی)

طبقات ابنِ سعد

حضرت عبد المطلب جب مشرف بموت

ہوئے اور آپ کا وقتِ رحلت قریب آیا تو رسول اللہ
صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حفاظت و احتیاط کے لئے
جنابِ ابوطالبؑ کو وصیّت فرمائی۔

﴿طبقات ابن سعد مترجم جلد ۱ صفحہ ۱۸۰﴾
﴿مؤلفہ ابو عبد اللہ محمد بن سعد البصری متوفی ۲۳۰ھ﴾

اسی کتاب میں مزید اس طرح لکھا ہے کہ !

جب عبد المطلبؑ انتقال کر گئے تو ابُو طالبؑ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے پاس رکھا تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انہیں کے ساتھ رہنے لگے۔ ابو طالبؑ مال و دولت والے نہ تھے مگر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بہت ہی چاہتے تھے، حتّیٰ کہ اپنی اولاد سے بھی اتنی محبّت نہ تھی۔ سوتے تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی ان کے ساتھ سوتے۔ باہر نکلتے تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی ساتھ ہوتے۔ یہ گرویدگی اِتنی بڑھی اور اس حد تک پہنچی کہ کسی شَے کے ابو طالبؑ اتنے گرویدہ نہ ہوئے۔ آپ کو خاص طور پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ حالت یہ تھی کہ ابُو طالبؑ کے عیال و اطفال خود ایک ساتھ یا الگ الگ کھانا کھاتے تو سیر اور آسودہ نہ ہوتے مگر جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کھانے میں شرکت فرماتے تو سب کے سب آسودہ ہو جاتے۔ لڑکوں کو کھلانا چاہتے تو ابو طالبؑ فرماتے "

کما انتم حتی یحضر ابنی "یعنی" تم جیسے بھی ہو ظاہر ہے۔

ٹھہرو میرا بیٹا آلے۔ پھر کھاتے ہیں۔

﴿طبقات ابن سعد جلد ۱ ص۱۸۲﴾

اِسی مضمون کا عربی متن چند دیگر کتابوں سے ملاحظہ کیجئے

خصائص کبریٰ لِلسیُّوطی

(باب ماظهر من الآيات وهو فی كفالة عمه ابی طالب)

وكان ابوطالب يقرب الى الصبيان بصحفتهم فيجلسون وينتهبون ويكف، رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يده لا ينهب معهم فلما رأى ذالك عمه عزل له طعامه على حدة.

واخرج ابن سعد وابو نعيم وابن عساكر من طريق مجاهد وغيره قالوا كان اذا اكل عيال ابی طالب جميعا أفرادی لم يشبعوا ماذا اكل معهم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم شبعوا فكان اذا ارادان يغديهم اولعيشيهم قال كما انتم حتى يحضرا ابنی. فياتی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فيا كل معهم.

﴿خصائص کبری جلد اول ص ۸۲﴾

طبقات ابن سعد ہی سے ملتی جُلتی عبارت کا عربی متن دِلائل النّبوۃ سے بھی ملاحظہ کریں۔

دلائل النبوّة

لما توفی عبد المطلب قبض ابو طالب رسول الله ﷺ الیہ فکان یکون معہ وکان ابوطالب لا مال لہ وکان یحبیہ حبا شدید الا یحبہ ولدہ وکان لا ینام الی جنبہ ویخرج فیخرج معہ و صبہ بہ ابو طالب صبابۃ لم یصعب بمثلھا بشیء قط وکان یخصہ بالطعام وکان اذا اکل عیال ابی طالب جمیعا او فرادی لم یشبعوا واذا اکل معھم رسول اللہ ﷺ فیاکل معھم فکان یفضلون من طعامھم۔

﴿دلائل النبوۃ جلد۱ ص۱۱۵﴾

اسی کتاب دلائل النّبوّۃ شریف کے صفحہ ۱۵۳ پر مزید ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت ابوطالبؑ کی معیّت میں منزلِ شباب پر رونق افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام تر اُمورِ جاہلیت سے محفوظ رکھا"

عربی متن یہ ہے !

وشب رسول اللہ ﷺ مع ابی طالب یکلاہ اللہ ویحفظہ من الامور الجاھلیۃ۔

سلسلۃ الذھب قہستانی میں ہے کہ آپ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تھے

کہ آپؐ کے دادأ کا انتقال ہو گیا اور آپؐ اپنے والدؑ کے سگے بھائی ابو طالبؑ کی کفالت میں آ گئے۔ ابو طالبؑ آپ کے دسترخوان پر تشریف لائے بغیر اپنے گھر والوں کو کھانا نہیں کھانے دیتے تھے کیونکہ آپؐ کی تشریف آوری سے کھانے میں خیر و برکت ہو جاتی اور تمام لوگ سیر ہو جاتے۔ بارہ سال کی عمر میں آپؐ نے ابو طالبؑ کی ہمراہی میں شام کا سفر کیا۔

عربی متن یہ ہے !

سلسلة الذهب

الى تمام ثمان سنين فمات جده و كفله عمه ابو طالب و كان شفيق ابيه عليه السلام و كان يرئ عمه منه عليه السلام الخير والبركة كشبع عيا له اذا اكل عليه السلام معهم وعدم شبعهم اذا لم يا كل معهم ولما بلغ عمره عليه السلام اثنتي عشرة سنة سافر ابو طالب به عليه السلام الى الشام.

﴿سلسة الذهب لصوفيه صفحه ا مؤلفه السيد محمد نور بخش قهستانی﴾

جناب ابو طالبؑ کا حضور امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کفالت اور حمایت و نصرت فرمانا ایک ایسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے جسے جھٹلا دینا ناممکن ہی نہیں بلکہ امرِ محال ہے اور یہ مضمون ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہے جسے ہزاروں صفحات پر بکھیرا جا سکتا ہے،

ہمارے خیال میں دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ حضرت عبدالمطلبؑ کے وصال کے بعد حضور سرورِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کفالت حضرت ابو طالبؑ کے علاوہ کسی اَور نے کی ہے اور اس قسم کا ننگا جھوٹ سوائے کسی فاترالعقل ناصبی اور مردود وملعون خارجی کے اور کوئی بک بھی نہیں سکتا۔

بہر حال بتانا یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنے موٴقف میں ہزار ہا حوالہ جات پیش کر سکتے ہیں جبکہ خارجیوں کے کارخانہ کذّابیت میں اس کے برعکس ایک بھی صحیح حوالہ موجود نہیں۔ البتہ بے پر کی اُڑاتے جانا اور بات ہے۔

اب ہم محض قارئین کی معلومات کے لئے چند معتبر کتب کا عربی متن پیش کرنے پر اکتفا کریں گے کیونکہ اِن عبارات کا مفہوم اور مطالب و معانی وہی ہیں جو آپ مختلف عبارتوں کے ترجموں کی صورت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اسلئے بخوفِ طوالت ترجمے سے گریز کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سیرت ابنِ ھشام

وذکر کون النبی ﷺ فی کفالة عمه

یکلوه ویحفظه فمن حفظ الله له فی ذالک انه

کان یتیماً لیس له أب یرحمه ولا أم ترامه لانها

ماتت وهو صغیر وکان عیال ابو طالب ضففا

وعیشم شظفا فکان یوضع الطعام له وللصبیة من

او ٪ د ابو طالب.

﴿سیرۃ ابن ھشام جلد ا صفحہ ۲۱۳﴾

﴿للامام ابی محمد عبدالملک بن ھشام متوفی ۲۱۳ ھ﴾

روض الانف

وكـان رسـول الـلـه ﷺ بـعد عبدالمطلب مع عمه ابوطالب وكان عبدالمطلب فيما يزعمون يوصي به عمه ابوطالب وذالک لان عبدالله أبا رسول الله ﷺ وأبـا طـالـب اخـوان لأب دام امهـا فاطمه بنت عمرو بن عائد بن عبد بن عمران بن مخزوم .

﴿روض الانف علی سیرۃ ابن ھشام جلد ا صفحہ ۱۱۹﴾

﴿للامام الفقیہ المحدث ابی القاسم عبد الرحمن الخشعمی السھیلی متوفی ۵۸۱ھ﴾

الوفاء فی احوال المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

عـن ابـن عباس قال لما توفي عبدالمطلب قبض ابوطالب رسول الله ﷺ اليه فكان يكون مـعـه وكـا ن ابو طالب لامال له ان كان يحبه حباً شديداً لا يحبه ولده وكا ن لاينام الا الى جنبه .

﴿الوفا فی احوال المصطفیٰ صفحہ ۱۳۱﴾

﴿ للامام ابی الفرج عبدالرحمن بن جوزی متوفی ۵۹۷ ﴾

انوار محمد یہ من مواھب اللدنیہ

وكـفـلـه ابوطالب واسمه عبدمناف وكان عبـدالـمـطـلـب قـد اوصاه بذالک لكون شفيق

عبدالله ولما بلغ رسول الله ﷺ اثنتی عشره
سنة خرج مع ابی طالب الی الشام.

﴿انوار المحمدیه لامام نبهانی﴾
﴿من المواهب الدنیه للامام قسطلانی صفحه۳۵﴾

شواهد النبوة

جناب عبدالمطلبؓ کی وفات کے بعد حضور علیہ السلام کی کفالت جناب ابو طالبؓ کے سپرد ہوئی، اُس وقت آپ کی عُمر شریف آٹھ سال تھی جناب ابوطالبؓ کو آپ سے بڑی محبّت تھی۔

﴿شواہد النبوۃ مترجم امام عبدالرحمٰن جامی صفحہ ۳۷﴾

مدارج النبوة

ابو طالب کہ عم اعیانی آنحضرت صلی اللہ علیه و آله و سلم بود در عهد کفالت آنحضرت در آورده اگرچه زبیربن عبدالمطلب نیز اعیانی بود لیکن میان عبدالله و ابو طالب زیادت محبت و ارتباط بود. در روائت آمده که آنحضرت را مخیر ساختند که کفالت کدام یکے از اعمام خود را میخواهی، آنحضرت ابو طالب را اختیار کرد و ابوطالب با قصی لغائت

واحسن وجوہ محافظت آنحضرت قبل از
ظھور نبوت و بعد ازاں بتقدیم رسانید وبے دے
طعام نمی خورد جامئہ خواب آنحضرت پھلوئے
خود راست میکرد درون و بیرون خانہ
اوراھمراہ داشتی“

﴿مدارج النبوۃ الشاہ عبد الحق محدث دھلوی جلد ۲ صفحہ ۲۴﴾

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ تمام تر کُتب تواریخ و سیّر اور تفاسیر واحادیث میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح ظاہر وباہر ہے کہ حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کفالت کا شَرف حضرت عبدالمطلبؓ کے وصال مبارک کے بعد جنابِ ابوطالب ہی کو حاصل ہے اور اس حقیقت سے آج تک کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکی۔ چنانچہ ان چند سیرت کی کتابوں کے بعد ”مُشتے نمونہ اَز خروارے“ کے طور پر نہائت اختصار کے ساتھ محض چند تفاسیر کے حوالہ جات عربی متن کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ کتب تفاسیر میں متعدد مقامات پر اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے لیکن ہم صرف تیسویں پارے کی سورت ”وَالضُّحیٰ“ کی آیت مبارکہ ”اَلَم یَجِدکَ یَتِیمًا فَاٰوٰی“ کے تحت آنے والی عبارتوں کا اختصار پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

تفسیر ابن عباس

"یتیما "بلااب وبلا امر"فاواک عمک

ابی طالب .

﴿تنویر المقباس تفسیر ابن عباس صفحہ ۳۶۷﴾

﴿ازحضرت عبداللہ ابن عباسؓ﴾

تفسیر کبیر الرازی

وکان عبدالمطلب یوصی ابا طالب بہ لأن

عبداللّٰہ واباطالب کان من ام واحدۃ فکان ابو

طالب ھوالذی یکفل رسول اللّٰہ ﷺ بعد جدہ .

﴿تفسیر کبیر للامام فخرالدین رازی جلد ۳ اصفحہ ۱۲۲﴾

تفسیر غرائب القرآن

فکفل ابو طالب رسول اللّٰہ ﷺ الی ان

ابتعثہ اللّٰہ للرسالۃ فقام بنصرتہ مدۃ مدیدۃ

وعطفۃاللّٰہ علیہ فأ حسن تربیتہ .

﴿تفسیر غرائب القرآن المعروف نیشاپوری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۷﴾

﴿للعلامہ نظام الدین الحسن بن محمد القمی النیشا پوری﴾

تفسیر جمل علی الجلالین

وکان عبد المطلب اوصی أبا طالب بہ

لأن عبد اللّٰہ وأبا طالب کان من ام واحدۃ فکان

ابوطالب ھو الذی کفل رسول اللّٰہ ﷺ بعد

جده الی ان بعثه اللّٰه نبیا .

﴿تفسیر جمل جلد ۴ صفحه ۵۴۹﴾

تفسیر صاوی

ومات جده عبدالمطلب وهو ابن ثمان

سنین فکفله عمه ابو طالب لا نه کان شفیق ابیه .

﴿تفسیر صاوی للامام احمد صاوی مالکی جلد۴ صفحه ۲۷۸﴾

تفسیر جلالین

بان ضمک الی عمک ابی طالب .

﴿تفسیر جلالین مع صاوی جلد۴ صفحه ۲۷۸﴾

تفسیر کشاف

ومات جده وهو ابن ثما ن سنین فکفله

عمه ابو طالب وعطفه اللّٰه علیه فأحسن تربیته.

﴿تفسیر کشاف جلد ۴ صفحه ۵۵۰مولفه محمود بن عمرزمخشری﴾

معالم التنزیل

وضمک الی عمک ابی طالب حتی

أحسن تربیتک و کفاک المونة .

﴿تفسیر معالم التنزیل جزهفتم صفحه ۲۱۲

﴿مولفه ابی محمد الحسین الفراء البغوی متوفی ۵۱۶هجری﴾

تفسیر ابن کثیر

ولـه العمر ثمان سنین فکفله عمه ابو طالب

ثم لم یزل یحوطه وینصره والاحوی ویرفع من قدره ویوقر ویکف عنه اذی قومه.

﴿تفسیرابن کثیر جلد ۵ صفحه ۲۲۶﴾

تفسیر خازن

فلما مات عبدالمطلب کفله عمه ابوطالب الیٰ ان اقوی واشته وتزوج خدیجة.

﴿تفسیر خازن جزهفتم جلد ۴صفحه ۲۱۶﴾

﴿مولفه علی بن محمد بن ابراهیم البغدادی المعروف خازن فوغ من تالیفه ۷۲۵ هجری﴾

تفسیر فتح البیان

وقیل بمال خدیجه بنت خویلد وتربیت ابوطالب

﴿تفسیر فتح البیا ن جلد۹ صفحه ۲۹۹ مولفه نواب صدیق حسن بھوپالی﴾

تفاسیر کے بعد تاریخ کی مُستند کتاب تاریخِ کامل کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

توفی عبدالمطلب بعد الفیل ثمان سنین واوصی أبا طالب برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم فکان ابوطالب هو الذی قام بأمر النبی صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم بعد جده.

﴿تاریخ کامل ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ ہجری جلد ۲ صفحه ۳۳﴾

اگر چہ اس ضمن میں دیگر بے شمار کُتب مُعتبرہ کے حوالہ جات بھی پیش کئے جاسکتے ہیں مگر اہلِ علم و دانش حضرات کے لئے یہی کیا کم ہے جواب تک پیش کیا جاچکا ہے۔

اب آخر پر بلاذری وغیرہ کے وضعی ٹکڑے کی حیثّیت بھی ملاحظہ فرمالیں۔ سیرت کی مشہور و معروف کتاب زُرقانی علی المواہب کا خلاصہ ہے کہ حضور امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کفالت حضرت عبدالمطلبؓ کی وصیّت کے مطابق حضرت ابو طالبؓ نے ہی فرمائی اور یہ ان کے لئے مخصوص تھی اور زبیر بن عبدالمُطّلب کی شرکتِ کفالت کے متعلّق جو کہا جاتا ہے تو انہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب عبدالمطلبؓ نے ابو طالبؓ اور زبیرؓ کے لئے قُرعہ اندازی کی مگر قُرعۂ فال بنام ابو طالبؓ ہی نکلا۔

اسد الغابہ میں عزالدّین ابنِ اثیر نے لکھا ہے کہ ابو طالبؓ نے ہی حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کفالت فرمائی۔ کیونکہ وہ حضورؐ کے والد حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب کے سگے بھائی تھے۔ جیسا کہ زبیرؓ بھی حضرت عبداللہؓ کے سگے بھائی تھے۔ مگر کفالت حضرت ابو طالبؓ ہی نے فرمائی کیونکہ ان کے لئے حضرت عبدالمطلبؓ نے وصیّت فرمائی تھی۔ اور جو کہا جاتا ہے کہ ابو طالبؓ سے پہلے زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کفالت کرتے تھے اور ان کے

فوت ہونے کے بعد ابو طالبؑ کفیل بنے تو یہ غلط محض ہے کیونکہ زبیر بن عبد المطلبؑ حلف الفضول کے واقعہ میں حاضر تھے اور آخر پر لکھا ہے کہ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ حضرت ابو طالبؑ نے ہی آپؐ کی کفالت فرمائی اور ابو طالبؑ کو آپ سے شدید محبّت تھی اور ایسی محبّت وہ اپنی اولاد سے بھی نہیں کرتے تھے۔

متن کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

وکان عبد المطلب اوصاه بذالک لکون شفیق عبد الله والده دون الحرث ونحوه فالقصر اضافی فلا یرد أن الذبیر شقیقة ایضاًوقد قیل اقرع عبد لمطلب بینهما فخرجت القرعة لأبی طالب وفی اسدالغابه لحافظ عزالدین بن الاثیر کفله ابو طالب شفیق ابیه وکذا لک الذبیر لکن کفا لةابی طالب اماًلوصیة عبدالمطلب واما لان الذبیر کفله حتیٰ مات ثم کفله ابو طالب هذا غلط لأن الذبیر شهد حلف الفضول و للمصطفیٰ نیف وعشرون سنة واجمع العلماوعلی انه شخص مع ابی طالب الی الشام بعد موت ابی طالب بأقل من خمس سنین فهذا یدل علی أن أبا طالب هوالذی کفله

انتھی و کان ابو طالب یحبه حباً شدیداً لا یحب

اولادہ

﴿زرقانی علی المواھب ۱۸۹﴾

﴿الامام العلامه محمد بن عبدالباقی﴾

حضرت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے شفیق عمِّ محترم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والدِ گرامی جناب اَبُوطالب رضی اللہ عنہ کے متعلق اس وضاحتی بیان کے بعد، اب آپ جناب حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کی والدہ مکرّمہ محترمہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کے متعلّق معلومات حاصل کریں"

حیدر کرّار کی والدہ

آئندہ اوراق میں حضرت ابو طالب کے متعلّق مختصر طور پر یہ بھی بتایا جائے گا کہ انہوں نے اسلام اور بانی اسلام عَلَیہِ الصّلوٰۃُ وَالسّلام کی کون کونسی خدمات سرانجام دیں، اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ان سے کس قسم کی محبت تھی مگر پیش ازیں باب مدینۃ العلم سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ مکرّمہ سیّدہ فاطمہ بنتِ اَسد رضی اللہ عنہا کے متعلّق حَسبِ سابق پہلے خوارج کی دریدہ دہنی ملاحظہ کریں اور پھر ان الزامات واِتہامات کا ردّ بلیغ پیش کیا جائے گا۔

حضرت علی کی والدہ مسلمان نہیں تھیں

خارجی عباسی نے جونئی تاریخِ اسلام مرتّب کرنا شروع کی ہے اس کا ایک ورق یہ بھی ہے کہ !

فاطمہ بنت اسد سے نہ کسی حدیث کی روایت ہے اور نہ آنحضرتؐ کے زمانہ قبلِ نبوّت کے حالات کے متعلّق کوئی ایک لفظ اور نہ ان کا نام ہاشمی خاندان کی عورتوں کی فہرست میں شامل ہے جو اِسلام سے مشرّف ہوئیں اور ہجرت کی۔ حالانکہ ان کی بیٹیوں تک کے نام رسول اللہ صلعم (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے بیعت کرنے والی ہاشمیہ عورتوں میں شامل ہیں۔
الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۰ میں ان کا ہجرت سے پہلے فوت ہو جانے کا بھی ذکر ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان کے مسلمان ہونے اور ہجرت کرنیکی روایت صحیح نہیں"

﴿وقائع زندگانی ام ہانی صفحہ ۴۲ مئولفہ نا محمود عباسی﴾

جناب سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے متعلق خارجی عباسی کی پوری کی پوری عبارت نقل کردی گئی ہے تا کہ کسی قسم کی تاویل کی گنجائش باقی نہ رہے۔

قارئین جان گئے ہوں گے کہ پہلے تو خارجی مصنّف نے یہ تاثّر دینے کی کوشش کی ہے کہ فاطمہ بنت اسدؓ کے اسلام لانے اور ہجرت کرنے کی کوئی روایت سِرے سے موجود ہی نہیں اور پھر الاُصابہ کی مختصر عبارت نقل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ان کے ہجرت کرنے اور اسلام لانے کی جو روایت موجود ہے وہ صحیح نہیں''

سچ کہا ہے دانا لوگوں نے کہ ''دروغ گو را حافظہ نباشد''

حقیقت یہ ہے کہ یہ کذب سرائیاں اور قلمی بددیانتیاں محض اور محض خاندانِ ہاشمی کے ساتھ مستقل بُغض و عداوت اور کینہ پروری کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ اتنا بڑا جھوٹ بولتے وقت تو شیطان کی روح بھی کانپ جاتی ہوگی

بہر حال یہ خارجیوں کی کمینگی اور شر انگیزی کی ایک زندہ مثال ہے کہ یہ لوگ مسلسل جھوٹ بکنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور پھر ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ہزاروں جُھوٹ تراشتے جانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حالانکہ ہزاروں جُھوٹ گھڑ کر بھی کسی ایک جُھوٹ کو نہ کبھی سچ ثابت کیا جا سکا ہے اور نہ ہی آئندہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت کیا جا سکے گا۔

چنانچہ سب سے پہلے الاصابہ ہی کی پوری عبارت ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے جس کا ایک ٹکڑا خارجی عباسی نے نقل کر کے جناب فاطمہ بنت اسدؓ کا ہجرت نہ کرنا ثابت کر لیا ہے۔

الاصابہ کی پوری عبارت

فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف الهاشميه والدة علي واخوته قيل انها توفيت قبل الهجرة والصحيح انهاهاجرت وماتت بالمدينة وبه جزم الشعبي قال اسلمت وهاجرت وتوفيت بالمدينة،واخرج ابن عاصم من طريق عبد الله بن محمد بن عمر بن علي بن ابي طالب عن ابيه ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم كفن فاطمة بنت اسد في قميصه وقال لم نلق بعد ابي طالب ابربي منها وقال الأعمش عن عمرو بن مرة عن ابي البختري عن علي قلت لا مي اكفي فاطمة سقاية الماء والذهاب في الحاجة وتكفيك الطحن والعجن وقال الذبير بن بكار هي اول هاشمية ولدت خليفة ثم بعدها فاطمة الزهراء ؓ وسيأتي لهاذكر في فاطمة بنت حمزة يدل على انها ماتت بالمدينة قال ابن سعد كانت امراة صالحة وكان النبي صلی اللہ علیہ وسلم يزورها ويقيل في بيتها

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۸ مؤلفہ ابن حجر عسقلانی﴾

ترجمہ !

فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہاشمیہ

حضرت علی اور انکے بہن بھائیوں کی والدہ ہیں۔کہا
کہ وہ ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں مگر صحیح یہ ہے کہ
آپ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منوّرہ میں وفات پائی
اسی سے جزم کیا شعبی نے اور کہا کہ آپ نے اسلام
قبول کیا اور ہجرت فرمائی اور مدینہ منوّرہ میں انتقال
فرمایا۔

اور روایت بیان کی عاصم نے کہا محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اپنے باپ سے کہ بیشک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو اپنی قمیص کا کفن پہنایا اور فرمایا کہ ہمارے ساتھ ابُو طالب کے بعد سب سے بہتر سلوک کرنے والی تھیں۔

اور کہا اعمش نے روایت بیان کی عمر بن مرہ نے ابی البختری سے کہ: حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ بیرونی امور پانی وغیرہ لانے میں حضرت فاطمہ بنتِ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کفالت کریں اور وہ گھریلو کام آٹا گوندھنے اور چکّی وغیرہ پیسنے میں آپ کی مدد کریں۔

زبیر بن بکار نے کہا کہ آپ پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جس نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا پھر ان کے بعد فاطمۃ الزہرا ہیں عنقریب ان کا ذکر فاطمہ بنت حمزہؓ کے ذکر میں ہوگا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا وصال مدینہ منوّرہ میں ہوا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ نہائت صالح عورت تھیں اور حضور صلّی اللہ

علیہ وآلہ وسلم انکی زیارت کو آتے اور انکے گھر میں آ کر آرام فرماتے تھے۔

یہ تھی الاصابہ کی پوری عبارت معہ ترجمہ جس کا ایک ٹکڑا نقل کرنے کے بعد خارجی مصنف کے ہاتھوں پر رعشہ طاری ہو گیا۔ کیونکہ ملحقہ عبارت میں پہلے قول کی نفی کرتے ہوئے واضح ترین صورت میں تحریر تھا۔ کہ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ اسلام بھی لائیں اور ہجرت بھی کی، سرکار مدینہ نے ان کو اپنی قمیص مبارک کا کفن بھی عطا فرمایا اور آپ مدفون بھی مدینہ منورہ میں ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کے لئے ان کے گھر بھی جاتے تھے۔ اور ان کے پاس آرام بھی کرتے تھے آپ نے انکی شفقت و محبت کا ذکر بھی فرمایا اور یہ بھی فرمایا میرے چچا ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ ہمارا خیال رکھنے والی فاطمہ بنت اسد تھیں ﴿رضی اللہ عنہا﴾

اگرچہ الاصابہ کی پوری عبارت نقل کر دینے کے بعد مزید کوئی حوالہ پیش کرنیکی خاص ضرورت باقی نہیں تاہم برکت حاصل کرنے اور خارجیوں کے منہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کر دینے کیلئے چند معتبر کتب کے مزید حوالہ جات پیشِ خدمت ہیں۔

پہلے آپ الاصابہ کی ہی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاطمہ کے نام سے کس قدر محبت ہے۔

یہ محبّت یہ نوازش

واخرج ابن ابی عاصم من طریق ابی فاختة عن جعدة بن هبیرة عن علی قال اهدی الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم حلة استبرق فقال اجعلها خمرا بین الفواطم فشققتها اربعة اخمرة خمار الفاطمة بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وخمار الفاطمة بنت اسد وخمار الفاطمة بنت حمزة ولم یذکر الرابعة (قلت) ولعلها امراة عقیل الاتیته قریبا.

﴿الاصابه فی تمیز الصحابه جلد ۴ صفحہ ۳۷۰﴾

ترجمہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں ریشمی کپڑے کا ہدیہ آیا تو آپ نے فرمایا اِس کے ٹکڑے کر کے فاطمہ نام کی عورتوں میں تقسیم کر دو چنانچہ اس کے چار ٹکڑے کیے گئے اور ایک ٹکڑا فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اور ایک ٹکڑا جنابِ فاطمہ بنتِ اسدؓ کو اور ایک ٹکڑا جنابِ فاطمہ بنتِ حمزہؓ کو عطا کیا گیا۔ چوتھے ٹکڑے کے متعلّق حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ حضرت عقیل ابن ابی طالبؓ

کی بیوی کو عطا فرمایا گیا۔

اِس واقعہ کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں جناب فاطمہ بنت اسدؑ والدہ مکرّمہ جناب علی المرتضیٰؑ کی ہجرت اور مدینہ منوّرہ میں مدفون ہونے کے متعلق چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

الاستیعاب

فاطمة بنت اسد بن ھا شم بن عبد مناف ام علی بن ابی طالب واخوتہ رضی اللّٰہ عنھم قیل انھاماتت قبل الھجرۃ ولیس بشیٔ والصواب انھا ھاجرت الی المدینہ بھا ما تت ،عن الشعبی قال ام علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنھا فاطمة بنت اسد بن ھاشم اسلمت وھاجر ت الی المدینہ وتوفیت بھا وقال الذبیر ھی اول ھاشمیہ ولدت ھا شمی ، قال و قد اسلمت وھاجرت الی اللّٰہ ورسولہ وماتت بالمدینہ فی حیا ۃ ا لنبی ﷺ و شھدھارسول اللّٰہ ﷺ.

وقا ل ابو عمر روی سعدا ن بن الولید السا بری عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس قا ل ماتت فا طمة ا م علی بن ابی طالب البسھارسول اللّٰہ ﷺ قمیصہ واضطجع

معهافی قبرها فقالو اما رائنک صنعت ما صنعت بهذه؟ فقال انه لم یکن احد بعدابی طالب أبربی منها ،انما البستها قمیصی لتکسی من حلل الجنة واضطجعت لیهون علیها .

﴿الاستیعاب مع الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۷۰﴾

ترجمہ :۔ اسد بن ہاشم بن عبد مناف کی بیٹی فاطمہؓ علی ابن ابی طالبؑ اوران کے بہن بھائیوں کی والدہ ہیں (رضی اللہ عنھم اجمعین) روایت ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں مگر یہ غلط ہے اور کوئی شے نہیں صحیح وصواب یہ ہے کہ آپ نے مدینہ منّورہ کے لئے ہجرت کی اور مدینہ منّورہ ہی میں فوت ہوئیں۔ شعبی کہتے ہیں کہ فاطمہ بنتِ اسد بنتِ ہاشم اُمّ علی بن ابی طالبؓ مشّرف بہ اسلام ہوکر مدینہ منّورہ میں ہجرت کر کے آئیں اور وہیں فوت ہوئیں ۔ زبیر کہتے ہیں کہ آپ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ہاشمی کوجنم دیا۔ کہا اور بے شک آپ نے اِسلام قبول کیا اور اللہ ورسول کے لئے ہجرت کی اور مدینہ منّورہ میں انتقال فرمایا''

اور کہا ابو عمر نے کہ روایت بیان کی سعدان بن
ولید نے سابری سے انہوں نے عطا بن ابی رباح سے
انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ جب
فاطمہ اُمّ علی بن ابی طالبؑ کا اِنتقال ہوا تو رسول اللہ
صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی قمیص مبارک کا کفن
عطا فرمایا اور ان کی قبر میں لیٹے، پس جب آپ سے
پُوچھا گیا کہ اس سے پہلے آپؐ نے کبھی کسی سے یہ
سلوک نہیں فرمایا۔ یا ایسا نہیں کیا تو رسول اللہ صلّی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ ابو طالبؑ کے بعد ہمارے
ساتھ ان سے زیادہ حُسنِ سلوک بھی کسی نے نہیں کیا۔
ہم نے اپنی قمیص اِس لئے پہنائی ہے کہ انہیں جنّت
کے حُلّے ملیں اور قبر میں ساتھ اس لئے لیٹے ہیں کہ ان
پر قبر کی تنگی نہ ہو۔

طبقات ابن سعد

حضرت فاطمہؑ آپ اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی کی صاجبزادی ہیں، اور آپ کی والدہ فاطمہ بنت قیس بن حرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن بغیض بن عامر بن لوی ہیں آپ زائدہ بن اصم بن حرم بن رواحہ جو

ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنتِ خویلد کے دادا ہیں کی چچازاد اخیانی بہن ہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابو طالبؑ نے نکاح کیا

جن سے آپ کے طالبؑ، عقیلؑ، جعفرؑ اور علیؑ چار بیٹے اور اُمّ ہانی، جمانہ، اور

ریطہ تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

جناب فاطمہؑ مسلمان ہوگئی تھیں اور ایک نیک دل خاتون تھیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان سے ملتے جلتے رہتے اور دوپہر کو ان ہی

کے گھر میں آرام فرمایا کرتے۔

﴿طبقات ابن سعد مترجم باب بیعت کرنے والی خواتین جلد ۸ صفحہ ۳۰۲﴾

المستدرک للحاکم

کانت فاطمة بنت اسد بن هاشم اول

هاشمیه ولدت من هاشمی و کانت بمحل عظیم

من الاعیان فی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه

وآله وسلم و توفیت فی حیاة رسول اللّٰه

صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وکان اسم علی اسد

ولذالک یقول ﴿انا الذی سمتنی امی حیدره﴾

لما ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم کفنها

رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فی

قمیصه وصلی علیها وکبر علیها سبعین تکبیرة و

نزل فی قبرها فلما ذهب قال له عمر بن

الخطاب رضی اللّٰہ عنہ یا رسو ل اللّٰہ رائتک
فعلت علی ھذ المرا ۃ شیالم تفعلہ علی احد ؟
فقال یاعمران ھذ المرا ۃ کانت امی التی
ولدتنی ان ابا طالب کان یصنع الصینع و تکون
لہ ائما دبۃ و کان یجمعنا علی طعا مہ فکانت
ھذہ المرا ۃ تفضل منہ کلہ نصیبنا فا عود فیہ و
ان جبریل علیہ السلام اخبرنی عن ربی وعزوجل
انہامن اھل الجنۃ وا خبرنی جبریل علیہ السلام
ان اللّٰہ تعالی ام سبعین الفامن الملائکۃ یصلون
علیھا ۔

﴿المستدرک للحا کم جلد۳صفحہ ۱۰۸﴾

ترجمہ:۔فاطمہ بنت اسدؓ بن ہاشم پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جنہوں نے ہاشمی کو جنم دیا۔آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُبارک زمانہ میں نہائت عظیم المرتبت اور بلند شان والی ہوئیں ہیں۔

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حیاتِ طیبّہ میں فوت ہوئیں اور آپؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اُنہوں نے حضرت علیؑ کا نام اُسد (شیر) رکھا تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں وہ

ہوں میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے

حضرت فاطمہ بنتؓ اسدؓ بن ہاشم کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں اپنی قمیص میں کفنایا اور ان کی نماز جنازہ ستّر تکبیروں کے ساتھ پڑھی اور ان کی قبر میں لیٹے۔ جب آپ ان کی قبر میں اُترے تو عمر بن خطابؓ نے عرض کی یارسول اللہؐ آپ نے جو سلوک اِس عورت کیساتھ فرمایا ہے کبھی کسی کے ساتھ نہیں کیا۔ تو آپ نے فرمایا! اے عمر یہ عورت وہ عورت ہے جو ابو طالبؓ کی اَولاد کی والدہ ہے اور جب کھانا تیار کرلیتی تو دسترخوان پر ہم سب کھانے کیلئے جمع ہوتے تو یہ عوّرت سب سے زیادہ ہمارا حصّہ نکالتی اور جبرائیل علیہ السلام نے ہمیں خبر دی ہے کہ اللہ ربّ العزّت کی طرف سے یہ اہلِ جنّت سے ہے اور جبریل نے یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ تعالی نے اسکی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے ستّر ہزار فرشتوں کو حکم فرمایا ہے۔

نور الابصار

فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف

تجتمع مع ابی طالب فی ها شم جد النبی

ﷺ اسلمت وها جرت مع النبی ﷺ .(الخ)

وهی اول ها شمیة ولدت ها شمیه ولما ماتت

کفنها صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم بقمیصه لا

نها کانت عنده بمنزلة ا مه وا مر رسول اللّٰہ صلی

اللّٰہ علیه وآله وسلم اسا مه بن زید و ابا ایوب

انصاری وعمر بن الخطاب وغلاما اسود

فحفروا قبر ها بالبقیع فلمابلغو الحد ها حضرة

رسول اللّٰہ ﷺ بیده وا خرج ترابه فلما فرغ

اضطجع فیه وقال "الهم اغفرلی لا می فاطمة

بنت اسد ولقنها حجتها و وسع علیها

مدخلهابحق نبیک محمد و الا نبیاء الذین من

قبلی فأنک ارحم الراحمین فقیل ثیاب الجنة

واضطجعت فی قبر ها یخفف عنها من ضغطة

القبر لا نها کانت من احسن الخلق اللّٰہ تعالی

صنعا الی بعد ابی طالب.

﴿نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صفحه ۸۶﴾

فاطمہ بنت اسدؑ بن ہاشم بن عبدمناف

کا سلسلہ نسب حضرت ابوطالبؑ کیساتھ ہی رسول
اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جدّ امجد حضرت ہاشمؑ سے
مل جاتا ہے انہوں اسلام قبول کیا اور حضورؐ کے ساتھ
ہجرت فرمائی۔ آپؑ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ہاشمی
کو جنم دیا۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلّی اللہ
علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی قمیص مُبارک کا کفن پہنایا آپؐ
کے نزدیک وہ بمنزلہ ماں کے تھیں اور رسول اللہ صلّی
اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اسامہ بن زید، ابوایوبِ انصاری
عمر بن خطاب اور سیاہ غلام کو ارشاد فرمایا کہ ان کیلئے
جنّت البقیع میں قبر تیار کرو اور پھر جب قبر تیار ہو گئی تو
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لحد کو اپنے مبارک
ہاتھوں سے کھود کر درست کیا اور مٹی نکالی۔ جب اس
کام سے فارغ ہوئے تو قبر میں لیٹ کر خدا تعالیٰ کے
حضور میں دُعا کی، الٰہی میری ماں فاطمہ بنتِ اسد کی
مغفرت فرما اور اسکو اسکی حجّت اِلقا فرما دے اور اِسکی
قبر کو کھول دے بحق اپنے نبی محمد کے اور انبیا کے جو
مجھ سے پہلے ہوئے ہیں۔ پس تو نہائت رحم کرنے والا
ہے۔ اور فرمایا کہ ہم نے اپنی قمیص کا کفن اس لئے دیا

ہے کہ انہیں جنّت کا حُلّہ نصیب ہو اور قبر میں اس لئے
لیٹے ہیں کہ قبر کی تنگی دُور ہو جائے۔ یہ میرے ساتھ ابُو
طالبؓ کے بعد سب سے بہتر سلوک کیا کرتی تھیں۔

سلسلة الذهب

و ھا جر علی کرم اللّٰہ وجھہ الکریم بعد ھجرۃ
النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر بثلاثة
ایام ولحقھما بقباء ومعہ امہ فاطمة بنت اسد
رضی اللّٰہ عنھا وانھا کانت اسلمت من قبل ثم
ھاجرت مع ابنہ علی رضی اللّٰہ عنھا الی
المدینہ و لما ماتت کفنھا النبی صلی اللّٰہ علیہ
وسلم بقمیصہ فلما حضر قبرھا با لبقیع و بلغ
لحدھا حضرہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
بیدہ واخرج ترابہ فلما فرغ اضطجع فیہ وقال
الھم اغفر لامی فاطمہ بنت اسد ولقنھا
حجتھا و وسع علیھا مدخلھا اوقال علیہ
الصلوٰۃ والسلام انھا کانت من احسن خلق اللّٰہ
صنعاً اِلیٰ بعد أبی طالب.

﴿سلسلۃ الذہب الصوفیہ صفحہ ۴۷﴾

ترجمہ:۔ اور حضرت علیؑ کرم اللّٰہ وجہہ الکریم نے

نبی صلی اللہ وآلہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تین دن
بعد ہجرت فرمائی اور آپ سے قبا میں ملاقات کی اور
آپ کے ہمراہ آپکی والدہ مکرّمہ فاطمہ بنت اسد رضی
اللہ عنہا بھی تشریف لائی تھیں ۔آپ پہلے ہی
مشرّف بہ اسلام ہو چکی تھیں مگر ہجرت اپنے بیٹے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی ۔جب انکا انتقا
ل ہوا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُنکو اپنی
قمیص مبارک میں کفن دیا ۔بعد ازاں جب جنّت
البقیع میں انکی قبر کھودی جا چکی اور لحد تیار ہو گئی تو رسول
اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے دستِ اقدس سے
لحد کو درست فرمایا اور اسکی مٹی نکالی، جب لحد سے فارغ
ہو گئے تو آپ خود اس میں لیٹ گئے اور بارِ خداوندی
میں عرض کی یا اللہ میری ماں فاطمہ بنت اسد کی
مغفرت فرما اور اسکی حجّت اسے سکھا دے اور اسکی قبر کو
فراخ فرما دے اور پھر فرمایا کہ ابو طالب ؑ کے بعد
میرے ساتھ سب سے بہتر سلوک یہی کیا کرتی تھیں''

کتب احادیث میں آتا ہے ایک دفعہ حضرت علیؑ کو حضور صلّی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا فاطمہ نام کی عورتوں میں تقسیم

کرنیکا حکم فرمایا چناچہ اس کا ایک حصّہ حضرت فاطمہ بنت اسدؑ کو بھی ملا علاوہ ازیں ایک حصّہ حضور سرور عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صاحبزادی جناب فاطمۃ الزاہرا سلام اللہ علیہا کو ملا اور ایک حصّہ جناب فاطمہ بنت حمزہؓ کو عطا فرمایا گیا یہ واقعہ مدینہ منوّرہ کا ہے اس لئے یہ کہنا کہ آپ نے ہجرت نہیں فرمائی محض شرانگیز پراپیگنڈہ ہے چنانچہ اس ضمن میں بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ

ودر روایتے بجائے بین النساء بین الفواطم آمدہ وفواطم فاطمہ کہ چند فاطمہ در خانہ امیر المؤمنین جمع بودند اول فاطمہ زہرا بتول بنت رسول اللہ وبضعۃ وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیہا ودوم فاطمہ بنت اسد بن ہاشم زوجہ ابی طالب اُمّ علی وجعفر وعقیل وطالب وآں حضرت درشان وے فرمودہ امی بعد امی ووے را فضائل جمہ است ووے اول ہاشمیہ است کہ زائید ہاشمیین را بہا شمی سوم فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب سید الشہداء وبعضے گفتہ اند کہ ثالث فاطمہ بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ است کہ از مکہ مہاجرت نمودہ بمدینہ آمدہ بودو

اول صحیح تر است چہ اعطائے آنحضرت با اہلبیت

نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین قریب تر وظاہر تر است۔

﴿اشعتہ للمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۵۳۹﴾

اس واضح ترین عبارت کے بعد جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے ہجرت فرمانے اور اسلام قبول کرنے کے بارے میں آخر پر مزید ایک فیصلہ کن عبارت پیش کی جاتی ہے جس سے قطعی طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ وہ روایت یقینی طور پر واہی اور وضعی ہے جس میں ہے کہ آپ نے ہجرت نہیں فرمائی۔ ملاحظہ ہو

اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ

فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف القرشية الهاشمية ام علی بن ابی طالب واخوته طالب وعقیل وجعفر قیل انها توفیت قبل الهجرة ولیس بشئی والصحیح انها هاجرت الی المدینة وتوفیت بها

یعنی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف قرشیہ ہاشمیہ جناب علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے برادران طالب وعقیل وجعفر کی والدہ ہیں"

کہتے ہیں کہ وہ ہجرت سے پہلے وفات پا گئیں

مگر یہ کوئی چیز نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر گئیں اور وہیں آپ کا اِنتقال ہوا مزید لکھا ہے کہ !

قال الشعبی اُم علی فاطمه بنت اسد اسلمت وهاجرت اِلٰی المدینة وتوفیت بهاوروی الاعمش عن عمر بن مرة عن ابی البحتری عن علی قالت قلت لا می فاطمة بنت اسد اکفی فاطمة بنت رسول اللهﷺ سقایة الماء والذهاب فی الحاجة وتکفیک الداخل الطحن والعجن وهٰذا یدل علی هجرتها لان علیا انما تزوج فاطمة با لمدینة .

(اسد الغابه جلد۵صفحه ۵۱۷)

ترجمہ:۔ شعبی کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اسلام قبول کیا اور مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ منورہ ہی میں فوت ہوئیں۔

ابوالبختری سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ بیرونی کام پانی وغیرہ لانے میں فاطمہ بنت محمد صلوٰۃ اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا سے تعاون کریں اور وہ امور خانہ داری چکی وغیرہ پیسنے میں آپ کی کفایت کریں۔

یہ دلیل ہے اس بات پر کہ آپ نے ہجرت فرمائی۔ کیونکہ سیّدہ فاطمۃ الزہراؑ کا نکاح مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

اسی کتاب میں مزید یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے آپ کی لحد مبارک کو فراخ بھی فرمایا اور آپ اُن کی قبر میں بھی لیٹے اور اپنی قمیص مبارک بھی انکے کفن کے لئے عطا فرمائی جیسا کہ اس ضمن میں آپ متعدد عبارات سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں پر بھی اس عبارت کا پورا پورا عربی متن نقل کیا جاتا ہے تا کہ خارجیوں کے خیالی قلعے نیست ونابود ہو جائیں"

عن ابی بکر بن ابی عاصم حدثنا عبد الله بن شبیب بن خالد القیسی حدثنا یحیی بن ابراهیم بن هانی اخبر نا حسین بن زید بن علی بن عبدالله بن محمد بن عمر بن علی عن ابیه ان رسول الله ﷺ کفن فاطمة بنت اسد فی قمیصه واضطجع فی قبرها و جزاها خیراً وروی عن ابن عباس نحو هذا وذاد فقالو اما رائبنا نک صنعت بأحد ما صنعت بهذه قال انه لم یکن بعد ابی طالب ابر بی منها انما البستها قمیص لتکسی من حلل الجنة واضطجعت فی قبر ها لیهو ن عذاب

القبر۔

﴿اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ جلد۵ص﴾

یہ اعزازات

قارئینِ کرام اچھی طرح جان چکے ہیں کہ خارجی عباسی کو خاندان مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس حد تک عداوت ہے۔ کیونکہ یہ مخبوط الحواس انسان نما حیوان یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس خاندان کے عظیم افراد کا نام مسلمانوں کی فہرست میں آ جائے۔ اگر ہم چاہیں تو اس ضمن میں بھی سینکڑوں حوالے پیش کر سکتے ہیں مگر کیا احقاقِ حق اور ابطال باطل کے لئے یہ کافی نہیں جواب تک بیان کیا جا چکا ہے؟ اور حدیث و سیٔر کی ان ثقہ کتب کے بعد کوئی سر پھرا ہی ہوگا جو عباسی کی خرافات کو درست تسلیم کر کے اپنے ایمان کا بھی جنازہ نکلوا لے۔ مگر متلاشیان حق کیلئے اس کے بعد حق جلوہ فرما ہو چکا ہے۔

گذشتہ حوالہ جات کی روشنی میں امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا ومولانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ مکرّمہ کی شان وعظمت کا جو مقام متعین ہوتا ہے وہ بہر صورت واضح ہے۔ سیّدہ فاطمہ بنتِ اسد کی عظمت وبزرگی اور عزّت ووقار کے اظہار کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اکثر آپ کو ملنے کے لئے تشریف لے جاتے

ہیں اور اکثر اُنہیں کے گھر دو پہر کو آرام فرماتے ہیں۔ اور یہ اعزاز کسی اور کو مل بھی کیسے سکتا تھا جب کہ آپ کو بچپن میں ماں کی ممتا دینے والی فاطمہ بنت اسدؑ ابھی مدینہ منورہ میں بقیدِ حیات تھیں، ماں کی آغوشِ راحت کو چھوڑ کر اور کہاں آرام کیا جا سکتا ہے اور ماں بھی ایسی جو اپنے سگے بچوں سے زیادہ حصّہ آپ کا نکالتی ہو۔ اور سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت اس وقت کرتی ہو جب ابھی آپ نے اعلان نبوّت بھی نہیں فرمایا تھا۔

رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی منہ بولی ماں کے متعلّق بد گمانیاں پھیلانا مسلمان کا کام نہیں بلکہ کارِ شیطان ہے حضور تو اُمِّ علیؑ کو اپنی قمیص کا کفن عطا فرماتے ہیں۔ ان کی لحد خود اپنے مقدّس ہاتھوں سے کھودتے ہیں ان کے ساتھ ان کی قبر میں لیٹتے ہیں۔ قبر میں ساتھ لیٹنے میں یہ حکمت بھی درست ہے کہ آپ کی قبر جنّت کا باغ بن جائے مگر اس حقیقت سے بھی کیسے انکار کیا جا سکتا ہے کہ سرورِ انبیاءؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آخری بار ماں کی آغوشِ رافت میں لیٹنے کی کیفیت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ کسی مُسلمان کے لئے اِس سے بڑھ کر بھی کوئی اعزاز ہو سکتا ہے کہ محسنِ اِنسانیت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُسکے اِحسانات کا اِس انداز سے تذکرہ فرمائیں۔ اور صحابہ کرام میں اعلان فرمائیں کہ یہ عورت کوئی عام عورت نہیں ہے بلکہ ہمارے ساتھ ہمارے چچا ابو طالب کے بعد دُنیا میں

سب سے زیادہ حُسنِ سلوک سے پیش آنے والی یہ عورت ہے اگر چہ یہ اعزاز بھی کم نہیں کہ اللہ جلّ مجدہٗ الکریم نے جناب فاطمہ بنت اسدؑ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے ستّر ہزار فرشتوں کو مقرّر فرمایا۔ مگر سب سے بڑا اعزاز تو یہ ہے کہ انہیں حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کفن کے لئے اپنی قمیص عطا فرما کر لحد بھی خود تیار کریں اور قبر میں ساتھ بھی لیٹیں اور نماز جنازہ بھی خود پڑھیں۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سوائے سیدّہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کے دُنیا کے کسی شخص کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے مرنے کے بعد قبر میں لیٹے ہوں۔

اِنہی الفاظ پر سیدّہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنھا کا مقدّس تعارف ختم کیا جا رہا ہے ’’اگر چہ ضمناً آپ کا ذکر آئندہ صفحات میں بھی آئے گا۔

باب

پیدائش وطفولیت

ولادت باسعادت

ولد ته فی حرم المعظم آمنة طابت و طاب

ولیدھا والمولد السیّد الحمیری بحوالھا

نورالابصار وغیرہ

ترجمہ !

آپ کی والدہ مکرّمہ نے آپ کو حرم معظم میں

جنا، جننے والی بھی طیب اور پاک ہے اور بیٹا بھی طیب

اور پاک ہے۔

کسے را میسّر نہ شُد اِیں سعَادت

بکعبہ وِلادت ، بمَسجد شہادت

معتبر اور مشہور روایت کے مطابق سُلطان الاولیاء تاجدارِ ہَل اتی

اَمیر المؤمنین ،اِمام لمُسلمین ،صاحبِ ذُوالفقار ،حیدرِ کرّار ،مُرتضےٰ مُشکل کشاء

شیرِ خدا ،سیدنا ومولٰنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عین جوفِ کعبۃ اللہ میں

سیّدُ الایّام جُمعۃ المُبارک کے دن ۱۳ رَجب المرجّب کو تیس عام الفیل میں

اپنی والدہ مکرّمہ حضرت جنابِ سیّدہ فاطمہ بنتِ اسدؓ کی آغوش رافت میں

بصد کرّ وفر تشریف لائے۔

فی الحقیقت کعبہ معظّمہ میں پیدا ہونے کا شرف سوائے آپ کے کسی

دُوسرے کو حاصل نہیں بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب حیدر کرّار رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے پہلے عمرو بن حزام کی ولادت بھی کعبہ معظمہ میں ہوئی لیکن یہ روایت نہ تو تواتر کا درجہ رکھتی ہے اور نہ ہی اِسے ثِقہ لوگوں نے قبول کیا ہے اور اگر کسی نے یہ روایت قبول کی بھی ہے تو وہ اسے ایک اتفاقی اَمر قرار دیتا ہے جیسا کہ نُزہتہ المجالس شریف میں ہے۔

واما عمر و بن حزام فولدته امه فی الکعبة اتفاقاه لا قصدا.

بہر حال ثقہ محدثین اور سیرت نگار اس پر متفق ہیں کہ کعبہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت مبارکہ ان کا خاصہ ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

چناچہ نزہتہ المجالس میں بھی حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت اِمام ابوالحسن مالکی علیہ الرحمتہ کی مشہور تالیف "فصول المہمہ فی معرفت الائمۃ" کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ !

حضرت علیؑ شکمِ مادر سے جوفِ حرم یعنی کعبۃ اللہ زادہا اللہ شرفہا کے اندر پیدا ہوئے تھے اور یہ فضیلت خاص طور پر آپ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخصوص فرما رکھی تھی، جب جنابِ فاطمہ بنتِ اسدؓ پر زچگی کا عالم طاری ہوا جناب ابو طالبؓ آپ کو حرم محترم کے اندر لے گئے اور وہیں پر آپ تیس عام الفیل رجب المرجب میں جمعتہ المبارک کے دِن پیدا ہوئے اس وقت امام الانبیاء حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ام المومنین محبوبہء محبوبِ

رب العالمین جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مبارک ہوئے تین سال ہو چکے تھے۔ متن ہے۔

عن علیا رضی اللّٰہ عنه ولد ته امه بجوف الکعبة
شر فهاالله وهی فضیلة خصه الله تعا لی بها
وذالک ان فا طمة بنت اسد رضی الله عنها
اصابها شدة الطلق فادخلها ابو طالب الی الکعبة
فطلقت طلقة واحدة فولد ته یوم الجمعه فی
رجب ثلاثین من عام الفیل بعد ان تزوج النبی
خدیجة بثلاث سینین .

﴿نزهة المجالس جلد ۲ صفحه ۲۰۵﴾

علامہ شبلنجی اپنی مشہور تالیف "نور الابصار فی مناقب آلِ بیت النبی المختار" میں واضح طور پر بیان فرماتے ہیں کہ جناب حیدرِ کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بیت الحرام زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں جُمعۃ المبارک کے دن تیرہ رجب الحرام کو پیدا ہوئے اور اس سے قبل یہ سعادت آپ کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔"

ولد رضی اللّٰه تعالی عنه بمکة داخل البیت
الحرام علی قول لیوم الجمعة ثا لث عشر رجب
الحرام ، ولم یو لد فی بیت الحرام قبله احد
سواه ،

﴿نور الابصار صفحه ۸۵﴾

مورخ جلیل علّامہ مسعودی مروج الذّہب

میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کعبہ

شریف کے اندر پیدا ہوئے تھے۔(وکان مولد فی

الکعبۃ)

﴿مروج الذهب مسعودی مطبوعه مصر جلد ۲ صفحه ۳۸۵﴾

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی اپنی عظیم تالیف اِزالۃ الخفاء میں رقمطراز

ہیں !

متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علی

کرّم اللہ وجہہ الکریم اپنی والدہ مکرّمہ جناب فاطمہ

بنتِ اَسد کے ہاں کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

ولدۃ امیر المومنین علیا فی جوف الکعبۃ

﴿ازالة اللخفاء جلد ۲ صفحه ۲۵۱﴾

علاوہ ازیں اسی مفہوم کی عبارت سیرتِ حیدرِ کرّار پر مشہور کتاب

اُسد اللہ کے صفحہ ۱۴ پر بھی موجود ہے۔

جنّاب حیدر کرّار رضی اللہ تعالی عنہ کی بیت اللہ شریف میں ولادت

کے متعلّق علامہ قہستانی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تالیف ''ذہب الصوفیہ'' میں

رقمطراز ہیں۔

ان امیر المو منین علی ابن ابی طالب بن عبد

المطلب بن هاشم ولد بمكة فی جوف بيت

الحرام یوم الجمعة ثالث عشر من الرجب .

﴿سلسلة الزهب الصوفیه قهستانی ص۴۶﴾

امام العاشقین مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تالیف شواہد النبوّت شریف میں فرماتے ہیں !

آپ کی ولادت مکہ معظّمہ میں اور بقولِ بعض

آپ کی ولادت خانہ کعبہ شریف میں ہوئی ہے۔

﴿شواہد النبوۃ صفحہ ۲۸۰﴾

علاوہ ازیں متعدّد کتب تواریخ وسیّر میں ولادتِ مُرتضوی کے متعلّق معمولی اختلاف سے مندرجہ بالا روایت موجود ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب سیّدہ فاطمہؑ بنت اسد طواف کعبہ میں مصروف تھیں کہ آپ کو دردِ زہ کی خفیف سی تکلیف محسوس ہوئی تو آپ بے حد پریشان ہو گئیں کیونکہ سوائے خانہ کعبہ کے قریبی مقام پر باپردہ مکان موجود نہیں تھا۔ آپ ابھی پریشانی اور خِفّت کے عالم میں سوچ ہی رہی تھیں کہ معاً کعبۃ اللہ کی دیوار خود بخود شق ہو گئی اور آپ کے اندر تشریف لے جانے کے بعد دیوار کا شگاف از خود بند ہو گیا۔ آپ ابھی خانۂ کعبہ کے اندر پہنچی ہی تھیں کہ ولائت واِمامت کا درخشندہ آفتاب آپ کی جھولی میں آ گیا اور بعض روایتوں میں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس طرح مرقوم ہے کہ طوافِ کعبۃ اللہ کے دَوران میں حضرت ابو طالب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ اُن سے آپ نے اپنی پریشانی کا اظہار فرمایا تو وہ آپ کو کعبہ شریف کے دروازے کے راستہ سے

اندر چھوڑ کر باہر تشریف لے آئے تو سیّد العرب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام والدہ ماجدہ کی گود میں تشریف لے آئے۔

بہر حال یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ آپ کی ولادتِ معظّمہ کعبہ معظّمہ کے اندر ہوئی اااور یہ آپ کا خاص اعزاز ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے مخصوص تھااور اس میں کوئی شخص بھی آپ کا شریک وسہیم نہیں

اِیں سعادت بزورِ بازُو نیست

تا نہ بخشد خُدائے بخشندہ

شرف کس کو ملا ؟

عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ مولائے کائنات تاجدارِ ہل اتیٰ شیرِ خدا مشکل کشاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حرم محترم کے اندر پیدا ہونا آپ کے لئے شرف وکرامت کا باعث ہے۔ بلاشبہ یہ خیال کسی حد تک درست بھی ہے۔ کیونکہ کعبۃ اللہ زادشرفاً تعظیماً کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ اسلام کے لئے نہائت ہی محترم مقام قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید میں کعبہ معظّمہ کی عظمت وبزرگی کے متعلق متعدّد آیات نازل فرمائی ہیں۔

کعبہ شریف وہ مقدّس گھر ہے۔ جسے بیت اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

کعبہ محترم وہ مینارۂ نُور ہے جو انوار وتجلّیاتِ الٰہیہ کا مرکز ہے۔

کعبۃ اللہ وہ طیّب وطاہر مقام ہے جو تمام تر اہل اسلام کا قبلہ ہے

کعبۂ معظم وہ مقدّس خانۂ خُدا ہے۔ جس کی دیواروں کی زیارت کرتے رہنا عبادت ہے۔

کعبہ وہ ہے جس کی دیوار میں جنّت کا پتھر نصب ہے۔

کعبہ وہ ہے جس کی بُنیادیں خُداتعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروںؑ نے استوار فرمائیں۔

کعبہ وہ ہے جسے حرمِ مُحترم کہا جاتا ہے اور جس کے گرد گھومنے سے اہل اسلام کی نجات ہو جاتی ہے۔

کعبۂ معلّٰے وہ باعظمت مقام ہے جس کا طواف کئے بغیر حج جیسے رُکنِ عظیم کی تکمیل نہیں ہوتی۔

کعبۃ اللہ وہ مقامِ تقدیس وعظمت ہے کہ جب حج کے دیگر اَرکان ادا کرکے اِس کا طوافِ زیارت کیا جاتا ہے تو اِنسان گُناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

"من طاف بالبيت سبعا وصلی خلف المقام ركعتين وشرب من ماء زمزم غفرت له ذنوب كله.

﴿در منثور جلد اول ۱۲۰﴾

بہرحال کعبۃ اللہ شریف خیُر وبرکت کا منبع بھی ہے اور اَنوارالٰہیہ کا

مرکز بھی۔ کعبہ شریف کے اندر پیدا ہونا فی الواقع جنابِ حیدرِ کرّار کا عظیم ترین اعزاز ہے۔ مگر اِس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کعبہ شریف کے اندر جنابِ حیدر کرار کی وِلادت کعبہ شریف کے لئے بھی بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس لئے کہ مقامِ مُرتضےٰ بہر طور کعبۃ اللہ سے بلند و بالا ہے"۔

اگر کعبۃ اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو جنابِ حیدر کرّار کے چہرہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

اگر کعبۃ اللہ انوار و تجلّیات کا مرکز ہے تو علی کا دِل اللہ تعالیٰ کا عرش اور منبعِ نور ہے۔

اگر کعبہ کو بیت اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے تو علی کو کرّم اللہ اور اسد اللہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

اگر کعبۃ اللہ میں پتّھر نصب کرنے والے خلیل و ذبیح علیہما السلام ہیں تو علی کو گود میں اٹھانے والے سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔

اگر کعبہ کو اللہ تعالیٰ سے نِسبت ہے۔ تو علی کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے مُشتق ہے۔

کعبہ کی دیواروں اور حجرِ اسود کے چُومنے سے تو انسان کے گناہ ہی دُھلتے ہیں مگر علی کے قدم چومنے سے مقامِ غوثیّت و قُطبیّت حاصل ہو جاتا ہے۔

کعبہ فی الواقع مُعظّم ومکرّم ہے لیکن اس میں یہ قوّت نہیں کہ اپنے اندر رکھے ہوئے بُتوں کو اُٹھا کر باہر پھینک دے۔ یہ علی کا کام ہے۔ کعبہ اگر بُت خانہ بن جائے تو علی اسے انجاس وارجاس سے پاک کر کے پھر کعبہ بنا دے۔

کعبۃ اللہ کا طواف کرنے سے ارکانِ حج کا ایک رُکن ادا ہوتا ہے جبکہ علیؑ کی زیارت ہزاروں حجّوں کے ثواب کے مترادف ہے۔

کعبۃ اللہ کو دیکھنے سے کعبے والے کی یاد آتی ہے۔ مگر علی کو ملنے سے کعبے والا مِل جاتا ہے۔ لوگ دُور دُور سے کعبہ شریف کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں مگر کعبہ علیؑ کے غُلاموں کا استقبال کیا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کعبہ بھی محترم ہے اور علیؑ بھی محترم ہے۔ مولد بھی محترم ہے اور پیدا ہونے والا بھی محترم ہے۔ کعبہ بھی مکرم ہے اور علیؑ بھی مکرم ہے۔ کعبہ بیت اللہ ہے اور علیؑ اسد اللہ ہے۔ کعبہ بھی عظیم ہے اور علیؑ بھی عظیم ہے۔ کعبہ شریف میں پیدا ہونے کا اعزاز جو جنابِ حیدر کرار کو حاصل ہوا اُس سے کہیں بڑھ کر شرف کعبے کو علیؑ کی ولادت سے حاصل ہوا۔ علیؑ کی عزت افزائی کعبے نے کی اور کعبے کو معزّز علیؑ نے کیا۔ علیؑ کو شرفِ ولادتِ کعبہ میں حاصل ہوا۔ اور اِس سعادت سے مشرّف کعبے کو علیؑ نے کیا۔ کعبے کا اِعزاز علیؑ ہے اور علیؑ کا اِعزاز کعبہ ہے۔ علیؑ خدا کے گھر میں پیدا ہوتا ہے اور خدا علیؑ کے گھر سے ملتا ہے۔

بصد تلاش نہ کچھ وُسعتِ نظر سے ملا
نشانِ منزلِ مقصود رَاہبر سے ملا
علیؑ ملے تو ملے خانۂ خدا سے ہمیں
خدا کو ڈھونڈا تو وہ بھی علیؑ کے گھر سے ملا

سُوئے اَدب

ہم یہاں جنابِ حیدرِ کرار کے اِس اعزاز کے بارے نہائت ہی لطیف قسم کے چند نکتے اہلِ وجدان حضرات کے لئے پیش کرنا چاہتے تھے کہ ذہن اس قسم کی ایک تحریر کی طرف مبذول ہو گیا'' کہ ولادت کے بارہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تقابل کرنا سوئے ادب اور اہانت انبیاء کے مترادف ہے؟

جہاں تک ہم نے اِس معاملہ میں غور و فکر کیا ہے ہمیں تو اِس میں ہرگز کوئی قباحت نظر نہیں آئی'' بلکہ یہ تمثیل کمالاتِ اُمّتِ مُحمّدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایک عظیم اور درخشاں دلیل ہے۔

اور اِس میں ہرگز اہانتِ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی پہلو نہیں۔ اِس سے پہلے کہ ہم اپنے مؤقف کی تائید میں چند ایک واقعاتی مثالیں پیش کریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارک کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔

ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام

اِس میں شک نہیں کہ مقدّس مریم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ عظیم اعزاز عطا فرمایا جو بہر نوع ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں بتول کے لقب سے ملقّب فرمایا اور انہیں بغیر کسی مرد کے چھونے کے وہ عظیم بیٹا عطا فرمایا جسے رُوح اللہ کہا جاتا ہے۔ دورانِ حمل انہیں جنّت کے پھل کھانے کو دیئے اور وضع حمل سے قبل تک مسجدِ اقصیٰ کی محراب کو اُن کا مسکن بنایا اور نہایت اعزاز کے ساتھ اُن کا ذکر قرآنِ مجید فُرقانِ حمید میں بایں الفاظ فرمایا

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یَا مَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاکِ وَ طَهَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ

﴿آلِ عمران آیت ۴۲﴾

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بیشک
اللہ تعالیٰ نے تُجھے چُن لیا اور خوب پاکیزہ فرمایا اور
آج سارے جہان کی عورتوں سے تُجھے پسند کیا۔

پھر جب جنابِ مریم کو جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تو جناب مریم علیہا السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ الٰہی میرے ہاں بچّہ کہاں سے ہوگا جب کہ مُجھے کسی شخص نے ہاتھ ہی نہیں لگایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ ایسے ہی پیدا فرماتا ہے۔ جب کسی کام کا حکم فرمائے تو

اُس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جا تا ہے۔

آئت کریمہ ہے۔

قَالَتْ رَبِّ اِنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ

قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخْلُقُ مَایَشَآءُ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا

فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ

﴿آل عمران آیت ۴۷﴾

جناب مریم علیہ السّلام کو دورانِ حمل جنّت کے اور بے موسم کے پھل عطا فرمانے کا ذکر خُداوندِ قُدّوس قرآنِ مجید میں اس طرح فرماتے ہیں۔

کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْھَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ

عِنْدَھَا رِزْقًا قَالَ یَا مَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَاقَالَتْ ھُوَمِنْ

عِنْدِاللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ .

﴿آل عمران آیت ۳۷﴾

سبحان اللہ یہ ہے شان مریم علیہ السلام کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی پاکیزگی اور طہارت پر مہر لگائے ،فرشتے انہیں رُوح اللہ کی پیدائش مُبارکہ کی بشارت دیں،دَوران حمل اُن کی غذا کے لئے جنّت کے پھلوں کا انتخاب کیا جائے۔

مگر اس طیّب وطاہر اور مقدس مریم علیھا السلام پر جب وضع حمل کا وقت آتا ہے تو آپ بیت المقدّس کی محراب کو چھوڑ کر کسی اور مقام پر

تشریف لے جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا

﴿سورہ مریم آیت ۱۹﴾

پھر آپ چالیس روز بعد اپنی قوم کی طرف جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے کر واپس تشریف لائیں۔ مُفسّرین کرام نے زیرِ آیت "فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ" لکھا ہے کہ آپ اس مقام پر نفاس کی وجہ سے چالیس روز قیام پذیر رہیں۔

چنانچہ تفسیر دُرِ منثور میں ہے کہ۔

اخرج سعید بن منصور و ابن عساکر عن ابن عباس فی قوله "فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ" قال بعد اربعین یوما بعد ما تعالت من نفاسها.

﴿تفسیر در منثور للسیوطی جلد ۴ صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ تہران﴾

دیگر متعدّد تفاسیر میں بھی یہ وضاحت موجود ہے کہ جناب مریمؑ کو وضع حمل کے بعد چالیس روز مدّتِ نفاس تک نہ صرف یہ کہ مسجد اقصیٰ کی محراب سے بلکہ بستی سے باہر رہنا پڑا۔

چونکہ ہمیں اس واقع کو پھیلانا مقصود نہیں اس لئے کنایۃً یہی بتانے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ خُدا تعالیٰ کی ایک ایسی صالحہ، عابدہ، زاہدہ اور طیبہ وطاہرہ بندی پر جب وضعِ حمل کا وقت آتا ہے اور اس کے بطنِ اطہر سے ولادت بھی ایک ایسے عظیم الشّان پیغمبر کی ہونے والی ہے تو اُسے مسجد اقصیٰ کی

محراب چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر جانا پڑتا ہے جبکہ ان کی پوری مدّت حمل اسی مقدس محراب میں گزری۔

مگر اس طرف معاملہ اس کے کتنا برعکس ہے کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ جنابِ فاطمہ بنت اسدؑ اپنے حمل کی پوری مدّت تو اپنے گھر میں رہتی ہیں مگر جب اُن کے مقدّس بیٹے کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو آپ بیت الحرام کے طواف کو تشریف لے جاتی ہیں حالانکہ عام طور پر عورتوں کو اس خاص وقت کے ظہور کا کچھ دیر پہلے ضرور پتہ لگ جاتا ہے مگر یہاں تو مشیّت اپنے کسی خاص پروگرام کی تکمیل کی خواہاں ہے۔ قُدرت الٰہیہ ایک خاص مقصد کو پورا فرمانا چاہتی ہے۔

قُدرت کا یہ اہتمامِ خاص بلاوجہ یا اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ اِس میں بے شمار اسرارِ الٰہیہ پوشیدہ ہیں جن کا ذکر ہم کسی دُوسرے مقام پر کریں گے یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ جنابِ مریم علیہا السلام کا جنابِ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش کے وقت بیت المقدّس کو چھوڑ دینا اور جنابِ حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہونا ایک بدیہی حقیقت اور قرار واقعی اَمر ہے اِن ہر دو واقعات کو یکجا جمع کر کے بیان کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تحقیر کا ہرگز کوئی پہلو نہیں نکلتا، اور نہ ہی مقامِ ولائت و نبوّت میں کوئی تصادم واقع ہوتا ہے، بلکہ یہ اپنا اپنا اعزاز ہے۔

مثال دینا

امام الانبیاء سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام

ارشاد فرماتے ہیں کہ

"علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل"

"یعنی ہماری اُمّت کے علماء ایسے ہیں جیسے بَنی

اِسرائیل کے انبیاء"

شارحینِ حدیث فرماتے ہیں کہ وہ اُن کی مثل نہیں بلکہ اُن جیسے کام کریں گے۔ تو اِس سے بھی حدیث شریف کے متن پر کیا اثر پڑا، اَنبیاءِ بنی اسرائیل جیسے کام کرنا کوئی معمولی بات تو نہیں" بات تو تشبیہ دینے کی ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔

علیؑ مثیلِ عیسیٰ

حضور پر نور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کو اِرشاد فرماتے ہیں کہ علیؑ تمہاری مثال عیسٰی علیہ السلام جیسی ہے۔ چنانچہ کتب احادیث میں آتا ہے۔

عن علی رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیک مثل من

عیسی علیہ السلام۔

﴿مسند احمد بن حنبل مشکوۃ المصابیح مترجم ص۱۲۵جلد۲﴾

﴿المستدرک حاکم جلد سوم صفحہ ۱۲۳﴾ ﴿صواعق المحرقہ ۱۲۳﴾

یہ تو مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بات ہے

کتابوں میں آتا ہے کہ شبِ معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور سرورِ دوعالمؐ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ آپؐ نے جو یہ اِرشاد فرمایا کہ ہماری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہوں گے تو کیا آپؐ مجھے کسی ایسے عالم سے مُلاقات کا موقع فراہم کریں گے؟ تو اِمام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن پر امام غزالی کی روح پیش فرمائی۔

مکالمہ موسیٰؑ و غزالی

وذکر فی حرز العاشقین وغیرہ من الکتاب ان نبیا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لقی لیلۃ المعراج سیدنا موسی علیہ السلام فقال موسی مرحبا با النبی الصالح و الاخ الصالح انت قلت "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل "ارید ان یحضر احد من علماء امتک لیتکلم معی فاحضر النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم روح الغزالی رحمۃ اللّٰہ الی موسی علیہ السلام وسلما علی بعضھما فسأ لہ موسی علیہ السلام عن اسمہ

فقال محمد بن محمد محمد ن الغزالی فقا ل موسی علیه السلام سئا لتک عن اسمک وما سئا لتک عن اسم والد ک وجد ک ؟

فقا ل الغز الی فی جو ا به حین سأل اللّٰه عنک عما بید ک بقو له عزوجل "وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوسٰی" ﴿سورة طه آیت ۱۷﴾ لم قلت فی جوابه "هِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَآرِبُ اُخْرٰی" فاذاقلت هی عصا ی اما کا ن کا نیا. (الخ)

﴿تفریح الخا طر مطبوعه مصر صفحه ۹﴾

ترجمہ:۔ حضور سرورِ کونین ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے معراج کی شب سیدّ نا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا مرحبا اے صالح نبی اور صالح اخی آپ کا ارشاد ہے کہ "میری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں" میری خواہش ہے کہ آپ کی اُمّت کے کسی ایک عالم سے ہم کلامی ہو جائے تو امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے غزالی علیہ الرحمۃ کی رُوح کو حاضر فرمایا۔ ہردو نے ایک دُوسرے کو سلام کیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تمہارا کیا نام
ہے تو امام غزالی نے عرض کیا۔ محمد ابن محمد ابن محمد غزالی
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم نے تو صرف
تمہارا نام پوچھا ہے تمہارے باپ دادا کا نہیں تو
جنابِ غزالی نے عرض کیا کہ اللہ تبارکؒ وتعالیٰ نے
آپ سے پوچھا تھا کہ اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا
ہے تو آپ نے جواب دیا تھا کہ یہ میرا عصا ہے میں
اِس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اِس سے میں اپنی بکریوں
کے لئے پتّے جھاڑتا ہوں اور اِس سے اور بھی کام
لیتا ہوں کیا آپ کا یہ کہہ دینا ہی کافی نہ تھا کہ یہ میرا
عصا ہے؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم عَلَیہِ الصّلوٰۃُ والسلام کی اُمّت کا اگر ایک عالم بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوسکتا ہے یا اُن جیسے کام کرسکتا ہے اور اِس قسم کے واقعات بیان کرنے سے اُن کی اہانت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا تو پھر اِس اُمّت کے علماء کے سرتاج جنابِ حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالی عنہ کے کسی واقعہ کی حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ سے تمثیل بیان کردینے میں کون سی قباحت ہے؟

غوثِ اعظم کا یہ فرمان

جنابِ حیدر کرارؑ کی بات چھوڑیئے جنابِ حیدر کرارؑ کی اُولادِ مقدس میں سے ایک برگزیدہ شخصیّت جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند واقعات سامنے لے آیئے، یہ وہی واقعات ہیں جن کی ثقاہت پر اہلسنّت وجماعت کے سوادِ اعظم کا قطعی اتفاق ہے۔ مثلاً سیدّنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

خضنا بحرا لم یقف علی ساحله الانبیاء

کہ ہم ایسے سمندر میں غوطہ زن ہیں جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السّلام کو کھڑے ہونا نصیب ہوا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ گولڑوی اس جُملہ کی تاویل یوں بیان فرماتے ہیں کہ بحر و دریا سے مُراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، یعنی ہم کو کمالِ اِتبّاع ظاہری و باطنی شریعت و طریقت ذاتِ پاک محمدیؐ میں کامل فنا حاصل ہے۔ بخلاف سائر انبیاء علیہم السلام کے کہ وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فنائے کامل سے عاری ہیں۔ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی یہ وضاحت انتہائی مناسب ہے تاہم تقابل اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

مزید دیکھیے کہ حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پہ ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول ہیں۔ مگر

آپ نبی ہیں۔ بعض نے آپ کو ولی بھی لکھا ہے لیکن درست یہی ہے کہ آپ نبی ہیں ورنہ ولی ثابت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک جلیل قدر پیغمبر نے ایک ولی کی متابعت کا ارادہ فرمایا۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا مکالمہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اِرشاد ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی اس جگہ کو بھول گیا جہاں مچھلی رکھی ہوئی تھی تو آپ اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے پیچھے کو پلٹے۔

تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ انہیں ملا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدُنّی عطا فرمایا۔ مُوسیٰ علیہ السّلام نے اُن سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ اس شرط پر رہنا چاہتا ہوں کہ تم وہ اچھّی بات جو تمہیں معلوم ہے سکھادو گے تو اُس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیسے صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا انشاء اللہ عنقریب آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہیں کروں گا۔

آیات کریمہ ہیں !

قَالَ ذَالِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰی اٰثَارِ هِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا قَالَ لَهٗ مُوْسٰی

هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا
قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا وَکَیْفَ تَصْبِرُ
عَلٰی مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ
اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا.

﴿سورہ الکھف آیت ۶۴تا۶۹﴾

قُرآنِ پاک میں حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مُلاقات اوران کے اکٹھے سفر کا واقعہ تفصیل سے موجود ہے مُحدّثین و مفسّرین کا اجماع ہے کہ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے جس شخص کی رفاقت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی تھی وہ حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے اوراس واقعہ میں کسی قسم کا نزاع ہرگز نہیں۔

مندرجہ بالا آیاتِ قُرآنیہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک خاص علم عطا فرما رکھا تھا جس سے متاثر ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اُنکے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتے تھے۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام اپنے اس علم ہی کی بنا پر بار بار فرماتے ہیں کہ آپ سے صبر نہیں ہو سکے گا۔

اگر مزید تفصیل میں نہ بھی جائیں تو حضرت خضر علیہ السلام کے ارفع واعلیٰ مقام کی نشاندہی کے لئے یہی کافی ہے کہ اُن کا ایک ہم عصر اور برگزیدہ پیغمبر اُن کی رفاقت میں رہنے کی اَشد خواہش کا اِظہار کرتا ہے۔ اب آپ

انہیں حضرت خضر علیہ السلام اور جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ملاقات کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

خضر علیہ السلام

غوث اعظمؓ سے اسمِ اعظم سیکھتے ہیں

قُرآن مجید کی نصوص صریحہ کے مُطابق حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنّی عطا فرما رکھا تھا۔ ایسا علم جس کا احاطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں کر سکے تھے۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام اُس خاص الخاص علم کے حامل ہونے کے باوجود ''اِسم اعظم'' جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے سیکھنے کا اعتراف کرتے ہیں۔ چناچہ تفریح الخاطر میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السّلام نے حضرت بہاؤالدّین نقشبند سے فرمایا کہ میں تُمہیں انتباہ کرتا ہوں کہ حضرت غوث اعظم کی طرف متوّجہ ہو جاؤ کیونکہ میں نے بھی اِسمِ اعظم اُنہیں سے سیکھا ہے۔

عربی متن ہے۔

فرای الخضر علیه السلام جائیا الیه فاستقبله الشیخ وسلم علیه فقال له الخضر یا بهاؤ الدین ان الاسم الاعظم وصلی من الغوث الاعظم.

﴿تفریح الخاطر مطبوعه مصر ص ۲۰﴾

جناب غوث اعظمؒ اور حضرت خضر علیہ السلام

اب آپ یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کہ حضرت خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں درج ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں ہمارے خیال میں اِس واقع کے بعد کسی اور مثال کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

سیرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر مشہور کتاب **قلائد الجواہر** میں ہے کہ حضور غوث پاکؒ نے فرمایا !

میں نے اپنے منبر کے سامنے فضاء میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو تشریف فرما دیکھا تو فرطِ مسرّت میں فضا ہی میں چھ سات قدم آگے بڑھا تو جناب رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے میرے منہ میں سات بار لعاب دہن اس طرح ڈالا جیسے تھتکارا جاتا ہے آپ کے بعد جناب حضرت علی تشریف لائے انہوں نے میرے منہ میں چھ بار اپنا لعاب دہن ڈالا۔(الخ)

ان فتوحات کے بعد میری زبان میں گویائی پیدا ہوگئی اور میں لوگوں کو واعظ ونصیحت کرنے لگا۔اس کے بعد میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا تھا کہ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔میں آپکو کہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔

اگر آپ اسرائیلی ہیں تو ہوں گے اور میں مُحمّدی ہوں۔ آپ میرے ساتھ رہنا چاہیں تو رہیں۔ میں بھی موجود ہوں اور آپ بھی موجود ہیں۔ یہ معرفت کی گیند ہے اور یہ میدان ہے۔ یہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور یہ خدا تعالیٰ ہے۔ یہ میرا کسا ہوا گھوڑا ہے اور یہ میرے تیر وکمان ہیں، اور یہ میری تلوار ہے۔

﴿حیات جاودانی اردو ترجمہ قلائد لجواہر ص۲۵﴾

یہ چیلنج

اگر چہ مندرجہ بالا واقع ہمارے مؤقف کی صحت کیلئے حرف آخر کی حیثّیت رکھتا ہے۔ جناب حیدر کرّار کے ایک صاحبزادے کا بنی اسرائیل کے پیغمبر کو یوں مخاطب فرمانا اور یہ بتانا کہ آپ نے حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کو یوں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے جبکہ ہمارا اعلان ہے کہ آپ اُن تمام عُلوم ومعارف کے ہوتے ہوئے بھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے تھے ہمارے ساتھ نہیں چل سکو گے۔

اِسی طرح متعدّد ثقہ کتابوں میں یہ روایت بھی موجود ہے۔

کہ حضور غوث الثقّلین سیّدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ واعظ فرما رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ہوا میں گزرتے ہوئے مشاہدہ فرمایا تو آپ نے بھی چند قدم فضا میں جا کر ارشاد فرمایا !

"قف یا بنی اسرائیل فاسمع کلام المحمدی"

﴿بهجته الاسرار ص۱۱۴﴾ ﴿زبده الآثار صفحه ۷۶ شاه عبد الحق محدث دهلوی

﴿اخبا رالاخیا رشا ہ عبد الحق محد ث دھلوی ص۱۹﴾

﴿حیات جاودانی قلائدالجواهر ص۹۶﴾

حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کی آرزو

علاوہ ازیں دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تبارکؑ وتعالیٰ سے دُعا فرماتے ہیں کہ الٰہی مجھے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُمتی بنا دے۔

قال تلک امة احمد قال رب اجعلنی من امة

احمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

﴿تفسیر در منثور جلد سوم صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ تهران﴾

عیسیٰ علیہ السلام جیسے کام غوث اعظم نے کئے

حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بھی ثقہ کتابوں میں موجود ہے کہ آپ نے ایک عیسائی کو جو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فضیلت دیتا تھا فرمایا کہ اس فضیلت دینے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے اس نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم نبی نہیں بلکہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے غلام ہیں، اگر ہم مردہ زندہ کر دیں تو تم مُسلمان ہو جاؤ گے؟ چنانچہ آپ نے مُردہ کو زندہ فرمایا اور وہ عیسائی مُسلمان ہو گیا۔

فقال العیسوی ان نبینا کان یحی المو تی فقال

الغوث انی لست بنبی بل من اتباع محمد صلی
اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ان احیت میتااتو من نبیا
محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم فقال نعم۔

﴿تفریح الخاطر صفحہ ۲۱﴾

قُم بِا ذن اللّٰہ اور قم با ذنی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردہ کو زندہ فرماتے وقت ارشاد فرماتے "قُم باذن اللّٰہ" مگر حضرت غوث اعظم نے مُردہ زِندہ فرمانے کیلئے ارشاد فرمایا "قم باذنی" اُٹھ میرے حکم سے، متن ہے:-

قال قم باذنی فانشق القبر وقام المیت حیا مغنیا،

﴿تفریح الخاطر ص ۱۶ مطبوعہ مصر﴾

یہ تقابل

اب جبکہ اس عجیب وغریب تقابل میں اہانت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی پہلو موجود نہیں اور یہ واقعہ بیان کرنے سے ولایتِ نبوّت کے درجہ سے بُلند نہیں ہوتی تو پھر کیا وجہ ہے کہ جناب حیدر کرارؑ کی وِلادت مبارکہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ سے مثال دے کر بیان کرنے سے سُوئے اَدب کا پہلو نکل آنے کا گمان پیدا ہو جاتا ہے۔

ملائکہ کا رسول اور غوث اعظم

حضرت عزرائیل علیہ السّلام رسول الملائکہ ہیں۔ مگر باایں ہمہ شان وعظمت حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اُن سے قبض شدہ اَرواح چھین لیتے ہیں۔ جن کی شکایت جناب ملک المَوت بارگاہِ خُداوندی میں کرتے ہیں تو انہیں حکم ہوتا ہے کہ تم نے ہمارے محبوب ومطلوب کے حکم کو کیوں نہ مانا۔

نبقوة المحبوبية جرالزنبيل واخذه من يده فتفرقت الارواح ورجعت الى ابدانها فناجى ملك الموت عليه السلام ربه الخ فخاطبه الحق جل جلاله باملك الموت ان الغوث الاعظم محبوبى لم لا اعطيته روح خادمه"

﴿تفريح الخاطر ص١٨﴾

امیر المومنین سیّدنا حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے ضمن میں لکھی جانے والی کتاب کے مضامین کا اِقتضاء تو یہی تھا کہ ان میں صرف وہی واقعات مندرج ہوتے جو آپ کی حیاتِ مُبارکہ سے متعلّق ہوتے اور اُن واقعات کو قلمبند کرنے سے اعراض کیا جاتا جن کا تعلّق براہِ راست آپ کی سیرت سے نہیں ہے مگر ہم جن حالات سے گزرے ہیں بلکہ اب بھی جن حالات کا سامنا ہے وہ اس قدر خوفناک اور پیچیدہ ہیں کہ بغیر مندرجہ بالا قسم

کے واقعات سے اِستدلال کرنے کے دورِ حاضر کے اُن مُفتیان کرام کے فتوؤں کی زَد سے بچنا اِنتہائی مشکل ہے جن کے فرائض میں شامل ہے کہ اوّل تو اہلِ اسلام سے خارج کرنے کی کوشش کریں اور اگر آسانی سے ایسا نہ ہو سکتا ہو تو کم از کم زُمرۂ اہلسنّت و جماعت سے ضرور باہر نکال پھینکیں۔

چنانچہ سابقہ تجربات کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے قارئین کو ذہنی الجھنوں سے بچانے کے ساتھ ساتھ خُود کو بھی ہدف تنقید بننے سے محفوظ کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ لہٰذا اب چند عبارات امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فارُوقی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف سے اُن کی اپنی ہی ذات مبارکہ کے متعلق پیش کی جاتی ہیں تا کہ سند رہے۔

انبیاء کرام کے ہم مرتبہ

اولو العزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ چونکہ حضرت خاتم الرّسل علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے اس لئے حضور کی اُمّت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقوّیت اور ملّت کی تائید کا کام ان کے سپرد کیا گیا۔

﴿مکتوبات ۲۶۳/۱، مکتوب ۲۰۹﴾

صحابہ کرام جیسے کمالات

حضرت خاتم الرّسل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی اُمّت کے جو اولیاء ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے، خلاصہ یہ ہے کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات جیسے ہیں۔

﴿مکتوبات ص ۲۶۲ ج ا مکتوب ۲۰۹﴾

ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے

اگرچہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے بعد فضیلت اور بزرگی اُصحاب کرام کے لئے ہے۔لیکن یہ ایسا مقام ہے کہ کمال مشابہت کے باعث ایک کو دُوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

﴿مکتوب ۲۰۹﴾

امّتِ مُصطفےٰ کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں ملا

سوال :

وہ کون سا کمال ہے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اُمّت سے وابستہ ہے اور وہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو باوجود نبی ہونے کے حاصل

نہیں ہوا ؟

جواب: وہ کمال حقیقۃ الحقائق سے وصول واتّحاد ہے جو کہ تبعیّت اور وراثت سے وابستہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اُمّت میں اخصّ الخواص کا حصّہ ہے اور جب تک اُمّت میں سے نہ ہو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا اور توسّط کا حجاب نہیں اُٹھ سکتا جو کہ اتحاد کے وسیلہ سے قائم ہوتا ہے شائد اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے۔ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ۔

﴿مکتوبات حصہ دوم دفتر سوم ص ۱۲۸ مکتوب ۱۲۲﴾

اُمّتی پیغمبر سے اوپر جاسکتا ہے

اگر اُمّتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیّت کے طفیل سے بعض پیغمبروں کے اُوپر بھی چلا جائے تو خادمیّت اور تبعیّت کے عنوان سے ہوگا۔

﴿مکتوب ۱۲۲ ص ۱۲۸ ج ۲﴾

خَیر القُرُون قَرنِی سے بهتر لوگ

اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اِس گروہ سے بہتر ہوں گے پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کیساتھ کیسے مشابہ ہوگا؟

تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ اس قرن (الف ثانی)

کا اس کے طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اُولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا اور یہ اَمر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیاءِ کرام سے بہتر ہوں جیسے کہ حضرت مہدی ''

میں نے ولائت محمدی
اور
ولائت ابراهیمی کو ملا دیا ہے

حضور کی شان محبوبی میں اضافہ

میرا گمان ہے کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولائتِ محمدیؐ ولائتِ ابراہیمی علیہما الصّلوات والتّحیات کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور اس ولائت کا حسنِ ملاحت اس ولائت کے جمالِ صباحت کے ساتھ مل جائے اور اس رنگ اور ملاوٹ کے ساتھ محبوبیّت محمدیہ کا مقام درجہ علیا تک پہنچ جائے۔

﴿مکتوب ۲ مکتوبات ۱/۴۲﴾

دو سمندروں کو یکجا کر دیا

اور میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہے میرے علم میں پورا ہو

گیا ہے اور ہزار سالہ تجدید کی دُعا مقبول ہو گئی ہے۔ تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنا دیا۔

﴿مکتوبات ۱/۴۴ مکتوب ۲﴾

نسبت محبوبیت کا غلبہ

فقیر چونکہ ولایتِ محمدیؐ، مُوسوی علیٰ صاحبہما الصّلوٰۃ والسّلام والتّحیۃ دونوں کا پروردہ ہے اِس مقام ملاحت میں اقامت اور سکونت رکھتا ہے ولائت محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام والتّحیۃ کے غلبہ کی وجہ سے محبوبیّت کی نسبت غالب ہے۔

﴿مکتوبات ۲﴾

کمالات وخصائص نبوّت کا حصّہ

اے فرزند اِس معاملے کے باوجود جو میری پیدائش سے وابستہ کیا گیا ہے ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے مجھے پیری مریدی کیلئے دُنیا میں نہیں لایا گیا۔ میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل وارشاد نہیں ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے۔

اس عظیم کام کی نسبت ارشاد و تکمیل کا کام اس طرح معمولی ہے جس طرح راستے میں پڑی ہوئی چیز" انبیاء کرام علیہم الصّلوٰات والتسلیمات کی دعوت ان کے باطنی معاملات کی نسبت یہی حیثیّت رکھتی ہے۔ اگر چہ منصب

نبوّت ختم ہو چکا ہے لیکن تبعیّت و وراثت کے طور پر نبوّت کے کمالات و خصائص سے انبیاء علیہم الصّلوات والتسلیمات سے ان کے کامل پیر وکاروں کو بھی حِصّہ ملتا ہے۔

﴿مکتوبات حصہ اول دفتر دوم ص ۲۲ مکتوب ۲﴾

امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی کے اِن اِرشادات عالیہ کا اِدراک چونکہ ہر شخص نہیں کر سکتا۔ اس لئے کسی صاحب نے اس قسم کا سوال کر دیا ہو گا کہ حضور یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اُمّتی ہو کر اپنے نبیؐ کی ولایت کو ولایتِ ابراہیمی کے رنگ میں رنگ سکیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ملاحتِ مُصطفائی اور صباحتِ خلیلی کا امتزاج کر کے محمد مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقامِ محبوبیّت کو بلند تر کر سکیں۔

تاجدارِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ شہنشاہ سرہند امامِ ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہٗ العزیز کی خدمت میں اِس قسم کا سوالنامہ آیا تو آپ نے اِس کی جو وضاحت فرمائی اُسکی تفصیل آپ کے مکتوبِ گرامی ستانوے میں اِس طرح ہے۔

''آپ نے سوال کیا کہ اِس عبارت کا کیا مطلب ہے جو مکتوبات ششم میں واقع ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ میرے پیدا ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ولایتِ محمدیؐ ولایتِ ابراہیمی علیہما الصّلوٰۃ والتسلیمات کے رنگ میں رنگی جائے اور اس ولایت کی ملاحت اس ولائت کی صباحت سے مل جائے

اور رنگین اور امتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام بلند تر ہو جائے (تو اس کا جواب یہ ہے کہ)

دلالی منع نہیں

دلالی [1] اور مشاطگی کا منصب منع اور ناجائز نہیں، دلّالہ اپنے فن کی خوبی کی وجہ سے دو صاحبِ جمال وکمال کو آپس میں ملاتی ہے اور ہر ایک کے حُسن کو دوسرے کے قریب کرتی ہے یہ تو اس کی انتہائی خدمت گزاری ہے۔ اس لحاظ سے اس کی سعادت اور بزرگی انتہاء کو پہنچتی ہے، اور اس سے دونوں صاحبِ جمال کی شان میں کوئی نقص اور قصور لازم نہیں آتا۔

زینت رسالت بڑھانا

اسی طرح اگر مشاطگی دکھا کر ان دونوں صاحب جمال کے حُسن و کمال کو بڑھاتی ہے اور ایک نئی تازگی اور زینت پیدا کرتی ہے تو یہ اس کی سعادت اور شرافت ہے اور ان میں کوئی قصور لازم نہیں آتا۔

بَد نصیب مخدوم کون ہے؟

مختصر یہ کہ وہ نفع یا فائدہ جو صاحبِ دولت لوگوں کو غلاموں اور

---

[1] فاضل مصنف نے دلالی کا ترجمہ قوسین میں راہنمائی کیا ہے۔ ممکن ہے یہ بھی درست ہو ویسے کسی امتی کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کرنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے

خادموں کی راہ سے میسّر آتا ہے وہ ممنوع اور ناجائز نہیں ۔ کیونکہ وہ قصور اور نقصان کو مُستلزم نہیں جبکہ صاحبِ دولت کو کمال غلاموں اور خادموں کی خدمت میں ہے ۔ وہ بدنصیب ہوتا ہے جو خادموں کی خدمت سے نفع نہ اُٹھائے ۔

بادشاہ نوکروں کے محتاج ہیں

یہ اَسرار و معارف بیان کرنے کے بعد حضرت مجدّد الف ثانی مزید اِستدلال پیش فرماتے ہیں کہ بادشاہ اور اُمراء نوکروں کے محتاج ہیں ۔ اس لئے وہ اُن سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے مجبور ہیں علاوہ اَزیں بڑوں کا چھوٹوں سے نفع حاصل کرنا کمال کا باعث بنتا ہے ۔ جبکہ اِس کے برعکس چھوٹوں کا بڑوں سے فائدہ حاصل کرنا موجب نقصان وزیان ہے ۔ آپ فرماتے ہیں !

یہ تو ظاہر ہے کہ چھوٹے اور نچلے لوگوں کی خدمات بڑے لوگوں کے مرتبہ میں بزرگی پیدا کرتی ہیں ۔ اور اگر بدیہی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو عبارت کا کیا قصور ہے ۔

بادشاہ اور اُمراء اپنی خُوبصورتی اور تسلّط میں خادموں اور نوکرں کے مُحتاج ہیں اور اپنے کمالات کو اُن سے وابستہ سمجھتے ہیں اور اس معنیٰ سے کوئی نقصان اور قصور ان کی شان میں پیدا نہیں ہوتا ۔

بڑوں سے استفادہ باعث نقصان ہے

اس کے بعد تاجدار و شہریار مملکتِ نقشبندیت اِمامِ ربانی مجدّ دالف ثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اِرشادات میں شکوک وشبہات کے پیدا ہونے کا سبب چھوٹے اور بڑے سے فائدہ اور نفع اُٹھانے میں امتیاز نہ کرنا ہے۔ اور اَب تو یہ ظاہر ہے کہ چھوٹے سے نفع لینا کمال بخشتا ہے اور بڑے سے فائدہ لینا نقصان پیدا کرتا ہے پس پہلا یعنی ''چھوٹوں سے استفادہ کرنا'' جائز ہوگا اور دوسرا یعنی ''بڑوں سے فیض حاصل کرنا'' ممنوع ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی درست بات کا الہام کرنے والا ہے۔

﴿مکتوبات شریف حصہ هفتم جلد دوم ص ۱۳۶ مکتوب ۹۷﴾

معاندین بھی ہوتے ہیں؟

ہوسکتا ہے کہ امام ربّانی کی اِن تصریحات کے باوجود کچھ لوگ اِس اِستدلال کو مُسترد کردیں اور یہ تصوّر کرلیں کہ اِن عبارتوں سے خدا تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم کے جلیل القدر پیغمبروں کی اہانت اور توہین کا پہلو نکلتا ہے مگر مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام اَرفع واعلیٰ اور جلالتِ علمی کے سامنے اُن لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے اور کس محتسب کو مجالِ دم زدنی ہے کہ اِس مقبولِ بارگاہ اور صاحبِ اِستقامت بزرگ کے اِرشاداتِ عالیہ سے اِختلاف کرکے ناقابلِ معافی جرم کا مُرتکب ہونے کی جراَت کرسکے۔ تاہم معاندین تو ہر دور میں ہوتے ہیں اور محاسبے کا عمل جاری رہتا ہے۔

حصول منزل کے لئے

اگر چہ پیش کردہ چند عبارات ہمیں جانبِ منزل لانے کے لئے کافی ممد ومعاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ تاہم منزل کے اِنتہائی قریب آنے کیلئے ہمیں ایک اور طویل چکر کاٹنا پڑے گا۔ اگر چہ ہماری کوشش یہی ہوگی کہ ہر ممکن حد تک مسافت کو کم کیا جا سکے، چنانچہ قافلہ سالارِ نقشبندیہ امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے چند مزید ارشادات ہدیہ قارئین کیئے جاتے ہیں۔

تاجدارِ سرہندؒ ولائتِ محمدی اور ولائتِ ابراہیمی کے اِتّصال وقربت بلکہ اِن میں اِمتزاج اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے سلسلہ میں اپنے مقام اور اپنی خدمات کا تذکرہ مکتوبات شریف کے دُوسرے حصّہ کے مکتوب چورانوے میں مزید وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں۔ جس کے چند اقتباسات قارئین کی دلچسپی کے لئے پیشِ خدمت ہیں۔

اَنبیاءِ کو اُمتی کے وسیلے کی ضرورت

چونکہ ولائت محمدی کا طبعی مقام دائرۂ خلیلی کا مرکزی نقطہ ہے "علیھما الصلواۃ والسلام" الخ

پس رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اُمت سے کوئی فرد واسطہ چاہیے جو کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی متابعت کی وجہ سے اس مرکز کے عین میں ہو اور دوسرے طریقے سے اس دائرہ کے محیط سے مناسبت رکھتا

ہو۔تا کہ وہ اس مرتبہ کے کمال حاصل کرے اور اس مرتبہ کی حقیقت سے متصف ہو۔

مُعمّہ حل ہو گیا

اس فرد کے وصول کے ذریعہ سے ان کمالات سے بھی متصّف ہوتا ہے اور مراتب خلیلی پُورے کرتا ہے۔ اس معمہ کا راز جو اِس فقیر پر ظاہر کیا ہے کہ دائرہ خِلّت کے مرکز کا نقطہ جو کہ اس تمام نقاط میں سے محبّت کے ساتھ ممتاز ہوا ہے اگر چہ بسیط ہے لیکن چونکہ وہ محبیّت اور محبوبیت کے اعتبار کا متضمن ہے لہٰذا دائرہ کی صورت پیدا کرتا ہے اور اس مرکز سے دائرہ پیدا ہوتا ہے جو کہ اس اعتبار محبیّت کا محیط ہے اور اس محبوبیت کے اعتبار کا مرکز ہے اور ولائت مُوسوی علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا منشا اعتبار محبیّت ہے جو کہ اس دائرے کا محیط ہے اور ولائتِ محمّدی کا منشا اعتبارِ محبیّت ہے جو کہ اس دائرہ کا مرکز ہے۔ حقیقتِ محمّدی کا حصول اسی جگہ تصور کرنا چاہیے اور ہزار سال کے بعد اس دائرہ ثانی کے نقطہ نے بھی جو کہ حقیقت محمّدی اس کے ساتھ وابستہ ہے وسعت پیدا کی اور اس میں دو اعتبار ظاہر ہوئے۔ اور دائرہ کی صُورت میں باہر آیا کہ وہ اس محبوبیّت خالص کا مرکز ہے اور اس محبوبیّت کا محیط محبیّت سے ہوا ہے اور ولائت احمدی کا منشا اس دائرہ کا مرکز ہے۔

اُمّتی کے وسیلے سے حضور کو کمال حاصل ہوا

تاجدارِ سلطنت نقشبندیہ اِمام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی مندرجہ بالا عبارات کے بعد مزید کئی دقیق اور نا قابل فہم نکتہ آفرینیوں کے بعد اپنے مقصد کی کھلے طور پر وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط جو محبوبیّت ہے اور محبیّت سے ملا ہوا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کی ولائت کا منشاء ہے اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہے۔ اور معلوم ہوا کہ دولت ثانی اس کو ولائت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور وہ دو عظیم ولائتوں کی طفیل سے مرکز و محیط کے کمالات کا جامع ہوا۔

اور یہ تو طے شدہ بات ہے کہ وہ ہر کمال جو اُمّت کو میسّر آتا ہے وہ کمال اس اُمّت کے نبی کو بھی حاصل ہے، بحکم من سن سنۃ حسنۃ'' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس فرد کے ذریعہ سے اس دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل ہوئے۔

وہ اُمّتی کون ہے؟

قارئین یہ جاننے کے لئے بے تاب ہونگے کہ وہ خُوش نصیب اور عظیم المرتبت اُمّتی کون ہوسکتا ہے جو نہ صرف یہ کہ ولائتِ محمّدی اور ولائتِ

ِابراہیمی کے حسین اِمتزاج کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔ بلکہ ولائتِ محمّدی اور ولائتِ مُوسوی کا بھی جامع ہے ؟

اور اُس کو بیک وقت مرکز اور دائرے کے ساتھ ایک ہی جیسا اِتصّال بھی نصیب ہے اور صرف یہی نہیں کہ اُس کی ولائت کی سرحدیں ایک ساتھ مرکز و محیط کے ساتھ ملتی ہیں بلکہ تمام تر کمالات کے جامع پیغمبر سُلطان الانبیاء امام المُرسلین حضرتؐ محمّد صلّی اللہ عَلَیہ وآلہ وسلم اُن کے ذریعہ سے دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل کرتے ہیں" بلکہ اُن کے وسیلہ ہی سے اپنی ولائت کو ولائتِ اِبراہیمیؑ سے ہمرنگ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ قارئین کو زیادہ تجسّس فرمانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس خوش نصیب اور بلند ہمّت اُمتی کی وضاحت بھی مکتوبات شریف کی سابقہ تحریروں کی اگلی سطور میں صاف صاف موجود ہے تاجدار سرہند جامع ولائت انبیاء حضرت اِمام ربّانی مجدّد الف ثانی قدّس سرّہ العزیز کی اپنی ہی ذات مبارکہ و مُعظّمہ ہے۔

کمالات انبیاء سے الحاق

تبعیّت کے طور پر یہ ولائتِ اَنبیاءَ علیہم الصّلوات والتسلیمات والتحیات کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و نُدرت کے طور پر غیر

اصحاب میں بھی متحقق ہے اور فی الحقیقت یہ شخص گروہ صحابہ میں شامل اور کمالات انبیاء علیہم الصلوٰت و برکات سے ملحق ہے۔ شائد ایسے ہی شخص کے حق میں حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے "لا یدری خیر آخر ھم یعنی معلوم کیا جا سکتا کہ ان کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے"

﴿مکتوب ۲۹ دفتر دوم حصہ اول ص۱۴۷﴾

تاجدار سرہند شریف حضرت مجدّد الف ثانی کی ان توجیہات کو جان لینے کے بعد اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے کہ انبیاءِ سابقین کے کمالات سے اِس اُمّت کے کمالات کا موازنہ کرنا غلط ہے اور یہ اَمر عقیدۂ اہلسنّت کے مطابق نہیں تو اُس کے اپنے ذوق کی بات ہے، ہم تو اِس پر صرف یہی ایک راز منکشف کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ہیں وہ دیوانے جو دیوانہ سمجھتے ہیں مجھے
ٹھوکریں دو چار دانستہ بھی کھا لیتا ہوں میں

مذہبِ صوفیاء کرام

جیسا کہ ہم اَوراقِ سابقہ میں بتا آئے ہیں کہ ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے ایک لمبا چکر کاٹنا پڑے گا۔ علمائے ظواہر کی ریشہ دوانیوں نے ہمیں انتہائی تلخ تجربات کے دَور سے گزار کر اس مرحلہ پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سوائے پھونک پھونک کر قدم رکھنے کے چارۂ کار نہیں یہاں تک کہ چند رازہائے سربستہ بھی کھل گئے۔

ہم اپنے قارئین پر واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اہلِ سنّت وجماعت ہی وہ فرقہ ناجیہ ہے جن کا مذہب عین صوفیا کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق ہے اور اگر کوئی شخص صوفیاء کرام کے دامن کو جھٹک کر اپنے ظاہری علم کے محدود دائرہ کار میں رہتے ہوئے کوئی بات منوانا چاہتا ہے تو کم از کم ہم اس کی یہ پابندی ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

اِس لئے کہ اگر یہ درست ہے کہ اہلِ سنّت وجماعت کا وہی مسلک ہے جو مسلک صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ ایسے کسی بھی شخص کے تخیّلات وتصوّرات پر اولیاء کرام کے ارشادات کو ترجیح دی جائے کیونکہ اولیائے کرام ہی اُس مقدّس طائفہ کے لوگ ہیں جس کو ظاہری علوم کے ساتھ علوم باطنی کا حِصّہ بھی بقدرِ ظرف حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی وہ مقدس گروہ ہے جو روایات کیساتھ ساتھ مشاہدات اور مکاشفات کی دولت سے بھی مالا مال ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ بعض اُصحابِ طریقت کی ان باتوں کے تو اہلِ طریقت مکلّف ہیں اور نہ ہی مذہبِ مہذّب اہلِ سنّت وجماعت کے علماء شریعت انہیں دین کا درجہ دیتے ہیں جو شریعت مطہرہ کی اساسی ہیّت میں تبدیلی رونما کر دینے کا موجب ہوں، یا وہ شریعت کے بنیادی اصولوں سے ایسی صُورت میں مُتصادم ہوں کہ ان باتوں کی قریب یا بعید کی تاویل کی کوئی بھی گنجائش موجود نہ ہو۔ اس قسم کی گفتگو ان دو صورتوں

میں سرزد ہوتی ہے۔

اول : سالک پر ارتقائی مراحل طے کرتے وقت مختلف قسم کی ایسی کیفیّات کا ورود ہونا جو اُسے تحیّر کی وادیوں میں لے جائے۔

دوم : غلبۂ حال و استغراق یا حالت سکر کے انکشافات۔

تاہم اِن صورتوں میں وارد ہونے والی ہر بات کو تشکیک و اشتباہ کی نظر سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ کیونکہ اِن نظائر کا معتدبہ حصّہ باعتبار حقیقت و ماہیت درست ہوتا ہے۔ کیونکہ اِن کیفیّات کو الفاظ و معانی کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا اس لئے ضروری ہے کہ اِنہیں قلم بند نہ کیا جائے۔ بایں ہمہ یہ اَمر مسلّم ہے کہ جس بات کی تاویل نہ ہو سکتی ہو اُسے وہ بزرگ خُود ہی مُسترد کر دیتا ہے جس نے غلبہ حال و استغراق میں وہ بات کہی ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ صُوفیائے کرام کے اقوال و اعمال و احوال میں بھرپور قسم کی یکسانیّت موجود ہوتی ہے۔

اندریں حالات ان لوگوں کو ہرگز راہ راست پر قرار نہیں دیا جا سکتا جو بعض بزرگوں کی غلبہ سکر میں کہی ہوئی باتوں کو جزوِ ایمان بنائے رہتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد ہم قارئین کرام کو پھر اس گلستان کرم کی طرف لے جاتے ہیں۔ جس کا ہر پھُول خُوشبوئے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے رچا بسا ہے۔

سیّدنا حیدر کرار علیہ السلام کی شان و عظمت اور شکوہ و تہوّر کی چند ایسی دلآویز تصویریں جن کا عکس آپ قرآن و حدیث کی پاکیزہ تحریروں کے آئینے

میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اہل باطن کے بیان کردہ وہ مشاہدات وشواہدات جو اُنہوں نے اپنے لئے نہیں بلکہ کمالات مُرتضوی کے اظہار کیلئے بیان فرمائے۔ قُطب الاقطاب خوَاجہ محمد حسینی گیسو دراز خلیفہ اعظم سُلطان الاصفیاء خوَاجہ نصیر الدین چراغ دہلوی مَولائے کائنات کے حضور میں یُوں نظرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں !

پیاس نہیں بجھے گی

قیامت کے روز حضرت علیؑ ساقی ہونگے جب تک لوگ آپ کے ہاتھ سے جام کوثر نہیں پئیں گے پیاس نہیں بُجھ سکے گی۔

(آداب المریدین مصنفہ حضرت گیسودراز ص ۴۸)

انبیاء کی نبوت کا خاندان

ایک دفعہ خواجہ گیسودراز نے ارشاد فرمایا، اگر جناب علی المُرتضیٰؑ کے مناقب کا ایک شمّہ ظاہر کردوں تو آفتاب کا سب جمال محو ہو جائے۔ اور جو کچھ میں نے آنجناب سے مشاہدہ کیا ہے اگر اُسکو بیان کردوں تو آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک تمام اَنبیاء کی نبوّت کا خاندان اِسی جناب سے خیال کرے۔

(بحر المعانی تصنیف خواجہ گیسودراز بحوالہ کوکب الدری ص ۱۰۴)

حضرت داودؑ علیؑ کا نام لیتے

حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ معظم عالی جناب حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں مہتر داوٗد علیہ السلام کی بابت بیان ہو رہا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا اور پھر آپ اس سے زرہ تیار کر لیتے تھے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مُسکرا کر فرمایا کہ جب حضرت داوٗد علیہ السلام ہاتھ میں لوہا لیا کرتے تھے تو علیؑ کا نام لیا کرتے اور آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا۔

﴿افضل الفوائد جلد اول ص ۷۴﴾
﴿ملفوظات خواجہ نظام الدین دھلویؒ خلیفہ اعظم بابا فرید الدین گنج شکرؒ﴾

اٹھارہ ہزار عالم کلاہِ علی میں

چہار تر کی کلاہ جو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ولائت مآب ،اُمیر المومنین ،امام الاشجعین علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے سرِ اقدس پر رکھی وہ صوفی سادات اور مشائخ پہنتے ہیں۔ اِس سے مراد دولت وسعادت ہے اور جو کچھ اٹھارہ ہزار عالم میں ہے، سب اس میں رکھا گیا ہے۔

﴿افضل الفوائد جلداول ص ۲ مرتبہ خواجہ خسروؒ﴾

مثال مصطفےؐ

علامہ یُوسف بن اسماعیل نبہانیؒ اپنی تالیف مبارکہ جواہر البحار میں نقل کرتے ہیں کہ، ابن عساکر حضرت انس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اﷲ صلّی اللہ علَیہِ وَآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا کوئی نبی نہیں جس کی نظیر میری اُمت میں موجود نہ ہو،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت مُوسیٰ علیٰ نبیّنا عَلَیہِ الصّلوٰۃ والسّلام کی نظیر ہیں

اور حضرت عُثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت ہارون علیٰ نبیّنا وعَلَیہِ الصّلوٰۃ والسلام کی نظیر ہیں اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم خود میری نظیر ہیں۔

اور جو کوئی چاہتا ہو کہ حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہما السلام کو دیکھے، تو وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے،

اخرجہ ابن عساکر عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن نبی الّا لہٗ نظیر فی امتی، ابو بکر نظیر ابراھیم و عمر نظیر موسیٰ وعثمان نظیر ھارون وعلی نظیری ومن سرہ ینظر عیسیٰ ابن

مریم فلینظر الی ابی ذر .

﴿جواهر البحار للعلامه النبهانی مطبوعه مصر ص ۳۶۲﴾

غور تو کریں

ابو سعید "شرف النبوۃ" میں روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا "تمہیں تین چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو نہ تو اور کسی کو عطا کی گئیں اور نہ ہی مجھے عطا فرمائی گئیں

اوّل یہ کہ : تمہیں مجھ جیسا سسر عطا کیا گیا لیکن مجھے ایسا سسر نہیں ملا جو میری مثل ہو۔

دوم یہ کہ : تمہیں میری بیٹی جیسی صدّیقہ بیوی عطا کی گئی ہے لیکن مجھے اس کے مثل بیوی نہیں ملی۔

سوم یہ کہ : تمہاری صُلب سے حسنین جیسے شہزادے پیدا ہوئے جبکہ میری صلب سے ان کی مثل پیدا نہیں ہوئے لیکن تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں"

روی ابو سعید فی "شرف النبوۃ" ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی ثلاثا لم یو تھن احد ولاانا اوتیت صھرامثلی ولم اؤت انا مثلی و اوتیت زوجة صدیقة مثل ابنتی ولم أوت مثلھا زوجة و أوتیت الحسن والحسین من صلبک ولم أوت

صلبی مثلھما ولکنکم منی وانا منکم

انہیں معنوں کی ایک حدیث ابن موسٰی رضا نے بھی اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ "یا علی" تم میں تین چیزیں ایسی جمع فرمائی گئی ہیں جو تمہارے سوا کسی دُوسرے کو عطا نہیں ہوئیں میں تمہارا سُسر ہوں اور فاطمہ تمہاری بیوی ہے اور حسنین تمہارے بیٹے ہیں اور چوتھی چیز یہ کہ اگر تم نہ ہوتے تو مومنین کی پہچان ہی نہ ہوتی، کیونکہ مومنوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ علی سے محبت رکھتے ہیں اور جو علی سے بغض رکھتا ہے وہ مومن نہیں منافق ہے۔

واخرج معناہ ابن موسٰی الرضا فی مسندہ
وزیادۃ فی لفظہ یاعلی اعطیت ثلاثا لم
یجتمعن بغیرک مصاھرتی وزوجک
وولدیک والرابعۃ لولاک ماعرف المومنون۔

﴿الریاض النضرہ فی مناقب عشرہ مبشرہ ج ۲ صفحہ ۲۶۸﴾

بات دُور چلی جائے گی

ہم اگر اس قسم کی مثالیں پیش کرتے جائیں تو بات دُور نکل جائے گی اور ہمارا موضوع بہت پیچھے رہ جائے گا۔ لہذا اہلِ دانش حضرات کے لئے یہی چند واقعات بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی ولادتِ مبارکہ اور

جناب حیدر کرّار علیہ السّلام کی ولادت مُبارکہ کا ظہور جس جس انداز سے ہوا بیانِ کردینے سے ہرگز ہرگز جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

بلکہ مقصود یہ ہے کہ حضُور سیّد المُرسلین عَلَیہِ الصّلوٰۃُ وَالسَّلام کی اُمّت کی برگزیدہ شخصیات کو اللہ تبارکؐ وتعالیٰ نے کون کون سے عظیم ترین اعزازات سے نوازا ہے۔

اخی رسولؐ زوجِ بتولؑ کا سرالا صنام اِمام المُسلمین اُمیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جو اعزازِ خاص بھی دربارِ خداو مُصطفےٰ سے ملا وہ اُن ہی کا حِصّہ ہے اور کوئی دُوسرا اس میں شامل ہونے کا دعویدار نہیں ہوسکتا اور مخصوص اِعزازات کے بارے میں ہم بِالوضاحت آئندہ اوراق میں متعّدد ناقابل تردید شواہد پیش کریں گے۔ انشاءاللہ العزیز،

جانب منزل

جیسا کہ ہم بِالوضاحت عرض کر چکے ہیں کہ جناب حیدر کرّار رضی اللہ عنہ کا حرمِ محترم کے اندر پیدا ہونا آپ کا اعزاز خاص ہے، اور یہ آپ کا ایسا خاصہ ہے۔ جس میں کوئی دوسرا خواہ کوئی بھی ہو شریک نہیں اور نہ ہی اِس خصوصیّت کو توڑنے کا کسی کو حق حاصل ہے۔

محدّثین کرام کعبہ شریف کے اندر پیدا ہونے والے دُوسرے شخص

کے نام سے بھی مُتفّق نہیں اور وہ عمرو بن حزام کی بجائے حکیم بن حزام بتاتے ہیں۔ جبکہ حضرت علیؑ تو خود ہی کعبہ ہیں۔

علیؑ مثلِ کعبہ

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا اے علیؑ! تم کعبے شریف کی مانند ہو۔ جس کو آنا ہے تُمہارے پاس چل کر آئے تُم کو کسی کے پاس چل کر جانے کی ضرورت نہیں"۔

عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم انت بمنزلہ کعبۃ توتی ولا تاتی.

﴿اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ مطبوعہ بیروت جلد چہارم﴾

خوارج ونواصب اگر جناب حیدر کرّار کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے روایات کو توڑنے مروڑنے میں اپنی مہارت تامہ کا ثبوت فراہم کرتے ہیں تو یہ اُن کا الگ مسئلہ ہے۔ اُن سے ہم اِنشاء اللہ العزیز اَحسن طریقہ سے نپٹنا جانتے ہیں اور ان کے دلائل کو توڑنے کے لئے ہمارے پاس جو حربے ہیں وہ اُنہی کیلئے مخصوص ہیں۔

اُن کیلئے مخصوص حربوں میں سے کوئی ایک حربہ نہ تو ہم اپنوں پر استعمال کرسکتے ہیں۔ اور نہ ہی ہمیں اِس کی مجال ہے۔ اِس لئے اُس قسم کے دلائل کا سہارا لیا گیا ہے جو اہلسنّت و جماعت کے لئے قابلِ قبول ہوں"۔

اِس بحث کو یہیں پر ختم کرتے ہوئے ہم جناب حیدر کرّار کی ولادتِ مبارکہ کے متعلّق مزید وضاحت پیش کرتے ہیں۔

پہلے کیا دیکھا ؟

جناب حیدرؑ کرّار کی والدہ کی گواھی

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ مکرّمہ جناب فاطمہ بنت اسد ارشاد فرماتی ہیں۔ کہ میرا بیٹا علیؑ میرے شکم میں تھا۔ مگر کبھی نہ تو مجھے کسی قسم کا ثقل یا بوجھ محسوس ہوا اور نہ ہی وقتِ ولادت ایسی تکلیف کا احساس ہوا۔ جیسا کہ عورتوں کو عام طور پر اس وقت میں ہوتا ہے۔ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی کہ اچانک خفیف سا درد محسوس ہوا اور میں (حرم محترم کے اندر) بیٹھ گئی، اور پھر علیؑ میری گود میں تھے اور کتابوں میں آتا ہے کہ جناب فاطمہ بنتِ اسد حیدر کرّار کی والدہ مکرّمہ نے ارشاد فرمایا کہ جب میرا بیٹا علیؑ میری گود میں آیا تو اس کی آنکھیں بالکل بند تھیں، اور دیر تک باوجود میری کوشش کے آنکھیں نہ کھولنے سے مجھے گمان ہونے لگا کہ شائد یہ کبھی بھی آنکھیں نہ کھولے۔ مجھے اِس بات کی سخت پریشانی تھی اور جب میں نے اس بات کا تزکرہ ابوطالبؑ سے کیا تو وہ بھی پریشان نظر آنے لگے میں اپنے بچے کو اُٹھا کر خانہ کعبہ سے واپس گھر آگئی تو میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرا منتظر ہے۔ میں نے بیٹے کا بتایا تو انہوں نے مسرّت کا اظہار

فرمایا تو پھر میں نے یہ کہتے ہوئے علیؑ کو ان کی گود میں دے دیا کہ شائد اِسکی آنکھوں کی بینائی معدُوم ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مسکرا کر بچّے کو گود میں لے لیا اور اس کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈال کر پیار سے چمکارا تو بچّے نے فوراً اپنی خوبصورت آنکھیں کھول کر اپنے بھائی کے چہرے پر گاڑ دیں اور مسکرانے لگا۔ میں یہ معاملا دیکھ کر متحیّر رہ گئی۔

﴿اسد الغابة ص ۱۴﴾

اس واقعہ سے صاف طور پر واضح ہے، کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ دنیا میں آنے کے بعد اپنی پہلی نگاہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ انور کے سوا کسی اور چیز پر ڈالنا گوارا ہی نہ کرتے تھے اور یہ بھی جناب علی علیہ السّلام کا ایک مخصوص اعزاز ہے جس میں کوئی دُوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔

اُن کی صائم ہے وِلادت کی جگہ حرمِ کعبہ
آنکھ کھولی ہے تو چہرہٴ محمدؐ دیکھا

پہلا اور آخری غسل

سُلطان العاشقین اَمیر المِلّت والدِ خواجہ امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے شیخِ مُعظّم حضور خواجہ نظام الدّین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو جناب رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گود میں دیئے گئے تاکہ آپؐ اپنے دستِ مبارک سے غسل دیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپؑ کو

غسل دیا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت ابو طالبؑ کی گود میں دیکر رونے لگے۔

جناب ابو طالبؓ نے عرض کیا اِس خُوشی کے موقع پر آنسو کیسے؟

تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا چچا جان علیؑ کو پہلا غسل میں نے دیا ہے مگر مجھکو آخری غسل یہ دے گا۔

﴿افضل الفوائد مترجم حصہ اول ص ۴﴾

﴿ملفوظات گرامی حضرت خواجہ نظام الدین مرتبہ حضرت خواجہ امیر خسروؒ﴾

القابات حیدر کرارؑ

مولائے کائنات امام الائمہ سلطان الاولیاء امیر المومنین سیدّ نا حیدر کرّار حضرت علی علیہ السلام کے القابات کا حصر و احاطہ کرنا ناممکنات سے ہے اسی طرح آپ کی بے شمار کنیّتیں ہیں۔ جن میں سے آپ کو کنیّت اَبُوتراب بے حد پسند تھی کیونکہ ایک دفعہ آپ مسجد نبوی کے کچے صحن میں ننگی پشت اس حالت میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کی پشت مبارک گرد آلود تھی آپ غنودگی کے عالم میں تھے کہ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تشریف آوری ہوگئی۔ آپ نے آپ کی پشت پر مٹّی کی تہہ دیکھ کر فرمایا قم یا ابا تراب

اُس دن سے آپ یہی کنیّت پکارے جانے پر بے حد خوش ہوتے تھے۔ لفظ اَبُوتراب کے معانی کے متعلّق صوفیائے کرام نے جو اسرار ظاہر فرمائے ہیں اُن کی تفصیل اور یہ الفاظ تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آپ کو کس ضمن میں ارشاد فرمائے، کی تشریح انشاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی یہاں صرف آپ کے مشہور و مستند القابات کی مختصر

نشاندہی کی جاتی ہے۔ جو آپ کو وقتاً فوقتاً حضور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بعض مُقتدر صحابہ کرام کی طرف سے دیئے گئے۔

ابوالحسن ...... ابو الحسین ...... ابو الحسنین

ابو السبطین ...... ابو الرحانتین ...... ذوالقرنین

صاحب ذوالفقار...... شیخ المهاجرین و النصار

حیدر کرار ...... قسیم الجنّة و النّار

یعسوب الدّین .... یعسوب المؤمنین

امام المتقین ......ولی المؤمنین ......ولی المتقین

سید المسلمین ....قائد الغرلمحجلین

صالح المؤمنین...... ......سید المؤمنین

قاتل الکفار و المشرکین ......قاتل الناکثین

الحاشر و القاسطین .... سیدالرّکعین

اول المصلین .... شیخ المهاجرین

سید النّاصحین ...... العالم ......ولی المؤمنین

راية المهتدین............... نور المُطیعین

امام العادلین .... زینت العارفین

دفع النّاکثین.............. وضع القاسطین

رمغ المارقین .... قاتل المارقین

اول المؤمنین .... اوّل المُسلمین

سید السّاجدین ...... العاقب...... وصئ رسول

اخــیٔ رسـول ...... زوج بتول ...... تیغ مسلول

قـاضـیٔ دیـنِ رسول .... صاحبِ رسول

نفسِ رسول ...... وزیرِ رسول ......حبیبِ رسول

رفیقِ رسول ...... علمبردارِ رسول، محب رسول

خـلیـفۃ رسـول .... نـاصـرِرسـول

مـحبوبِ رسـول ...... الـصَّفـی ...... اَسَـدُ اللّٰہ

وجہۃُ اللّٰہ ...... یَداللّٰہ ...... حُجّۃاللّٰہ ......نُورُاللّٰہ

ولی اللّٰہ ...... مموس فی ذات اللّٰہ ...... محب اللّٰہ

قـائـم بِـاَ مـرِ الـلّٰـہ .... اعظم عِند اللّٰـہ

اوفـابعهـد الـلّٰـہ ...... مَـع اللّٰہ ...... سَیف اللّٰـہ

لا خـش فـی ذات الـلّٰہ ...... النّاصح ......المؤمن

السَّاقی ...... المُرتضٰی ...... الحَبیب ...... ا لفاتح

خـاصف الـنـمـل .... بـاب مـدینۃ العلم

بـاب دارالـحـكـمۃ .... سید العـرب

صدیق الاکبر ...... فاروق اعظم ...... باب الحطۃ

خیـرالبشـر ...... ذابۃالـجـنـۃ ...... امیـرالمؤمنین

امیـر الـنحل ...... کوکب ا لصبح فی اهل الدنیا

رایۃ الـمهـدی ...... امـام الاولیـاء ...... مثلِ عیسٰی

مثـل هـارون .... ولی فی الد نیا والآخر

صـاحـب الـوء ...... بیضتہ البلد ...... نحو دالنهی

ایلیاء ...... ذوالبرقة ...... قرآن ناطق

المهدی ...... کاسرالاصنام ...... الصّدّیق

الطّاہر ...... الھادی ......الولی ...... المَوْلا

الشّاھد ...... الصّادق ...... الشّہید ......الرّاکع

السّاجِد ...... العَابِد ...... الزّاھد ...... النّاصر

القاری ...... القرم ...... العادل

شانِ حیدر بزبانِ حیدر

یوں تو جناب علی علیہ السلام کے سینکڑوں خطابات ایسے ہیں جن میں آپ نے اپنی ذات والا صفات کا تعارف اِنتہائی خصوصی ضرورت کے وقت کرایا ہے ۔ یہ سب کلام آپ کے خُطبات کے ضمن میں آئیگا۔ یہاں صرف مضمون کی مناسبت سے آپ کے ارشادات کا ایک حصّہ ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

اِمام کمال الدّین ابی سالم محمد بن طلحہ حلبی شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مناقب کی کتاب الدّرالمنظم میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا تو ایک شخص سوید بن نوفل ہلالی نے اُٹھ کر عرض کیا اے اَمیرالمؤمنین جس باب کا آپ تذکرہ فرمارہے ہیں آپ اُس کو جانتے بھی ہیں؟

تو جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہو گئے اور اُس کو متوّجہ

کر کے فرمایا !

تجھ کو رونے والیاں روئیں پیٹیں اور تم پر مصائب کا نزول ہو" اے بزدل کے بیٹے بیت توڑنے والے اور جھٹلانے والے خبیث عنقریب طویل عرصہ ختم ہو جائے گا اور تم کو غولِ بیابانی ہلاک کر دیں گے اور پھر آپ نے اپنے متعلق یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

"میں رازوں کا راز ہوں،

میں اَنوار کا درخت ہوں،

میں آسمانوں کا رہنما ہوں،

میں مسبّحات کا انیس ہوں،

میں میکائیل کا صفی ہوں،

میں بادشاہوں کا قائد ہوں،

میں آسمانوں کا شہباز ہوں،

میں صراحت کا تخت ہوں،

میں لَوح کی حفاظت کرنے والا ہوں،

میں تاریکی کا قُطب ہوں،

میں بیتِ معمور ہوں،

میں بادلوں کا اَبرِ نیساں ہوں،

میں غیاہب کا نور ہوں،

میں لَوحوں کی حفاظت کرنے والا ہوں،

میں حج کی کشتی ہوں،

میں حج کی حجّت ہوں،

میں مخلوق کی اِصلاح کرنے والا ہوں،

میں حقائق کو قائم کرنے والا ہوں،

میں تاویل کو بیان کرنے والا ہوں،

میں انجیل کا مفسّر ہوں،

میں کساء والوں کا پانچواں ہوں،

میں نساء کے لئے تبسیان ہوں،

میں اُلفت والوں کی اُلفت ہوں،

میں اِعراف والوں سے ایک ہوں،

میں سِرّ ابراہیم ہوں،

میں اَژدہائے کلیم ہوں،

میں ولی الاولیاء ہوں،

میں اَنبیاء کا وارث ہوں،

میں زبور کا نغمہ ہوں،

میں غفور کا پردہ ہوں،

میں جلیل کی صفوۃ ہوں،

میں انجیل کا ایلیاء ہوں،

میں شدید القویٰ ہوں،

میں حاملِ لواء ہوں،

میں محشر کا اِمام ہوں،

میں ساقی کوثر ہوں،

میں قاسم جناں اور نار تقسیم کرنے والا ہوں،

میں دِین کا بادشاہ ہوں،

میں اِمام المتّقین ہوں،

میں وارثِ مختار ہوں،

میں کمزوروں کا مددگار ہوں،

میں کفّار کی جڑ اُکھاڑنے والا ہوں،

میں نیک اِماموں کا باپ ہوں،

میں دروازہ اُکھاڑنے والا ہوں،

میں گروہوں کو مُتفرّق کرنے والا ہوں،

میں قیمتی جوہر ہوں،

میں بابِ مدینہ ہوں،

میں مفسّرِ براہین ہوں،

میں ظاہر طور پر مُشکلات کو حلّ کرنے والا ہوں،

میں نُون والقلم ہوں،

میں تاریکی کا چراغ ہوں،

میں متیٰ کا سوال ہوں،

میں ممدوحِ ہل اَتیٰ ہوں،

میں بُنیادِ عظیم ہوں،

میں صراطِ مستقیم ہوں،

میں اَصداف کا موتی ہوں،

میں قاف کا پہاڑ ہوں،

میں حرُوف کا راز ہوں،

میں ظروف کا نُور ہوں،

میں جبلِ راسخ ہوں،

میں بلند پرچم ہوں،

میں غیبوں کی کنجی ہوں،

میں دِلوں کا چراغ ہوں،

میں نُورِ ارواح ہوں،

میں مکرّر حملہ آور ہونے والا سوار ہوں،

میں مددگاروں کی مدد ہوں،

میں ننگی تلوار ہوں،

میں مقتول شہید ہوں،

میں قُرآن جمع کرنے والا ہوں،

میں بیان کی دیوار ہوں،

میں برادرِ رسول ہوں،

میں زَوجِ بتول ہوں،

میں اِسلام کا ستون ہوں،

میں کاسر الاصنام ہوں،

میں صاحبِ اِذن ہوں،

میں جنّ کا قاتل ہوں،

میں صالح المؤمنین ہوں،

میں فلاح پانے والوں کا اِمام ہوں،

میں سخاوت کرنے والوں کا اِمام ہوں،

میں اسرار نبوّت کی کان ہوں،

میں اوّلین کی خبروں سے آگاہ کرنے والا ہوں،

میں آخرین کو پیش آنے والے وقائع کی خبر دینے والا ہُوں،

میں قُطب الاقطاب ہوں،

میں حبیب الاحباب ہوں،

میں مہدئ عصر ہوں،

میں عیسٰی زمان ہُوں،

خُدا کی قسم میں وجہ اللہ ہُوں،

خدا کی قسم میں اَسدُ اللہ ہُوں،

میں سیّدُ العرَب ہوں،

میں مصیبتوں کو دُور کرنے والا ہوں،

میں وہ ہوں جِسے لافتیٰ کہا گیا ہے،

میں وہ ہوں جِسے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے

تو مجھے اَیسے ہے جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ،

میں بنو غالب کا شیر ہوں،

میں **علی ابنِ طالبؑ** ہُوں"

متن ملاحظہ کریں !

فقال یاامیرالمؤمنین انت حاضر لما ذکرت وعالم بہ؟فالتفت الیہ بعین الغضب وقال لہ ثکلتک الثواکل ونزلت بک النوازل،

یاابن الحبان الخبائث والمکذب الناکث الطوّل ویغلیک والغول،

انا لاسرار،اناشجرۃالانوار،انا دلیل السماوات،انا انیس المسبحات،انا خلیل

جبرائيل ،اناصفى مكائيل اناقا ئد الاملاک
،اناسمندل الا فلاک ،اناسرير الصراح ،انا
حفيظ ا لالواح،اناقطب الديجور انابيت
المعمور ،انامزن السحائب ، انانور الغياهب
انافلک الحجج ،اناحجة الحجج
انامسدالخلائق ،انانحقق الحقائق اناماؤل
التاويل ،انامفسر الانجيل ،اناخامس الكساء
،اناتبيان النساء ،انالفته الايلاف انارجال
الاعراف ،اناسرِّ ابراهيم ، اناثعبان لكليم ، اناولى
الاولياء ،انا ورثة النبياء، انااوريالذ بور
،اناحجاب الغفور ، اناصفوة الجليل ،انااليلياء
الانجيل اناشديدالقوىٰ ،انا حامل اللواء،انااما م
المحشر،اناساقى الكوثر ،انا قسيم الجنان
،اناشاطر النيران ،انايعسوب الدين ،انااما م
المتقين ، اناوارث المختار ،انا ظهير الاظهار، انا
مبيدالكفرة،انا ابوالا ئمة البررة ، اناقالع الباب ،
انامفرق الاحزاب ،اناالجوهرة الثمينة ،اناباب
المدينة ،انامفسر البينات ،انامبين المشكلات
اناالنون والقلم ،انامصباح الظلم ،اناسؤال متىٰ
،انامدوح هل اتىٰ ،اناالنباء العظيم ،اناصراط

المستقيم ،انالؤ لؤ الاصدا ف ،اناجبل قاف
،اناسر الحروف ،انانورالظروف ،اناالجبل
الراسخ ،اناعلم الشامخ، انامفتا ح الغيوب
،انا مصباح القلوب، انانورالا رواح،اناروح
الاشباح ،انافارس الكرار ،انانصر ة الانصار
اناالسيف المسلول ،اناشهيدالمقتول ،اناجامع
القرآن ،انابنيان البيان ،اناشفيق الرسول ،انابعل
البتول ،اناعمودالاسلام ،انا مكسرالاصنام
،اناصاحب الاذن ،اناقاتل الجن ،اناصالح
المؤمنين، انا امام المفلحين ،انااما م ارباب
الفتوة، انااسرارالنبوة ،انا المطلع اخبارالاولين ،
اناالمخبر عن وقا ئع الآخرين اناقطب الاقطاب
،اناحبيب الاحباب ، انامهدالاو ان ،اناعيسى
الزمان ،اناوالله وجه الله ،اناوالله اسد الله ،
اناسيد العرب، اناكاشف الكرب ،اناالذى قيل
فى حقة لافتى الاعلى ،اناالذى قال فى شانةانت
منى بمنزلةهارون من موسى اناليث بنى غا لب
اناعلى بن ابى طالب .

﴿قال فصاح السائل صيحة عظيمة وخرمتيا الدرالمنظم
﴿ مؤلفه علامه كمال الدين شافعى مع ينابيع المودة جلد دوم ۲۰۶،۲۰۷﴾

تاجدارِ ھل اتیٰ شیرِ خُدا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی زبان فیض ترجمان سے ہی جب ان کا اپنا یہ تعارف سُنا تو سوال کرنے والے نے بلند آواز سے چیخ ماری اور مر گیا۔

اِسمِ گرامی

مُعتبر روایات کے مطابق آپ کے ابتدائی اسمائے گرامی یہ ہیں اَسد حیدر، علی، پہلا نام اَسد آپ کی والدہ مکرّمہ جناب فاطمہ بنتِ اسد نے رکھا تھا جس کے متعلق مشہور روایت یہ ہے کہ جب حضرت ابو طالبؑ نے ان سے پوچھا کہ بچے کا نام کیا ہو تو آپ نے کہا کہ میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر اَسد رکھا ہے۔ تو جناب ابو طالبؑ نے فرمایا کہ میں اس کا نام علی رکھتا ہوں" اس روایت کی تفصیل "اسم علی" کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کا دُوسرا نام حیدر بھی آپ کی والدہ ماجدہ ہی نے رکھا ہے، جس کا اظہار آپ نے غزوہ خیبر میں اپنے حریف مرحب کے سامنے بایں الفاظ کیا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرة

ضرغام اجام ولیث قسورة

ترجمہ:۔ میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھّا، اور میں وہ شیر ہوں جو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

پنگھوڑے ہی میں زورِ یدُاللّٰہی

اس نام کے رکھنے کی وجہ کتابوں میں اس طرح مرقوم ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی پنگھوڑے ہی میں تھے آپکی والدہ آپ کے پاس موجود نہیں تھیں کہ ایک سانپ نے آپ کو ڈسنا چاہا کہ جناب حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کھلونے کی طرح اس کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور اتنی زبردست قوت سے دبایا کہ سانپ نے ہاتھ ہی میں دم توڑ دیا، جب آپ کی والدہ ماجدہ واپس آئیں تو آپ کے ہاتھ میں کچلے ہوئے سانپ کو دیکھا تو فرمایا کہ میرا بچہ "حیدر" یعنی شیر ہے۔ عالمِ شیر خوارگی میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زور یدُاللّٰہی کے اس مظاہرہ کے بعد کون انہیں ایک عام بچہ سمجھنے کی جسارت کرسکتا ہے۔ بہر حال اس واقع کا عربی متن ملاحظہ

"فسمته امه حیدرة لان علیا کا ن رفیعا وهو فی البیت وحده وکانت امه خا رجة فی بعض الحاجات وکا ن منزلهم لجنب جبل مکة فنزلت حیة وهمت لقتل علی، فمدیده واخذ الحیة وامسکها فماتت فی یده فدخلت امه ورأت الحیة مقتولة فی یده فقالت حیاک الله یا حیدره لذالک سمی حیدره"

﴿ مناقب الاصحاب بحواله ارجح المطالب ص ۱۱ ﴾

﴿ الشیخ الاسلام نجم الدین السلانی ﴾

آپ کے تیسرے اسم گرامی کے متعلق صاحب تفسیر حُسینی ملا حُسین واعظ کاشفی نے رَوضۃ الشہداء میں جو تحریر فرمایا ہے اس کا اُردو ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؓ نے جب اپنی زَوجہ مُحترمہ سے پُوچھا کہ بچّے کا نام کیا رکھا ہے تو اُنہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر "اسد" رکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نام ہمارے جدِّ اعلیٰ قصّی کے نام پر زید ہوگا (قصّی جو خاندان بنو ہاشم کے جدِ اعلیٰ ہیں کا نام زید تھا)

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ تاجدارِ دو عالم حضرت محمد مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور اِستفسار فرمایا کہ کیا معاملہ ہے، تو جناب ابو طالبؓ نے عرض کی کہ آپ کی چچّی بچے کا نام "اسد" اور میں "زید" رکھنا چاہتا ہوں اس اختلاف پر مطلع ہو کر جناب رسول کریم عَلَیہِ الصّلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ "میں اسکا نام "علی" رکھنا چاہتا ہوں" علی نام سنتے ہی آپ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ "خدا کی قسم میں نے ایک روز ہاتف کو یہ ندا کرتے سُنا تھا کہ جو بچّہ تمہاری گود میں آنیوالا ہے اس کا نام علی رکھنا۔

﴿روضۃ الشہداء ص ۲۱﴾

ایک روایت میں ہے کہ جناب حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم اِس دُنیا میں تشریف لائے تو جناب ابو طالبؓ نے غلافِ کعبہ کو تھام کر بارگاہِ ربّ العزّت میں عرض کی کہ اَے شبِ تاریک اور درخشاں صُبح کے مالک مجھ پر

اِس بچے کا نام القا فرما، ابھی جناب ابوطالبؑ اپنی اِس التجا سے فارغ ہی ہُوئے تھے کہ سروشِ غیبی کی ندا آئی، کہ آسمان پر اس کا نام "علی" ہے اور وہ "العلی" سے جو خُداوند قدوس کا بلند مرتبہ اور عظمت و بزرگی والا اسم گرامی ہے سے مشتق ہے تمام دنیائے ہست و بود میں سب سے پہلے صرف آپ کا اِسمِ مبارک ہی "علی" یعنی عالی مرتبت اور علو شان والا رکھا گیا۔ جیسا کہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا گیا آپ سے پہلے کسی کا نام بھی محمد یا احمد نہیں تھا۔

كان فاسم "على" حين يظهر فى حياة الجاهلية وحين يدخل فى مجال الحياة اللنبوية ويضاف الى النبى "محمد" لا ينظر بينهما ناظر من تلك الجهة الاوجد بينهما قرابة قريبة و دلالة دالة على انهما من معدن متخير ممسوس بألطاف الله محفوف برحماته

﴿ينابيع المودة ۱/۹۲﴾

بہرحال یہ ایک واضح ترین حقیقت ہے کہ نہ تو تاجدارِ رسالت سے پہلے کسی کا نام محمد تھا اور نہ ہی تاجدارِ ولائت سے پہلے کسی کا نام علی تھا۔

مذکورہ بالا واقع حضرت ابوطالبؑ کے اشعار سے بھی واضح ہوتا ہے جنہیں متعدد سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔ یہ اشعار ہم کسی دُوسرے موقع

پر نقل کریں گے۔

هذا ويحدث المؤرخون ان ابا ء طالب كا ن غائبا

حيـن ولـو لـه هـذا الـغلام وان امـه سـمتـه

'اسـد" فلـمارجع لم يرض له اسم "اسد "وسماه

علياً۔

﴿ينابيع المودة ۹۲/۱﴾

باب ۷

انوارِ نامِ علی علیہ السلام

اسم علی علیہ السلام

حضرت سیّد علی بن شہاب ہمدانی جو مُقتدر اُولیاء کبار میں سے ہیں اور جن کا ذکر دیگر تذکرہ نگاروں کے علاوہ عاشق مُصطفےٰ علّامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''نفحات الانس'' میں نہائت احترام سے کرتے ہوئے آپ کے شرف وکمالات وولائت پرمُہرِ تصدیق ثبت کی ہے۔ اپنی عظیم تالیف مبارکہ ''مودّۃ فی القربا'' میں جناب حیدر کرّار علیہ السّلام کا نام ''علی'' رکھنے کے بارے میں درج ذیل عجیب روایت بیان فرماتے ہیں کہ،

حضرت عباس ابنِ عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب فاطمہ بنتِ اسد صلوٰۃ اللہ علیھا کی گود مبارک میں علی کرّم اللہ وجہہ الکریم تشریف لائے تو آپ نے نومولود کا نام اپنے باپ کے نام پر ''اسد'' رکھا۔ لیکن حضرت ابو طالبؑ نے اس نام پر اظہار رضامندی نہ فرمایا اور اپنی زوجہ محترمہ جناب فاطمہ بنتِ اسدؑ کو ارشاد فرمایا کہ ہم آج شب جبل ابوقبیس پر بسر کریں اور خالق آسمان سے دُعا کریں کہ وہ ہمیں اس بچّہ کے نام سے آگاہی عطا فرمائے۔

چنانچہ دونوں مقدّس ہستیاں سرِشام ہی کوہِ ابوقبیس پر تشریف لے

گئیں، اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں مصروف دُعا ہو گئیں۔

جناب ابو طالبؑ نے بارگاہ ایزدی میں دُعا کے لئے منظوم قطعہ کہا !

اے اس تاریکی اور درخشندہ روشنی کے

پروردگار ہمیں اپنے فیصلہ کئے گئے حکم سے آگاہی عطا

فرما کہ ہم اس بچے کا کیا نام رکھیں ؟

چنانچہ اچانک ہی آسمان سے ایک جھنکار کی صدا بلند ہوئی جناب ابو طالبؑ نے اپنی نگاہوں کو اُوپر اٹھایا تو دیکھا کہ زَبرجد کی ایک سبز تختی ہے۔ جس پر چار سطور مرقوم ہیں" جناب ابو طالبؑ نے اس تختی کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور پھر مضبوطی سے اپنے سینۂ اطہر سے لگا لیا۔ اس تختی پر رقم شدہ سطور کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

"میں نے تم کو پاکیزہ طیّب وطاہر اور برگزیدہ

فرزندِ ارجمند سے مختص فرمایا ہے اس کا نام نامی اور اسم

گرامی "اللہ تعالیٰ قاہر علی' نے "علیؑ" رکھا ہے جو علیٰ

سے مشتق ہے"

جناب ابو طالبؑ نے یہ تحریر دیکھی تو انتہائی مُسرّت اور شادمانی کا اظہار فرمایا اور اظہار تشکّر و اطمینان کے لئے اللہ تبارکؑ وتعالیٰ کے حضور سجدے میں گر گئے۔ پھر دس اُونٹ ذبح کر کے عقیقہ کی رسم ادا کی گئی، اور وہ تختی بیت اللہ شریف میں لٹکا دی گئی۔ جس کی وجہ سے بنو ہاشم دُوسرے قریش

پر فخر و مباہات فرماتے تھے حتیٰ کہ جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کو شہید کر کے اِنہدام کعبہ کیا تو وہ تختی بھی غائب ہوگئی۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

عباس بن عبد المطلب رضی الله عنه قال لماولدت فاطمة بنت اسد عليا سمه باسم ابيه اسد ولم يرض ابوطالب بهذا لا سم فقال هلم حتى نعلوا اباقبيس ليلاوندعم خالق الخضراء فلعله ينبأني اسمه في اسمه امسيا خرجاء وصعدا اباقبيس و داعيا الله تعالى فانشاء ابو طالب شعراء

یا رب الغسق الدجی
والفلق المبتلع المفی

بين لناعن امرك المقضی
لما نسمی لذالک الصبی

فاذاخشخشة من السماء فرفع ابوطالب طرفه فاذا الوح مثل زبرجد حضرفيه اربعة اسطر فاخذه بكلتايديه وضمه الى صدره ضما شديدا فاذامكتوب

صـصـتـمـا بـالـولـد الـزكـي

والـطـاهـر الـمـنـتـخـب الرضى

واسـمـه مـن قـاهـر الـعلى

عـلـى اشـتـق مـن الـعُـلـى

فـصـرا ابـو طـالـب سـرورا عظيما وخـر سـاجد اللّٰه تبارك وتعالى وعق بعشرة من الابل وكان اللوح معلقا في بيت الحرام يفتخر به بنو هاشم على قريش حتى غاب زمان قتال الحجاج ابن الزبير.

﴿مودة القربى للعلى بن شهاب همدانى مطبوعه مصر مع ينابيع جلد دوم ص ۲۵۵﴾

اِس کے ساتھ ہی ملتی جلتی ایک روایت کتابوں میں یہ بھی موجود ہے کہ جناب ابو طالبؑ نے کعبہ کے دروازہ کو تھام کر اللہ کے حضور میں دُعا کی تھی کہ اے ربّ کعبہ مجھے نَومولود کا نام القا فرما چنانچہ اُن پر آپؑ کا نام علی القائی صورت میں ظاہر فرما دیا گیا۔ "واللہ اعلم بالصواب"

علاوہ ازیں کتب سیَر میں یہ روایت بھی آتی ہے کہ:۔

ای فان ام علی کرم اللّٰه وجهه سمته اسد ابا سم ابيها وكان ابره ابو طالب غا ئبا ،فلما قدم كره ذالك وسماه عليا.

﴿سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۳۸۷ریاض النظرہ المناقب العشرہ جلد ۲ص ۱۰۵﴾

جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام علی جناب
ابو طالبؑ نے رکھا تھا کیونکہ آپ کی غیر موجودگی میں
آپ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسدؑ نے اپنے
باپ کے نام پر ''اسد'' نام رکھا تھا۔ لیکن جب حضرت
ابو طالبؑ کو بتایا گیا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا اس
کا نام ''علی'' ہے۔

جنابِ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ''علی'' رکھنے کے متعلق درست روایت یہی ہے کہ یہ نام خود تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا۔ اور یہ اُن روایات سے متعارض بھی نہیں جن میں ہے کہ آپ کا نام آپ کے والدین کو القا کیا گیا تھا'' کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں ''علی'' نام رکھنے کا مشورہ دیا تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ فوراً قبول کر لیا بلکہ بتایا کہ ہم پر بھی یہی نام القاء کیا گیا ہے۔

بہر حال دیگر سیرت نگاروں کی ہمنوائی میں عبدالکریم خطیب بھی اپنی کتاب ''بقیۃ النبوۃ وخاتم الخلافۃ'' میں بالوضاحت اس موضوع پر یوں رقمطراز ہے۔

اور اسم ''علی'' اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معانقے کی صورت میں ملا ہوا ہے اور ان دو خاص اسمائے کریمین میں ایک خاص ربط باہمی ہے اور جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِسمِ گرامی

مرقعِ حسن ولطافت ہے اور آپ سے پہلے کسی شخص نے اپنے بچے کا نام ''محمد'' نہیں رکھا اسی طرح علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام ''علی'' پیکرِ حسن ولطافت ہے اور آپ سے پہلے کسی شخص کا نام علی نہیں تھا۔ تاریخ عرب میں بھی آپ سے پہلے کسی کا نام علی نہیں تھا۔ سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیدر کرارؑ کا نام اس لئے علی تجویز فرمایا کہ جناب علی علیہ السلام نبوت کی خوشبوؤں سے ایک خوشبو اور رسالت کی برقبار تجلیات سے ایک تجلی تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نومولود کے رخِ انور کو دیکھا تو جان لیا کہ یہ بچہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں اعلیٰ ترین مقام کا حامل اور یقینی طور پر اسلام میں اعلیٰ وبلند مقام پر فائز ہوگا''۔

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی اپنے چچا جان حضرت ابوطالبؑ اور ان کی زوجہ محترمہ کو نومولود کا اسمِ گرامی ''علی'' رکھنے کا مشورہ مرحمت فرمایا ہے۔

اور مزید لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس سے پوری حیات طیبہ میں خلاف اسلام کوئی واقعہ نہ تو ظاہر میں اور نہ ہی باطن میں سرزد ہوا۔ خواہ وہ دورِ اسلام سے پہلے کا ہو یا اسلام آنے کے بعد کا۔ گویا آپ قبل از زمانہ اسلام مسلمان ہی تھے۔

واسم علی یلتقی مع اسم'' محمد ''لقاء اخاء و معانقة'' فا سم علی ''لم یکن مما تتسمی

بهاالعرب فی جاهلیتها ،ولم یحفظ التاریخ
الجاهلی من تسمی به قبل صا حبه "علی ابن
طالب" کان کا سم "محمد" فی لطفه و حسنه .

ان اختیا ر هذا الاسم "لعلی" کان نفحة
من نفحا ت النبوة ولمحة من لمهاتها حین نظر
محمد الی وجه هذا الو لید و قع فی نفسه انه فی
الاعلین من عباد اللّٰه وان جدیر باء ن یکون فی
المقام الاعلی فی الاسلام .اما علی کرم اللّٰه
وجهه ، فکا نت حیا ته فی الجاهلیة والا سلام
علی سوا ء لم یغیر منه الاسلام شیئا فی ظاهرا
وباطن اذوله سلما قبل الاسلام فلعل
"محمد"هوالذی اختیار لا بن عمه الولید هذا
الاسم واشار علی عمه و زوج عمه ان یسموا
ولید هم به .

﴿بقية النبوة خاتم الخلافه مطبوعه بیروت ص ١٩١﴾

اِن کے علاوہ بھی فاضل مصنف نے "اسمِ علی" کے متعلق نہائت کار آمد اور خوبصورت توجیہات پیش کی ہیں جنہیں طوالت کی وجہ سے قلم انداز کردیا گیا ہے۔ کیونکہ پیش ازیں دیگر متعدد کُتبِ سیَر کے حوالہ جات سے وضاحت کی جا چکی ہے۔

یہاں ہم قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے یہ وضاحت کر

دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ عبدالکریم خطیب صاحب جناب علی علیہ السلام کے اسمِ پاک کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ گرامی سے رفاقت اور دونوں اسمائے مقدّسہ کی رِفعت وعظمت کے متعلق اپنے اِس حسین استدلال کے بعد جو بات سامنے لائے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ بے محل ہے بلکہ خلاف واقعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے طبعی خلجان کی بھی منہ بولتی تصویر ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ غالی شیعان علی۔ محمدؐ و علیؑ کے اسمین کریمین کی اس موافقت اور حضرت علی علیہ السلام کی اس شان پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ وہ اس میں غُلوّ سے کام لیتے ہوئے اس موافقت کو آسمانی اَمر قرار دیتے ہیں، اور اس وضعی حدیث کو نبی (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا" کہ مجھ کو اور علیؑ کو نور سے پیدا فرمایا گیا ہے اور ہمارا نُور تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل عرش کی داہنی طرف موجود تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ہمارا نُور لوگوں کی صلبوں میں منتقل ہوتا رہا حتّٰی کہ صلبِ عبدالمطلبؑ میں جاگزین ہوا۔ پھر ہمارے ناموں کو اللہ تعالیٰ کے اسماء سے مشتق کیا گیا۔

پس اللہ تعالیٰ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے اور علی علی ہے۔

متن ملاحظہ کریں!

ولهذا التوافق بين هذين الاسمين الكريمين،

محمدٌ و علی ،ولقا نهما . ما قبل ان تتداولهما ، العرب وتتعا مل بهمة نظر بعض الغلاة من شیعة علی فی ھذا وعدہ شہا دۃ علی فضل علی ، ولم یکتفوا بھذا ، بل جعلوا ھذا التوافق امراسما ویا ،فوضعوا لذلک حدیثا نسبوہ الی النبی "خلقت انا وعلی من نور ، وکنا علی یمین العرش قبل ان یخلق آدم با لفی عام ، ثم خلق الله آدم فانتقلنا فی اصلاب الرجال ثم جعلنا فی صلب عبدالمطلب ،ثم شق اسماءنا من اسمه فالله محمود ، وانا محمد ، والله الا علی، وعلی علی،

﴿علی ابن ابی طالب عبد الکریم خطیب مطبوعہ بیروت ص۹۲﴾

علی نور نہیں ؟

خطیب صاحب مندرجہ بالا مضمون کی حدیث کو غالی شیعوں کی من گھڑت اور وضعی قرار دینے کے لیے جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ ابن تیمیہ کے خصوصی خوشہ چین اور امام الوہابیہ قاضی شوکانی کی تعلیقات کی یہ عبارت ہے۔

قال الشوکانی فی تعلیقہ علی ھذا لحدیث "وھو موضوع" وضعه جعفر بن احمد

بن علی بن بیان و کان رافضا وضاعا"

﴿علی ابن ابی طالب بقیة النبوت وخاتم خلافت ص۹۲ مطبوعہ بیروت ﴾

﴿مؤلفہ عبد الکریم الخطیب ﴾

اور وہ موضوع ہے اسے جعفر بن احمد بن علی بن بیان نے وضع کیا ہے اور "وہ حدیثیں وضع کرنے والا رافضی تھا۔"

کیا یہ حدیث وضعی ہے ؟

اس سلسلہ میں ہم گذشتہ اوراق میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور مبارک کے متعلق "تذکرۃ الواعظین" اور نزہۃ المجالس کے دو حوالے ہدیہ قارئین کر چکے ہیں جو اہل محبّت کے لئے بہر صورت کافی ہیں مگر جناب "عبد الکریم خطیب" کے ذہنی خلجان کے دور کرنے اور عوام الناس کی معلومات میں اضافہ کرنے کے پیش نظر مزید چند حوالے اس ضمن میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مشہور محدّث اور فقیہ علامہ محبّ طبری رحمتہ اللہ علیہ اپنی لا جواب تصنیف لطیف "ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ مبشرہ" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خصائص کے باب میں امام احمد بن حنبل کی کتاب "المناقب" کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ

عن سلمان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول کنت انا وعلی نورا بین یدی اللہ تعالی قبل ان یخلق آدم باربعة

عشر الف عام فلما خلق الله آدم قسم ذالک
النور جزاین فجز انا وجزٔ علی

﴿ریاض النظرہ جلد دوم ص۲۱۷﴾
﴿خرجه احمد فی المناقب﴾

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ !

"میں اور علیؑ تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے ایک نور کی صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں موجود تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو دو اجزأ میں تقسیم فرمایا چنانچہ ایک جز میں اور ایک جزء علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں"

"ریاض النضرۃ" کی اس حدیث کے علاوہ مفتی اعظم قسطنطنیہ سید سلمان حنفی قندوزی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "الینابیع المودۃ" میں اس روایت سے ملتی جلتی حدیث متعدد کتب احادیث ومناقب سے نقل فرماتے ہیں"

آپ نے اس پہلی روایت کو ابوالحسن علی بن محمد المعروف ابن مغازلی واسطی شافعیؒ کی "کتاب المناقب" اور علامہ دیلمی کی مشہور زمانہ کتاب "الفردوس" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ سند کے ساتھ نقل

کرتے ہیں کہ !

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ میں نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے آپ نے فرمایا کہ میں اور علی خلقت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال قبل ایک نُور کی صورت میں موجود تھے اور ہمارا یہ نُور اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس بیان کرتا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو (ہمارے) اس نور کو صُلبِ آدمؑ میں ودیعت فرمادیا چنانچہ میںؐ اور علیؑ ہمیشہ واحد چیز کی صورت میں رہے۔ حتی کہ صُلبِ عبدالمطلب میں آکر متفرق ہوگئے اور میرے لئے نبوّت اور علیؑ کے لئے ولائت مقرر ہوئی۔

متن ملاحظہ فرمائیں،

اخرج ابو الحسن علی بن محمد المعروف بابن المغازلی الواسطی الشافعی فی کتابہ المناقب بسندہ عن سلمان الفارسی قال سمعت حبیبی محمد (صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم) یقول کنت انا وعلی نورا بین یدی اللّٰہ عزوجل یسبح اللّٰہ ذالک النور ویقدسہ قبل ان یخلق آدم باربعة عشرة الف عام فلما خلق آدم اودع ذالک النور فی صلبہ فلم یزل انا وعلی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب

ففی انبوۃ وعلی الامامۃ .

﴿ایضا الدیلمی اخرج ھذاالحدیث فی کتابہ "الفردوس" "عن سلمان"﴾

﴿ "الینا بیع المودۃ "جلد اول ص ۱۰﴾

علامہ سلمان حنفی قندوزی دوسری روایت حضرت ابُوذَر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے ابن المغازلی کی کتاب ''المناقب'' سے بھی اسطرح نقل فرماتے ہیں !

اخرج ابن المغازلی ایضا عن سالم بن ابی جعد عن ابی ذر قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یقول کنت انا وعلی نوراً یمین العرش بین یدی اللّٰہ عزوجل یسبح اللّٰہ ذالک النور ویقدسہ قبل ان یخلق اللّٰہ آدم باربعۃ عشر الف عام فلم یزل اناو علی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب فجزء انا وجزء علی .

﴿ینابیع المودۃ ۱/۱۰﴾

نیز ابن المغازلی سالم ابن جعد سے وہ حضرت ابُوذَر غفّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ !

میں اور علیؑ نُور کی صُورت میں عرش کے دائیں طرف آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل

اللہ تعالیٰ عزّ وجل کے حضور میں موجود تھے۔

ہمارا یہ نور اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کیا کرتا تھا۔ میں اور علیؑ ہمیشہ ایک ہی نور کی صورت میں رہے حتیٰ کہ ہمیں صلبِ عبدالمطلبؑ میں علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ چنانچہ ایک جز میں اور ایک جز علیؑ ہیں۔

تیسری روایت علامہ سلمان رحمتہ اللہ علیہ "امام حموینی کی مشہور تالیف مبارکہ "فرائد السمطین" سے اسنادِ اہلبیت کے ساتھ نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ!

اخرج الحموینی فی کتابه فرائد السمطین بسنده عن زیاد بن المنذر عن ابی جعفر الباقر عن ابیه عن جده الحسین عن علی ابن ابی طالب سلام الله علیه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال کنت انا وانت یا علی نوراً بین یدی الله تبارک وتعالی من قبل ان یخلق آدم باربعة عشرة الف عام فلما خلق آدم سلک ذالک النور فی صلبه فلم یزل الله ینقله من صلب الی صلب عبد المطلب ثم قسمه قسمین فاخرج قسماً صلب ابی عبد الله وقسماً صلب

عمی ابی طالب "فعلی منی و انا منه" "لحمه

لحمی" "ودمه دمی".

﴿ینابیع المودة جلد اول ص ۱۱﴾

﴿ایضاً اخرج لهذا لحدیث بلفظه موافق انحوارزمی﴾

"فرائد السمطین" میں حموینی نے زیاد بن منذر سے اُنہوں نے

ابو جعفر امام محمد باقرؑ سے امام محمد باقرؑ نے اپنے باپ (امام علی بن حسین زین

العابدین) سے روایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے دادا امام حسین

علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارے والد ماجد" حضرت علی علیہ السلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"

اے علی میں اور تو دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے

حضور میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ

ہزار سال قبل ایک نور کی شکل میں موجود تھے جب اللہ

تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو

ہمارے اس نور کو آدم علیہ السلام کی پُشت مبارک میں

جا گزیں فرمایا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس نور کو

مسلسل ایک سے دُوسری پشت میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ

کہ یہ نور صلبِ عبد المطلبؑ میں جا گزیں فرمایا گیا، پھر

اس کو دو حصّوں میں تقسیم فرما کر ایک حصّہ میرے والد

عبداللہؓ اور دوسرا حصہ میرے چچا ابوطالبؑ
کے اصلاب میں مقرر فرمایا۔

چنانچہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس
کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے۔

علامہ سلمان حنفی فرماتے ہیں کہ "فرائد السمطین" میں آنے والی یہ حدیث بعینہ "موافق خوارزمی" نے بھی نقل فرمائی ہے۔

حیرت ہے کہ اہلسنّت کی مشہور کتابوں میں اس قسم کی روایات کی موجودگی کے باوجود عبدالکریم خطیب صاحب نے یہ کیسے ثابت کر لیا۔ کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان "اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ" آپ کی حدیث ہی نہیں بلکہ غالی شیعوں کی من گھڑت روایت ہے۔

حالانکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک نور ہونا دیگر متعدد طرائق سے بھی قطعی طور پر ثابت ہے

ہوسکتا ہے کہ خطیب صاحب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی نور ماننے سے گریز کرتے ہوں جیسا کہ آج کل متعدد نام نہاد محققین "اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" کی آڑ لے کر قرآن وحدیث کی دوسری تمام تر نصوص کو نظر انداز کر دیتے ہیں، جن میں واضح طور پر حضور رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نورِ اوّل ہونا روز روشن کی طرح درخشندہ

وتابندہ ہے۔ ہم نے حضور سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نور بلکہ اصل نور ہونے کے بارے میں ثقہ حوالوں پر مشتمل کتاب ''نورِ مبین'' مرتّب کی ہے جو انشاء اللہ العزیز آئندہ سال زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آجائے گی اس کتاب میں نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں بالتفصیل ایسی روایات بھی پیش کی گئی ہیں۔ جن سے حضور فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام تر خانوادۂ مقدس کا نورِ علیٰ نور ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔

بہر حال ہم اس مضمون کو اس مقام پر طوالت کے سپرد نہیں کرنا چاہتے اس لئے مزید چند حوالے پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ پہلے تو آپ ''ینابیع المودّۃ'' ہی کے دو مزید حوالے ملاحظہ فرمائیں۔ جن سے حضور سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا نورِ واحد ہونا اور تخلیق آدم سے قبل ایک ساتھ رہنا ثابت ہوتا ہے۔

اخرج الحموینی بسندہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یقول لعلی خلقت انا وانت من نور اللّٰہ عزوجل.

﴿ینابیع المودۃ جلد اول ص ۱۱ مطبوعہ مصر﴾

علامہ حموینی ''فرائد السمطین'' میں سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے

روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ !

یا علی ! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور تجھ کو نور سے پیدا فرمایا ہے "

موفق بن احمد خوارزمی سند کے ساتھ روائت بیان کرتے ہیں کہ روایت بیان کی اعمش نے اُنہوں نے ابو وائل سے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اُن میں رُوح کو پھونکا تو جناب آدم علیہ السلام کو چھینک آ گئی جس پر انہوں نے کہا کہ "الحمد للہ" اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی کی کہ تو نے میری حمد بیان کی ہے۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اگر مجھے اپنے دو بندوں کو پیدا فرمانا مقصود نہ ہوتا تو تمہیں ہرگز پیدا نہ فرماتا۔

آدم علیہ السلام نے عرض کی ! الٰہی کیا وہ دونوں مجھ سے ہوں گے فرمایا ہاں تمہیں سے پیدا ہوں گے " پھر فرمایا کہ اے آدم اپنی نظر کو اُوپر اُٹھاؤ اور دیکھو۔ حسب الحکم جب آدم علیہ السلام نے اُوپر نظر اُٹھائی تو عرش پر دیکھا " اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمدؐ اللہ کے رسول اور نبیُ رحمت ہیں اور علیؑ حجت کو قائم کرنے والے ہیں۔

متن ملاحظہ کریں !

اخرج موفق بن احمد الخوارزمی بسنده عن الاعمش عن ابی وائل عن ابن مسود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وآله وسلم لما خلق اللّٰہ آدم ونفخ فیه من روحه عطس فقال الحمد للّٰہ فاوحی اللّٰہ الیه انک حمدتنی وعزتی وجلالی لولاالعبدان الذان ارید ان اخلقهما ماخلقتک قال آلهی ایکونامنی ؟
قال نعم یا آدم ارفع بصوک وانظر فنظر فاذامکتوب علی العرش لا اله الاالله محمد رسول الله هو نبی رحمة وعلی مقیم حجة.

﴿ینابیع المودة ۱/۱۱﴾

نُور کے مزید حوالے

قُدوۃُ السّالکین امام العارفین حضرت جناب سیّد علی بن شہاب ہمدانی قُدّس سرّہ العزیز اپنی مشہور زمانہ تالیف مبارکہ ''المودّۃ فِی القُربیٰ'' میں سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک نُور سے ہونے کے متعلّق آٹھویں مودّۃ کے تحت باب مقرّر فرما کر روایت نقل فرماتے ہیں کہ:۔

''حضرت عثمان ذوالنُّورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علی ایک نُور سے ہیں۔ اور تخلیقِ آدم سے چار ہزار سال قبل ہمارا نُور موجود تھا۔

پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ہمارا یہ نُور ان کی صُلب اطہر کا راکب بنا اور پھر یہ نُور ہمیشہ ایک ہی شکل وصُورت میں موجود رہا حتّی کہ ہم دونوں حضرت عبد المُطّلبؑ کی پُشتِ انور سے متفرّق ہو گئے"۔ پس میرے لئے نبوّت اور علی کے لئے وصیّت مقرّر فرمائی گئی۔

المودة الثامنة "رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعليا من نور واحد" عثمان رضي الله تعالى عنه "رفعه" خلقت انا وعلى من نور واحد قبل ان يخلق الله آدم با ربعة آلاف عام فلما خلق آدم ركب ذالك النور في صلب فلم يزل شئى واحد حتى افترقنا في صلب عبد المطلب ففى النبوة وففى على الوصية.

﴿المودة القربیٰ مؤلفه سيد علیٰ بن شهاب همدانی مع ينابيع الموده جلد دوم صفحه ۲۵۶﴾

اِس ضمن میں سیّد علی بن شہاب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دُوسری حدیث براہِ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سند سے بیان کرتے ہوئے مذکورہ بالا کتاب میں رقمطراز ہیں کہ !

عن على عليه السلام قال قال رسول الله

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم 'یا علی خلقنی اللہ
وخلقت من نورہ فلما خلق آدم علیہ السلام
اودع ذالک النور فی صلبہ فلم یزل انا وانت
شئی واحد ثم افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی
النبوۃ والرسالۃ وفیک الوصیۃ والامامۃ۔

﴿المودۃ فی القربی ص۲۵۶﴾

حضرت علی روایت بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے ارشاد فرمایا !

''یا علی ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ کو اور تجھ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ہمارے اِس نور کو اُن کی صُلب میں ودیعت فرمایا گیا پھر ہمیشہ میں اور تو ایک چیز کی حیثیت سے رہے۔ پھر یہ میرا اور تیرا نور صلب عبدالمطلبؑ میں متفرق ہوگیا تو مجھ سے نبوت ورسالت کا ظہور ہوا اور تیرے لئے وصیت اور امامت قائم کی گئی۔

تیسری روایت متذکرہ بالا کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور جناب حیدرِ کرّار علیہ السّلام کے شجرِ واحد ہونے کے ضمن میں اس طرح مرقوم ہے کہ !

ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا میں اور علی
ایک درخت سے پیدا ہوئے ہیں جبکہ دُوسرے لوگ
مختلف اشجار سے پیدا ہوئے" اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور
علی کو ایک درخت سے پیدا کیا میں اُس درخت کی
اصل ہوں اور علی اُس کی فرع ہیں۔

﴿المودۃ فی القربیٰ صفحہ ۲۵۴﴾

مادہ پرستی کا یہ دَور

حقیقت یہ ہے کہ اس دَور میں بڑھتی ہوئی مادہ پرستی نے محققین کے ایک گروہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور وہ ایسی روایات جن کا تعلق آسمانی اور رُوحانی دنیا سے ثابت ہوتا ہے کا انکار کر دینے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں"۔

اُن کا خیال ہے کہ اگر ہم نے اس واقعہ کی صحت پر اتفاق کر لیا جو آسمانی دُنیا سے متعلق ہے تو مادیّت نواز لوگ انہیں رجعت پسند اور روایت پرست متصوّر کرنا شروع کر دیں گے۔

حالانکہ مذہب اسلام خالصتاً رُوحانی اَقدار کا سرچشمہ اور آسمانی کِتاب قُرآن مقدّس کی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ قُرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ واعظم بُرہانہٗ نے کس طرح اَزل کے دِن اَرواح کو جمع

فرما کر ''اَلَستُ بِرَبِّکُم'' کا اقرار لیا اور پھر یومِ میثاق میں کس طرح اَرواحِ اَنبیاء سے اپنے مقدّس محبوب حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رسالت اور آپ کی عزّت وتوقیر کا عہد لیا۔

بایں ہمہ اگر مادہ پرستوں کی تنقید کا خوف خود پر مسلط کر کے تحقیق کا فریضہ ادا کیا جائے گا تو پھر روزِ جزا وسزا کا تصوّر کس طرح پیش کیا جائے گا؟ حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شفاعت کبریٰ کا تصوّر کیسے قائم رکھا جائے گا اور جنّت وجہنّم جیسی حقیقتوں کو تسلیم کروانے کا کونسا طریقہ معرضِ وجود میں لایا جائے گا؟

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نورِ اوّلین ہونے پر جمہور اہلِ سنّت کا اجماع ہے اور اس پر قرآنِ مجید کی متعدد آیات بھی شاہدِ عدل ہیں جیسا کہ ''قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ'' اور آپ کا لقب سراجاً منیرا وغیرہ۔

علاوہ ازیں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ فرمانِ عالیشان ''اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَکُلُّ خَلَائِق مِنْ نُوْر'' اور اس قسم کی دوسری احادیث جنہیں شارحِ بخاری علامہ قسطلانی جیسے محدّث نے ''مواہب الدنیہ'' وغیرہ میں دُرست تسلیم کیا ہے۔ اس حقیقت کی غمّاز ہیں کہ اسلام اور بانیٔ اسلام کا تعلّق آسمانی دُنیا سے قائم کرنے سے کوئی شخص غالی شیعہ نہیں ہوسکتا بلکہ یہ ایک مسلّمہ امر اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے جسے مادہ

پرستوں کے خوف سے تبدیل کرنے کی کوشش کرنا سراسر ضلالت و گمراہی اور صداقت سے انحراف کرنے کے مترادف ہے۔

لہٰذا اس قسم کی ناکام کوششیں نہ تو اسلام کی خدمت کے زُمرہ میں آتی ہیں اور نہ ہی حقِ تحقیق ادا کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف وغیرہ کُتبِ احادیث میں تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ "کُنتُ نَبِیّاً وَّ آدَمُ بَینَ المَاءِ وَالطِّین" یعنی میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

علاوہ ازیں یہ اَمر تو ویسے ہی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ حضور سرورِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا شجرۂ نسب بھی ایک ہی ہے اور آپ کے نُور کا اَصلاب واَرحامِ طیبّات وطاہرات میں منتقل ہوتے رہنا دیگر بیشمار اَحادیث رسولؐ سے بھی قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور اس پر قرآن مجید کی آیت کریمہ "وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِین" بھی شاہدِ عدل ہے۔ اس مسئلہ میں مزید تفصیل کے لئے ہماری نادرِ روزگار اور انتہائی تحقیقی کتاب "والدینِ رسُول الثقلین" ملاحظہ فرمائیں۔

اب رہا روایت کا آخری حصّہ کہ حضورؐ کا یہ فرمان کہ میرا نام محمدؐ اللہ تعالیٰ کے نام محمود سے مشتق ہے اور علی کا نام اللہ تعالیٰ کے اسمِ عظیم اعلیٰ سے مشتق ہے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے کونسی نَص مانع ہے اور اس میں رافضیت کا کونسا پہلو پوشیدہ ہے؟

حضرت ابو طالب بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و شق له من اسمه المتحد

فذو العرش محمود هذا محمد

اس شعر پر تضمین کرتے ہوئے شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسّان بن ثابتؓ یوں رقمطراز ہیں۔

واشتق له من اسمه ليجله

فذو العرش محمود هذا محمد

الم تران الله ارسل عبده

بآياته والله اعلى امجد

حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسمِ عظیم وکریم "محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ اللہ تعالےٰ کے اسمِ عظیم "محمود" سے مشتق ہے اور یہ بالکل سامنے کی بات اس میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے روایت کو وضعی قرار دیا جائے۔

اسی طرح جناب ولائت مآب حیدرِ کرّار کے نام علیؑ (کرّم اللہ وجہہ الکریم) کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمِ عظیم اعلیٰ سے مشتق ہونے پر بھی معترض کے پاس کوئی وجۂ جواز نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسمِ گرامی اعلیٰ بھی ہے اور علی بھی

جیسا کہ "سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ ، وَھُوَ العَلِیُّ الکَبِیر" وغیرہ لہذا اعلیٰ کا نام اگر اللہ تعالیٰ کے اسم سے مشتق نہیں تو پھر اس نام کے دوسرے ایسے کون سے معانی ہیں جو اعلیٰ اور علی سے الگ ہیں۔

زیر بحث روایت کے علاوہ علاّمہ جلال الدین سیوطیؒ "تفسیر دُرِ منثور" میں علاّمہ عبد الرحمٰن صفّوری "نُزہۃ المجالس" میں علامہ ابن المغازلی "المناقب" میں زیر آیت "فَتَلَقّٰی آدَمُ مِن رَّبِّہٖ کَلِمَاتٍ" رقمطراز ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کلمات کو جنت میں ایک قبّہ پر لکھے ہوئے دیکھا تھا۔" انا المحمود ھذا محمد انا الاعلی وھذا علی" (الخ) مزید تفصیل عنوان قرآن اور علی زیر آیت ملاحظہ فرمائیں۔

المختصر یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تعلّق و ربط باہمی ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

شوکانی کون ھے ؟

اِن متعدّد حوالہ جات کے بعد ہم بغیر عبدالکریم خطیب صاحب کو مخاطب کئے اپنے قارئین کو اس حقیقت سے رُوشناس کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ جہاں تک "شوکانی" اور اس کے ہمنواؤں کا شانِ اہلبیت میں آنے والی روایات کو وضعی قرار دینے کا تعلّق ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں" کیونکہ اُن کی تحقیق کا مرجع ومحور" اِن کے پیشوا ابن تیمیہ کی وہی "منہاج السنۃ" کتاب

ہے جس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اس وحشت انگیز کتاب کی متعدّد عبارات ہم آئندہ اوراق میں پیش کر رہے ہیں جو ہمارے اِس خیال کی مکمّل ترین تائید پر مبنی ہوں گی، اِن عبارات سے آپ نہائت آسانی سے اندازہ لگا سکیں گے کہ تحقیق کا یہ انداز کسی بھی صُورت میں مُنصفانہ اور غیر جانبدارانہ قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ واضح طور پر معاندانہ پراپیگنڈہ ہے، جس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ اہلبیت مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کی تعریف وتوصیف میں آنے والی ہر روایت کو خواہ وہ کتنی ہی ثقہ کیوں نہ ہو۔ غالی رافضیوں کی فسانہ طرازیوں کا کرشمہ بنا دیا جائے۔ علاوہ ازیں ''شوکانی'' کی جرح کا انداز اپنا ہی تیار کردہ اور خودساختہ ہے وہ ہر روایت کو اپنے معیار پر پرجانچنے کا عادی ہے وہ ایک طرف تو ''اصحابی کالنجوم'' والی روایت کو وضعی، باطل اور واہی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف اُسی روایت سے استدلال بھی کرتا ہے۔

اگر ''شوکانی'' کے معیارِ روایت کا ٹھیک تجزیہ کرنا مقصود ہوتو اس کی کتاب ''نیل الاوطار'' وغیرہ کا مطالعہ کریں جن میں اُس کے مطلق العنان محدّث ہونے کی قلعی واضح طور پر کھل جاتی ہے۔

وہ کسی بھی مسئلہ میں اِجتہاد کرتے وقت ہر قسم کی من گھڑت اور محدّثین کی مسترد کردہ روایات سے بلا جھجک دلیل پکڑتا ہے اور من چاہا نتیجہ اَخذ کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتا ہے۔

''اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اپنے گروہ کے سرخیل ابن تیمیہ کی ہر غلط بات کو دُرست ثابت کرنے کے لیئے نصوصِ صریحہ سے صرف نظر کرنے میں بھی باک نہیں سمجھتا۔ اس صورت میں اُس کا کسی ایک روایت کو وضعی ثابت کر دینا اُس کیلیئے کوئی خاص مشکل اَمر نہیں''

حالانکہ مذکورہ روایت نہ صرف اس کی بتائی گئی اُن اسناد سے ہی ثابت ہے جن کے ایک راوی کو اس نے حدیثیں وضع کرنے والا رافضی قرار دیا ہے بلکہ دیگر ثقہ راویوں کی اَسناد اور مختلف طرائق سے ثابت ہے جیسا کہ قارئین کرام گزشتہ اَوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اب اگر اِس ضمن میں پیش کردہ تمام تر روایات سے اِعراض بھی کر لیا جائے تو جب بھی سرورِ اَنبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ فرمان کہ

''خلقت انا و علی من نور''

''یعنی اللہ نے مجھے اور علی کو نور سے پیدا فرمایا''

آپؐ کے دوسرے کئی فرامین سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں !

''انا و علی من نورٍ واحد''

''یعنی میں اور علی ایک نور سے ہیں''

''انا و علی من شجرٍ واحد''

''میں اور علی ایک درخت سے ہیں''

"اَنَاوَ عَلیِ مِن نفسٍ وَاحد"

"میں اور علی ایک جان سے ہیں"

"علی منّی و اَنَامِنہ"

"علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں" وغیرہ وغیرہ۔

اِن تمام احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل ہم کسی دُوسرے باب میں پیش کریں گے "یہاں تو یہ بتانا ہے کہ جبکہ اُصولِ حدیث کے مطابق" حدیث بالمعنٰی خواہ وہ اعمال کے متعلق ہی کیوں نہ ہو قابلِ قبول ہے تو فضائل میں آنے والی حدیث کو معمولی تغیرِ لفظی کی وجہ سے موضوع قرار دے دینا محض تحکّم اور تعصّب نہیں تو اور کیا ہے؟

اِنہی الفاظ پر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسمِ عظیم اور آپ کے نور ہونے کی بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔

اسمِ علی سراپا حُسن ولطافت ھے

اہلِ محبت نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسمِ مقدس کے متعلق نہائت ہی حسین وجمیل اسرار ورمُوز کا انکشاف کیا ہے۔ جن کو حیطۂ تحریر میں لانے کے لئے عمرِ خضر درکار ہے، تاہم محض برکت حاصل کرنے کے اور محبانِ حیدرِ کرّار کی معلومات کے لئے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر درج ذیل مضمون پیش خدمت ہے۔

ہر چیز میں علیؑ ہے

علی یابی ، زہر لفظ معیّن ! ! !
بکُن شُش چند اعدادش دریں فن
بیفزا یک بکُن با عشر مضروب
بطرح بست دہ بر یازدہ زُن

یعنی تاجدارِ مملکتِ روحانیت امیر المومنین سیدنا و مولنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا "اسم پاک" "علی" اپنے اعداد کے اعتبار سے ہر چیز اور ہر لفظ میں پوشیدہ ہے، اور اگر تُو چاہے کہ ہر متعینہ لفظ سے اسم علی کے اعداد تجھ پر ظاہر ہوں تو کسی بھی لفظ کے عدد لے کر اس کو چھ سے ضرب دے کر اُس میں مزید ایک ہندسہ جمع کر لیں پھر سب حاصل ہونے والے ہندسوں کو دس سے ضرب دے کر بیس پر تقسیم کر دے تقسیم کے بعد جو ہندسہ نا قابلِ تقسیم ہو اس کو گیارہ سے ضرب دے لیں، تو ایک سو دس عدد ظاہر ہوں گے جو ابجد کے حساب سے لفظ "علی" کے عدد ہیں۔

حروفِ ابجد کے حساب سے "علی" کے عدد اس طرح ہیں۔

ع ل ی حاصل جمع ایک سو دس

۷۰ + ۳۰ + ۱۰ = ۱۱۰

اَب آپ مندرجہ بالا رُباعی کے مطابق چند مثالیں ملاحظہ کریں

حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اسمِ پاک ''محمدؐ'' کے عدد بانوے ہیں یعنی م ح م د حاصل جمع بانوے

92 = 4 + 40 + 8 + 40

ان اعدادِ معظّمہ سے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے اسمِ عظیم کے ایک سودس اعداد کا ظہور ہوتا دیکھیں۔

92 × 6 = 552 + 1 = 553

اب اِسے دس سے ضرب دے کر حاصل ضرب آنے والے ''5530'' کے ہندسہ کو بیس پر تقسیم کریں تو دوسو چھہتر پر تقسیم ہو کر باقی دس بچیں گے

553× 10 = 5530 ÷20 =10

اس باقی بچنے والے دس کے ہندسہ کو گیارہ سے ضرب دیں تو ایک سودس کا ہندسہ حاصل ہو جائے گا جو اسمِ علی کے اُعداد کے برابر ہے۔

10 × 11 = 110

دُوسری مثال یہ سمجھ لیں کہ حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرش کا نام ''احمدؐ'' ہے احمد کے عدد یہ ہیں۔

ا ح م د

53 کل عدد 4 +40 + 8 + 1

$$53\times6=318+1=319$$

$$319\times10=3190$$

اِس ہندسہ 3190 کو 20 پر تقسیم کرنے کے بعد باقی بچنے والا ہندسہ دس ہے۔ جسے گیارہ سے ضرب دینے پر ایک سو دس کا ہندسہ برآمد ہوگا'

تیسری مثال یوں سمجھ لیں کہ اللہ جلّ مجدہٗ الکریم کے ذاتی اسم پاک کے اعداد چھیاسٹھ ہیں۔

ہ ل ل ا

$$5+30+30+1=66$$

اب ان اعداد پر مذکورہ بالا عمل دوہرائیں۔

$$66\times6=396+1=397\times10=3970$$

اب 3970 کو 20 پر تقسیم کر لیں باقی دس بچیں گے اور دس نا قابلِ تقسیم ہے اب اس دس کو گیارہ سے ضرب دیں گے تو حضرت علی کے اعداد کے مطابق 110 اعداد حاصل ہو جائیں گے

اِس طرح آپ دُنیا کی کسی بھی چیز کے اعداد لے کر مذکورہ بالا عمل دہرائیں تو دُنیا کی ہر چیز سے ''جناب حیدرِ کرارؓ کے نام ''علی'' کے ایک سو دس عدد برآمد ہوں گے۔

علاوہ ازیں جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ کا اسم عظیم و کریم ''علی'' بے شمار اسرار و رموز کا سرچشمہ ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا ہے آپ کے نام ''علی''

کے عدد بحساب ابجد ایک سو دس ہیں۔ اِنہی اعداد میں آپ کے دونوں صاحبزادگان والا شان جناب حسنین کریمین طیبینِ وطاہرین علیہما السلام کی عظیم ترین شہادتوں کے سنہ ہجری بھی پوشیدہ ہیں۔ جناب حسن علیہ السلام کی شہادت کا سال "۵۰ھ" ہے اور اِمام حُسین علیہ السلام کی شہادت کا سال سنہ ۶۰ھ ہے جب ۵۰ + ۶۰ کیا جائے گا تو حاصل جمع جناب علی علیہ السلام کے اعداد کے برابر "۱۱۰" آئے گا۔

عاشقِ اہلبیت رسولؐ سُلطان العارفین حضرت علاّمہ عبدالرحمٰن جامی اپنے اشعار میں نہائت پراسرار طریقہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم عظیم کو زینت کلام بناتے ہیں" آپ کا ایک شعر ہے۔

صُبح بخواب بودند ناگاہ دِلبر آمد

گفتامرا نِگاہ کُن خُورشید برآمد

مزید انکشاف ہوا کہ لفظ صبحے کے اعداد بھی اسم علی کے مطابق ہیں

ص	ب	ح	ے
۹۰	۲	۸	۱۰

"بظاہر تو اس شعر کا مطلب ہے کہ صبح کے وقت میں محوِ خواب تھا کہ اچانک میرے محبوب نے آکر فرمایا کہ میری طرف نُظر کر سُورج طلُوع ہو کر سر پر آگیا ہے۔"

لیکن بباطن آخری مصرعہ میں لفظ "مرا" اور "خورشید" سے مُراد

جنابِ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ اقدس ہے جسے حضرت مَولا نا عبدالرحمٰن جامی نے اپنی خُداداد صلاحیتّوں سے مُترادف الفاظ میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔ ''مرا کا مترادف عربی زبان میں ''لی'' اور ''خُورشید'' کا مترادف ''عین'' ہے۔ چنانچہ آپ نے ''عین'' اور لی کو دوسرے معنوں میں استعمال کرنے کے باوجود'' اپنے جس محبوب کا تعارف کرانا چاہا ہے وہ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا وجودِ اقدس ہے جو طلُوعِ آفتاب کی صُورت میں آپ کے خواب میں جلوہ فگن ہوا۔

علاوہ ازیں بھی حضرت مولا نا جامی علیہ الرحمۃ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ اپنے قلبی تعلّق کے اظہار کے لئے آپ کا نام نامی ''علی'' مختلف اِستعاروں کی صُورت میں استعمال کر کے اپنے اشعار کو مزیّن کرتے ہیں۔ جن کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر بیان کی جائے گی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم گرامی کے اَسرار و رموز اور حکمتوں کے اظہار کیلئے کئی دفاتر درکار ہیں آپ کے نام کا پہلا حرف عَین ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ:۔

آپ علم کے طلاطم خیز سمندر ہیں، عقلِ کُل کا جوہرِ خاص ہیں، عشق کی سرفرازیوں کی اِنتہا ہیں، عزم و ہمّت کا پیکر ہیں، عظمت و سربلندی کا آسمان ہیں، عرش علیٰ کے ساکن اور علوم و مرتبت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔

آپ کے نام کی عین سے ظاہر ہوتا ہے

آپ علیم بھی ہیں اور عظیم بھی

عاشق بھی ہیں اور عقیل بھی

عادِل بھی ہیں اور عدیل بھی

عامِل بھی ہیں اور عاقل بھی

عالِم بھی ہیں اور عارِف بھی

عابدِ بھی ہیں اور عالی بھی

عارض بھی ہیں اور عارج بھی

عازم بھی ہیں اور عاصم بھی

عاطر بھی ہیں اور عاطف بھی

عاقِب بھی ہیں اور عاکِف بھی

عالی جناب بھی ہیں اور عالی مرتبت بھی

عتیق بھی ہیں اور عزیز بھی

عربی بھی ہیں اور عدیم النظیر بھی

علی کے نام کی عین کی وضاحت کیا کی جاسکتی ہے، جو عین شریعت بھی ہے اور عین طریقت بھی عین حقیقت بھی ہے اور عین معرفت بھی علی کے نام کی عین تو اس لا متناہی اور لا محدود علم کی نشاندہی کرتی ہے جس پر بابِ مدینۃ العلم ہونے کی مُہر ثبت ہے اور آپ کے نام میں عین کے بعد لفظ لی تو سراپا

گنج اسرار و معرفت ہے جو کبھی "لی مع اللہ" وقت کی تفسیر بن جاتا ہے اور کبھی اپنے اعداد کے اعتبار سے آپ کا سالِ وصال بن جاتا ہے کیونکہ آپ کا وصال ۴۰ھ میں ہوا جبکہ "ل اور ی" کے عدد بھی چالیس ہی ہوتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم اس ضمن میں ایک پُر حکمت اور تفصیلی مضمون ہدیۂ قارئین کریں اس فارسی "رباعی" کا مفہوم اردو قطعہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ جو حضرات فارسی زبان پر کاملِ عبور نہیں رکھتے شعروں کی صورت میں ہی اِس حساب کو اپنی زبان میں یاد کرلیں۔

فارسی رباعی کا اردو مفہوم
علی ہر چیز میں ہے

قطعہ

ہر ہندسہ کر لو چھ گنا اور جمع ایک بھی
دو ضرب دس سے پھر کرو تقسیم بیس کی
تقسیم سے جو بچ رہے گیارہ گنا کرو
صائمؔ ملے گا اس طرح ہر چیز سے علی

علی علی ہے

اَب آپ نہایت ہی معلومات افزاء سُرور انگیز کیف آور اور گنجینۂ اَسرار و رِموز وہ مضمون ملاحظہ فرمائیں جس کا ذکر ہم نے اُوپر کیا ہے یہ مضمون جس کا عنوان علی علی ہے تجویز کیا گیا ہے محض اور محض محبّانِ حیدر کرّار کے لئے تَرتیب دیا ہے اپنے مقام پر ایک تحقیقی دستاویز ہونے کے باوجود معاندین کے لئے حجاب ہی بنا رہے گا بہر حال ملاحظہ فرمائیں۔

چدھر بھی دیکھو علی علی ہے

بطورِ خاص مُحبّانِ علی کیلئے

اُردو قطعہ کی صورت میں ہم نے جس فارسی رُباعی کا مفہوم ہدیۂ قارئین کیا ہے وہ بہرصورت ایک نادر و نایاب چیز ہے اور اہلِ محبّت کیلئے اُس میں ایک کیفیّت خاص بھی پوشیدہ ہے تاہم اس رُباعی کی تشریح کے بعد ہمارے دِل میں یہ خواہش شدّت سے چٹکیاں لینے لگی کہ جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک کے اعداد کریمہ جن ہندسوں سے برآمد ہوں وہ ہندسے پنجتن پاک اور دوازدہ آئمہ اہلِ بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی متعلّق ہوں تو کیا ہی اچھا ہو۔

مستعانِ حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی ذاتِ اقدس کسی بھی سائل کو مایوس و محروم نہیں رکھتی چنانچہ اُس کے خاص الطاف وکرم نے نہ صرف یہ کہ میری اِس خواہش کو پورا فرمایا بلکہ جناب علی علیہ السلام کے اِسمِ پاک اور آپ کے اسمِ پاک کے اعداد کے بارے میں مزید کئی اسرار و رموز اور پوشیدہ حکمتوں سے بھی آگاہی عطا فرمادی جنہیں صرف مُحبّانِ حیدر کرار علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے اُمید ہے اہلِ مَحبّت حضرات اپنے وجدانِ ذوق کی مزید جِلا و بقا کے لئے اس مضمون سے خاص طور پر لطف اندوز بھی ہوں گے اور دُعائے خیر سے بھی یاد فرمائیں گے۔

وما توفیقی الا باللّٰہ

اب پہلے تو آپ وہ حساب ملاحظہ فرمائیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور پھر آپ اسم علی کے دیگر رموز و اسرار سے آشنائی حاصل کریں۔

پنجابی قطعہ

دے ہند سے نوں ضرب باراں[12] دی اِک[1] وچ ہور طاوٗ
پنج دی ضرب دیو مڑ وِیہہ[20] دے ہند سے نال اُڑاوٗ
ضرب بائی تھیں دے دیو مُڑ کے جو ہندسہ بچ جاوے
اِنج ہر چیز دے وِچّوں صائم "علی" دا نام بناوٗ

یعنی کسی بھی نام یا چیز کے اعداد لے کر پہلے انہیں بارہ سے ضرب دے کر حاصل ضرب میں مزید ایک ہندسہ جمع کر لیں پھر حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دے کر بیس پر تقسیم کر دیں آخر پر جو ہندسہ بچ جائے اُس کو بائیس کے ہندسہ سے ضرب دے دیں تو جناب علی کریمؑ کے اسمِ عظیم کے اعداد کے برابر یعنی ایک سو دس عدد حاصل ہو جائیں گے۔

چند مثالیں

مثال کے طور پر شہزادیٔ رسول سیّدۃ النساء العٰلمین سیّدہ فاطمۃ الزّہرا کے ذاتی اسم مقدس فاطمہ سلام اللہ علیہا کے عدد ایک سو پینتیس ہیں یعنی،

فاطمہ ہ م ط ا ف

135 =5 + 40 + 9 +1 +80

اب ان اعداد سے مذکورہ بالا فارمولا کے مطابق حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے نام اقدس کے ایک سو دس اعداد حاصل کریں۔

135×12=1620+1=1621

1621×5=8105÷20=5

5×22=110

خاص نُکتہ

اس حساب میں ایک خاص نکتہ یہ بھی ہے کہ تقسیم کے بعد بچنے والا ہندسہ بھی پانچ کا ہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجتن پاک کا نُور نا قابل تقسیم ہے اور یہ پانچوں نفوسِ قُدسیہ کبھی علیٰحدہ علیٰحدہ نہیں ہونگے۔

دُوسری مثال

آپ یوں سمجھ لیں کہ امام مظلوم شہیدِ زہر سیّد الشّباب اہل الجنّۃ سیّدنا ومرشدنا امام برحق حضرت اِمام حسن علیہ السلام کے اسمِ پاک کے اعداد ایک

سو اٹھارہ ہیں یعنی۔ ح8۔س60۔ن50 حسن118 اب آپ ایک سو اٹھارہ کے اس ہندسہ سے اسمِ علی کے برابر ایک سو دس عدد برآمد کریں۔

118×12=1416+1=1417

1417× 5 = 7085 ÷ 20 = 5

5 پانچ تقسیم کے بعد بچنے والا نا قابلِ تقسیم ہندسہ ہے

5×22=110

تیسری مثال

شہزادۂ گلگوں قبا سید الشہدا ءِ اِمام مظلوم شہسوار کربلا سیّدنا و مرشدنا اِمام عالی مقام حضرت اِمام حُسین علیہ السّلام کے اسمِ مقدّس کے اعداد مبارک ایک سو اٹھائیس ہیں یعنی،

ح س ی ن حسین

128= 50 + 10 + 60 + 8

اب مذکورہ بالا عمل دہرائیں۔

128×12=1536+1=1537

1537×5=7685÷20=5

اَب تقسیم کرنے کے بعد جو ہندسہ نا قابلِ تقسیم باقی بچا وہ پانچ ہے

اور اِس کو بائیس سے ضرب دینے سے حضرت علی کے اعداد کے مطابق 110 حاصل ہو جائیں گے

5×22=110

دے ہند سے نوں ضرب باراں دی اک وچ ہور ملاؤ
پنج دی ضرب دیو مڑ ویہہ دے ہند سے نال اُڑاؤ
ضرب بائی تھیں دے دیو مُڑ کے جو ہندسہ بچ جاوے
انج ہر چیز دے وچوں صاتم "علی" دا نام بناؤ

اِن تین عدد مثالوں کے بعد اب آپ ان اعداد کی متعدّد حکمتوں اور بے شمار اَسرار و رموز سے آگاہی حاصل فرمائیں جن کو ضرب جمع تقسیم کی صُورت میں استعمال کر کے ہم نے علی علیہ السلام کے اسمِ پاک کے ایک سو دس عدد برآمد کرنے کا طریقہ وضع کیا ہے۔

حِکمتیں ہی حِکمتیں

پہلی حکمت اِس حساب میں یہ ہے کہ اس کی پہلی ضرب بارہ کے ہندسہ سے ہے جس کو دوازدہ آئمہ اہلِ بیت کرام علیہم السلام سے نسبتِ خاص حاصل ہے کیونکہ بارہ کا تصوّر کرتے ہی خانوادۂ رسول کی یاد آجاتی ہے اور پھر ہر سال کے مہینے بھی بارہ ہوتے اور سال کو عربی زبان میں "سن" کہتے

ہیں اور لفظِ ''سن'' کے عدد بھی جنابِ علی علیہ السلام کے اعداد کے برابر ایک سو دس ہوتے ہیں۔

س + ن = سن

۶۰ + ۵۰ = ۱۱۰

علاوہ ازیں ماہرینِ فلکیات کے مطابق نظامِ شمسی کا انحصار بھی بارہ برجوں پر ہے جبکہ بظاہر نظامِ شمسی ہی سے پورے نظامِ کائنات کی تنظیم بھی ہے۔

بارہ کے ہند سے میں مزید بھی کئی متعدد حسین نسبتیں پوشیدہ ہیں مثلاً ''لا الہ الا اللہ'' کے بھی حروف بارہ ہیں اور ''محمد رسول اللہ'' کے حروف بھی بارہ ہیں

اللّٰہ مُحَمّد زَهرا کے حرف بھی بارہ ہیں اور ''**حیدر کرّار زهرا**'' کے حروف بھی بارہ ہیں

''**محمد ،علی ،فاطمه**'' کے حروف بھی بارہ ہیں

اور ''**علی ، زهرا ، حسنینؑ**'' کے حرف بھی بارہ ہیں

''**امام المسلمین**'' کے حرف بھی بارہ ہیں

اور ''**امیر المؤمنین**'' کے حرف بھی بارہ ہیں

''فاطمہ علی حسینؑ'' کے حروف بھی بارہ ہیں۔

فاطمة بضعة منی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور **النظر علی عبادۃ** کے حرف بھی بارہ ہیں۔

حق علی مشکل کشا کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور حق علی ولی اللہ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

وصی و اخیٔ مصطفٰے کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور مولودِ بیت اللہ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

قاتل المارقین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور **قاتل الناکثین** کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام المھتدین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور **سید المجتھدین** کے کے حرف بھی بارہ ہیں۔

سلطان المتقین کے کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور **امام العارفین** کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام المھدیین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور **امام الواصلین** کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امیرالمجاھدین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور **امام العابدین** کے حرف بھی بارہ ہیں۔

مولائے کائنات کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اَبُو الرِحا نتَین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

علی ہادی ومہدی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام برحق حیدر کے حرف بھی بارہ ہیں۔

علی منی انا منه کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور فاتح غزوۂ خیبر کے حرف بھی بارہ ہیں۔

فاتح غزوہ خندق کے حرف بھی بارہ ہیں

قرآن مع العلی کے حرف بھی بارہ ہیں

اور **علی مع القرآن** کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام حسن مُجتبیٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام برحق حُسینؑ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام عابد سجاد کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام محمد باقر کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام جعفر صادق کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام موسیٰ کاظم کے حرف بھی بارہ ہیں۔

یا امام علی رضا کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور حق امام علی تقی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

حق امام علی نقی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام حسن عسکری کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام محمد مہدی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور آلِ محمد مصطفےٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

مودة فی القربیٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور آیتِ تطہیر آل کے حرف بھی بارہ ہیں۔

الغرض جدھر بھی غور سے توجہ کرو بارہ۱۲ ہی کا عکسِ جمیل نظر آتا ہے اور خدا تعالیٰ ہی اپنی حکمتوں کو بہتر طور پر جانتا ہے۔

دوسری حکمت

ہمارے پیش کردہ حساب میں دوسری حکمت یہ ظاہر ہوتی ہے کہ پہلی ضرب جو بارہ کے ہندسہ سے دی گئی ہے کے بعد اور دوسری ضرب جو پانچ سے دی گئی ہے کہ پہلے ایک کا ہندسہ جمع کرنا پڑتا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی وحدانیت واحدیّت پر بھی دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بھی تفسیر معلوم ہوتا ہے کہ نہیں سرگوشی کرتے پانچ مگر وہ چھٹا ہوتا ہے۔

وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِ سُهُمْ

﴿سورۃ المجادلہ آیت ۷ پ ۲۸﴾

یعنی خداوند قدوس فرماتے ہیں کہ جہاں پانچ ہو چھٹا میں ہوتا ہوں۔

تیسری حکمت

ان مضروب ومجموع اعداد کو ضرب دینے والے تیسرے ہندسے

پانچ میں خاص بات یہ ہے کہ یہ ہندسہ پنجتن پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر خیر کا مظہر ہے اور جہاں پانچ ہوں وہاں چھٹا خداوند جل وعلیٰ ہوتا ہے علاوہ ازیں یہ ہندسہ اس قدر وسیع تر مضامین کا حامل ہے جس کا حصر ممکن ہی نہیں۔

چوتھی حکمت

اِس حساب میں استعمال ہونے والے چوتھے ہندسے کی ایک حکمت کے ذیل میں بے شمار حکمتیں ہیں جن میں سے چند قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہیں۔

﴿الف﴾ مذکورہ حساب میں چوتھے نمبر پر بیس کا ہندسہ ہے جس سے اب تک کہ جمع شدہ ہندسوں کو تقسیم کیا جاتا ہے بیس کو عربی زبان میں عشرین کہتے ہیں جو اِن حروف کا مجموعہ ہے "ع۔ش۔ر۔ی۔ن" چنانچہ پہلی بات تو یہ ہے کہ،

عشرین کی ع علی کے نام کا پہلا حرف بھی ہے اور آپ کے علم و عرفان پر بھی دلالت کرتا ہے دوسرا حرف بھی اس لفظ کا شین ہے جو علی کی شجاعت اور شہادت کا آئنہ دار ہے تیسرا حرف "رے" ہے جو علی کی رفعت و ریاضت پر دال ہے چوتھا حرف اس میں "ے" ہے جو علی کی یکتائی اور یدُ اللّٰہی قوت کا مظہر ہے آخری اور پانچواں حرف "نون" ہے جو علی کے ناہمتا اور

اور ناصر ہونے کی درخشندہ دلیل ہے۔

﴿ب﴾ لفظ عشرین کے آخری حروف ''ی'' اور ''ن'' ہیں اگر دونوں حرفوں کے عدد لئے جائیں تو بالترتیب دس جمع پچاس کُل ساٹھ عدد ہوتے ہیں جو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سال ساٹھ ۶۰ھ کے مترادف ہیں اور اگر ان دونوں حرفوں میں سے آخری حرف ''ن ۵۰'' سے پہلے حرف ''ی ۱۰'' کے اعداد کی نفی کر دی جائے تو باقی چالیس بچتے ہیں جو تاجدارِ ہل اتیٰ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے سال ۴۰ھ پر دلالت کرتے ہیں اور اگر اس لفظ کے صرف آخری حرف ''ن'' کے عدد لئے جائیں تو وہ امامِ حسن علیہ السلام کی شہادت کے سال ۵۰ھ کی نشاندہی کرتے ہیں علاوہ ازیں عشرین کے آخر پر بھی حرف ''نون'' ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادگان والا شان جناب حسنین کریمین علیہما السلام دونوں کے اسمائے گرامی کے آخر میں بھی حرفِ ''نون'' ہی آتا ہے۔

﴿ج﴾ لفظ ''عشرین'' میں ایک خاص ذوق کی بات یہ بھی ہے کہ اس کا مترادف عشرون قرآن مجید میں صرف ایک ہی بار آتا ہے اور وہ بھی اس مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ مجاہدینِ اسلام کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے بیس صبر والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے۔

اِنْ یَّکُوْنَ مِنکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْ ا مِأتَیْنِ

﴿پ ۸ سورۃ الانفال آیت ۶۵﴾

﴿د﴾ لفظ ''عشرین'' میں ایک خاص اِنتہائی حکمت یہ بھی پوشیدہ ہے کہ اس لفظ کے اعداد سے اللہ تبارکؑ وتعالیٰ اور پنجتن پاک کے اعداد کا ظہور ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۷۰ + ۳۰۰ + ۲۰۰ + ۱۰ + ۵۰ = ۶۳۰

ع ش ر ی ن = عشرین

اس لفظ کے کُل چھ صد تیس ۶۳۰ ہیں اور ان اسماء عالیہ کے اعداد بھی اس کے مطابق ہیں۔

۴۷ + ۹۲ + ۱۱۰ + ۱۳۵ + ۱۱۸ + ۱۲۸ = ۶۳۰

الٰہی مُحمّدؐ علیؑ فاطمہؑ حسَنؑ حسُینؑ

علاوہ ازیں یہ جملہ بھی ظہور میں آتا ہے۔

۴۷ + ۹۲ + ۱۱۰ + ۱۳۵ + ۱۱۸ + ۱۲۸ = ۶۳۰

والی مُحمّدؐ علیؑ فاطمہؑ حسَنؑ حسُینؑ

مزید یہ کہ لفظ محبانِ پنجتن پاک پر بھی صادق ہے۔

۹۲ + ۱۱۰ + ۱۳۵ + ۱۱۸ + ۱۲۸ + ۴۷ = ۶۳۰

مُحمّدؐ علیؑ فاطمہؑ حسَنؑ حسُینؑ والے = ۶۳۰

عدد جو ''عشرین'' کے ہندسہ کے اعداد کے برابر ہیں۔

علاوہ ازیں اگر آپ لفظِ عشرین کے اعداد سے اس کی اپنی پوری قیمت بیس کا ہندسہ پُورے کا پُورا بھی نکال دیں تو بھی باقی بچنے والے چھ صد دس اعداد سے ان اسماء عالیہ کے اعداد کا ظہور ہوتا ہے۔

۶۱۰ = ۱۲۸ + ۱۱۸ + ۱۳۵ + ۱۱۰ + ۵۳ + ۶۰

اللہ احمد علی فاطمہ حَسَن حُسین

نیز انہی چھ سو دس اعداد سے محمد و علی علیہما الصّلوٰۃ والسّلام کے اسمائے گرامی مع صفات عالیہ کے ظہور میں آتے ہیں۔

۶۱۰ = ۴۶ + ۱۱۰ + ۶۶ + ۲۹۶ + ۹۲

محمدؐ رسول اللہ علی ولی = چھ صد دس

اِس جملہ میں ایک خاص الخاص یہ نُکتہ بھی پوشیدہ ہے کہ محمدؐ رسول اور علی ولی کے درمیان جو لفظ آتا ہے وہ معبودِ حقیقی کا ذاتی اسمِ پاک اللہ ہے یعنی رسالتِ مُصطفٰے اور ولایت علی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے اور ہر دو طرف اُسی کی صفاتِ کاملہ کا ظہور ہے اور اگر اِس جملہ کو اِس ترتیب سے لکھ دیں کہ لفظ اللہ پہلے آجائے یعنی اللہ محمد رسول علی ولی تو اس میں مزید وجدانی نکات پیدا ہو جاتے ہیں اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم کا اسم ذاتی اللہ ہے اور اس اِسم کا اطلاق سوائے خدا کے کسی دُوسرے پر ہو ہی نہیں سکتا اس لئے یہ لفظ اپنے معانی کے اعتبار سے بذاتِ خود ایک تعارف ہے "اللہ" یعنی معبود اس کے بعد دوسرا جملہ "محمد رسول" ہے جو رسالتِ محمدؐ یہ کی نشاندہی کرتا ہے اور

تیسرا جملہ علی ولی ہے جس سے واضح طور پر نہ صرف یہ کہ علی کی ولایت کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ یہ حقیقت بھی سامنے آ جاتی ہے کہ ولایت جس کو بھی ملے گی علی علیہ السلام سے ہی ملے گی۔

دوسری بات اس ترتیب سے یہ واضح ہوتی ہے کہ ولی کا تعلّق علی سے ہے اور علی کا تعلق محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ہے اور محمد رسول اللہ کا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہے۔

اب جمع کرلیں

ان رُوح پرور حکمتوں سے آشنائی حاصل کرنے کے بعد آپ عشرین کے اعداد چھ سوتیس میں اس ہندسہ کی قیمت یعنی بیس اعداد مزید شامل کر لیں تو یہ اعداد چھ صد پچاس ہو جائیں گے اور ان اعداد سے جو دُوسرا جُملہ ظہور میں آئے گا وہ یہ ہے کہ پنجتن پاک خُدا کا ہاتھ ہیں۔

یعنی یدِ حق پنجتن پاک ۶۵۰ اور پھر انہی اعداد سے یہ اسمائے نُورانیہ ظہور میں آتے ہیں۔

۶۵۰ = ۴۴۸ + ۱۱۰ + ۹۲

محمد علی اہلبیت = ۶۵۰

یہاں اِس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے " علی اہل بیت محمدؐ" اور انہی اعداد سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعلّق اہلِ بیت کرام سے اس طرح ظاہر ہوتا

ہے" رَبِّ اہل بیت" بہر حال ان اعداد میں بھی خُدا اور رسول علی اور اہلِ بیت کرام کا مخصوص تعلّق متعدّد صُورتوں میں پوشیدہ ہے۔

پانچویں حکمت

پانچویں حکمت اُس پانچویں ہندسہ میں پوشیدہ ہے جو خُود بھی پانچ ہے اور تمام مجموعی تعداد کو تقسیم کرنے کے بعد ہمیشہ باقی رہتا ہے یہ ہندسہ اس سے پہلے تیسرے نمبر پر ضرب دینے کی صُورت میں بھی موجود ہے اس کے بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس میں اس قدر مضامین کے سمندر موجزن ہیں جن کا حصر واحاطہ ناممکن الامر ہے اگر خُدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو کسی دُوسرے مقام پر اس بحرِ بیکراں سے حاصل شدہ اسرار ورموز کے چند قطرات ہدیۂ قارئین کر دیئے جائیں گے مختصر یہ سمجھ لیں کہ یہ ہندسہ پنجتن پاک کی مقدّس نسبت کی وجہ سے کسی بھی صُورت سے تقسیم نہیں کیا جا سکتا اعداد خواہ کروڑوں اور اربوں کی صُورت اختیار کر جائیں مذکورہ طریقہ سے مضروب و مجموع کرنے کے بعد باقی بچنے والا یہی پانچ کا ہندسہ ہوگا اور اس کی بقا بجا طور پر پنجتن پاک کے دوام وابدیّت پر دلالت کرتی ہے۔

آخری ہندسہ چھٹی حکمت

اِس حساب میں شامل سب سے آخری ہندسہ بائیس ہے اور اس میں بھی متعدّد اسرار ورموز پوشیدہ ہیں اول یہ کہ یہ اپنے پہلے ہندسہ پانچ سے

منسلک ہے اور پانچ سے پہلے بیس کے ہندسہ سے بھی اس کی کئی قدریں مُشترک ہیں۔

پانچ کے اشتراکِ ضرب سے تو یہ ہندسہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم پاک کے ایک سو دس اعداد برآمد کرتا ہے اور بیس کے ہندسہ ہی سے مل کر اس کی یہ چند صورتیں سامنے آتی ہیں۔

اوّل یہ کہ اگر بیس کا صفر اس کے آخر پر لگا کر باقی بچنے والے دو کے ہندسہ تقسیم کر دیں تو حضرت علی کے اسمِ پاک کے ایک سو دس عدد حاصل ہو جائیں گے کیونکہ یہ ہندسہ دو سو بیس کی صورت اختیار کر جائے گا اور سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صفاتی نام مُصطفٰے کے عدد بھی دو صد بیس ہوتے ہیں علاوہ ازیں اگر اس ہندسہ کے دونوں اجزاء علیحدہ علیحدہ کر دیں تو یہ دو اور دو کی صورت اختیار کر جائے گا اور ان سے پہلا دو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم اور جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا کے رشتہ ازدواج کی دلیل بن جاتا ہے اور دوسرا دو امام حسن علیہ السلام اور امام حُسین علیہ السلام کی اُخوّت اور اُن کے جوڑا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مزید یہ کہ اِس ہندسہ کے دونوں اجزاء سے کوئی ایک جزء لے کر اُس کو تقسیم کر دیا جائے تو گیارہ کا ہندسہ حاصل ہوگا جو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے وصال پاک سنہ ۱۱ھ کے مترادف ہے

اور اگر اِس ہندسہ سے ناقابلِ تقسیم ہندسہ پانچ منہا کر دیں تو پہلی

دونوں ضربوں کے ہندسے 5+12=17 جو دوازدہ امام اور پنجتن پاک کی مجموعی تعداد کے برابر ہے اور اگر اِس سے دونوں ضربوں کے اعداد نفی کر دیں تو باقی 5=17-22 بچیں گے جو پانچ تن پاک کی تعداد کے مترادف ہیں۔

آخری نکتہ

آخر پر اِس حساب میں استعمال ہونے والے تمام ہندسوں کی مجموعی صورت اور متفرّقات کو جمع کرنے سے جن اُمور کی نشاندہی ہوتی ہے اُس کا جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

ضرب جمع اور تقسیم کرنے والے ہِندسے بالترتیب یہ ہیں۔ بارہ ، ایک ! پانچ ، بیس ، بائیس " اب اِن ہندسوں کو جمع کر لیں

12+1+5+20+22=60

اور یہ ساٹھ کا ہندسہ اِمام حُسین علیہ السلام کی شہادت کے سال ساٹھ ہجری کا مترادف ہے۔

اب تقسیم کرنے والے بیس کے ہندسہ کو چھوڑ کر جمع کریں

12+1+5+22=40

بارہ جمع ایک جمع پانچ جمع بائیس تو حاصل جمع چالیس ہے جو جنابِ حیدرِ کرّار علیہ السلام کی شہادت کے سال چالیس ھجری کے برابر ہے۔ اگر آپ تمام ہندسوں کے مجموعہ ساٹھ کو پہلی ضرب یعنی بارہ سے تقسیم کریں تو

باقی بچنے والا ہندسہ پانچ ہوگا۔ جو پانچ تن پاک سے متعلّق ہے اور اگر اسی ہندسہ ساٹھ کو دوسری ضرب یا آخر پر بچنے والے پانچ کے ہندسہ سے تقسیم کریں گے تو باقی بچنے والا ہندسہ بارہ ہوگا جو بارہ اماموں کی تعداد سے منسوب ہے

اِنہیں الفاظ پر اِس پُر حکمت کیف آگین اور وَجد آفرین مضمون کو ختم کیا جاتا ہے اور اِسمِ علی کے تینوں حروف عین لام اور یے کے متعلّق چند دِلچسپ حقائق قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

علی کی عَین

امیر المومنین جنابِ علی علیہ السلام کے اسمِ پاک میں پوشیدہ حقائق و دقائق کا احاطہ وحصر کرنے کی طاقت کس انسان میں ہو سکتی ہے جبکہ یہ نام براہِ راست اللہ تعالیٰ ہی کے اسمائے گرامی سے ایک ہے۔

اسمِ علی اپنے معنی کے اعتبار سے بھی اِس قدر بُلند و بالا ہے کہ انسانی عقل وفکر کی وہاں تک رسائی ناممکن الامر اور محال قطعی ہے۔ اِس لئے مُجھے اِس سلسلہ میں اپنے تہی دامن ہونے کا مکمل طور پر احساس بھی ہے اور اعتراف بھی۔

چنانچہ محض حصولِ برکت کے لئے ''اسمِ علی'' کے متعلّق چند وہ اسرار ورموز ھدیۂ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو خود اُن کے اپنے

ہی عطا فرمودہ ہیں۔ جو علم و عرفان کا ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر اور علم کے شہر کا دروازہ ہیں" کیونکہ اِس خاندانِ عالیہ کی خاندانی روایت ہی یہ ہے کہ !

خُود بھیک دیں اور خُود ہی کہیں منگتے کا بھلا ہو

بہر حال سب سے پہلے آپ، آپ کے نامِ مقدّس کے پہلے حرف "عین" کے متعلق چند حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

حروفِ ابجد کے اعداد کے مطابق "ع" کے عدد ستّر ہوتے ہیں اور اِسی حساب سے لفظ "کُن" کے عدد بھی ستّر ہی ہوتے ہیں یعنی "ک" بیس اور "ن" کے پچاس اِن دونوں کا مجموعہ ستر ہے۔

"عین" اور "کُن" کے اعداد کے برابر ہونے سے قارئین اپنے ذوق کے مطابق نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں" کہ "عین" ظہورِ "کُن" ہے یا "کُن" ظہورِ "عین" ہے یا اِن میں سے کوئی ایک تصوّر کر لیں کہ عین کُن ہے یا کُن عین ہے اور اگر مجھ سے پوچھنا ہے تو پھر میرا خیال یہ ہے کہ عین کُن ہے اور کُن عین ہے۔

علی کی عین ظاہر کرتی ہے کہ آپ ظہورِ کُن فکاں ہیں حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ایک ارشاد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور علی میرے نُور سے ہیں اس حقیقت کے پیشِ نظر یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضور سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وجہہ کُن فکاں ہیں اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم ظہورِ کُن فکاں ہیں۔

لیکن اس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھنا ہو گا کہ ارشاد کُن کے وقت شانِ علی کا ظہور ہوا ہے نہ کہ ذاتِ علی کا کیونکہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم کا وجود کُن فرمانے سے پہلے بھی موجود تھا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو جناب علی کریم کی اولاد در اولاد ہونے کے باوجود پیر گولڑہ یہ نہ فرماتے کہ،

کُن فیکُون تے کل دی گل اے اساں اگے ای پریت لگائی

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ "کُن" کا زمانہ شانِ علی کے ظہور کا زمانہ ہے اور آپ اُس وقت بھی ذکر کئے جاتے تھے جب اِنسان نا قابلِ ذکر چیز تھا اور لَمْ یَکُنْ شَیْئاً مَذْکُوْرًا کے زُمرہ میں آتا تھا آیتِ کریمہ ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِ نْسَانِ حِيْنٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئاً مَذْكُوْرًا.

﴿سورۃ الدہر آیت اپ ۲۹﴾

یعنی بے شک آدمی پر ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب کہ کہیں اُس کا ذکر ہی نہ تھا۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسّرین کرام نے لکھا ہے کہ

"اِنسان سے مراد حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس ہے"

گذشتہ اوراق میں اس قسم کی متعدد روایات نقل کی جا چکی ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میں اور علی نور کی

صُورت میں تخلیقِ آدم سے چودہ ہزار برس پہلے اللہ تبارکؑ وتعالیٰ کی تحمید و تقدیس بیان کرتے تھے اس روایت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے لے آئیں۔

فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ

یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا

اَب اس بدیہی حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں اگر مُصطفٰے ومُرتضٰی علیہما الصّلوٰۃ والسّلام کا نُورِ مقدّس اللہ تبارکؑ وتعالیٰ کا ذکر اُس وقت کرتا تھا جب انسان ابھی لَمْ يَكُنْ شَيْئاً مَذْكُورًا تھا تو یقینی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اپنی سنّت کے مطابق اپنا ذِکر کرنے والوں کا ذِکر کرتا ہوگا۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ ''سورۃ الدھر شریف'' کی پہلی آیت ہے اور اس آیت کا پہلا دو لفظی جملہ ھل اتٰی ہے اور لفظ ''ھل'' عام طور پر سوالیہ فقروں کی ابتداء کرتا ہے جبکہ اس مقام پر جمہور مُفسّرین کے نزدیک یہ لفظ قدْ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی یقیناً یا بے شک انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ اس کا کہیں ذکر نہیں تھا۔

اور یہ جملہ ''ھل اتٰی'' سیدّنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ پاک سے منسوب ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ علی کریم علیہ التحیۃ والثناء کی ذاتِ بابرکات وہ ذات ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

اگر چہ بظاہر اس سورۂ مقدّس کی چند آیات جناب حیدر کرّار اور آپ کے خاندانِ مُقدّس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن عُلماء کے نزدیک یہ سورۃ پاک ابتداء سے ہی حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی ذات سے منسوب ہے جس کی تفصیل کسی دُوسرے مقام پر پیش کی جائے گی یہاں صرف دو شعر پیش کیے جاتے ہیں پہلا شعر ترجمانِ اہلِ سُنّت علامہ اقبال علیہ الرّحمۃ کی جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں لکھی گئی نظم کا ہے

بانوئے آں تاجدارِ ''ھَل اَتیٰ''
مُرتضیٰ مُشکل کُشا شیرِ خُدا

﴿مثنوی اسرار و رموز اقبال﴾

دوسرا شعر اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ہے جو آپ نے جناب حیدر کرّار کے حضور میں اِستغاثہ کی صورت میں پیش کیا ہے

اے تنت را جامہ پُر زَر جلوۂ باری عبا
اے سرت را تاجِ گوہر ''ھَل اَتیٰ'' امداد کُن

بہر حال بتانا یہ تھا کہ آپ اس لئے ہی تاجدارِ ''ھل اتیٰ'' ہیں کہ اُس وقت بھی صُورتِ مذکُور موجود تھے جب انسان لم یکن شیأً مذکورا کے زمرہ میں آتا تھا اور کُن کا زمانہ آپ کی ''عَین'' کے ظہور کا زمانہ ہے جبکہ ذاتِ علی اس زمانہ سے پہلے بھی موجود تھی لہٰذا یہی درست معلوم ہوتا ہے کہ شانِ علی کے ظہور کے زمانہ کے وقت کُن کے پورے اعداد آپ کے نام پاک کی تہن

میں موجود ہیں اور یہ عین اپنے اعداد کے اعتبار سے اُس زمانہ کی نشاندہی کرتی ہے جب آپ کی شانِ علیٰ کا ظہور ہوا۔

علی کی لام

اگر چہ علی کی عین میں چھپے ہوئے متعدد حقائق و معارف اور اسرار و رموز بیان کرنا ابھی باقی ہیں تاہم ترتیب مضمون کے لحاظ سے ضروری تھا کہ پہلے جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک میں آنے والے دوسرے حرف "لام" کے متعلق بھی تھوڑی سی وضاحت کردی جائے۔

علی کے نام میں "عین" کے بعد آنے والے حرف "لام" کے اعداد بحسابِ ابجد تیس ہوتے ہیں اور یہ اعداد آپ کے اُس زمانہ کی نشاندہی کرتے ہیں جس زمانہ میں آپ اِس دُنیا میں تشریف لائے کیونکہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عُمر مبارک پیدائشِ علی علیہ السلام کے وقت تیس سال تھی۔

ان ہر دو حروف "ع اور ل" سے جواب تک ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ذات علی کُن سے پہلے موجود تھی ظہورِ شانِ علی کُن کے وقت ہوا اور ولادتِ علی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تیس سال بعد ہوئی

علاوہ ازیں "علی" کے اسمِ پاک میں آنے والی یہ "لام" متعدد

طرائق سے آپ کی ذات سے وابستہ معلوم ہوتی ہے مثلاً آپ کے القاباتِ مبارکہ میں دو مشہور لقب یداللہ اور وجہُ اللہ آتے ہیں اگر ان ہر دو القابات میں لفظ علی کی ل کے اعداد شامل کر دیئے جائیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسمِ پاک علی کے ہی اعداد مُبارک بن جاتے ہیں مثلاً یداللہ کے اعداد یہ ہیں۔

۸۰ = ۵ + ۳۰ + ۳۰ + ۱ + ۴ + ۱۰

ی د ا ل ل ہ = یداللہ

اب ان میں لام کے تیس عدد شامل کر لیں تو ایک سو دس عدد بن جائیں گے جو جناب علی علیہ السلام کے نام کے عددوں کے برابر ہیں اِسی طرح آپ کے دُوسرے لقب وجہ اللہ کے متعلق دیکھیں۔

۸۰ = ۵ + ۳۰ + ۳۰ + ۱ + ۵ + ۳ + ۶

و ج ہ ا ل ل ہ = وجہ اللہ

اب اس لام کے تیس عدد جمع کریں تو علی کے اعداد کے برابر ایک سو دس ہو جائیں گے اور اگر فاطمہ کے پہلے حرف ف میں اسی حرف لام کے عدد جمع کر دیں تو جب بھی ف ۸۰۔ ل ۳۰۔ ایک سو دس اعداد حضرت علی کے اعداد کے برابر بن جائیں گے۔

اس قسم کی بے شمار حکمتیں اور بھی آپ کے نام کے حرف لام ہیں موجود ہیں جن کا آپ کی ذات سے بھی گہرا تعلّق ہے آپ اس حرف لام کے

تیس اعداد اگر آپ کے نام کے حرف ''عین'' سے منہا کر دیں تو آپ کی شہادت کا سال ظاہر ہو جاتا ہے۔ ع ۷۰۔ ل ۳۰ سنہ ۴۰ھ

اور اگر اس حرف ''لام'' کو علی کے آخری حرف ''ی'' سے ملا دیا جائے تو لفظ ''لی'' ظہور میں آ جائے گا جو اپنے اعداد کے مطابق جناب علی کریم کی شہادت کے سال سنہ ۴۰ھ کے مترادف ہے اور اگر اس ''لی ۴۰'' کے اعداد آپ کے اسم گرامی کی عین کے اعداد سے نکال دیں تو آپ کی ولادت کے سال کا ظہور ہو جاتا ہے یعنی ولادتِ مصطفٰے سے تیس سال بعد اور اس لفظ لی کے اعداد سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ظاہر طور پر اسی وقت اسلام قبول کر لیا تھا جس وقت حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثتِ مبارکہ ہوئی کیونکہ حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عمر مبارک اس وقت ٹھیک چالیس برس کی تھی جب آپ کو ظاہر طور پر خلعتِ نبوّت سے سرفراز فرمایا گیا جب کہ لفظ لی کے عدد بھی چالیس ہی ہیں۔

علاوہ ازیں حرف ''لام'' کو جناب علی علیہ السلام کے لقب وَجْہُ اللہ کی ابتداء میں شامل کریں تو لِوَجْہُ اللہ بن جائے گا جس کا مطلب ہے کہ کائناتِ عالم میں جو کچھ بھی ہے وَجْہُ اللہ کے لئے یعنی علی علیہ السلام کے لئے ہے اور اگر وجہہ کے ضمہ کو کسرہ میں تبدیل کر دیا جائے تو لِوَجْہُ اللہ کے عدد بھی نام علی کے اعداد کے برابر ایک سو دس ہیں جبکہ لِوَجْہِ اللہ کے عدد بھی اتنے ہی ہوتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کا جو کچھ ہے وہ علی

کے لئے ہے اور علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا جو کچھ ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے۔

علیؑ کی "ی"

جناب علی علیہ السلام کے اسمِ پاک کے آخر میں آنے والا حرف "ی" ہے اور بحسابِ ابجد اس کے عدد دس ہیں اور دس کے ہندسہ کو ہی قرآن مجید کے مطابق کامل ہندسہ قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ اس ہندسہ سے بھی یہ وضاحت ہوتی ہے کہ جب حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ ہوئی تو حضرت علی کی عُمر مبارک اس وقت دس سال تھی جناب علی علیہ السلام کے اسم گرامی کے تینوں حروف کی اس تشریح کے پیشِ نظر جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ "ع" سے ظاہر ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس زمانہ کن سے پہلے موجود تھی اور کن کے وقت آپ کی شان کا ظہور ہوا "ل" سے ظاہر ہے کہ آپ کی ولادت حضور سرورِ کونین کے تیس سال بعد ہوئی "ی" سے ظاہر کے بعثتِ مصطفٰے کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔

ل اور ی دونوں کے مجموعہ سے آپ کی شہادت کے سال کا ظہور ہوا کہ چالیس ہجری تھا۔

عین کی مزید وضاحت

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اسم علی کی "ع" کی مزید وضاحت کی جائے

گی چنانچہ اہلِ محبّت حضرات کے لئے مزید چند نکات پیشِ خدمت ہیں۔

اوّل یہ کہ حرف عین اعداد کے اعتبار سے کُن کا مترادف ہے اور کُن کے وقت ہی ظہورِ کائنات ہوا اور ظہورِ کائنات دَر حقیقت ظہورِ ربوبیّت ہے اور اس ظہور ربوبیّت کا سبب حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا نُورِ اقدس ہے اور اس نور کی فرع جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا نُور مبارک ہے اور مُصطفےٰ و مرتضےٰ علیہما الصلوٰۃ کے نُور کے سبب سے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ربوبیّت کا اظہار فرمایا اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ محمد ۹۲ اور علی ۱۱۰ کے اعداد بحساب ابجد دوسودو ہیں جبکہ لفظ ''رَبّ'' کے عدد بھی دوسودو ہیں۔

﴿دوئم﴾ یہ کہ عین ''آنکھ'' کو بھی کہتے ہیں اور جب تک اس عین یعنی آنکھ کا تعلق علی کی عین سے نہیں ہوگا رموز واَسرارِ خداوندی کا مشاہدہ نہیں ہو سکے گا اور عجیب بات ہے کہ آنکھ کو عربی میں عین کہتے ہیں جبکہ ہندی اور پنجابی وغیرہ میں نَین کہتے ہیں اور جب کہ لفظ ''نَین'' کے اعداد بحُروفِ ابجد عین اسمِ علی کے مطابق یعنی ایک سودس ہیں۔

۱۱۰ = ۵۰ + ۱۰ + ۵۰

نین = ن ی ن

﴿سوئم﴾ یہ کہ لفظِ ''عین'' اپنے ایک معنےٰ کے اعتبار سے غیریت کی ضد بھی ہے لہٰذا ''علی'' اور حق میں مغائرت کا تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ علی عین حق ہے اور حق عین علی ہے اور حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا یہ فرمان اس پر شاہدِ عدل ہے کہ حق اُدھر ہی ہوگا جدھر علی ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ عَلِیٌ مَعَ الحَقّ اور حَقٌّ مَعَ العَلِی ہے۔

یعنی علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ ہے اور اگر ہم حق کی اس معیت و مع کے بجائے ''ب'' کے صورت میں لے آئیں تو لفظ ''بحق'' بن جائے گا۔

کیونکہ ''ب'' کے معنی بھی ساتھ کے ہیں یعنی حق کے ساتھ اور جب اِس لفظ بحق کے اعداد حاصل کریں گے تو جناب علی علیہ السلام کے اعداد کے برابر ایک سو دس بن جائیں گے۔

۲ + ۸ + ۱۰۰ = ۱۱۰

ب ح ق = بحق

﴿چہارم﴾ یہ کہ اسمِ محمد کے پہلے حرف ''میم'' کے اور ''علی'' کے پہلے حرف ''ع'' کے اعداد کے اِشتراک سے بھی حضرت علی کے اسمِ پاک کے اعداد کے برابر ایک سو دس عدد حاصل ہوتے ہیں۔

۴۰ + ۷۰ = ۱۱۰

م ع

اور یہ حقیقت ان ہر دو عظیم ترین ہستیوں کی ازلی اور ابدی معیّت پر دال ہے۔

اگر اسی ''م'' کو ''علی'' کے آغاز میں لگا دیں تو ''معلّی بن جاتا ہے

اور اگر آخر پر لگائیں تو ''علیم'' بن جائے گا جبکہ اسی ''میم'' کو علی کی ''عین'' اور ''لام'' کے درمیان لگانے سے تصویر ''عمل'' بن جاتی ہے اور یہی ''میم'' ''عین'' اور ''لام'' کے بعد شامل کرلیں تو ظہورِ ''علم'' بھی ہو جائے گا اور علی کا علم بھی مل جائے گا اور اگر آخری دونوں لفظوں کی اسی صورت کے ساتھ علی کے آخری حرف ''ی'' کو بھی ملالیں تو جناب علیؑ کرّم اللہ وجہہ الکریم کی ''عملی دنیا اور ''علمی'' دسترس کا عکسِ جمیل سامنے آجائے گا۔

نیز یہ کہ اگر علی کے عین اور لام کو محمد کی دونوں میموں کے درمیان لے آئیں تو مُعلّم بن جائے گا اور اگر علی کے عین اور لام کے درمیان مُحمّدؐ کے حرف دال کو لگا دیں تو عدل کی صُورت اختیار کر جائے گا اور اگر محمد کے حرف دال کو علی کے حرف لام سے ملا دیں تو ایمان کا دِل بن جاتا ہے۔

اگر محمد کے م اور ح کے آخر پر علی کا لام لگا دیں تو محلّ نبوّت کی صورت بن جائے گی اور اگر علی کی یہی لام محمد کی ح اور میم کے درمیان لے آئیں تو ''حلمِ رسالت کا مظہر اتم بن جائے گا۔

اگر محمد کی ح اور م کے درمیان علی کے دونوں آخری حروف کا مجموعہ ل اور ی لی لگا دیں تو حلیم بن جائے گا اور اگر علی کے اسی لفظ لی کے اعداد جمع کرلیں تو محمد کا میم ۴۰ بن جائے گا۔

مدارجِ تصوّف

شریعتِ مطہرہ تصوّف کا پہلا زینہ بھی ہے اور تصوّف کے تمام تر مدارج کا مخزن و محور بھی۔ بغیر شریعت مطہرہ کی پابندی کے امرِ محال ہے کہ انسان اپنے مالک و معبود تک رسائی حاصل کر سکے۔

کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ طریقت و حقیقت ہو یا معرفت ان سب مقامات و مدارج کی طرف راہنمائی شریعت ہی کرتی ہے۔

اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ طریقت و حقیقت اور معرفت کا حصول شریعتِ مطہرہ کے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر ہی ہوگا

تاہم شریعت نے انسان کو قُربِ خداوندی کے حصول کے لئے جن منزلوں سے آگاہ کیا ہے اس میں پہلی منزل طریقت دوسری حقیقت اور تیسری معرفت ہے اور صوفیائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے۔

اب آپ ان تمام مدارج کے ساتھ جناب علی علیہ السلام کا مخصوص تعلق کا مشاہدہ فرمائیں۔

شریعت

اس میں جناب علی کریم علیہ السلام کے اسم پاک کے دو حرف ی اور ع درمیان میں آئے ہیں اور اپنے لاحقے سابقے میں پوشیدہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اہلِ شریعت جناب علی علیہ السلام کی واضح اور کھلی کھلی معرفت حاصل

کرنے سے معذور ہیں۔

طریقت

لفظ طریقت میں بھی جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک کے مکمل ترین اعداد ایک سودس طریقت کی ی اور ق ﴿ی ۱۰﴾ اور ﴿ق ۱۰۰﴾ میں موجود ہیں لیکن یہ بھی اپنے لاحقے سابقے کے حروف میں پوشیدہ ہیں تاہم اس مقام پر انسان کو عرفانِ علی علیہ السلام حاصل کرنے کی لگن پیدا ہو جاتی ہے۔

حقیقت

لفظ حقیقت میں جناب علی علیہ السلام کے اسم گرامی کے ایک سودس اعداد صرف ایک حرف ''ح'' کے پردے میں پوشیدہ ہیں جبکہ طریقت میں آپ کے نام کے ان اعداد والے حروف سے پہلے دو حرف آئے ہیں۔

لہٰذا اس مقام پر مزید ایک حجاب اُٹھ جاتا ہے اور معرفت علی علیہ السلام کی منزل قریب ہو جاتی ہے اس لفظ میں اعداد والے حروف ق ۱۰۰ اور ی ۱۰ ہیں اور ان سے بھی ایک سودس عدد برآمد ہوتے ہیں۔

معرفت

یہ وہ مقام ہے جو اپنے عرف کی وجہ سے بھی معرفت علی پر دلالت کرتا ہے تاہم اس کے پہلے دونوں حروف ''م ۴۰'' اور ''ع ۷۰'' میں واضح طور پر

اسمِ علی کے اعداد موجود ہیں اور ان حروف سے اِبتداء میں آنے والے کسی ایک حرف کا بھی حجاب نہیں اور یہ معرفت ہی معرفت ہے۔

اِعترافِ حقیقت

اِس اظہارِ حقیقت کے بعد ہم اعترافِ حقیقت کے طور پر اپنے قارئین کو واضح طور پر بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اِس مضمون میں جو دِلچسپ اور معلومات افزا نکتہ آفرینیاں کی ہیں یہ جناب علی علیہ السلام کے اسمِ پاک میں پوشیدہ اسرار و رموز اور لطائف و معارف کے سمندر سے ایک قطرہ بھی نہیں اور یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مضمون میں ہمارا مقصد محض الفاظ سے کھیلنا نہیں تھا بلکہ ہمارا مقصد فی الحقیقت صرف اہلِ محبّت حضرات کے لئے چند ایسے لطائف پیش کرنا تھا جن سے محبّانِ حیدرِ کرّار کے دِلوں کو نُور اور آنکھوں کو سرور حاصل ہوتا رہے۔

آخر پر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جب اسمِ علی علیہ السلام کی پُوشیدہ حِکمتوں سے مکمّل آگاہی ناممکنات سے ہے تو پھر آپ کی ذات کی معرفتِ تامہ حاصل کر لینے کا دعویٰ کون کر سکتا ہے۔ بس،

وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

وما علینا الا البلاغ المبین

تربیّت

علی آغوشِ مُصطفےٰ میں

قسیم الجنّۃ والنّار، ابوالحسنین، اِمام المشارق والمغارب، غالب علیٰ کُلّ غالب، سیّد العرب والعجم، اَخِ رسول، زوجِ بتُول، منبع اِمامت مرکزِ کرامت۔ تاجدارِ ولایت، اُمیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیّتِ مبارکہ آپ کی پیدائش مبارکہ سے لے کر اِمام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال مبارک تک آپؐ ہی کی آغوشِ رحمت ورأفت میں اور آپ کے زیرِ سایہ ہوئی ہے خُداوندِ قدّوس جلّ مجدہٗ الکریم نے ازل ہی سے جناب شیرِ خُدا سیّدنا علی عَلَیْہِ السّلام کے لئے یہ اعزاز مخصوص کر رکھا تھا اور اللہ تبارکؔ وتعالیٰ کا عطا کردہ یہ اِتنا بڑا اعزاز ہے کہ سوائے مولا مُشکل کُشا عَلَیْہِ السّلام کے کسی دُوسرے کو نصیب نہیں تاجدارِ ھَل اَتیٰ عالم دُنیا میں تشریف لاتے ہیں تو سب سے پہلے زیارتِ محبوب ہی کے لئے آنکھیں کھولتے ہیں اور عالمِ دُنیا میں آکر سب سے پہلے اگر کسی چیز سے کام ودہن کی تواضع کرتے ہیں تو وہ محبوبِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا لعابِ دہنِ مبارک تھا۔

علی کے دھن میں زبانِ نبی ہے

حضور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اکثر مولائے کائنات کے عالمِ شیر خوارگی میں اپنی زُبان مبارک اُن کے منہ میں ڈال دیتے اور تاجدارِ ولایت بڑے مزے سے محبوب اقدس کی زبان مبارک کی شیرینی سے لُطف اندوز ہوتے رہتے جناب اِمام الانبیاء اَمام الاولیاء کو آغوشِ رحمت میں لے کر لوریاں سُنا رہے ہوتے اور وہ لذّات و کیفیّات میں ڈُوب کر جھوم رہے ہوتے۔

میرا بھائی میرا ناصر

سبحان اللہ کس قدر اَرفع و اعلیٰ مقام ہے جناب حیدرِ کرّار کا جن کو کھیلنے کے لئے آغوشِ مصطفیٰ اور چوسنے کے لئے زبانِ مصطفیٰ ملی ہو کتابوں میں آتا ہے کہ جب امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنی آغوشِ رافت میں لیتے تو سینے سے چمٹا کر یہ ارشاد فرماتے۔

یہ میرا بھائی اور ولی ہے یہ میرا ناصر اور صفی ہے۔

ویحمله علیٰ صدره ویقول اخی و ولی و ناصری وصفی. ﴿الخ﴾

عبارت ملاحظہ فرمائیں!

وقال امه اجعلی مهده بقرب فراشی و کان یلی

اکثر تربیته و یطهره فی وقت غسله و یوجره
اللبن عند شربه و یحرک مهده عند نومه ویناغیه
فی ایقظتهویحمله علی صدره ویقول اخی و ولی
و ناصری وصفی.

ماخوذ ینابیع المودة اور سیرتِ حلبیہ وغیرہ

علی کا دل ہیں بہلاتے محمد

حضور تاجدارِ انبیاء سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین تاجدارِ دو عالم جناب حیدر کرّار شیرِ خُدا علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ بچپن ہی سے مخصوص قسم کی محبّت فرمایا کرتے وہ خاص محبّت جو صرف اور صرف والدین ہی اپنی اولاد سے کر سکتے ہیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور تاجدارِ اَنبیاء علیہ تحیّۃ والثّناء جس قسم کی شفقت و محبّت حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے تھے اس قسم کی محبّت والدین کی طرف سے بھی کم ہی بچّوں کو نصیب ہوتی ہو گی چُنانچہ کُتبِ تواریخ وسیرٗ میں آتا ہے کہ !

نشا امیر المؤمنین علی علیه السلام فی حجر
رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم وتادب
بآدابه وربیٰ تربیةو ذالک انه لماولدا حبه
رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم حباً شدیدًا

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اکثر معمول تھا کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گود میں اُٹھا کر مکّہ معظّمہ کے پہاڑوں کی گھاٹیوں پر لے جاتے اور وہاں جا کر اُن کا دل بہلاتے رہتے۔

و كان يحمله دائما ويطوف به جبال مكة و شعا بها.

متذکرہ بالا روایت سیرتِ حلبیہ کے علاوہ دیگر متعدّد کتبِ سیَر میں بھی موجود ہے بہر حال قارئین اندازہ فرمائیں کہ تمام کائنات ارضی وسماوی میں کون ایسا خُوش نصیب ہو گا جسے تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی آغوشِ رحمت میں اُٹھا کر بچپن کا پورا زمانہ ہر روز سیر کراتے رہے ہوں۔

یہ درست ہے کہ دنیا بھر کے سلاطین وامراء کے بچّے اعلیٰ سے اعلیٰ کھلونوں کے ساتھ کھیلتے ہونگے ان کی سَیر وتفریح اور کھیلنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ گاڑیاں بھی بنوائی جاتی ہوں گی مگر آغوشِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں کھیلنے کی راحت و سعادت کا موازنہ دُنیا کی کس چیز سے کیسے کیا جا سکتا ہے؟

نیند کیسے آتی تھی

راحتہ ذی الصلابہ فی محبۃ الصحابہ میں ہے کہ جناب حیدرِ کرّار بچپن پاک میں رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زبان مبارک چوستے چوستے ہی سو جاتے تھے بلکہ جب آپ کے لئے دایا کا انتظام کیا گیا تو جناب

حیدرِ کرّار نے اُس کے پستان کی طرف سے منہ موڑ لیا اتنے میں حضور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لے آئے تو اپنی زُبان مبارک اُن کے منہ میں ڈالی تو انہوں نے زُبانِ مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور سو گئے اور پھر اکثر ایسا ہی ہوتا رہا جب تک خدا تعالیٰ نے چاہا۔

ثم اتت القسمه لسا نه فما ذال علی یمصه حتی نام فلما کا ن من الغد طلبنا لا تطیر فا بیٰ ان یقبل ثد با فد عو نا محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم فا لقمه لسا نه فنام فکان کذا لک ما شاء اللّٰہ۔

سوالِ ابو طالبؑ

ایمان و حکمت کے خزانے

موفق احمد بسند ہ روایت بیان کرتے ہیں کہ محمد بن کعب نے روایت بیان کی ہے۔

علاّمہ سُلیمان حنفی قندوزی علیہ الرحمۃ موفق بن احمد کی سند سے روایت لائے ہیں کہ محمدؐ بن کعبؒ نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اِس حال میں دیکھا کہ آپ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے دہن مبارک میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال رہے تھے یہ دیکھ کر حضرت ابو طالبؑ نے بارگاہِ رسالت مآب صلّی اللہ

علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ اَے میرے بھائی کے بیٹے آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

حضور تاجدار انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا چچّا جان میں اپنے لعابِ دہن مبارک کے ذریعہ سے علی کو ایمان وحکمت کے خزانے ودیعت فرما رہا ہوں!

اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عُمر اس وقت چھوٹی تھی تاہم جنابِ ابو طالب نے جنابِ حیدرِ کرار کو ارشاد فرمایا کہ اَے بیٹے اپنے ابنِ عمّ کے ناصر اور وزیر بنے رہنا۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

عن موفق بن احمد بسنده عن محمد بن کعب قال رأی ابو طالب النبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم یتفل فی فم علی ای یدخل لعاب فمه فی فم علی، فقال ما هذا یا ابن اخی؟ فقال ایمان وحکمة ، فقال ابو طالب لعلی یابنی انصر ابن عمک ووازره

﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۴۳﴾

کیا یہ اعتراض ہو سکتا ہے ؟

مُتشدّدین کے فرسودہ اَذہان اس مقام پر یہ اعتراض وارد کر سکتے ہیں

کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم کو بچپن کے اس زمانہ میں جناب ابو طالبؓ نے اس قسم کی نصیحت کیوں فرمائی جبکہ ابھی سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بظاہر اعلان نبوّت رسالت بھی نہیں فرمایا تھا۔

اگر تنقید برائے تنقید کرنا ہی مقصود ہو تو پھر کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں مل سکتی جسے ہدفِ تنقید نہ بنایا جا سکتا ہو البتّہ اگر کوئی شخص حقائق کی جُستجو اور اطمینانِ قلبی کے لئے آمادۂ تحقیق ہو تو اُسے بغیر کسی اُلجھن کے گوہرِ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

بہرحال زیبِ عنوان روایت میں حضرت ابو طالبؓ نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو بچپن میں جو ناصحانہ الفاظ کہے یہ وہی الفاظ ہیں جو حضور سرکار دو عالم رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اکثر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گود میں لیتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا بھائی ناصر اور ولی ہے۔

علامہ سُلیمان حنفی قندوزی رحمۃ اللہ علیہ جنابِ شیرِ خُدا حیدر کرّار سیّدنا علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم کا ایک خُطبہ نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا!

تُم اس قدر و منزلت اور قربت و قرابت خصوصی کو جو مُجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے تھی اچھی طرح جانتے ہو میں وہ ہوں جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُس وقت سینے سے لگایا اور گود میں کھلایا جب

میں بچہ تھا آپ بستر پر مجھے اپنے ساتھ سلاتے اور میری حفاظت فرماتے آپ کا جسدِ اطہر میرے جسم سے مَس ہوتا تھا میں آپؐ کا مشک بیز و معطّر پسینہ سونگھا کرتا تھا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ پہلے غذا کو خود چباتے اور پھر مجھے کھلاتے تھے آپ نے نہ تو کبھی میری کسی بات کو جھٹلایا اور نہ ہی میرے کسی کام میں دھوکہ دیکھا۔

میں وہ ہوں جسے اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے اُس وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ ملا دیا جب میرا شیر خوارگی کا زمانہ ختم ہی ہوا تھا اور میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پیچھے پیچھے اس طرح چلتا تھا جس طرح اپنی ماں کے نقشِ قدم پر چلنے والا وہ بچہ جس کا دُودھ چھڑا دیا گیا ہو"

﴿ینابیع المودۃ ص ۱۲۱﴾

گذشتہ روایت صاحبِ سیرتِ حلبیہ نے علامہ زمخشری کی کتاب خصائص سے اس طرح نقل فرمائی ہے۔

وفی خصائص العشرة للزمخشری ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم تولی تسمیة بعلی وتغذیة ایامًا من ریقه المبارک بمص لسانه فعن فاطمة بنت اسد ام علی رضی اللّٰہ عنها انها قالت لما ولدته سماه علیا وبصق فی فیه ثم انه

القمه لسا نه فما ذال یمصه حتی نام.

قالت فلما کان من الغد طلبنا له مرضعة فلم یقبل ثدی احد فد عو نا له محمد ا صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم فالقمه لسا نه فنام فکان کذا لک ما شاء اللّٰه عزو جل.

﴿سیرت حلبیہ جلد اول ص ۲۳۲ مطبوعہ مصر﴾

محبّت کی عظیم مثال

علیٰ ہٰذا القیاس مشیّت کا یہ پروگرام ازل ہی سے مرتّب شُدہ تھا کہ جناب حیدر کرّار کی مکمّل ترین تربیت تاجدارِ انبیاء حضور رسالت مآب صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہی زیرِ سایہ ہو لہٰذا تقریباً ہر روز امام الانبیاء صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت علی کو دیکھنے کے لئے جناب ابو طالب کے گھر تشریف لاتے چونکہ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کے بعد حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کے گھر ہی تشریف لے گئے تھے لہٰذا آپ کو حضرت ابوطالبؑ کے گھر آنا پڑتا تھا مگر آپ کی خواہش یہ تھی کہ جناب علی کرّم اللّٰہ وجہہ الکریم کسی لمحہ بھی آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہیں چنانچہ جب حضرت علی کرّم اللّٰہ وجہہ الکریم کی عُمر مبارک تقریباً پانچ سال کی تھی آپ کو اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایسا موقع فراہم کر دیا کہ حضرت علی ہمہ وقت آپ ہی کی زیرِ نگرانی اورزیرِ تربیّت آ گئے۔

قُدرتِ الٰہیہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی بہتری اور خیر کا جوارداہ فرما چکی تھی اُسے پُورا فرمانا چاہتی تھی اوران کواپنے خاص انعامات و اکرامات سے نوازنا چاہتی تھی۔

عن مجاھد بن جبیر بن ابی الحجاج قال کان من نعمۃ اللّٰہ علیٰ علی ابن ابن طالب رضی اللّٰہ عنہٗ و مما صنع اللّٰہ لہ و ارادہ من الخیر۔

﴿روض الانف شرح سیرت ابن ہشام للسہیلی جلد اول ص ۱۶۶﴾

حضرت عباسؓ کو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

اور پھر خالق کائنات جلّ مجدہٗ الکریم نے مُصطفٰی و مُرتضٰی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کو ایک ہی گھر میں جمع فرمانے کے جو اسباب پیدا فرمائے اُن کے متعلّق اَحادیث وسِیَر کی متعدّد معتبر کتابوں میں اس طرح آتا ہے کہ ایک دفعہ مکہ معظّمہ زاداللہ شرفھا میں انتہائی شدید قحط پڑا خشک سالی اور قحط سالی کی وجہ سے کثیر العیال لوگوں کی تو کمر ہی ٹوٹ گئی اور انہیں اس قحط نے انتہائی کمزور کردیا تھا چونکہ حضرت ابوطالبؑ بھی کثیر العیال تھے لہٰذا رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے چچاؓ حضرت عباس ابن عبدالمُطلّب جو کہ بنو ہاشم میں امیر ترین شخص تھے سے فرمایا کہ عمِ مُحترم قحط کی وجہ سے جو مصیبت لوگوں پر پڑی ہے وہ آپ پر ظاہر ہی ہے آپ کے برادرِ مکرّم جناب ابوطالبؑ کثیر العیال ہیں چلئے ان کے گھر چل کر ان کا کچھ نہ کچھ

بوجھ ہلکا کر دیں ایک بچہ آپ لے آئیں اور ایک بچہ ہم لے آتے ہیں اور ان
دونوں بچوں کی پرورش ہم دونوں کے ذمہ ہوگی حضرت عباس رضی اللہ عنہ
نے آپ کے ارشادِ عالیہ کو بخوشی تسلیم کر لیا چنانچہ آپ اُن کو ساتھ لے کر
حضرت ابو طالبؑ کے پاس تشریف لائے اور اپنا مطلب بیان فرمایا جناب
ابو طالبؑ نے کہا کہ جیسے آپ کی مرضی آپ عقیل اور طالب کو میرے پاس
رہنے دیں اور دُوسروں کو جیسے چاہیں لے جائیں چنانچہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ
وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور حضرت عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے۔

اور یوں سیدّنا حیدرِ کرّار ربِّ ذوالجلال والاکرام کی توفیق اور
فضل وکرم سے باپ کے گھر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلّم کی زیرِ تربیت آ گئے حتیٰ کہ آپ نے اعلان نبوّت فرمایا تو حضرت علی
نے آپ کی اِتباع کی اور آپ پر ایمان لائے۔

وذالک انہ لما اصاب اھل مکۃ جدب و قحط
اجحف بذی المرؤۃ واضرب ذیِ العیال قال
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم لعمہ
العباسِ رضی اللّٰہ عنہٗ وکان من السیر بنی ھا شم
یا عمِ انِ اخاک ابا طالب کثیر العیال و قد
اصاب الناس ما تری فا نطلق بنا الی بیتہ لنحفف

من عيا لـه عنه فتاخذا نت رجلا و انا آ خذ رجلا فنكفلهما عنه فقال العباس افعل فانطلقا حتیٰ أتیا ابا طا لب اذا تر کتهما عقیلا وطا لبا فا صنعا ما شئتما فا خذ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم علیاً فضمه الیه و اخذ العباس جعفر افضمه الیه فلم یز ل علی رضی اللّٰه عنهٗ مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم حتی بعث النبی صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم فاتبعه علی رضی اللّٰه عنهٗ و آمن بہٖ و صد قه.

﴿زرقانی علی المواهب جلد ۱ ص ۲۴۱ روض الا نف سهیلی ج ۱ ص ۱۶۳﴾
﴿مشجر الا ولیاء قهستا نی ﴿نور الا بصار ص ۸۶﴾

دربارِ رسالت کا انعام

اب جبکہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم مکمل طور پر حضور امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہی کی سپردگی میں آ چکے تھے تو پھر کونسا کرم تھا جو آپ نے اُن پر نہیں کیا ہوگا اگرچہ ابھی آپ نے اعلانِ نبوّت نہیں فرمایا تھا تاہم آپ کا اخلاقِ حسنٰی تو پہلے ہی مکہ معظّمہ کے تمام شعوب وقبائل میں ضرب المثل تھا۔

حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیر سایہ پروان چڑھنے لگے ہر دو جانب خلوص ومحبّت اور اُنسیّت و یگانگت کا رنگ لحہ بہ لحہ گہرے سے گہرا ہوتا جاتا ہے جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی جناب

علی پر بیحد مہربانی اور شفقت فرماتی تھیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی اُن کا بے حد احترام فرماتے تھے۔

حضور سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسلام ایک لمحہ بھر کے لئے بھی جناب علی علیہ السلام کو علیٰحدہ نہیں فرماتے تھے اور جہاں کہیں بھی آپ تشریف لے جاتے جناب علی آپ کے ساتھ ہوتے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی توجہاتِ ظاہری و باطنی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں بچپن ہی سے ان تمام عادات و خصائل کا ظہور ہو چکا تھا جنہیں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان میں دیکھنا چاہتے تھے۔

جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی حیاتِ طیّبہ کا ایک دَور بھی ایسا نہیں ملتا جہاں اُنہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رفاقت سے طویل عرصہ کے لئے محروم رہنا پڑا ہو ہم نے سیرت کی کتابوں کا عمیق نظروں سے مطالعہ کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ علی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی تھے ہی خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی علی علیہ السلام سے علیٰحدگی گوارا نہیں فرماتے تھے اگر آپ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کسی مہم پر بھیج بھی دیتے تو پھر اُن کے اُس وقت تک منتظر رہتے جب تک وہ حاضر خدمت نہ ہو جاتے ہم آئندہ صفحات میں اس کی متعدد مثالیں ہدیۂ قارئین کریں گے۔

علی حجر و شجر کی زبان سمجھتے ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مکہ معظّمہ کے گرد و نواح میں جا رہا ہوتا تو کوئی پہاڑ اور درخت ایسا نہیں ہوتا تھا جو یہ نہ کہے کہ السّلام علیک یا رسول اللہ۔

وعن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال کنت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم بمکۃ فخرجنا فی بعض نواحیھا فما استقبلہ جبل ولا شجر الا ھو یقول السّلام علیک یا رسول اللّٰہ.

﴿سیرت حلبیہ جلد اول ص ۳۶۱﴾

تشریح

صاحبِ سیرۃ حلبیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلام پڑھنا آپ کی بعثت سے پہلے کا ہے جیسا کہ اِمام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس سے اِستدلال کیا ہے۔

أقول ! والی تسلیم الحجر قبل البعثۃ یشیر الامام السبکی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ فی تائیہ بقولہ وما جزت با لاحجار الا وسلمت علیک بنطق شاھد قبل بعثۃ.

﴿سیرت حلبیہ ج ا ص ۳۶۱﴾

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل یقینی طور

پر حضرت علی علیہ السلام کے لڑکپن کا زمانہ ہے مگر جس تاجدارِ ولایت کے وسیلہ سے آدم سے لے کر قیامت تک کے اولیائے کرام کو ولائت نصیب ہوئی اور ہوگی اُس کی عقل کی پختگی اور ذہنی بلوغت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

ازَل سے ہے جاری وُلایت علی کی
اَبد تک ہے قائم حکومت علی کی
جہاں تک ہے ختم الرّسُل کی رسالت
وہاں تک ہے صاٰئم امامت علی کی

باب ۷

نمازِ علی علیہ السلام

سلطان الاولیاء سرتاج الا صفیاء امام الاتقیاء دامادِ مُصطفٰے
نفس مُصطفٰے، جان مُصطفٰے ،روحِ مُصطفٰے ، نائب مُصطفٰے
سِرِ مُصطفٰے ،اخیٔ مُصطفٰے ، وصی مُصطفٰے وارثِ مُصطفٰے ، رازِ
مُصطفٰے نورِ مُصطفٰے تصویرِ مصطفٰے ،محبوب مصطفٰے ، پرتو مُصطفٰے
عکسِ مصطفٰے ظلِّ مصطفٰے ،تنویرِ مُصطفٰے ، فنافی المصطفٰے،
عاشقِ مصطفٰے ، طالبِ مصطفٰے ، جانثارِ مصطفٰے ،یارِ مصطفٰے ، بہارِ
مصطفٰے ،شیرِ خدا، سیف خدا ،رازِ خدا، منبعِ فیض وعطا، مرکزِ مہر
و وفا، نیر برجِ سخا شمعِ بزمِ ہدیٰ ،مرتضٰی مشکل کشاء، قاتل
الکفار، حیدرِ کرار، مرکز انوار، مطلعِ انوار، کاسر الاصنام، برحق
امام خلیفہ رسول سرتاج بتول ، امام الثقلین ،ابو الحسنین ،
امیر المؤمنین ،سید المسلمین امام المتقین قائد الغرِّ المحجلین
یعسُوب الدِّین قاضی دین، مفتی دین، محافظ دین، حافظ قرآن
،منار الایمان قرآن ناطق ، حجۃ اللہ، ہادی ومہدی، مثیل مسیح
وہارون ،ابوتراب ، عالی جناب، حیدر وصفدر، ساقیِ کوثر،
وارثِ فقر وغنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شرفِ نماز
بیان کرنے کے لئے ہزاروں برس کی زندگی بھی اتنی ہی

حیثیت رکھتی ہے جیسے کہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے بحر ناپیدا کنار کے سامنے پانی کے ایک کوزہ کی۔ ان حالات میں چند صفحات پر کیا کچھ لکھا جا سکتا ہے ہزاروں برس کی زندگی اور صفحات کی کمی زیادتی کی بات بھی چھوڑ دیئے دیکھنا تو یہ ہے کہ اگر ایک ذرّہ کو کروڑوں برس کی زندگی بھی مل جائے تو کیا وہ آفتاب کی عظمتوں کو بیان کر سکتا ہے کیا قطرہ اربوں سال کی حیاتِ ابدی لے کر بھی سمندر کے عرض و طول اور گہرائی و پہنائی کا احاطہ کر سکتا ہے اور گر یہ ناممکن ہے تو اس سے کہیں بڑھ کر یہ ناممکن ہے کہ مجھ سا حقیر ذرّہ آفتابِ ولایت کی سجدہ ریزیوں کے تمام پہلو بیان کر سکے تاہم آپ کی مقدّس نماز کے مختصر حالات پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلا مومن پہلا نمازی

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوشِ رافت میں ہی آنکھ کھولی اور مکمل طور پر آپ ہی کے زیرِ سایہ تربیّت حاصل کی اور پروان چڑھے اور دورانِ تربیّت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان کبھی مفارقت نہیں ہوئی۔

اور اس قربتِ خاص ہی کا نتیجہ تھا کہ جب سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے رسالتِ محمدّیہ علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے کا شرف جس ہستی پاک کو حاصل ہوا وہ سرتاج الاولیاء جنابِ حیدرِ کرّار ہی تھے

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اپنی عظیم ترین تالیف مبارکہ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ میں نقل فرماتے ہیں۔

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف القرشی الھاشمی ابو الحسن اول الناس اسلاما فی قول کثیر من اھل العلم ولا

قبل البعثة بعشر سنين علی الصحیح فر بی فی حجر النبی صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم یفا رقه.

﴿الا صابه فی تمیز الصحا به جلد دوم ص ۵۰۱﴾

یعنی علی بن ابی طالب بن عبدالمطّلب بن ہاشم بن عبدمناف قرشی ہاشمی ابوالحسن اہلِ علم حضرات کی کثیر تعداد کے قول کے مُطابق سب سے پہلے ایمان لائے صحیح روایت کے مطابق حضور کے اعلانِ نبوّت سے دس سال قبل آپ کی ولادت ہوئی اور آپ کی تربیّت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی گود مبارک میں ہوئی اور آپس میں کبھی مفارقت نہیں ہوئی۔

سیرت کی ثقہ کتاب طبقات ابن سعد میں ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو سب سے پہلے ایمان لائے وہ علی ابن ابی طالب ہیں نیز حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں میں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد جو سب سے پہلے ایمان لائے وہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

﴿طبقات ابن سعد مترجم جلد سوم ص ۲۰۲﴾

مناقب کی مشہور کتاب **ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ** میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا

رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تو اِس پر خوش نہیں کہ تیرے شوہر نے سب سے پہلے اِسلام قبول کیا۔ متن ہے۔

قال اوما ترضین انی زوجتک اقدمهم اسلاماً

﴿ریاض النضرہ ج دوم ص ۲۵۵﴾

حدیث کی مشہور کتاب المستدرک للحاکم میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چار وہ خصائل ہیں جو کسی دُوسرے میں خواہ وہ عربی ہو یا عجمی نہیں ہیں اول یہ ہے کہ،

آپ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا فرمائی۔ عربی متن ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال لعلی اربع
خصال لیست احد هو اول عربی و اعجمی
صلی مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلهٖ وسلم .

﴿المستدرک للحاکم ج سوم ص ۱۱۱ ریاض النضرہ ج دوم ص ۲۰۸﴾

فضائل المناقب کی مشہور ترین اور ثقہ کتاب حِلیۃ الاولیا میں ہے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ یا علی سات چیزیں تجھ میں ایسی ہیں کہ جن میں سے ایک بھی قریش کو نہیں ملی اور پہلی یہ ہے کہ تم سب سے پہلے اللہ پر ایمان لائے۔

عربی متن ہے۔

تخصمم الناس بسبع ولا یحا جک فیھا احد من
قریش اولھم ایماناً باللّٰہ.

﴿حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۲۶﴾

المستدرک للحاکم میں سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا سب سے پہلے حوضِ کوثر پر آنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے علی ہیں۔ عربی متن ملاحظہ ہو۔

عن سلمان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ قال قال رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم اولکم وار دا علی
الحوض اولکم اسلاما علی ابن ابی طالب.

﴿المستدرک جلد سوم صفحہ ۱۳۶﴾

سیرت کی معتبر کتاب سیرت ابن ہشام اور اس کی شرح روض الانف سہیلی میں ہے۔

لوگوں میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے والے اور آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے والے اور آپ پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اس کی تصدیق کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور یہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ وہ قبل از اسلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوشِ رحمت میں تھے۔ عربی متن ملاحظہ ہو۔

قال ابن اسحاق ثم کان اول ذکر من الناس آمن
برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وصلی و

صدق بما جاء من اللّٰہ تعالیٰ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ابن عبد المطلب بن ھاشم وھو ابن عشر سنین یو مئذ و کان مما انعم اللّٰہ علیٰ علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہٗ انہ کان فی حجر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم قبل الا سلام.

﴿روض الانف جلد اول ص ۱۶۳﴾

و ذکر ان اول ذکر آمن باللّٰہ علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ

﴿سیرت ابن ھشام جلد اول ص ۱۶۳﴾

حدیث کی مشہور کتب مسند احمد شریف، طبرانی شریف اور ابن ماجہ شریف میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سب لوگوں سے پہلے سات نمازیں ادا فرمائیں۔ عربی متن ملاحظہ ہو۔

لقد صلی قبل ان یصلی الناس سبعاً

﴿مسند احمد جلد اول ص ۹۹ طبرانی حدیث ۱۸۸، ۱۷۸، ۲۷۵ ابن ماجہ ص ۱۱﴾

مسند احمد اور ترمذی شریف وغیرہ میں مزید یہ روایت موجود ہے کہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ متن ہے۔

ھو اول رجل صلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

و آلہ وسلم

﴿مسند احمد اول ص ۱۴۱ ترمذی مترجم جلد دوم ص ۶۷۰﴾

مشہور ثقہ محدث علامہ ابن عبدالبر اپنی معروف تالیف الاستیعاب فی اسماء الاصحاب مطبوعہ مصر میں متعدد اسناد اور مختلف طرائق سے سیدنا حیدر کرار کے مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے کی جو روایات لائے ہیں اُن میں سے چند ایک یہ ہیں کہ،

سلمان ابی ذَر مقداد جناب جابر ابُوسعید خُدری اور زَید بن اَرقم سے روایت ہے کہ علی علیہ السلام سب سے پہلے اسلام لائے اور یہ فضیلت آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

روی عن سلمان و ابی زر والمقداد و خباب و جابر وابی سعید الخدری و زید بن الارقم ان علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہٗ اول من اسمه و فضله هو لاء علی غیره.

﴿الاستیعاب جلد سوم ص ۲۷﴾

ابنِ اسحٰق سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مردوں میں سے ایمان لانے والے حضرت علی ہیں،

اور ابنِ شہاب کا یہ قول ہے کہا کہ خَدیجہ الکبریٰ کے بعد مردوں میں سے یہ شرف حضرت علی کو ہی حاصل ہے۔

قال ابن اسحق اول آمن با للّٰہ و رسولہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم من الرجال علی ابن ابی طالب وھو قول ابن شھاب الا انہ قال من الرجال بعد خدیجہ.

﴿الاستعیاب ج۳ ص ۲۷﴾

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ حضرت علی کے لئے چار خصائل ایسے ہیں کہ وہ کسی عربی یا عجمی کو نہیں ملے اول یہ کہ آپ نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی،

عن عکرمہ عن عباس قال لعلی اربع خصال لیست لا حد غیرھو اول عربی و عجمی صلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ﴿الخ﴾

﴿الاستعیاب ج۳ ص ۲۷﴾

اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حوض کوثر پر اِس اُمت میں سے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو ملاقات کرے گا اور جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

وروی عن سلمان انہ قال اول ھذہ والامت ورود اعلیٰ نبیھا علیہ الصلوٰۃ والسلام الحوض

اولھا اسلا ما علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ.

﴿الا ستعیاب ج۳ ص ۲۷﴾

اور تحقیق یہ حدیث سلمان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت کی فرمایا کہ اِس اُمّت میں سب سے پہلے حوضِ کوثر پر آنے والے اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔

وقد روی ھذا الحدیث مر فوعاً عن سلمان عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم انہ قال اول ھذہ الا مۃ ورود اعلی الحوض او لھا اسلا ما علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ.

﴿الا ستعیاب ج۳ ص ۲۷﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ تو میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے اور کہا کہ خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے نماز علی ابن ابی طالب نے پڑھی۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم قال لعلی ابن ابی طالب انت ولی کل مومن بعدی وبہ عن ابن عباس قال من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بعد خدیجۃ علی بن ابی طالب.

﴿الاستعیاب جلد ۳ س ۲۸﴾

حضرت ابن عباس ہی سے روایت ہے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد تمام لوگوں سے پہلے ایمان لائے۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال کان علی بن ابی طالب اول من آمن من الناس بعد الخدیجة.

﴿الاستعیاب ج ۳ ص ۲۸﴾

ابن شہاب اور عبداللہ بن محمد بن عقیل اور قتادہ ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ علی علیہ السلام مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور متفقہ علیہ ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ سب سے پہلے اللہ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا اس کی تصدیق کی ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

قال ابن شھاب و عبد اللّٰہ بن محمد بن عقیل و قتا دہ ابن اسحق اول من اسلم من الر جال علی واتفقوا علی ان خدیجة اول من آمن با للّٰہ ورسولہٖ وصدقہ فیما جآء بہ ثم علی بعد ھا.

﴿الا ستعیاب ج ۳ ص ۲۹﴾

سلمہ بن کھیل حبہ بن جریر عرنی سے روایت کرتے ہیں کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔

عن سلمہ بن کھیل عن حبۃ بن جریرا العرفی قال سمعت علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یقول انا اول من صلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم.

﴿الاستعیاب ج۳ ص ۳۱﴾

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پیر کے دن مبعوث ہُوئے اور منگل کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز ادا کی۔

عن انس بن مالک قال استنبئ النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم یوم الا ثنین و صلی علی یوم الثلاثا.

﴿الاستعیاب ج۳ ص ۳۱﴾

زَید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر ایمان لانے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔

قال زید بن ارقم رضی اللّٰہ عنہٗ اول من آ من باللّٰہ بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم علی ابن ابی طالب .

﴿الاستعیاب ج۳ ص ۳۲﴾

علاوہ ازیں بھی مذکورہ بالا کتاب میں متعدّد روایات ایسی ہیں جن

میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا سابق الاسلام ہونا اور اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لانا روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

علاّمہ ابنِ جوزی اپنی سیرت کی معتبر تالیف "الوفا" میں نقل کرتے ہیں، کہ عفیف کندی روایت کرتے ہیں کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ میرے مقدّر میں پہلے اسلام قبول کرنا کر دیتا تو جس وقت حضرت علی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے تو میں علی کے ساتھ دوسرا ہوتا۔

لو ان اللّٰہ رذقنی الا سلام یو مئذ فا کون ثا نیا مع
علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہٗ

﴿الوفا با حوال المصطفیٰ ص ۱۲۷﴾

علامہ جلال الدّین سیُوطی تاریخ الخلفا میں رقمطراز ہیں کہ ابنِ عباس انس بن مالک زَید بن ارقم سلمان فارسی اور دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت علی ہی سب سے پہلے اسلام لائے اور بعض کا اجماع ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے اسلام لائے،

﴿تاریخ الخلفاء مترجم ص ۱۹۵﴾

حاصل کیا ہوا؟

حضرت علی ہی اوّلین مسلمان ہیں

ان تمام تر روایات کی روشنی میں جو بات کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اظہارِ نبوّت فرمایا تو سب سے پہلے اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے آپ کی تصدیق فرمائی اور آپ پر ایمان لا کر اسلام قبول فرمایا۔

اور جناب سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کے فوراً بعد حضرت شیرِ خُدا مُولا مُشکل کُشا سیّدنا حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے تصدیقِ رسالت فرمائی اور اسلام قبول کر لیا۔

علاوہ ازیں جن مُقتدر ہستیوں اور برگزیدہ شخصیات کو سوابق الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے وہ سب سے کے سب ان دونوں کے بعد ہی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

خاص وجہ یہ ہے

اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ

عنہا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے افرادِ خانہ تھے اور جس وقت آپ کو بظاہر خلعتِ نبوّت سے سرفراز کیا گیا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے ہی گھر میں یہ واقعہ اپنی زوجہ محترمہ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے بیان کیا تو آپ نے فوراً آپ کی نبوّت کی تصدیق کر دی۔

اگرچہ حضور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مصلحتاً کیفیّاتِ وحی کا تذکرہ اِس انداز سے فرمایا کہ جناب خدیجہؑ کے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہو سکتے تھے مگر ایسا نہیں ہوا جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے ان شبہات کی اِسی وقت بذاتِ خُود تردید فرما دی کیونکہ آپ تو آپ کے اعلان نبوّت سے پہلے ہی آپ کی نبوّت و رسالت پر کامل یقین رکھتی تھی اور ان آیات و آثار کا مشاہدہ کر چکی تھیں جن کے لئے مزید کسی بُرہان و دلیل کی ضرورت ہرگز نہیں ہوتی یہی وجہ تھی کہ مشیّتِ الٰہیہ نے سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّتِ عالیہ کے اظہار کے لئے ایسی ہستی کا انتخاب فرمایا جو بغیر کسی پس و پیش اور ذہنی اِضطراب و اضطرار کے فوراً آپ کی تصدیق فرما دے۔

پھر ان کے بعد اُس عالی مرتبت ہستی کا انتخاب عمل میں لایا گیا جس کو فنافی المحبوب کا درجہ حاصل تھا جس کی اپنی رائے کوئی رائے ہی نہیں تھی جس کا مقصدِ حیات اُدائے محبوب پر مر مٹنا اور فرمانِ محبوب پر بلا تامّل عمل کرنا

تھا"

چنانچہ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بعد جب علی المرتضیٰ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو آپ نے بھی بغیر کسی پس و پیش کے آمنّا و صدقنا کہہ دیا حالانکہ بعض لوگ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر جب اسلام پیش کیا گیا تو آپ نے عرض کی کہ میں اپنے والد جناب ابوطالبؑ سے پوچھ کر بتاؤں گا مگر اس قسم کی روایات کی کوئی اصل نہیں۔

بہر حال تاجدار انبیاء جانتے تھے کہ یہ دونوں میری کسی بات کی تکذیب و تردید کرنے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے اس لئے ان دونوں ہی کے دامن کو سب سے پہلے دولتِ اسلام سے مالا مال کیا گیا۔

اِن دونوں کے بعد جس مُقتدر ہستی کو اس لازوال دولت کو سمیٹنے کے لئے چنا گیا وہ جنابِ ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق جنابِ رسالت مآب کے کمالات کے اعلان نبوّت سے پہلے بھی مکمل طور پر مُعترف تھے اور اُن پر بھی رسالتِ مُحمّدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی ایک نشانیاں پہلے ہی واضح تھیں۔

چنانچہ جناب خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بعد جب ان پر اسلام پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی بغیر کسی ذہنی اضطراب اور بغیر اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے فوراً ہی تصدیقِ رسالت فرمادی۔

بہر حال امرِ واقعہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے افرادِ خانہ ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے اور سب سے پہلے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ نمازیں پڑھنے والے حضرت خدیجۃ الکُبریٰ اور حضرت علی علیہما السّلام ہیں اور اُن میں بھی پہلا نمبر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا اور دُوسرا جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہما کا ہے۔

فُقہا و مُحدّثین کی تطبیق

فقہا و محدثین کی یہ تطبیق بھی قابل قبول اور قرینِ قیاس ہے کہ سابق الاسلام پانچ ہیں چنانچہ شیخِ محقّق شاہ عبدالحقّ محدّث دہلوی اِس کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔

کہ شیخ ابن صلاح نے فرمایا کہ زیادہ محتاط قول یہ ہے۔

مردوں میں ابو بکر صدّیق نوعُمروں میں علی المرتضٰی عورتوں میں سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ موالی میں زُید بن حارث اور غلاموں میں بلال حبشی رضی اللہ عنہم سابق الاسلام ہیں۔

﴿مدارج النبوت مترجم جلد دوم ص ۵۸﴾

بہر حال اِس تطبیق کا مطلب بھی سوائے اِس کے اور کچھ نہیں کہ دُوسرے لوگوں سے قبل یہ حضرات اِسلام لائے اور اِن پر جس وقت بھی اسلام پیش کیا گیا اِنہوں نے فوراً بغیر کسی تامّل کے قبول کر لیا مگر اس تطبیق کا ہر

گز یہ مطلب نہیں کہ اِن سب کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک ہی وقت میں دعوتِ اسلام دی تھی اور انہوں نے ایک ہی وقت میں اِس کو قبول کر لیا تھا۔

کیونکہ ایسا تصور کر لینا خلافِ واقعہ اور غیر حقیقی ہو گا حقیقت صرف یہ ہے کہ اِن سب کو جس جس وقت بھی دولتِ اِسلام پیش کی گئی اِنہوں نے اُسے اُسی وقت بغیر کسی حیل وحجّت کے اپنے اپنے دامن پھیلا دیئے اور اس حقیقت سے کسی فقیہہ ومحدّث اور سیرت نگار نے انکار نہیں کیا کہ سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور اُن کے بعد حضرت علی علیہ السّلام نے اسلام قبول کیا۔

یہ تطبیق کیوں؟

محدّثین نے سابق الاسلام حضرات کو یاک ہی صف میں کھڑا کر کے جو مطابقت پیدا فرمائی ہے اِس سے فوری طور پر جو بات ذہن میں پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سابق الاسلام ہونے میں یقیناً کوئی نہ کوئی وجہ فضیلت ضرور پوشیدہ ہے جسے انتہائی غیر محسوس انداز میں قاری کے ذہن میں اُتار دیا جاتا ہے بصورتِ دیگر اس قسم کا شاخسانہ تیار کرنے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ۔

مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے۔

بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ مسلمان ہوئیں۔

موالی میں سب سے پہلے حضرت زید کو دولتِ ایمان ملی

اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلال نے اسلام قبول کیا۔

متذکرہ تطبیق کے مطابق اگر سابق الاسلام ہونا کسی خاص فضیلت کی نشاندہی کرنا ہے تو اس فضیلت میں ان پانچوں حضرات القدس کے لئے ایک ہی مقام کا تعیّن کرتے ہوئے سب کو ایک ہی طرح سے شاملِ تذکرہ کرنا چاہئے تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے اِس مقام پر یہ تطبیق دے لینے کے

حالات دُوسرا رُخ اختیار کر لیتے ہیں اور اس فارمولا کو قطعی طور پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔

بلکہ سیدّنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور سیدّنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سابق الاسلام ہونے کو تو موضوعِ بحث بنالیا جاتا ہے اور باقی تینوں مُقتدر ہستیوں جنابِ خدیجہ الکبریٰ جناب زَید بن حارثہ جناب بلال بن رباح رضی اللہ عنہم اجمعین کے سابق الاسلام ہونے کا تزکرہ تک نہیں کیا جاتا

ہم اس منطق کو سمجھنے سے قطعی طور پر قاصر ہیں کہ اگر سابق الاسلام ہونے میں کوئی وجہ فضیلت و افضلیّت موجود ہے تو پھر صرف حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ کے لئے ہی خاص طور پر یہ اہتمام کیوں کیا جاتا ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام آپ لائے اور بچوّں میں سب سے پہلے حضرت علی نے اسلام قبول کیا اور یہ کہ اگر چہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اُنہوں نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے اُسی وقت اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ مولائے کائنات حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ہرگز ہرگز اپنے اسلام کو پوشیدہ نہیں رکھا تھا قارئین کی خدمت میں یہ التماس ضرور کریں گے کہ اگر سابق الاسلام ہونا بھی وجہ افضلیت ہے تو ترتیبِ خلافت کے لحاظ سے یہ افضلیت کیسے قائم رہے گی

جبکہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بعثتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کچھ عرصہ بعد مشرف بہ اسلام ہوئے اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بعثتِ مُصطفٰے کے پانچ سال بعد اسلام لائے۔

بہر حال جناب علی علیہ السلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کا اسلام قبول کرنا تسلیم کر لینے کے بعد دونوں برگزیدہ ہستیوں کے اِخفاء اظہار اسلام کے بارے میں جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

فیقال اول من اسلم مطلقاً خدیجة بنت خویلد و
اول ذخر اسلم علی ابن ابی طالب وهو صبی لم
یبلغ کما تقدم فی سنه و کان مستخفیاً با سلا مه
و اول رجل عر بی با لغ اسلم و اظهر اسلا مه ابو
بکر بن ابی قحا فة.

﴿ریاض النضرہ ج ا ص ۵ ۷﴾

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے مطلق طور پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور ان کے بعد سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسلام کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ بچے تھے اور بالغ نہیں تھے جیسا کہ پہلے اُن کی عمر بتائی جا چکی ہے اور انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور پہلے بالغ عربی شخص ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اظہارِ اسلام کیا۔

متذکرہ بالا روایت بے شمار کتابوں میں موجود ہے چونکہ اِس کو قبول کرنے میں عام طور پر تردّد نہیں پایا جاتا اس لئے دیگر حوالہ جات پیش کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔

ہم اس بحث کو بھی ہرگز موضوعِ سُخن نہ بناتے اگر اس قسم کی عبارات کا سہارا لے کر ابنِ تیمیہ اور اس کے پَس خُوردہ عباسی وغیرہ نے جنابِ حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس قسم کے اہانت آمیز جملے نہ تحریر کیے ہوتے کہ علی تو اُس وقت اسلام لائے جب اُن کی عمر دس سال سے بھی کم تھی اور وہ تمیز ہی نہیں کر سکتے تھے کہ اسلام در حقیقت کیا چیز ہے؟

نیز یہ کہ علی نے اگر اسلام قبول کر بھی لیا تو وہ اِس عمر میں اسلام کی کونسی خدمت کر سکتے تھے اور اسلام کو اُن سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق کے اسلام نے اس دَور میں اسلام اور بانیٔ اسلام کی پُورے طور پر امداد و استعانت فرمائی۔

خوارج کی ان خرافات کی فہرست انتہائی طویل ہے جسے ہم نہایت وضاحت کے ساتھ اس کتاب کی دُوسری جلد میں آگ ہی آگ کے زیرِ عنوان پیش کر رہے ہیں۔

علاّمہ مسعودی اپنی کتاب تاریخ مسعودی التنبیہ والاشراف میں اس قسم کے خارجی مؤلفین کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ بعض لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر اسلام کے وقت پانچ چھ سال ثابت کرتے ہیں

اور یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کے فضائل کو مٹا دینا چاہتے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ اُن کے اسلام کو ایک چھوٹے سے لڑکے اور ناداں بچّے کا اسلام بنادیں جو نہ تو کمی اور زیادتی کے مابین فرق کر سکے اور نہ ہی شک و یقین کے درمیان امتیاز رکھتا ہو نہ حق کو پہچانتا ہو کہ اس کو طلب کر سکے اور نا باطل کو جانتا ہو کہ اُس سے بچ سکے۔

﴿التنبیہ والاشراف مسعودی ص ۲۱﴾

بہر حال اگر ذہنی اختراعوں اور پیچیدہ عبارات سے اجتناب کیا جاتا تو ادوارِ سابقہ کے خارجیوں کی شیطانی عبارتوں میں مزید شاطرانہ رنگ آمیزیاں کر کے موجودہ دَور کے خوارج حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ اَقدس کو یوں نشانۂ ستم نہ بناتے جس کی نشان دہی ہم نے کی ہے۔

اب جبکہ ہمارے سامنے خوارج کی فتنہ انگیزیوں کی طویل فہرست اس ضمن میں موجود ہے کہ جنابِ حیدرِ کرّارؑ کے لڑکپن کے اِسلام میں اسلام کی وہ عظمت موجود نہیں جو ابوبکر صدیقؓ کے اسلام میں تھی تو ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اُن عبارات کا مکمل ترین تجزیہ ہدیۂ قارئین کردیں جو محض میلانِ طبع اور جوشِ محبت کی پیداوار ہیں۔

اگر چہ ہمیں یہ ناخوشگوار فریضہ ادا کرتے ہوئے کوئی خاص خوشی حاصل نہیں ہو رہی کیونکہ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں تاہم فتنۂ خوارج کے کامل ترین اِنسداد کے لئے اِس قسم کی دُشوار گذار راہوں سے

گذرنا بھی ازبس ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی اعتراف ہے کہ حقائق سے کسی بھی صُورت میں گریز کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔

حالانکہ یہ اٹل حقیقت بدستور موجود ہے کہ موجود حالات کا اقتضا یہی ہے کہ خارجیّت کے شجرِ ممنوعہ کو مزید پھلنے پھُولنے اور برگ و بر پیدا کرنے سے پہلے پہلے پوری قوّت سے روک دیا جائے بلکہ اس کی زیرِ زمین جڑوں کو بھی کھود کھود کر نکال لیا جائے خواہ اس کے لئے ہمیں بعض ذی حیثیّت اور مقتدر ہستیوں کے دلنشین تصوّرات اور حسین تخیّلات کو ہی کیوں نہ بھینٹ چڑھانا پڑے۔

علی نے کب اسلام ظاہر کیا؟

چنانچہ اس ضمن میں مزید چند ایسی ثقہ روایات پیشِ خدمت کی جا رہی ہیں جن میں یہ مسلّمہ حقیقت پُوری تابانیوں سے جلوہ گر ہے کہ اُمّ المومنین طیبّہ طاہرہ سیدّہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد اور دیگر تمام مُسلمانوں سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور اپنے اسلام کو سب سے پہلے ظاہر کر دینے والے صرف اور صرف جنابِ حیدرِ کرّار علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ہیں۔

سب سے پہلے مجددِ ماۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتے ہیں۔

نماز شروع روزِ بعثتِ شریفہ سے مقرّر و شروع ہے حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر اوّل بار جس وقت وحی اُتری اور نبوّت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز پڑھی اُسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت اُمّ المومنین خدیجۃ الکُبریٰ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی دُوسرے دن امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز پڑھی۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۱۸۰﴾

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ایک حدیث کے ساتھ موازنہ کے دوران شاہ احمد رضا خاں بریلوی مزید یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ،

عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم زمانہ جاہلیّت میں مکّہ معظّمہ آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک نوجوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر روبکعبہ کھڑے ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ اُن کے داہنے ہاتھ پر کھڑے ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہو گئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سرِ مبارک اٹھایا اُن دونوں نے بھی سر اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے۔

﴿عفیف کندی﴾ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی ہیں اور یہ بی بی

خدیجۃ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے بھتیجے یہ کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اِس دین کا حکم دیا ہے اور اِن کے ساتھ ابھی یہ دو مسلمان ہوئے ہیں۔

﴿فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۸۳﴾

طبقات ابن سعد

باخبار یحییٰ بن فرات بتحدیث سعید بن خشیم ہلالی از اسد بن عبیدہ بجلی از ابن یحیی بن عفیف عفیف کندیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں مکہ معظّمہ میں اپنی بیوی کے لئے کپڑے اور عطر خریدنے کے لئے آیا تھا اور حضرت عباس کے گھر ٹھہرا ہوا تھا اور حضرت عباس کے گھر سے بیت اللہ شریف کو دیکھ رہا تھا اور سُورج کے ارد گرد حلقہ تھا اور وہ بلند ہو گیا تھا اتنے میں ایک نوجوان تشریف لائے انہوں نے کعبہ اقدس کے قریب جا کر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور پھر کھڑے کھڑے قبلہ رخ ہو کر نیّت باندھ لی حتیٰ کہ ایک نو عمر لڑکا تشریف لایا اور نوجوان کے دائیں طرف کھڑے ہو کر اس نے بھی نیّت باندھ لی تھوڑی دیر بعد ایک خاتون تشریف لائیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں پھر نوجوان نے رکوع کیا تو وہ دونوں بھی رکوع میں چلے گئے پھر نوجوان رکوع سے اُٹھے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے پھر نوجوان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدہ ریز ہو گئے۔

عفیف کندی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں بڑی عجیب بات دیکھ رہا ہوں حضرت عباس نے پوچھا کیا تم اس نوجوان کو جانتے ہو؟

میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں پھر پوچھا کیا تم اس نوعمر لڑکے کو جانتے ہو؟

میں نے کہا نہیں تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ بھی میرے بھتیجے علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطّلب ہیں پھر فرمایا کیا تم اس خاتون کو جانتے ہو میں نے کہا نہیں تو حضرت عباس نے فرمایا یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اہلیہ خدیجہ بنتِ خویلد ہیں میرے اس نوجوان بھتیجے کا خیال ہے کہ اِن کے پروردگار نے جو زمین و آسمان کا پروردگار ہے اِنہیں اِس دین کا حکم فرمایا ہے وہ اس پر قائم ہیں خُدا کی قسم میرے علم میں روئے زمین پر اِس دین کو ماننے والے صرف یہی تین اشخاص ہیں۔

عفیف کندی کہتے ہیں اس کے بعد مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ کاش میں ان میں چوتھا ہوتا۔

﴿طبقات ابن سعد جلد ہشتم ص ۳۴۴﴾

اس روایت کا عربی متن اور "فتاویٰ رضویہ" کے علاوہ دیگر کتابوں کے اسماء اور صفحات وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عفيف الكندی عن ابيه عن جده قال كنت امراء تا جراً فقدمت للحج فا تيت العباس بن عبد المطلب لا تباع منه بعض التجا رة قال انی فو اللّٰه لعنده بمنی اذا رجل خرج من جباء قريب منه ينظر الی الشمس فلما رآ ها قام يصلی ثم خرجت امرأت من ذ الک الخباء الذی خرج منه ذا لک فقام معه يصلي الرجل فقاعت خلفه تصلی ثم خرج غلام حسين را هق الحلم من ذا لک الخباء.

قال فقلت للعباس يا عباس ما هذا ؟ قال محمد بن عبد الله من عبد المطلب ابن اخی.

قلت من هذه المرأة؟ قال امرأت خد يجة بنت خويلد فقلت من هذا لافتی قال علی بن ابی طالب ابن عمه

قلت فما هذا الذی يصنع ؟ قال يصلي وهو يز عم انه نبی و لم يتبعه علی امره الا امرأة و ابن عمه هذا الفتی وهو يز عم انه تفتح عليه كنوز كسریٰ وقيصر.

و كان عفيف وهو ابن عم رالا شعث بن قيس يقول و اسلم بعد ذ الک فحسن اسلا مه لو ان

اللـه رزقنی الا سلام یو مئذ فا کون ثا نیا مع علی

ابن ابی طالب رضی اللّٰه تعالیٰ۔

﴿الوفا با حوال المصطفےٰ ابن جوزی ص ۱۶۸﴾ ﴿فتاویٰ رضویه ج۲ ص ۱۸۷﴾

﴿ریاض النضره فی منا قب العشره مطبوعه مصر ج۲ ص ۲۰۹﴾

﴿ذخائر العقبیٰ مع ینا بیع مطبوعه تهران ج۱ ص ۲۰۲﴾

﴿الا ستعیاب فی اسماء الا صحاب مطبو عه مصر ج۲ ص ۳۲﴾

﴿اُسد الغا به فی معر فة الصحا به مطبو عه بیروت ج۴ ص۱۸﴾

﴿تاریخ کا مل ابن اثیر مطبو عه بیروت ج۲ ص ۳۷﴾

﴿خصائص نسائی مطبو عه مصر ص۸﴾

﴿ینا بیع المودة مطبو عه تهران ج۱ ص ۴۲﴾ ﴿طبقات ابن سعد ج۸ ص ۳۴﴾

﴿سیرت حلبیه ج۲ ص ۴۳۶﴾ ﴿تاریخ الا مم والملو ک طبری ج۲ ص ۱۴۲﴾

﴿مسند احمد بن حنبل ج۵ ص ۱۱۸﴾

علاوہ ازیں بھی یہ روایت حدیث وسیر کی بے شمار کتب میں موجود ہے جن کے نام بخوف طوالت قلم انداز کر دیئے گئے ہیں مندرجہ بالا روایت کا مزید مفہوم یہ ہے کہ حضرت عفیف کندی اشعث بن قیس کے چچازاد بھائی تھے وہ جب بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے تو یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اس وقت اسلام کی دولت نصیب فرما دیتا تو میں علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ دوسرا ہوتا۔

اگر چہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ مل کر بیت الحرام میں نماز ادا کر رہے تھے تو اُس وقت آپ کے لئے متعدّد کتابوں مین لفظ غلام جس کا معنی لڑکا ہوتا ہے استعمال کیا گیا ہے تا ہم مندرجہ بالا علاّمہ ابن جوزی کی کتاب

الوفا کا جو متن پیش کیا گیا ہے اُس میں سیّدنا حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اُس وقت بجائے غلام کے لفظ فتیٰ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب نوخیز یا نوجوان ہی ہو سکتا ہے اور یہ لفظ بھی لفظ غلام سے متعارض نہیں کہ کیونکہ جناب شیرِ خدا ہاشمی شہزادے تھے اور آپ نے پنگھوڑے ہی میں زبر دست اژدہے کہ مٹھی میں جکڑ کر ختم کر دیا تھا اِن حالات میں اُس وقت یعنی دس گیارہ سال کی عمر میں بھی اگر نوجوان معلوم ہوتے تھے تو یہ بعید از قیاس نہیں۔

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تربیّت اور ہاشمی وجاہت تو آپ کو اس وقت میں بلوغت کی تمام تر پُختگیاں عطا فرما چکی تھی بلکہ آپ عزم واستقلال اور علم وعرفان کی تمام تر منازل تو روزِ ازل سے ہی طے کئے ہوئے تھے۔

بہر حال آپ کے لئے لفظ غُلام اور لفظ فتیٰ دونوں ہی استعمال ہوئے ہیں جن سے آپ کا نوخیز ہونا تو لیا جا سکتا ہے لیکن پانچ چھ سال کا بچّہ مراد لینا سراسر ناانصافی اور تحکم ہے کیونکہ اگر آپ کی عمر پانچ چھ سال کی ہوتی تو آپ کے لئے لفظ ''صبی'' استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگ یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ آپ اُس وقت صبی اور نابالغ تھے۔

اندریں حالات اس قسم کے تخیّلات بھی خود بخود دم توڑ دیتے ہیں کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس وقت اسلام تو قبول کرلیا تھا

مگر چُھپائے چُھپائے پھرتے تھے جبکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اُسی وقت اظہار اسلام کر دیا تھا۔

اِس قسم کے خود ساختہ تصوّرات کا خاتمہ اُسد الغابہ فی مَعرفۃ الصّحابہ کی اُس روایت سے بھی ہو جاتا ہے جس میں ہے کہ۔

جب محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے اسلام علی نے قبول کیا تھا یا ابو بکر نے تو آپ نے ﴿ازراہ تعجب﴾ فرمایا کہ سُبحانَ اللہ!

علی نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور لوگوں کا یہ شبہ کہ علی نے اسلام تو پہلے قبول کیا تھا لیکن اپنے باپ سے چُھپا رکھا تھا اور ابو بکر نے اسلام قبول کرتے ہی فوراً اظہار کر دیا تو یقیناً ہم یہاں اس کے جواب میں عفیف کندی کی وہ حدیث بیان کریں گے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے اور ظاہر کرنے والے علی کرّم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

و سئل محمد بن کعب القرظی من اول اسلم علی او ابو بکر ؟ قال سبحان الله علی او لهما اسلا ما و انما اشتبه علی الناس لان علیا اخفی اسلا مه عن ابی طالب و اسلم ابی بکر و اظهر اسلا مه وقد ذکر نا حدیث عفیف الکندی فی ان اول من اسلم علی .

﴿اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد چهارم ص ۱۸ مطبوعه بیروت﴾

صاحب اسد الغابہ نے محمد بن کعب قرظی کا جو استدلال پیش کیا ہے اُسے کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنکھوں دیکھا حال اُن تمام تر تخیّلاتی اور تصوّراتی قلعوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے جنہیں محض اور محض رافضیوں کی بعض اُلٹی ٹیڑھی باتوں کی تردید کے لئے تعمیر کیا گیا ہے حالانکہ حقائق کو ٹھیک ٹھیک مقام پر تسلیم کرتے ہوئے بھی تردیدِ روافض کا فریضہ سرانجام دیا جا سکتا ہے۔

بہر حال یہ ایک مسلّمہ اَمر ہے کہ جنابِ حیدرِ کرّار مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عین اُس وقت سب سے پہلے اسلام قبول کیا جب آپ ہر بھلے اور بُرے میں اچھی طرح امتیاز فرما سکتے تھے۔

اور اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے سب سے پہلے اظہارِ اسلام فرما بھی دیا اور اظہار بھی ایسے مقام پر کیا جہاں نہ صرف اہلِ مکّہ ہی موجود تھے بلکہ دور دراز سے آئے ہوئے لوگ بھی اِس نظر نواز نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

جنابِ عفیف کندی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست بھی تھے اور آپس میں کاروباری تعلّق بھی تھا اور اکثر خوشبوؤں اور دیگر سامان کی خرید و فروخت کے سلسلے میں آپ کے پاس ٹھہرا کرتے تھے ان دنوں بھی وہ اسی قسم کے کاروباری سلسلہ میں مکہ معظّمہ زاد اللہ شرفہا میں حاضر تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان تھے اور حضرت عباس کے گھر

سے ہی ان کے ساتھ بیت الحرام میں ہونے والے واقعات دیکھ رہے تھے۔

اب جبکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عفیف کو بتا رہے کہ میرے ایک بھتیجے خود کو اللہ کا رسول کہتے ہیں دوسرے بھتیجے علی بن ابی طالب ہیں اور تیسری خاتون میرے بھتیجے کی اہلیہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور ابھی اِس خاتون اور بھتیجے علی ابن ابی طالب کے سوا کوئی تیسرا شخص مسلمان نہیں ہوا تو کیا حضرت عباس پر حضرت علی کا اِسلام قبول کرنا ظاہر ہو چکا تھا یا نہیں؟

اِس واقعہ کو ذرا دِل کی گہرائیوں میں اُتار کر تجزیہ کریں تو مزید وضاحت ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیّت میں جنابِ خدیجۃ الکبریٰ اور جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم بعثتِ مُصطفیٰ کے دُوسرے ہی دن عین کعبۃ اللہ میں رات کی تاریکی میں نہیں بلکہ سُورج طلوع ہونے کے بعد نماز ادا فرما کر سب لوگوں پر اپنا اسلام ظاہر کر رہے تھے تو سیّدنا عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہما پر اس سے بھی پہلے حضرت علی کا اسلام قبول کرنا ظاہر ہو چکا تھا جبھی تو آپ نے عفیف کندی کے استفسار پر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہارِ رسالت اور آپ پر ایمان لانے والوں کی تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔

بہر حال یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ سیّد الاولیاء والاصفیاء جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے سیّد الانبیاء والمرسلین تاجدارِ عرب وعجم حضور رحمۃ للعٰلمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباعِ کاملہ

کرتے ہوئے بغیر کسی قسم کے ڈر اور خوف کے عین جوفِ مکہ میں کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر پورے وقار کے ساتھ اپنے اسلام کو ہر دیکھنے والی آنکھ پر واضح کر دیا تھا۔

اگرچہ بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نمازِ چاشت کعبۃ اللہ میں ادا فرماتے اور نماز عصر کے لئے پہاڑوں کی گھاٹیوں کو منتخب فرماتے کیونکہ کفّارِ مکہ چاشت کی نماز کی مخالفت نہیں کرتے تھے جبکہ عصر کی نماز پر انتہائی غیظ و غضب کا اظہار کرتے تھے۔

اور یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازیں پڑھنے کے یہ واقعات چند روز بعد میں معلوم ہوئے اور جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ کر پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو تو جناب حیدر کرّار نے بغیر کسی قسم کے اضطراب کے اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثتِ مبارکہ اور اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں وضاحت کے ساتھ سب کچھ بتا دیا۔

اس روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت ابو طالبؓ نے یہ سب کچھ جان لینے کے بعد قطعی طور پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے کہا کہ تمہارے بھائی سچّی بات کہتے ہیں اُن کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہنا اور پورے طور پر حق غلامی ادا کرنا اس روایت کا عربی متن کسی دوسری جگہ پیش کیا

جائے گا۔

تاہم اس قسم کی روایات سے حضرت عفیف کندی کی بیان کردہ روایت سے ہرگز تعارض پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کافی بے تکلف تھے جبکہ اس کے برعکس جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ کی بے پناہ شفقت اور بزرگی کی وجہ سے اکثر طور پر بات کرتے ہوئے حجاب فرماتے تھے۔

قارئین سابقہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ آپ نے نہایت بے تکلّفی کے ساتھ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس بات پر رضامند کرلیا تھا کہ چچا جان قحط اور غربت کی وجہ سے چچا ابو طالبؓ بہت پریشان ہیں اس لئے اُن کے ایک بچے کو آپ اپنے گھر لے آئیں اور ایک بچے کو ہم اپنے پاس لے آتے ہیں تو اُنہوں نے بِلا حِیل و حُجّت آپ کے فرمانِ اقدس کو مانتے ہوئے جناب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی سپرداری میں لے لیا تھا۔

اس قسم کے دیگر بھی متعدد شواہد ہم اپنے مؤقف میں پیش کرسکتے ہیں مگر ایسا کرنے سے موضوع کے قریب نہیں رہا جاسکتا اہلِ فہم اس ایک واقعہ سے ہی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بعثتِ مبارکہ پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فوراً ہی مطلع ہوجانا

بعید از قیاس نہیں اور نہ ہی حضرت ابو طالبؓ کے لئے چند روز کا اخفا خلافِ عقل ہے۔

اس کے باوجود بھی اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ جناب حیدرِ کرار علیہ السلام مکمل طور پر تاجدارِ انبیاء رسولِ کریم علیہ تحیۃ والتسلیم کے کنٹرول میں تھے اور اپنے اسلام کے اظہار و اخفاء کے لئے بھی اتباع مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پابند تھے۔

اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ خود امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثتِ مبارکہ بھی جناب ابُوطالب کے علم میں اس وقت تک نہیں آئی تھی جس لمحے تک اُن کی نگاہوں سے جناب حیدرِ کرار کا اسلام پوشیدہ رہا جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ خواہش فرمائی کہ اے علی حرمِ محترم کی زمین روزِ ازل سے ہی ہماری جبینوں کو بوسہ دینے کے لئے تڑپ رہی ہے آؤ اپنے سجدہ ہائے شوق سے اس کو عزّت و آسودگی عطا کریں تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک معمول کی طرح آپ کے شانہ بشانہ اس وقت کھڑے ہو گئے جب سورج پوری طرح طلوع ہو کر اپنی ضیاء پاش کرنیں حرمِ محترم پر نچھاور کر رہا تھا اگر رات کی تاریکی میں یہ نماز ادا کی جاتی تو احتمالِ اخفا ہو سکتا تھا یکن ایسا نہیں ہوا عین چاشت کے وقت جب دُوسرے متعدّد لوگ بھی اس بار منظر کو دیکھ رہے تھے جنابِ رسول خُدا اور آپ کی زُوجہ مطہرہ کے ھ جنابِ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے بھی فریضۂ اظہارِ اسلام ادا کر دیا۔

حضرت علی کیسے چھپ کر نماز پڑھتے تھے

اور جب تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ کفّار و مشرکین مکہ مسلمانوں کو عصر کی نماز کعبۃ اللہ میں نہیں پڑھنے دیتے تو آپ نے حکم فرمایا کہ سب لوگ فرداً فرداً ایک ایک دو دو ہو کر مکہ معظّمہ کے گرد پھیلی ہوئی پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں نماز ادا کریں تو جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے بھی شعابِ مکہ میں چُھپ چُھپ کر نمازیں پڑھنا شروع کر دیں۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ وضاحت کریں کہ جنابِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کیسے چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ دیگر تمام مُسلمان کیسے اور کس طرح نماز ادا کرتے تھے چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ،

کان رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم یخرج الی الکعبه اول النهار فیصلی صلاة الضحیٰ لا تنکر ها قریش و کان صلی الله علیه و آله وسلم واصحا بـه اذا جاء وقت العصر تفر قوا فی الشعاب فرادی ومثنی۔

﴿سیرت حلبیہ جلد اول ص ۴۳۰﴾

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وصحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہوکر تنہا پڑھتے۔

رواہ ابن سعد عن عزیزۃ بنت تجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ذکرہ فی ترجمتھا من الاصابہ.

﴿فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۷۹﴾

عربی متن ہے!

اذا صلوا آخر النھار تفرقوا فی شعاب فصلوھا فرادی.

﴿فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۰۹﴾

اس روایت کے علاوہ اہلِ اسلام کا چھپ چھپ کر اور متفرق ہوکر نمازیں ادا کرنا دیگر متعدّد روایات میں بھی موجود ہے جن میں سے صرف ایک روایت مزید پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اور وہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اسلام میں کافر کا خون بہایا آپ کے اِس قول کی شرح میں شارحین اور سیرت نگار حضرات پورا واقعہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ،

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چُھپ چُھپ کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں نماز ادا کیا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص چند

مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ اچانک کفّار و مشرکین کا ایک جتھّا اُدھر سے گذرا ان لوگوں نے جب اہلِ اسلام کو حالتِ نماز میں دیکھا تو بُرا بھلا کہنے اور خرافات بکنے لگے حتیٰ کہ معاملہ ہاتھا پائی تک پہنچ گیا اسی عالم میں جناب سعد بن ابی وقاص نے وہاں پڑا ہوا اونٹ کا جباڑا اٹھا کر اس زور سے ایک کافر کے سر پر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ اسی وقت واصلِ جہنّم ہو گیا یہ تھا پہلے کافر کا خون جو اسلام میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں بہایا گیا متن ہے۔

وذالک انه کانت الصحابة رضی الله عنهم اذا صلوا ذهبوا فی الشعاب واستخفوا صلاتهم فبینما سعد فی منهم فی شعب اذ طلع نفر من المشرکین وهم یصلون فناکروهم وعابوا علیهم صنعیهم حتیٰ تقاتلوا فضرب سعد رجلاً منهم بلحیٰ بعیر فشجه شجة فکان اول دم اهریق فی الاسلام.

﴿سیرت ابن هشام ج ۱ ص ۱۶۹ سیرت حلبیه ج ۱ ص ۲۵۶﴾
﴿الوفا نی حوال المصطفےٰ ابن جوزی ص ۱۹۰﴾

ان روایات کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر چہ متعدّد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اظہارِ اسلام بھی کر چکے تھے لیکن نمازیں وہ چھپ کر ہی پڑھتے تھے اس لئے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھپ کر نماز پڑھنے

سے یہ مطلب اخذ کر لینا کہ انہوں نے اپنے باپ کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا محض خوش فہمی اور تحکّم ہے جبکہ ثقہ روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور سرورِ کونین کے ساتھ اُس وقت نماز ادا کی تھی جب سوائے آپ کے اور سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کوئی بھی تیسرا شخص حضور پر ایمان نہیں لایا تھا۔

اس وضاحت کے بعد اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھپ کر نماز پڑھنے میں کون سی انفرادیت اور خصوصیّت تھی جس کے لئے ہم نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں سب صحابہ کرام کو سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد تھا کہ سب لوگ علیحدہ علیحدہ ہو کر مختلف گھاٹیوں میں چُھپ چھپا کر نمازیں ادا کیا کریں مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ آپ نے اکثر طور پر یہ خصوصیّت برقرار رکھی کہ جب بھی نماز کا وقت ہوتا آپ علی المرتضٰی کو ساتھ لیتے اور پہاڑ کی کسی گھاٹی کی طرف تشریف لے جاتے اور پھر دونوں عظیم المرتبت ہستیاں یوں نماز ادا فرماتیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرائضِ امامت ادا فرماتے اور علی علیہ السلام مقتُدی ہوتے چنانچہ امام الانبیاء کی مکّی زندگی کا کثیر حصّہ اسی صورت میں ہی گزرا۔

معتبر ترین اور ثقہ کتب سیر کے مطالعہ سے صاف طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے لئے

مکّی زندگی میں مُمکن ہی نہیں رہا تھا کہ وہ اطمینان اور سُکون کے ساتھ خداوندِ قدوس کی عبادت کر سکتے صحابہ کرام خاص طور پر عصر کی نماز گھروں میں چُھپ کر ادا کرتے یا پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چُھپ چُھپا کر اس فریضہ کی ادائیگی فرماتے اور اس انتہائی حفاظت و اخفاء کے باوجود بھی اگر کُفّار و مشرکین کسی مسلمان کو حالتِ نماز میں دیکھ لیتے تو اس پر اینٹوں اور پتّھروں کی بارش شروع کر دیتے اور اگر پتھر برسانے کا موقع میّسر نہ آتا تو فحش کلامی کرنے اور گالیاں بکنے سے تو قطعاً احتراز نہ کرتے تھے۔

چند مزید روایات

مناقب کی مشہور کتب خصائص نسائی میں امام نسائی ریاض النضرہ میں محبّ طبری صواعقِ محرقہ میں ابنِ حجر مکی ہتمی ینابیع المودۃ میں سیّد سلیمان حنفی قندوزی اور اُسد الغابہ میں علاّمہ ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس ضمن میں مزید یہ روایات بیان کرتے ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات سال کا پورا عرصہ فرشتے مجھ پر اور علی پر درود بھیجتے رہے اور سات سال کے اس عرصہ میں سوائے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے میرے ساتھ دُوسرے کسی شخص نے نما ادا نہیں کی۔

حدثنا اسحق بن ابراهیم بن عبد الرحمن بن الاسود عن محمد بن عبید الله بن عبد الرحمن

بن مسلم عن ابیه عن ابو ایوب الا نصاری قال
قال رسول اللّٰه صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم لقد
صلیت المائکة علی وعلی سبع سنین و ذالک
انه لم یصل معی رجل غیره.

﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۳۴﴾﴿ اسد الغابه ج۴ ص ۱۸ ﴾
﴿ریاض النضره ج۲ ص ۲۰۸﴾﴿ ذخائر العقبیٰ ج۲ ص ۲۰۲﴾

علاوہ ازیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اِس اُمّت میں مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہو اور میں نے تمام لوگوں سے پانچ سال یا سات سال قبل اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

عن قال لم احد من حذہ الا مة عبد اللّٰه قبلی لقد
عبدته قبل ان یعبده احد منهم خمس سنین
اوسبع سنین.

﴿اسد الغابه ج۴ ص ۱۷﴾﴿ خصائص نسائی ص ۳﴾
﴿ریاض النضرة ج۲ ص ۲۰۹﴾﴿ ذخائر العقبیٰ ج۲ ص ۲۰۲﴾
﴿ ینابیع المودة ج ۱ ص ۴۶﴾

حبۃ العرنی سے جناب سیّدنا علی الکریم وجہہ الکریم کا ہی دوسرا ارشاد اس طرح مروی ہے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ نماز ادا کی۔

عن حبة العرفی قال سمعت علیا یقول انا اول

من صلی مع النبی صلی الله علیه و آلہٖ وسلم.

﴿اسد الغابہ ج۴ ص ۱۷﴾﴿خصائص نسائی ص ۳﴾

﴿ریاض النضرہ ج۲ ص ۲۰۹﴾﴿ذخائر العقبیٰ ج۲ ص ۲۰۲﴾

نیز یہ روایت امام نسائی وغیرہ حضرت زید بن ارقم کی سند سے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

عن زید بن ارقم اول من صلی مع رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ وسلم علی رضی الله تعالیٰ عنہٗ.

﴿خصائص نسائی ص ۲﴾﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۸﴾

﴿ذخائر العقبیٰ ج ۲ ص ۲۰۲﴾﴿ینابیع المودۃ ص ۱۱﴾

اس ضمن مین مذکورہ بالا مزید چند روایات پیش کرنے کے بعد ہم اپنے قارئین سے التماس کریں گے کہ وہ خود بھی پورے خلوص و دیانت اور نہایت غور وخوض کے ساتھ ٹھیک نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش فرمائیں۔

ہم نے دانستہ طور پر اس مضمون کو ہر ممکن حد تک سمیٹنے کی کوشش کی ہے تاہم ابھی بے شمار ایسی روایات ثقہ ترین کتابوں میں موجود ہیں جن سے امیر المومنین امام المسلمین سیّد الاولیاء والاصفیاء تاجدار ہل اتیٰ سیّدنا و مرشدنا حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اُمّتِ محمدّیہ میں اوّل المسلمین اور اول المصلّین ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے اور ان تمام تر روایات کو ہم قلم انداز بھی نہیں کر سکتے بلکہ وہ سب کی سب دیگر عنوانات کے تحت پیش خدمت کی جائیں گی کیونکہ اُن میں سے ہر روایت آپ کے اوّل المسلمین ہونے کے

ساتھ ساتھ آپ کے دیگر کئی قسم کے فضائل و مناقب پر بھی مشتمل ہے اس لئے انہی الفاظ پر یہ مضمون ختم کیا جاتا ہے۔

وجدان کی بات

اس واضح ترین استدلال کے بعد کہ اسلام قبول کرنے والوں میں دوسرا نمبر سیدنا حیدر کرار علی المرتضٰی علیہ السلام کا ہے اور پہلا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جناب شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا خدا اور رسول پر ایمان لانا اور قبولِ اسلام کرنا اِعزازی طور پر ہے اور ظاہر طَور پر ایسا کرنا اشدّ ضروری بھی تھا مگر باطنی طور پر تو آپ نے اَزل ہی سے ایمان و اسلام کے سوا کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں۔

جس طرح امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی بعثت مبارکہ سے پہلے بھی تختِ رسالت و نبوّت پر مُتمکّن تھے بلاتشبیہ اسی طرح اِمام الاولیاء حضرت شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بظاہر اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی سلطنتِ ولایت کے تاجدار تھے۔

جس طرح حضور سرورِ کائنات اعلان نبوّت فرمانے سے پہلے مومن

اور مسلمان تھے اسی طرح مولائے کائنات بھی بظاہر اسلام لانے سے پہلے بھی مومن اور مسلمان تھے۔

نہ تو حضور رسالت مآب کو کبھی کفر و شرک کی نجاست نے چھوا اور نہ ہی کفر و شرک کی نجاستیں جناب ولایت مآب کے کبھی قریب آئیں۔

ہم گذشتہ اوراق میں متعدّد ثقہ کتب احادیث و سیر کے حوالہ سے ایک روایت نقل کر چکے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لائے اور پھر ان کے فرمان کے مطابق حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خدا تعالیٰ پر ایمان لائے۔

حالانکہ یہ سب کچھ ظاہر طور پر ہے ورنہ حضور تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بعثتِ مبارکہ سے پہلے بھی بلکہ ازل ہی سے خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور اس کے خلاف تو سوچنا بھی سراسر گمراہی اور راہِ ضلالت ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تو تمام انبیاء سے بھی پہلے ایمان لانے والے ہیں اور تمام انبیاء میں سے پہلے مُسلمان ہیں کتب احادیث میں بے شمار ایسی روایات موجود ہیں جن میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انا اوّل المُسلمین اور پھر الَستُ بِرَبِّکُم کے جواب میں سب سے پہلے بلیٰ فرمانے والے بھی تو آپ ہی ہیں۔

بلکہ یہاں تھوڑا سا غور فکر کیا جائے تو صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام تو خود حضور ہی کی ذاتِ مبارکہ ہے ایمان اور اسلام تو

محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا نام ہے ایمان اور اسلام تو بنے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تصدیق کے لئے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ صرف یہ کہ ایمان و اسلام ہیں بلکہ ایمان تو اِسلام کی بھی جان ہیں اور حیدر کرّار اسی جانِ ایمان اور رُوحِ اسلام کی آغوش مبارکہ میں آنکھ کھولتے ہیں پھر کُفر و شرک کا تصوّر کہاں۔

حقیقتِ اسلام تو مولائے کائنات کے رگ و ریشہ میں رَچی ہوئی تھی بلکہ آپ کی تو پرورش ہی بانیٔ اسلام کی آغوشِ رافت میں ہو رہی تھی۔

علی کی غذائے مبارک ہی جانِ ایمان کا لُعابِ دہن مبارک تھا پھر علی کا دل ایمان سے کیسے خالی ہوتا علی کو تو ابتداء ہی سے امام الانبیاءؐ نے مکمل ایمان اور کامل اسلام بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ جناب علی جنگِ احزاب میں ابنِ عبدِوُدّ کے مقابلہ پر تشریف لے جاتے ہیں تو حضور سرورِ انبیاء نے فرمایا کہ کمّل ایمان مکمّل کُفر سے ٹکرانے والا ہے علی گر حقیقت اسلام و ایمان سے ناآشنا ہوتے تو اس چھوٹی سی عمر میں اتنی بڑی دولت کو کس طرح سمیٹ سکتے تھے علی اظہار ایمان سے قبل بھی مکمل ترین مومن تھے۔

حقائق سے گریز

اس مقام پر بعض حضرات یوں بیان کر دیتے ہیں کہ سب سے پہلے تو اسلام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی قبول کیا ہے کیونکہ

حضرت علی تو پہلے ہی مسلمان تھے اسلام تو وہ قبول کرتا ہے جو کبھی کافر و مشرک رہا ہو مگر علی نے تو کُفر و شرک کو دیکھا ہی نہیں اس لئے ان کے اسلام قبول کر نے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چنانچہ اگر اوّل المسلمین کسی کو کہا جا سکتا ہے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہیں۔

بظاہر تو یہ استدلال پُرکشش معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس قسم کی باتیں کرنا پٹڑی سے اُتر جانے کے مترادف ہے بلاشک و ریب جناب حیدر کرّار رضی اللہ عنہ نے کسی ایک لمحہ میں بھی کُفر و شرک نہیں کیا مگر اس کا مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے ظاہری طور پر اسلام قبول ہی نہیں کیا کیونکہ مندرجہ بالا تاثر دینے سے تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ چونکہ آپ ازل ہی سے مسلمان تھے اس لئے وہ اسلام کیوں قبول کرتے اور اسلام تو وہ لاتا ہے جو پہلے مسلمان نہ ہو۔

ایسی باتیں کرنا عشق و محبّت کی وادیوں سے گزر کر گمراہی کے غاروں میں گر پڑنے کے مترادف ہے۔

سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ازل ہی سے نبی ہیں اور اس وقت بھی نبی تھے جب جناب آدم علیہ السلام بَینَ الْمَاءِ وَالطِّین تھے مگر آپ اِعلانِ نبوّت اپنی چالیس برس کی عمر میں فرماتے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ چونکہ آپ تو ازل ہی سے نبی ہیں اس لئے انہوں نے چالیس برس کی عمر میں اعلانِ نبوّت فرمایا ہی نہیں۔

بلاتشبیہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ازل ہی سے مقام ولایت پر فائز ہونے اور کفر و شرک کی تمام آلودگیوں سے منزّہ و مبرّہ ہونے کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نبوّت کا اظہار ہوتے ہی ظاہری طور پر بھی مشرّف باسلام ہوئے اور اوّل المسلمین واوّل المصلّین کے اعزاز خاص کے مصداق قرار پائے۔

مزید ذہنی ہیر پھیر سے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا انصاف پسندی کے خلاف ہے حق تو بنفسہٖ بے حد پرکشش ہوتا ہے اس کے حسن میں تاویلوں کی پچّی کاری سے کیا اضافہ ہوسکتا ہے صداقت ذہنی اختراعوں کی محتاج نہیں صداقت ہی رہتی ہے خواہ اُسے کتنی ہی سادگی سے بیان کردیا جائے۔

صداقت کے اثرات اتنی ہی زیادہ قوّت سے ذہنوں پر ثبت ہوتے چلے جاتے ہیں جتنا اسے تاویلات کی غنودگیوں سے پاک رکھ کر سامنے لایا جائے۔

مبالغہ آرائی کی ضرورت تو جب پیش آتی ہے جب تھالی میں کچھ نہ ہو اور جب ہر دو جانب لاحصر ولاتعداد فضائل و مناقب کے انبار لگے ہوں تو پھر ادھر ادھر کے شاخسانے تیار کر کے صداقتوں کو زیرِ نقاب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

انہی الفاظ پر یہ مضمون ختم کرتے ہوئے اب ہم حیدر کرّار رضی اللہ عنہٗ کے نمازی ہونے کے بارے میں ایک نصیحت آمیز مضمون پیشِ خدمت

کرتے ہیں ہو سکتا ہے کچھ اُلجھے ہوئے ذہن اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کرلیں۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ

اہم ترین سوال

آپ بھی سوچئے

تاجدار انبیاء حضور رحمۃ العالمین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی معیّت میں جناب خدیجۃ الکبریٰ اور جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما کا تمام لوگوں سے پہلے نمازیں ادا کرنا معمولی سی بات نہیں یہ اس قدر عظیم اعزاز ہے جس کا ذکر رسولِ امین علیہ السلام اپنی عالی مرتبت صاجبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے فخریہ طور پر کرتے ہیں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے اِس اعزازِ خاص پرناز فرماتے ہیں، نماز معمولی چیز ہوتی تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم اِس کو اپنے لئے ہرگز باعثِ فخر ومباہات نہ سمجھتے یہ درست ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیّت میں ادا کی جانے والی نمازیں خصوصی امتیاز اور مخصوص نوعیّت کی حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں سے زیادہ نمازیں حضور کے ساتھ ادا کرنا جناب حیدر کرّار کی جزوی فضیلت قرار پاتا ہے۔

مگر علی علیہ السلام تو ہر زمانہ میں نماز کے شیدائی رہے ہیں ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ پوری زندگی میں جناب حیدر کرّار نے ایک بھی نماز ترک کی ہے تو ہم اسے مبلغ یکصد روپیہ نقد انعام دینے کے لئے

تیار ہیں۔

یہ علی کے خون اور فاطمہ کے دودھ ہی کا تو اثر تھا کہ شمر لعین کے پاؤں تلے دبی ہوئی گردن کو موڑ کر بھی زخموں سے چور چور حُسین عَلَیہِ السّلام نے آخری سجدہ ادا کرلیا۔

اور پھر حقِّ سجدہ ادا کرنے والے اِسی سرِ اقدس کو سرفرازی عطا ہوئی

جبھی تو کٹ کے بھی کربل میں سر اُس کا رہا اُونچا
کہ تھی شبّیرؑ میں غیرت علی کی آن زہرا کی

نمازی اور غازی

اسلامی تعلیمات کی رُوح دو ہی تو چیزیں ہیں اور وہ ہیں نماز اور جہاد مسلمان کی تو پہچان ہی یہی ہے کہ وہ نمازی بھی ہو اور غازی بھی یہی دونوں چیزیں حقیقت میں اسلام کی رُوح بھی ہیں اور جان بھی پورے فلسفۂ اسلام کا نچوڑ اِنہی دونوں چیزوں کو قرار دیتے ہوئے ترجمانِ اہلِ سنت علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اِسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اِک ضربِ یدُ اللّٰہی اِکّ سجدۂ شبّیری

بیٹے میں باپ کے اسرار نمایاں ہوتے ہی جناب شبیر علیہ السلام کو ذوقِ سجدہ کے ساتھ ضرب ید اللّٰہی بھی حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی دردناک شہادت کا یہ عظیم پہلو بھی آفتاب نصف النہار کی طرح درخشاں اور تابندہ ہے کہ آپ نے ظاہری اسباب کی انتہائی قلت کے باوجود ظلم و جبر کی شدید ترین قوتوں سے ٹکرا کر جاہ و جلال حیدری اور زور ید اللّٰہی کے وہ جوہر دکھائے کہ آپ کے ساتھ کربلا کا وہ قطعہ زمین بھی سرخرو ہو گیا جہاں آپؑ کی شہادت ہوئی۔

کربلا تو کربلا خونِ حسینؑ نے تو دم توڑتے ہوئے اسلام کو دوبارہ زندگی دے دی اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی لرزتی ہوئی بنیادوں کو از سرِ نو استوار کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مضبوط اور مستحکم کر دیا۔

اور دوسری طرف جناب علی علیہ السلام کو ضربتِ یدُ للّٰہی کے ساتھ ساتھ لذّتِ سجود سے بھی مکمل طور پر آشنائی تھی۔

حیدر کرارؑ کے ذوقِ سجدہ ریزی کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے جس نے اپنی شہادت کے لئے بھی سجدہ گاہ ہی کا انتخاب فرمایا۔

کیا مساجد قتل گاہیں ہیں ؟

بعض لوگ مساجد کو قتل گڑھ اور قتل گاہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں حالانکہ اس قسم کے تصورات ذوقِ علیؑ کی توہین کے مترادف ہیں کعبۃ اللہ میں

پیدا ہوکر مسجد میں شہید ہونا ہی تو مولائے کائنات سیّدنا حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کا خصوصی اعزاز و امتیاز اور ذوقِ سجدہ ریزی کی تکمیل ہے پھر مساجد کو قتل گاہیں کیسے قرار دیا جاسکتا ہے مومن کا سامانِ تسکین تو ہے ہی مساجد میں پھر مسجدوں سے منہ کیوں پھیرا جاتا ہے مومن کی تو نشانی ہی یہ ہے کہ اُسے مسجد میں سکون و راحت نصیب ہو جسے مسجد میں تسکین نہ حاصل ہو وہ تو منافق ہوتا ہے۔

المومن فی المسجد کاالسمک فی الماء

والمنافق فی المسجد کا لطیر فی القفس.

مساجد تو مومنوں کے لئے مقامِ فرحت و انبساط ہے جبھی تو امام المسلمین امیر المومنین اور تمام مومنوں کے مولا جناب علی علیہ السلام نے مسجد میں شہادت کو پسند فرمایا۔

کیا مساجد سے نفرت کر کے آپ نادانستہ طور پر علی علیہ السلام کی شہادت گاہ سے نفرت کرنے کے جرم کے مرتکب تو نہیں ہو رہے سوچئے اور خوب غور کیجئے اور اگر عقل ساتھ دینے سے اِنکاری ہے تو آیئے ایک مثال سامنے لے آیئے۔

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں میری بات

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جب جبریل علیہ السلام نے کربلا کی مٹی پیش کی تو آپ نے فرمایا اس سے رنج و مصیبت اور

کرب وبلا کی بُو آتی ہے جناب حیدر کرار جنگِ صفین کے دَوران دشتِ نینوا میں تشریف لائے تو آپ نے بھی فرمایا کہ یہ مقام کرب وبلا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ جو جگہ نصوص صریحہ کے مطابق آلام ومصائب کی جگہ اور مقامِ کرب وبلا ہے اب اُسے مصیبت کدہ اور بلاؤں کا گھر کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔

یہ درست ہے کہ وہاں حاضری دیتے وقت غمِ حسین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اشکوں کے سیلاب کی روانی بڑھ جاتی ہے مگر وہاں پر سجدۂ شبّیری کی عظمت کا اِحساس بھی تو شدّت اختیار کر جاتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مقام کرب وبلا اَب جنّت کے قطعے کی صورت اختیار کر گیا ہے اور کربلا تو کربلائے معلّٰی بن چکی ہے۔

یہ خونِ حسین علیہ السلام کا ہی کرشمہ تو ہے کہ،

جنگل کو مصطفٰے کا مدینہ بنا دیا

شہادت گاہِ حسینؑ اور شہادت گاہ علی

شہادت حسینؑ کی برکت سے دکھوں بلاؤں اور آلام ومصائب کی جگہ رشکِ جنت الفردوس بن چکی ہے اور اب اسے کوئی بھی کرب وبلا کی زمین کہنے کا مجاز نہیں۔

اور جنّت تو اسے ہی کہا جا سکتا ہے جہاں سکون ہی سکون ہو تسکین ہی تسکین ہو قرار ہی قرار ہو اب جبکہ خُونِ حُسین کی رنگینیوں نے ایک مصیبت کدہ کو جنّت زار بنا کر عشّاق کی زیارت گاہ بنا دیا ہے تو مسجدوں کو جو پہلے ہی سکون و راحت کی جگہ ہیں حیدرِ کرّار کے خُون نے کیوں قابلِ نفرت بنا دیا ہے

شہادت گاہ حُسین کی شبیہ بنا کر تو اس کا احترام کیا جاتا ہے مگر شہادت گاہِ علی کی شبیہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے آخر کیوں؟

مسجدوں سے نفرت در حقیقت علی علیہ السلام کے ذَوقِ سجدہ ریزی سے نا آشنائی کا نتیجہ ہے اگر شہادت گاہ حسین کا احترام ضروری ہے تو شہادت گاہِ علی کا احترام بھی اشد ضروری ہے۔

علی سے آشنائی حاصل کرنا ہے تو علی کے ذَوق کا احترام کرو علی کے اُسوۂ حسنہ پر چلنے کی کوشش کرو یہ تو سراسر نفس کی چالاکی اور شیطان کی چال ہے کہ یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ مسجدوں میں نہ جاؤ یہ قتل گاہیں ہیں شیطان مساجد سے نفرت کرتا ہے اس لئے سکھاتا ہے کہ تمہیں علی کے نقشِ قدم پر چلنے سے روک دے کیونکہ جب سجدہ گاہ ہی سے نفرت ہو گی تو پھر سجدہ ریز ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مولا علی کو اپنا آقا و مولا سمجھتے ہو تو علی کی طرح نماز سے عشق پیدا کرو مسجدوں سے محبّت کرو مسجدوں کو حقارت سے قتل گاہ کا نام دینا توہینِ حیدرِ کرار ہے مسجد میں شہید ہونا حیدر کرّار کا اعزازِ عظیم ہے اِس اعزاز کا اِنکار نہ

کرو مسجد کی تحقیر شہادت گاہِ حیدر کی تحقیر اور علی کی سعادت کا انکار کر دینے کے مترادف ہے حالانکہ نادانستہ طور پر یہ بھی کہہ دیتے ہو کہ،

کسے رامیسر نہ شُد ایں سعادت

بمسجد شہادت بکعبہ وِلادت

اگر مسجد میں شہید ہونا مُرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے لئے وجہ سعادت ہے تو مساجد کو بنظر تنفّر و حقارت دیکھنے کا کیا جواز ہے۔

نمازِ علی کیلئے سُورج کی واپسی

علی کا ذوقِ نماز تو دیکھئے کہ آپ کی نمازوں کو وقت پر ادا کروانے کو خاطر دوبارہ سورج کو واپس لوٹنا پڑاتا کہ پوری کی پوری زندگی میں علی کی ایک نماز بھی قضا نہ ہو جائے۔

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نماز کے لئے سُورج کو لوٹایا اور ایک دفعہ خود مولائے کائنات نے نمازِ عصر کو قضا ہوتے دیکھ کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کر کے سورج کو واپس لوٹایا۔

پہلی روایت حسن اسناد کے ساتھ جناب اَسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر علی کو کسی کام کے لئے بھیج دیا اور وہ واپس آئے تو رسول اللہ صلّی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نمازِ عصر ادا فرما چکے تھے اور پھر آپ علی کی گود میں سرِ اقدس رکھ کر آرام سے سو گئے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا ﴿ پھر آپ بیدار ہوئے ﴾ تو آپ نے برگاہِ ایزدی میں عرض کیا کہ الٰہی تیرا یہ بندہ علی تیرے نبی کی خدمت پر مامور تھا تو اِس کے لئے سُورج کو واپس لوٹا دے جناب اسماء فرماتی ہیں پھر سُورج طلوع ہو گیا اور پہاڑوں اور زمین پر اس کی روشنی پھیل گئی اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے وضو فرما کر نماز ادا فرمائی تو سُورج دوبارہ غروب ہو گیا اور یہ مقامِ صہبا کا واقعہ ہے۔

باسناد حسن عن اسماء بنت عمیس رضی اللّٰه عنها ولفظه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم صلی الظهر بالصهبا ثم ارسل علیا فی حاجته فرجع وقد صلی اللّٰه علیه وآله وسلم العصر فوضع صلی اللّٰه علیه وآله وسلم راسه فی حجر علی ونام فلم یحرکه حتیٰ غابت الشمس فقال علیه الصلوٰة والسلام اللهم ان عبدک علیا احتبس بنفسه علیٰ نبیک فردالشمس قالت اسماء فطلعت علیه الشمس حتیٰ دقعت علی الجبال وعلیٰ الارض وقام علی فتوضا وصلی العصر ثم و ذالک بالصهبا.

اسی مضمون کی دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب اسماء رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم علی کی گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی حتیٰ کہ سُورج غروب ہو گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نمازِ عصر ادا نہ کر سکے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا الٰہی علی تیری اَور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سُورج کو لوٹا دے جناب اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سُورج غروب ہو چکا ہے اور پھر میں نے دیکھا کہ طُلوع ہوا غروب ہونے کے بعد حتیٰ کہ پہاڑ اور زمین روشن ہو گئے اور یہ واقعہ مقامِ صہبا کا ہے جو کہ خیبر کے علاقہ میں ہے۔

عن اسماء بنت عميس رضى الله تعالىٰ عنها ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم كان يوحى اليه ورا سه فى حجر على رضى الله تعالىٰ عنهٔ فلم يصل العصر حتىٰ غربت الشمس فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انه كان فى اطاعتك و طاعة رسولك فاردد عليه الشمس قالت اسماء فرايت ها غربت ثم طلعت بعد ما غربت و دقعت الجبال والارض وذالك فى الصهبا فى خيبر.

﴿کنزالاعمال ج ۲ ص ۲۷۷﴾ ﴿خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸﴾ ﴿شواهد النبوة ص ۲۹۰﴾
﴿موضوعات کبیر ج ۲ ص ۸۹﴾ ﴿تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۰﴾
﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۳۰﴾ ﴿شرح مسلم نووی ج ۲ ص ۸۵﴾
﴿حجة الله على العالمين ص ۳۹۸﴾

نماز علی کیلئے

سورج کی دوبارہ واپسی

دُوسری بار سورج کا لوٹنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بابل کی طرف جا رہے تھے کہ مع رفقاء کے فرات کے پار جا کر نماز کا اِرادہ فرمایا آپ کے ساتھیوں نے دریائے فرات سے سواریاں گُزارنی شروع کر دیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور ان کی نماز قضاء ہوگئی آپ کے ساتھی چہ میگوئیاں کرنے لگے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے سُورج لوٹانے کی التجاء کی تا کہ آپ اور آپ کے ساتھی وقت پر نماز ادا کرلیں اللہ تبارکؔ وتعالیٰ نے آپ کی دُعا کو شرفِ قبولیّت بخشا اور آفتاب واپس لوٹ آیا اور عصر کا وقت ہوگیا جب آپ نے

﴿نماز پڑھ کر﴾ سلام پھیرا تو سورج غروب ہوگیا اور اس میں سے ہولناک آوازیں آنے لگیں جس سے لوگوں پر خوف وہراس چھا گیا اور وہ تسبیح و تحلیل میں مصروف ہوگئے۔

﴿شواهد النبوة ص ۲۹۲﴾

آج کل وہابیہ وغیرہ میں سے بعض لوگ بالعموم اور مودودی اور اس کے متبعین بالخصوص ردِ شمس کے معجزہ و کرامت کا نہایت سختی سے انکار کرتے ہیں اس کا جواب ہم آئندہ اوراق میں کسی مقام پر دوبارہ اس واقعہ کو بیان کرکے دیں گے یہاں تو صرف یہ کہنا ہے کہ مولائے کائنات حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز سے کس قدر شغف تھا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کی نماز کو کس قدر قیمتی متاع سمجھتے تھے کہ اُن کی نماز کے لئے سورج کو واپس لوٹانا پڑا اور پھر خُود مولائے کائنات نے بھی اپنی اور اپنے ساتھیوں کی نماز کو قضا سے بچانے کے لئے بارگاہِ ایزدی میں عرض کرکے سورج کو واپس لوٹایا کاش مُسلمان اور خاص طور پر محبّتِ علی کے دعویدار مساجد اور نماز سے انحراف نہ کرتے "

اظہارِ اسلام اب ہوتا ہے

جیسا کہ ہم سابقہ مضمون میں بالوضاحت بتا چکے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم ہی چُھپ چُھپ کر نمازیں پڑھتے تھے بلکہ خود حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور دیگر تمام صحابہ کبار بھی کفّار و مشرکین سے چُھپ چُھپا کر ہی یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

البتّہ اس میں یہ امتیاز ضرور تھا کہ چھپ کر نماز پڑھنے کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیّت صرف اور صرف حضرت علی علیہ السلام کو ہی حاصل تھی جبکہ دوسرے تمام عالی قدر حضرات اپنی اپنی ٹولیوں کی صورت میں مختلف پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چُھپ کر اِس اِرشاد خداوندی کی تعمیل فرماتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اخفاء و پوشیدگی عین منشاء خُداوندی کے مطابق تھی اور ابھی تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُیسا کوئی فرمان صادر نہیں

ہوا تھا جس کے پیشِ نظر مسلمان اپنے اسلام کا اظہار علی الاعلان کرتے۔

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں اسلام قبول کرنے والے پوشیدہ طور پر ہی اس نعمتِ غیر مترقبہ سے اپنے دامانِ قلب ونظر کو آسودہ کرتے تھے اور پوشیدہ طور پر ہی دوسرے ہم نوا لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے تھے۔

بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضور سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی فریضۂ رسالت ونبوّت کو انتہائی رازداری کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔

اور یہ اس لئے تھا کہ تا حال اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعلانیہ طور پر دعوت اِلی الحق دینے کے لئے حکم ہی نہیں فرمایا تھا۔

فرمانِ اعلان

اخفائے اعلان کے اس دور کو جب تین برس گذر گئے۔

عن ابن اسحٰق ان مدۃ با اخفی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم امرہ ای المدۃ التی صار یدعوا لناس فیھا خفیۃ بعد نزول ﴿یا ایھا المدثر﴾ ثلاث سنین.

﴿سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۲۸﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۵۶﴾
﴿تاریخ کامل ج ۲ ص ۴۲﴾ ﴿تفسیر درّ منثور ج ۴ ص ۹۶﴾
﴿تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۲﴾ ﴿معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۲﴾
﴿تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰۵﴾ ﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۰۵﴾
﴿الوفاء ابن جوزی ص ۱۹۰﴾ ﴿روض الانفس ج ۱ ص ۱۶۸﴾

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے پیارے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو کفار ومشرکین سے اعراض فرمانے کے ساتھ ساتھ اعلانیہ طور پر دعوتِ اسلام دینے کا حکم فرمادیا اور یہ بھی فرمادیا۔ کہ اپنے اقرباء کو بھی انذار فرمائیں چنانچہ اس ضمن میں یہ آیات بینات نازل ہوئیں۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْ مَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ .

﴿القرآن ۱۵۔ ۹۴﴾

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَ تَكَ الْاَ قْرَبِيْنَ

﴿الشعرا آیت ۲۱۴﴾

یعنی محبوب آپ اپنے کنبہ والوں کو ڈرائیں۔

حضور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خُدا تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم صادر ہوتے ہی اس کی تعمیل شروع کردی اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ تم جن بتوں کی پوجا کرتے ہو یہ لائق عبادت نہیں بلکہ تم نے خود ہی ان کو بنا کر ''الٰہ'' کا درجہ دے رکھا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی لائقِ عبادت ہے وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں وہی حق ہے اور تمہارے یہ معبود جنہیں تم پوجتے ہو قطعی طور پر باطل ہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں میری پیروی کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنے مندرجہ بالا موٗقف کی وضاحت پہلے بیت اللہ شریف میں جمع شدہ لوگوں میں فرمائی مگر کسی شخص نے بھی آپ کی صداقت آفرین گفتگو سے کوئی استفادہ نہ کیا۔

بعدازاں آپ بیت الحرام کے نزدیک ہی کوہِ صفا کے اُوپر تشریف لے گے اور لوگوں کو جمع کرنے کی غرض سے تمام اہلِ مکّہ کو بالعموم اور اپنے قبیلہ والوں یعنی بنوعبدالمطلب وغیرہ کو بالخصوص بُلند آواز سے نام لے لے کر پکارا!

جب لوگ مجمع کی صورت میں جمع ہو گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو ! اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اِس پہاڑ کے نیچے موجود ہے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے۔

لوگوں نے کہا ہاں کیونکہ آپ پر نہ تو کبھی جھوٹ کی تُہمت آئی ہے اور نہ ہی ہم کو آپ کے کِذب کا کبھی تجربہ ہوا ہے۔

عوام النّاس کا یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا کہ !

اگر یہ بات ہے تو سنو میں تمہیں ایک عذاب شدید سے ڈرانے والا ہوں اے بنوعبدالمُطّلب اَے بنی عبدالمناف اے بنوزہرہ یہاں تک کہ آپ نے قبیلہٴ قریش کی شاخوں کو گن ڈالا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ اِلیٰ آخر الآیة.

آپ کا فرمان سب لوگ خاموشی سے سن رہے تھے کہ ابُولہب نے اِس قسم کی خرافات بکنا شروع کر دیں کہ تمہاری سارا دِن بربادی ہو ﴿معاذ اللہ﴾ اس لئے ہم کو جمع کیا تھا۔

تبالک سائر الیوم الهذا جمعتنا ﴿معاذ اللّٰه﴾

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۹۷﴾ ﴿معارج النبوة ج ۳ ص ۲۰﴾
﴿سیرت حلبیه ج ۱ ص ۳۲۰﴾ ﴿سیرت ابن هشام ج ۱ ص ۱۶۷﴾
﴿روض الانف مع سیرت ابن هشام ج ۱ ص ۱۶۷﴾

علاوہ ازیں بھی تفاسیر و احادیث اور سیرت کی تمام کتابوں میں یہ واقع مرقوم ہے۔

ابولہب لعین کی اس بے باکی اور بدکلامی کا بدلہ غیرتِ الٰہیہ نے فوراً ہی لے لیا اور قیامت تک کے لئے اس کی بربادی کے لئے قُرآنِ مجید میں پُوری سورۃ نازل فرمادی کہ جب تک دُنیا میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے موجود ہیں ابولہب کی بربادی کا ذکر ہوتا رہے اور اہلِ ایمان کہتے رہیں تبت ید ا ابی لهب یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

بہر حال حضور سرورِ کائنات صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کے

حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بعثتِ مبارکہ کے ٹھیک تین سال بعد کُھلّم کُھلّا اعلانِ نبوّت فرما کر لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش فرمائی۔

اور اس کوشش کا اسی وقت جو ثمر حاصل ہوا وہ انتہائی مایوس کن تھا کیونکہ ابولہب کی بکواس سن لینے کے بعد وہاں کوئی شخص بھی نہ رکا تھا اور نہ ہی کسی نے دعوتِ اسلام کو قبول کیا اس صورتِ حالات سے حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت غمزدہ اور محزون وملول خاطر ہو کر گھر تشریف لے آئے۔

علی انتظامِ دعوت کرو

آپ اہلِ مکّہ کے روّیہ پر اظہارِ غم کرتے ہوئے گھر تشریف لائے تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مل کر تمام صُورتِ حالات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ !

یا علی ! حالات انتہائی مخدوش اور ناساز گار ہیں اور خُداوندِ قدّوس کا حکم آ گیا ہے کہ دعوتِ اسلام کا سلسلہ علی الاعلان شروع کر دیا جائے۔

حالانکہ کُفّار و مُشرکین مکّہ اخفائے اسلام کی صُورت میں بھی کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی کرتے ہی رہے ہیں اور اَب جبکہ نہ صرف یہ کہ اظہارِ اسلام ہی کیا جا رہا ہے بلکہ دُوسروں کو بھی کُھلّم کُھلّا دعوتِ اسلام دینا ہے تو یہ لوگ ہمیں مزید دُشواریوں میں مُبتلا کرنے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی اذّیت

دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔

آپ کی گفتگو کا سلسلہ ابھی یہاں تک ہی پہنچا تھا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی ابھی اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم کا یہ فرمان گوش گزار کر دیا کہ،

محبوب آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اُس کی تعمیل کریں اِس کا خلاف آپ کے لئے آپ کے رب کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔

﴿تفسیر دُرِّ منثور ۵ ص ۲۲۰﴾﴿تفسیر خازن ج۲ ص ۱۰۵﴾
﴿تفسیر معالم التنزیل ج۵ ص ۲۲﴾﴿تفسیر ابن کثیر ج۳ ص ۱۹۰﴾
﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج۲ ص ۴۱﴾﴿معارج النبوۃ ج۳ ص ۲۱﴾
﴿سیرت حلبیہ ج۲ ص ۴۶۲﴾
﴿"جمع بنی عبد المطلب فی دار ابی طالب وھم اربعون" سیرت حلبیہ ج۱ ص ۴۶۱﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس فرمانِ خداوندی کے بعد مُجھے فرمایا کہ علی میرے لئے دعوت کا انتظام کرو اور ایک صاع ﴿سوا دو سیر﴾ اناج اور قدرے گوشت پکاؤ اور ایک پیالہ دودھ بھی لاؤ۔

ایک روایت کے مطابق سوا دو سیر آٹا ایک پیالہ دودھ اور ایک بکری ذبح کرنے کے متعلق بھی آیا ہے بہر حال فرمانِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ کے مطابق حضرت ابو طالبؑ کے گھر میں اس دعوت کا انتظام ہو گیا اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کھانا وغیرہ تیار کر لیا تو حضور رسالت مآب صلّی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب تم تمام بنو عبدالمطلب کو بلا لاؤ۔

جناب حیدر کرارؑ فرماتے ہیں کہ بحکم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرزندانِ عبدالمطلبؑ کے تمام گھروں میں گیا اور اپنے تمام چچاؤں اور چچا زادوں کو جنابِ ابوطالبؑ کے گھر میں آنے کی دعوت دے کر واپس آ گیا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہلِ خاندان جن کی تعداد چالیس افراد پر مشتمل تھی اور ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالبؑ حمزہ عباس اور ابولہب اور ان کے بیٹے وغیرہ تھے جمع ہو گئے تو آپ نے مجھے کھانا لانے کا حکم دیا میں نے فوراً تعمیل ارشاد کر دی تو آپ نے اس کھانے میں سے گوشت کا ٹکڑا اٹھایا اور اس سے قدرے چکھنے کے بعد دوبارہ برتن میں رکھ دیا اور تمام حاضرین کو فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔

چنانچہ وہ کھانا تمام لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور اس دودھ کے ایک پیالہ سے بھی سب لوگوں نے حسبِ ضرورت دودھ پیا۔

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ وہ کھانا جسے چالیس افراد نے جی بھر کے کھایا صرف میں اکیلا کھا سکتا تھا یا یہ کہ اُسے کوئی بھی اکیلا آدمی کھا سکتا تھا۔

بہر حال جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکلم فرمانے کے لئے لب کشائی فرمائی ہی تھی کہ ابولہب نے فوراً آپ کی بات چھین لی اور جناب علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ برخوردار ہو سکتا

ہے کہ تم میں سے کسی پر تمہارے ساتھی نے جادو کر دیا ہو۔

پھر ابولہب نے ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم میں یہ ہمّت نہیں کہ تمہاری وجہ سے تمام قبائلِ عرب کو اپنا دشمن بنا کر اُن سے لڑائی مول لے سکیں اور یہ بھی کہا کہ قبائل عرب سے جنگیں لڑنے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ تمہیں کسی کمرے میں بند کر دیں۔

ابولہب لعین بسخن مباورت جست وگفت برخوردار مبادا از شما کسے کہ محمد را ﴿صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم﴾ سحر کردہ است ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راگفت قوم تو یعنی قریش را طاقت مقاومت جمیع قبائل نیست وسرانجام ایں مہام براں قیام میگیرد کہ در مجسے حبس کنیم کہ ہرگز روئے عیش نہ بینی وایں برما آسان تر است کہ ہمہ قبائل عرب بمخاصمہ ومقابلہ ما برخیزند،

﴿معارج النبوت رکن سوئم ص ۳۱﴾

اور اس کے ساتھ ہی تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دِل پُر اگرچہ اُن لوگوں نے زبردست چوٹ لگائی تھی مگر آپ نے باوجود شدید غمزدہ ہونے کے ہمّت

نہ ہاری اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ علی کل ان لوگوں کی دعوت کا پھر انتظام کروتا کہ میں دعوتِ تبلیغِ حق کا فریضہ سرانجام دے لوں آج تو ابولہب نے مجھے بات ہی نہیں کرنے دی۔

حیدر کرّار علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگلے روز میں نے پھر اسی قدر کھانے کا انتظام کیا اور سب اہلِ خاندان کو جنابِ ابوطالبؑ کے گھر آنے کی دعوت دے آیا۔

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج۲ ص ۴۲﴾ ﴿درّ منثور ج۳ ص ۲۲﴾
﴿تفسیر ابن کثیر ج۳ ص ۱۹۳﴾ ﴿معارج النبوت ج۳ ص ۲۲﴾
﴿ینابیع المودۃ ج۱ ص ۱۰۵﴾

عربی متن ہے۔

وقال علی ابن ابی طالب لما نزلت ﴿ وانزر عشیرتک الاقربین ﴾ دعانی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقلا یا علی ان اللہ امرنی ان عشیرتی الاقربین فضقت بذا لک ذرعا وعلمت انی متی ابایھم بھذا الامر ادمی منھم ما اکرہ فصمت الیہ حتیٰ جاء نی جبریل فقلاً یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انک لا تفعل ما تو مر یہ یعذبک ربک فقال محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا علی فا صنع لنا صاعا من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واملأ لنا عسا من لبن

واجمع لی بنی عبد المطلب حتیٰ اکلمهم
وابلغهم ما امرت بہ ففعلت ما امرنی بہ دعوتهم
لہٗ وهم یومئذ اربعون رجلا یز ید و ن رجلا
اوینقصو نه فیهم اعما مه ابو طالب و حمزه
والعباس وابو لهب فلما اجتمعوا الیه دعا نی
باالطعام الذی صنعت لهم فلما وصنعة تنا ول
رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم جزة من
اللحم ما فنتفها با سنا نه ثم القا ها فی نوا حی
الصفحة ثم قال خذ وا با سم اللّٰه فا کل القوم
حتی ما لهم بشی من حا جة وما اری الا مواضع
اید هم وایم اللّٰه الذی نفس علی بیده ان کان
الرجل الوا حد منهم لیا کل ما قد مت جمیعهم
ثم قال اسق القوم فجعتهم بذالک العس فشربوا
منه حتی رو وا جمیعا وایم اللّٰه ان کا ن الرجل
الوا حد ان یکلمهم بدره ابو لهب الی الکلام
فقال لکما سحر کم بہٖ صاحبکم فتفرق القوم
ولم یکلمهم صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم فلما کان
الغد قال یا علی ان هذا ان رجل سبقنی الی ما
سمعت من القول فتفر قوا قبل ان اکلمهم فعد لنا
من الطعام بمثل ما صنعت ثم اجمعهم لی ففعل

مـث مـا فـعـل با لا مس فا كلوا وسقيتهم ذا لک

الـعــس يشـر بـوا حتـى رو وا جـمعيا و شبعوا ثم

تـكلم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال

يـا بـنـی عبد المطلب انی والله ما ءعلم شا با نی

الـعـرب جـاء قـوم بـا فضل مما قد جئتكم بخيرا

الدنيا والآخرة وقد امر نی الله تعالیٰ ان اد عو كم

اليه فا يكم يوا ذر نی علی هذا الا مر

عـلـی ان يـكـون اخـی ووصـی وخـلـيـفـتـی فيكم

فـاحجم القوم عنها جميعا وقلت وانی لا احد ثهم

سـنـاو ا رمـصـهـم عينا واعظمهم بطنا واحمشهم

سـاقـا انـا يـا نـبـی الله اكون وزير كـ عليه فا خذ

بـرقبـی ثـم قـال ان هـذا اخـی ووصـيـي وخليفتی

فـاسـمـعـو الـهٔ واطيعوا قال فقام القوم يضحكون

فـيـقـولـون لا بـی طـالـب قد امرک ان تسمع لا

نبک وتطيع .

﴿تاریخ کا مل ابن اثیر جلد دوم ص ۴۱-۴۲ مطبوعه بیروت﴾

باب ۷

خلافتِ حیدرِ کرّار علیہ السلام

کون ہے جو خلیفہ بنے؟

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو پہلے ہی دن کی طرح اُن سب کو کھانا پیش کیا گیا سب لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور دُودھ بھی پیا کھانے کا دور خُتم ہوتے ہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں آغازِ کلام کیا کہ،

اَے فرزندانِ عبدالمطلب خُدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ عرب میں کوئی شخص اپنی قوم کے لئے اِس سے بہتر چیز لے کر آیا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔

میں یقیناً تمہارے لئے دُنیا اور آخرت کی بہتری لے کر آیا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا ہے کہ تمہیں اِس بھلائی کی طرف بلاؤں۔

﴿تفسیرِ دُرِّ منثور ج ۲ ص ۹۷﴾ ﴿معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۲﴾

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۱﴾ ﴿تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۲﴾

پس تم میں ایسا کون ہے جو اِس کام میں میری معاونت کرے اور دعوت وتبلیغ میں میرا ساتھ دے تاکہ میں اُسے اپنا ''بھائی'' بناؤں اپنا ''وصی'' بناؤں اور تم میں اپنا '' خلیفہ '' بناؤں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان کو سب نے سنا لیکن جب کوئی بھی اِن

اعزازات کو حاصل کرنے کے لئے نہ اُٹھا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ کا ساتھ دوں گا حالانکہ میں اُس وقت اُن میں عُمر میں بھی سب سے چھوٹا تھا اور اُس وقت میری آنکھیں کمزور پیٹ بھاری اور پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں میری گذارش سن کر آپ نے مجھے فرمایا کہ علی بیٹھ جاؤ۔

بعد ازاں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اپنا جملہ دُہرایا لیکن پھر بھی کوئی نہ اُٹھا میں نے کھڑے ہو کر عرض کی ! یارسول اللہ میں ہوں آپ نے پھر مجھے ارشاد فرمایا علی ! بیٹھ جاؤ۔

تیسری بار پھر آپ نے اپنی بات دُہرائی تو پھر بھی کوئی نہ اُٹھا تو میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں ہوں اِس دفعہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکمالِ شفقت میری گردن پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے اور میں اِس کی سمع اور اطاعت کا حکم فرماتا ہوں۔

جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ سب لوگ اِستہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور جنابِ ابوطالبؑ کو کہنے لگے کہ، تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے بیٹے کا حکم مانو اور اِس کی اطاعت کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ بنو عبدالمطّلب نے جناب ابوطالبؑ کا تمسخر اُڑاتے ہوئے کہا کہ اب اپنے برادر زادے کی اطاعت کرو اور ان کے حکم کی تعمیل کیا کرو۔

معارج النبوۃ وغیرہ میں آتا ہے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے حضرت ابو طالب نے اسلام قبول کرنے کے علاوہ دیگر ہر قسم کی حمایت نصرت اور تعاون کا یقین دلایا جسے سن کر ابولہب بھڑک اٹھا اور الٹی سیدھی ہانکنے لگا جس کے جواب میں حضرت ابو طالبؑ نے بلیغ گفتگو فرما کر اس کی سیاست ناکام بنادی پہلے آپ یہ پورا واقعہ ملاحظہ فرمالیں اور اس کے بعد مختلف لوگوں کی وہ قیاس آرائیاں ملاحظہ فرمائیں جو مذکورہ بالا روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلیفہ مقرر ہونے پر کی گئی ہیں۔

﴿تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۴۲﴾

﴿تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان جلد سوم ص ۱۹۳۔۱۹۲﴾

﴿سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۱۱﴾

﴿معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۲﴾

خیال اپنا اپنا

مکالمہ ابوؒ طالبؑ و ابولہب

حضرت جعفر بن عبداللہ کی روایت میں مزید یہ ہے کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے آپ کے والدِ ماجد حضرت ابوطالبؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے جواب میں عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہمیں کوئی بات اور کوئی کام آپ کی اعانت وحفاظت سے زیادہ عزیز اور محبوب و مطلوب نہیں ہم سب آپ کی قبولِ صحبت کے لئے حاضر ہوئے ہیں یہ سب آپ کے والدِ گرامی کے برادر وعم زاد ہیں۔

اگر یہ آپ کی بات ماننے اور آپ کی رسالت کے احکامات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں تو میں اِن سب سے پہل کرنے کو تیار ہوں اور اگر یہ انکار کرتے ہیں تو میں عبدالمطلب اور اپنے دیگر آباؤ اجداد کے مذہب پر رہوں گا البتہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس کام کے لئے مامور فرمایا ہے اُس پر قائم رہتے ہوئے آپ پوری دلجمعی کے ساتھ اپنی ملّت کے اظہار اور تبلیغ رسالت کا فریضہ اعلانیہ طور پر سرانجام دیں اور اپنے ساتھیوں میں دن بدن اضافہ فرمائیں۔

خدا کی قسم جب تک میری جان میں جان ہے آپ کی حفاظت کروں گا اور آپ کی طرف آنے والے ہر تیر کو روکنے کے لئے اپنے جسم و جان کو سپر بنائے رکھوں گا۔

حضرت ابو طالبؑ کی یہ گفتگو سُنی تو ابولہب نے یہ سیاسی شُعبدہ بازی دکھانے کی کوشش کی اے فرزندانِ عبدالمطلب واللہ اگر ابوطالبؑ کی اس بات پر عمل کیا گیا تو یہ ہمارے لئے اِنتہائی نقصان کا موجب اور زیان کا سبب بن جائے گا اور تم لوگ محمدؐ کی حمایت سے خود کو اُس وقت تک الگ رکھو جب تک کہ دُوسرے لوگ اِس کے دفاع اور حمایت کے لئے سامنے نہیں آجاتے۔

حضرت ابو طالبؑ نے ابولہب کی یہ مکّارانہ گفتگو سُنی تو اُس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ٹیڑھے انسان اِس حماقت مآبی سے باز آ تو دوستی کے پردے میں دشمنی کرتا ہے اور خود کو یوں سمجھتا ہے کہ گویا مادرِ گیتی نے تیرے سوا کسی دُوسرے کو پیدا ہی نہیں کیا جس کو تجھ سے بڑھ کر عقل و دانش عطا کی گئی ہو۔

خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں حمایتِ مصطفٰےؐ کے سلسلہ میں کوئی فروگذاشت نہیں کروں گا اور اِس کو دُشمنوں کے ہاتھ میں نہیں جانے دوں گا اور اگر مجھے عبدالمطلب کی اِتبّاع مقصود نہ ہوتی تو بہر صورت میں ان کی تصدیق کرتا اور اُن کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہوتا۔

اور ہاں ! اے فرزندانِ عبدالمطلبؑ اگر تم اِنصاف کی بات کرو تو تمہیں آپ کی رسالت پر ایمان لے آنا چاہیئے اور اگر تم ایمان نہیں لانا چاہتے تو آپ کی معاونت کے سلسلہ میں کوتاہی نہ کرو تا کہ آپ اعلانیہ طور پر دعوتِ اسلام دے کر اُس غرض و غایت کی تکمیل کرسکیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں مامور فرمایا ہے۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

وبروایت جعفرؔ بن عبداللہ چناں است کہ پیش از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم' ابو طالب بجواب مبادرت نمود و گفت اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مارا امرے از اعانتِ تو محبوب نیست وہیچ کارے از رعایت تو مطلوب تر نیست ہم از برائے قبول بہ صحبت آمدہ ایم وایں ہمہ ابنائے اعمام پدر تو اند و من یکے از ایشانم اگر قبول مقالت تو کنند و تسلیم احکام رسالت تو نمانید من برھما مسابقت می نمایم اگر ابا نمانید من نیز بر دین عبدالمطلب وسائر آبائم وتو ہر چہ بآں مامور شدہ قیام نمائی دور افشائے ملت و ابلاغ رسالت روز بروزی افزائے واللہ کہ تا زندہ باشم بمحافظت تو پردازم و در حمایت تو جان شریں سپر تیر سازم، بعد

ازاں گفت ابولہب کہ اے فرزندانِ عبدالمطلب واللہ
کہ آنچہ او اختیر کردہ است سبب معرفت و موجب
مغفرت ست وشما دست از و بازید ارید پیش از آنکہ
دیگران بمدافعت او برخیزند، ابو طالب گفت اے
احول ازیں کلمہ احمقا باز آئی وخصومت بصورت دوستی
منمائی گویا مادرِ روزگار بغیر از تو فرزندے نازادہ وعقل
آفریں غیر ترا دانش ناداد واللہ کہ تا من زندہ ام
جانب او فرونگذارم واورا بدست اعادے نسپارم واگر
چنانچہ غرض اتباع عبدالمطلب نبودے ہر آئینہ من
تصدیق او نمودمی وراہ او پیمودمی اگر انصاف دارید
ایمان آرید واگر بایمان نمی گرائید معاونت او فرو
مگذارید تا غایت کہ حق تعالیٰ تقید حکم او کند واعلائے
اعلام او نماید۔

﴿معارج النبوۃ رُکن سوم ص ۲۲﴾

علی خلیفۂ رسول کیسے؟

اگرچہ بے شمار ثقہ کتابوں میں یہ روایت پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب اپنے اہلِ خاندان میں سے کسی ایک کو اپنا وصی و برادر اور خلیفہ بنانے کی پیشکش کی تو اُن سب میں سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کوئی شخص بھی یہ اعزازات حاصل کرنے کے لئے نہ اُٹھا اور یہ اعزاز بھی حضرت علی کریم نے ہی حاصل کیا کہ آپ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے برادر وصی اور خلیفہ مقرر ہوئے۔

مگر بعض حضرات نے اس روایت کو محض اِس وجہ سے مسترد کر دینے کی سعی لاحاصل کی ہے کہ چونکہ اِس روایت سے حضرت علی المرتضٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خلیفہ ثابت ہوتے ہیں اس لئے یہ غلط محض ہے کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خلیفہ تو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔

بعض نے اس روایت کو نقل کرتے وقت نہایت اِحتیاط سے لفظ خلیفہ کو ہی حذف کر دیا ہے اور صرف یہ لکھا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا تا کہ تم میں سے میں اُس کو اپنا بھائی اور وصی بناؤں۔

تعجّب خیز

اِس سے پہلے کہ ہم اِس روایت کی وہ مختلف صورتیں قارئین کے سامنے عبارت کی صورت میں پیش کریں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ تعجّب خیز اور حیرت انگیز واقعہ بیان کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ علاّمہ علی بن برہان حلبی صاحب سیرت حلبیہ جیسے بزرگ نے بھی اس روایت کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

سب روایات قبول ہیں

حالانکہ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جو اپنی کتاب ''سیرت حلبیہ'' کے مقدمہ میں سیرت نگاری کے بارے میں ایک واقعاتی کلیہ بیان فرماتے ہیں اور اس پر نہایت فراخ دلی سے عمل بھی کرتے ہیں اور وہ کلیہ یہ ہے۔

اور سیرت نگاروں کے متعلّق یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ وہ کُتبِ سیَر میں موضوع روایت کے علاوہ ہر قسم کی احادیث صحیح و سقیم، ضعیف و بلاغ، مرسل و منقطع اور معفل وغیرہ کو قبول کر کے جمع کرتے ہیں۔

ولا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والمرسل والمنقطع والمعفل دون الموضوع.

﴿مقدمہ سیرت حلبیہ ج اول ص ۳﴾

اور پھر دلیل کے طور پر شارح احیاء علامہ زین عراقی کا یہ شعر پیش کیا ہے۔

ولیعلم الطالب ان السیر

تجمع ما صح و ما قد انکرا

یہی نہیں بلکہ مؤلف مذکور بیان کردہ متذکرہ فارمولا کی مزید تقوّیت کے لئے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ و دیگر آئمہ کرام کا یہ قول بھی پیش کرتے ہیں کہ ہم حلال وحرام کے مسائل میں روایت کو سخت چھان بین کے بعد قبول کرتے ہیں جبکہ فضائل ومناقب میں آنے والی روایات کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں اور تساہل سے کام لیتے ہیں۔

وقد قال الامام احمد بن حنبل وغیرہ من الآئمه اذا روینا فی الحلال و الحرام شد دنا واذ روینا فی الفضائل ونحوھا تسا ھلنا.

﴿سیرت حلبیه مطبوعه مصر ص ۲﴾

بلا شبہ صاحبِ سیرتِ حلبیہ نے اپنی اِس بے مثال تصنیف میں زبردست علمی خزانہ جمع کر رکھا ہے اور سیرتِ مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر بے شمار مسائل پر بھی سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے اور آپ ہر قسم کی روایتوں کو جمع کرنے میں کسی بھی سیرت نگار سے پیچھے نہیں بلکہ آپ کے تیز وطرّار قلم سے رنگا رنگ بُوقلمونیوں کا ظہور ہوتا ہے۔

اور یہ حقیقت بھی ہر قسم کے شک وریب سے بالاتر ہے کہ آپ جب کسی واقعہ کو بیان فرماتے ہیں تو اس کے ضمن میں اس قدر علمی ادبی اور

معلوماتی شگوفوں کا انبار لگا دیتے ہیں کہ اصل قصّہ کسی بے بس مصرعہ کی طرح اپنی تضمین میں گم ہو کر رہ جاتا ہے تاہم آپ کے اکثر مضامین قارئین کو بے شمار معلومات فراہم کرتے ہیں اس لئے با وجود اصل واقعہ سے غیر متعلّق ہونے کے ان کی افادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مگر ایسا کیوں؟

غرضیکہ موصوف اکثر طور پر ہر قسم کی روایات کو بغیر کسی قسم کی جرح و تعدیل نقل فرما کر شرفِ قبولیّت سے نوازنے میں انتہائی وسیع القلبی کا ثبوت دیتے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل میں آنے والی اکثر روایات کو آسانی سے قبول نہیں فرماتے۔

تعجّب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلّق روایات نقل کرتے وقت آپ اپنے مخصوص رَوّیہ کو کیوں ترک فرما دیتے ہیں آپ کا یہ اندازِ تحقیق قطعی طور پر نا قابل فہم ہو کر رہ گیا ہے، ہم باوجود کوشش کے نہیں سمجھ سکے کہ آپ نے روایات کے بارے میں اِس سوتیلے پن سے کیوں کام لیا ہے۔

قارئین زیرِ نظر روایت کے علاوہ آئندہ بھی متعدّد واقعات کے ضمن میں صاحب سیرت حلبیہ کے اس اختصاص کی متعدّد جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں گے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

تاہم یہاں پر ایک یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق آنے والی ہر روایت کو نقل بھی کر دیتے ہیں اور اس پر جرح بھی ضرور کرتے ہیں۔

اور اس جرح کے لئے وہ جس کتاب سے استعانت کرتے ہیں وہ ابن تیمیہ کی وہی منہاج السنّۃ کتاب ہے جس کے بل بوتے پر موجودہ دَور کے خارجی عباسی وغیرہ اہانتِ اہل بیت کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔

ہمیں حیرت ہے کہ اگر ابن تیمیہ ہی اُن کے نزدیک معیار تھا تو پھر اُنہیں اتنی بڑی سیرت کی کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی جس میں سیرت کے واقعات کم اور دیگر اِدھر اُدھر کے مسائل زیادہ ہیں۔

ہم یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ابنِ تیمیہ اور اس کی تصانیف کو معیار بنا لینے کی صورت میں سیرتِ حلبیہ کا اسّی فیصد حِصّہ موضوعات اور من گھڑت واقعات کا پلندہ ثابت ہوگا یہی نہیں بلکہ ابنِ تیمیہ کے نزدیک اس کتاب کی اکثر عبارتیں کُفریہ اور شرکیہ بن کر رہ جائیں گی نہ صرف یہی بلکہ جناب مصنّف خود بھی ابنِ تیمیہ کے فتویٰ کفر و شرک کی زَد میں آنے کے بغیر نہیں رہیں گے۔

مثلاً آپ حضرت بایزید بُسطامی علیہ الرحمۃ کی طرف ایک قول منسوب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ان کا یہ فرمانا کہ،

میں حق ہوں اور وہ میں ہوں اِس قول میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے اُن کا دعویٰ حلول کرنا ثابت کیا جا سکے۔

وقولہ انا الحق وھو انا ھو لیس من دعوی الحلول

فی شیٔ

﴿سیرت حلبیہ جلد اول ص ۲۱۱﴾

حالانکہ اسی قول کو نقل کرنے اور اِسے درست ثابت کرنے کی پاداش میں ابن تیمیہ نے سیّدنا شیخ الاکبر امام مُحیؔ الدّین ابن العرَبی قدّس سرہٗ العزیز کو کافر و مشرک اور دائرۂ اِسلام سے خارج ثابت کرنے کی کوشش میں پورا رسالہ لکھ مارا تھا۔

چنانچہ اِس حقیقت کا اعتراف ابنِ تیمیہ کے گروہ کے موجودہ لوگوں کو بھی ہے ابنِ تیمیہ نواز عَبد العظیم شرَف الدّین مِصری کی کتاب حیاتِ ابنِ قیم مترجم میں لکھا ہے۔

انا من اھویٰ ومن اھویٰ انا

یعنی میں وہی ہوں جسے محبّت کرتا ہوں

اور جسے محبّت کرتا ہوں وہی میں ہوں

ابنِ تیمیہ اس پر رائے زنی کرتے ہیں کہ کتابِ ''فصوص الحکم'' ﴿الابن العربی﴾ میں جو اس قسم کا کلام مذکور ہے وہ ظاہری اور باطنی دونوں طریقوں سے کُفر ہے بلکہ اِس کا باطن ظاہر سے بھی بدتر ہے اِس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے حریف پر کُفر کا الزام لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔

﴿حیات ابن قیم ص ۷﴾

یہ حدیث موضوع ہے

ہمارا مقصد یہاں ''سیرت حلبیہ'' کے مؤلف کو موضوعِ سُخن بنانا ہرگز نہیں ہے یوں ہی بات سے بات پیدا ہوتی چلی گئی ورنہ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ اگر ابن تیمیہ کے افکار و آراء کو بنیاد بنا کر کوئی شخص شانِ اہلِ بیت میں آنے والی کسی روایت کو مُسترد کرتا ہے تو اِس صُورت میں ہم اس کی تحقیق کو مبنی بر اخلاص قرار نہیں دے سکتے۔

چونکہ ایسا ہی معاملہ متذکرہ مولف کی کتاب میں موجود ہے لہٰذا اِس کی نشاندہی ناگزیر تھی اب زیرِ نظر روایت کے متعلق مؤلف مذکور نے جو طبع آزمائی فرمائی ہے وہ پیشِ خدمت ہے۔

جہاں تک حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں دو روز دعوت کا انتظام کرنا اور بنو عبد المطلب کو بلا کر لانا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا انہیں کھانا وغیرہ کھلا کر انہیں دعوتِ اِلی الحق دینا ہے تو یہ سب ٹھیک ہے لیکن بعض لوگوں نے اس میں مزید یہ اضافہ کر دیا ہے کہ آپ نے اُن لوگوں کو فرمایا کہ میں تم میں سے ایسے معاون کا طلب گار ہوں جسے میں اپنا بھائی وزیر اور وارث بناؤں جو میرے بعد میرا خلیفہ بنے؟ جب کوئی شخص بھی اس کے لئے تیار نظر نہ آیا تو حضرت علی اُٹھے اور عرض کی میں یارسول اللہ، تو آپ نے فرمایا کہ تم

بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے دوسری بار سب کو مخاطب کر کے اپنی بات دہرائی مگر پھر بھی کوئی نہ اُٹھا تو حضرت علی نے کہا کہ میں یارسول اللہ حضور نے پھر اُن سے فرمایا کہ علی تم بیٹھ جاؤ۔

چنانچہ تیسری بار پھر جب آپ نے اپنے اِرشاد کا اعادہ فرمایا تو پھر بھی کوئی نہ اٹھا تو حضرت علی نے اُٹھ کر عرض کی کہ میں یارسول اللہ تو حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تم میرے بھائی میرے وزیر میرے وصی میرے وارث اور میرے خلیفہ ہو۔

وزاد بعضهم في الرواية يكن اخي وو زيرا وورثي وخليفتي من بعدى فلم يجبه احد منهم فقام علي وقال انا يا رسول الله قال اجلس ثم اعاد القول على القوم ثانيا فصمتوا فقام علي وقال انا يا رسول الله قال اجلس ثم اعاد القول على القوم ثالثه فلم يجبه احد منهم فقام علي فقال انا يا رسول الله فقال اجلس فانت اخي وو زيري ووصيتي ووارثي وخليفتي۔

﴿سیرت حلبیه ج ا ص ۳۶۱﴾

اور پھر اس روایت کو اضافی واقعہ قرار دینے کے بعد آپ حق تحقیق یُوں ادا فرماتے ہیں کہ امام ابو العباس ابنِ تیمیہ نے مذکورہ اضافے کے بارے میں کہا ہے کہ یہ جھوٹ اور موضوع حدیث ہے اور جو شخص علم حدیث کے متعلّق معمولی واقفیت بھی رکھتا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے۔

قال الامام ابو العباس ابن تیمیه ای فی الزیادة المذکورة انها کذب و حدیث موضوع من له ادنی معرفة فی الحدیث یعلم ذلک

﴿سیرت حلبیه ج ا ص ۴۶۱﴾

اگرچہ صاحب ''سیرت حلبیہ'' ابن تیمیہ کا یہ حکم نامہ نقل فرمانے کے بعد معاملہ ختم کر چکے ہیں لیکن حقیقت تو پھر بھی اپنے مقام پر حقیقت کے رُوپ میں ہی موجود ہے اسے کیسے تبدیل کیا جائے گا۔

ابنِ تیمیہ کے مطابق علمِ حدیث سے واقفیّت رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ سب عبارت اضافی اور الحاقی ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں لیکن اس کے برعکس علمائے حدیث میں بے شمار ایسی مُقتدر ہستیاں موجود ہیں جنہوں نے بغیر کسی قسم کی ردّو قدح کے اس روایت کو قبول بھی کیا اور اپنی کتابوں کی زینت بھی بنایا۔

سیرت کی مشہور کتب النہایۃ اُسد الغابہ اور تاریخ کامل کے مؤلف عظیم مؤرخ مشہور محدّث اور حافظ الحدیث علاّمہ ابنِ اثیر اپنی تاریخ کی مشہورِ زمانہ کتاب ''الکامل'' میں یہ روایت جسے ابنِ تیمیہ بزعمِ خویش اضافی قرار دیتا ہے۔

اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو میرے ساتھ معاونت کا وعدہ کرے تا کہ میں اُسے اپنا

بھائی اپنا وصی اور اپنا خلیفہ بناؤں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ آپ کے اِس ارشاد پر جب کسی شخص نے بھی حمایت کا اعلان نہ کیا تو میں نے اُٹھ کر عرض کی یارسول اللہ میں آپ کا ساتھ دوں گا حالانکہ میں اس وقت اُن سب میں چھوٹی عمر کا تھا اور آشوبِ چشم کے علاوہ میری پنڈلیاں پتلی اور پیٹ بڑا تھا۔

تاہم جواب میں حضور نے میری گردن پر دستِ شفقت رکھ کر اُن لوگوں کو فرمایا کہ،

یہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔

آپ کا یہ فرمان سُن کر سب لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب کو کہنے لگے کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی فرمانبرداری اور اتباع کیا کرو متن کی عبارت ص ۲۴۶ پر ہے۔

علاوہ ازیں ابنِ تیمیہ کے گروپ کے ایک بہت بڑے مؤرخ مفسّر اور محدّث حافظ ابنِ کثیر باوجود ابنِ تیمیہ کی مکمل ترین حمایت میں ہر ممکن طریقہ سے رجالِ حدیث کی خامیاں تلاش کرنے کے بعد بالآخر ایک طریقہ سے اس روایت کو وضعی ثابت کرنے سے اظہارِ معذوری فرماتے ہوئے صرف ضعیف روایت کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں جبکہ فضائل و مناقب میں ضعیف روایت محدّثین کے نزدیک قابلِ قبول ہے۔

اگر چہ وہ لکھتے ہیں کہ آئمہ حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے تا ہم متنازعہ فیہ عبارت کو وہ معمولی ترمیم سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ۔

جب لوگ اکل وشرب سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تا کہ وہ میرے خاندان میں میرا خلیفہ بنے، لیکن وہ سب لوگ خاموش رہے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے جب اُن لوگوں کو خاموش دیکھا تو میں نے اُٹھ کر عرض کیا کہ میں یا رسول اللہ، حالانکہ اُس وقت میں اُن سب سے کمزور تھا میری آنکھیں خراب اور پنڈلیاں زخمی تھیں۔

وضعفه الائمة رحمهم اللّٰه فی طریق اخریٰ قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی اخبرنا الحسین عن عیسیٰ بن میسرة الحارثی حدثنا عبد اللّٰه بن میسرة الحارثی حدثنا عبد اللّٰه بن عبد القدوس عن الاعمش عن المنهال بن عمرو بن عبد اللّٰه بن الحرث قال قال علی رضی اللّٰه عنهٔ فلما اکلوا وشربوا بادرهم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم الکلام فقال ایکم یقضی عنی دینی ویکون خلفتی فی اهلی.

فسکتوا ، فلما رایت انا ذالک قلت انا یا رسول اللّٰه قال وانی یومئذلا سواهم هیئة اعمش العینین ضخم

البطن خمش الساقین.

﴿تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان ج ۳ ص ۱۹۳﴾

یہ روایت نقل کرنے کے بعد اس پر مجموعی طور پر حافظ ابنِ کثیر نے جو تبصرہ کیا وہ یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طرائق سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے۔

اور پھر آخر پرحقِ تبصرہ یوں ادا کیا گیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے اعمام اور اُن کی اولاد سے پوچھنے کا مفہوم یہ تھا کہ وہ اُن کا قرض ادا کر کے خاندان میں اُن کی نیابت کریں۔

فھذہ طرق متعددۃ لھذا الحدیث عن علی کرم اللہ وجہ ومعنی سؤالہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لا عمامہ واولادھم ان یقفعوا عن دینہ ویخلفوہ فی اھلہ.

﴿تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۴﴾

اگرچہ حافظ ابنِ کثیر نے صرف اُس روایت کو ضعیف ثابت کر کے قبول کیا ہے جس میں ''خلیفتی فی اھلی'' کے ہی الفاظ موجود ہیں اور باقی اعزازات اخی وصی اور وارث وغیرہ کے الفاظ موجود نہیں اور اس میں لفظ خلیفہ کو بھی محض گھر والوں تک محدود کیا ہوا ہے تاہم یہ بات تو بہر طور ثابت ہو گئی کہ یہ واقعہ اضافی اور الحاقی بھی نہیں اور کسی شیعہ کا من گھڑت بھی نہیں اور ابن تیمیہ کا یہ قول بذاتِ خود خرافات اور جھوٹ کا پلندہ ہے کہ حدیث کا علم

رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ یہ روایت اضافی اور جھوٹی ہے۔

اِس معاملہ میں سیرتِ حلبیہ کے مؤلف سے تو حافظ ابنِ کثیر ہی بازی مار گئے جو باوجود ابنِ تیمیہ کے شاگرد ہونے کے اور اُسی کے مقرّر کردہ اُصولوں پر اپنی تفسیر کی اساس رکھنے کے تھوڑی بہت سچی بات کہہ گئے خواہ بعد میں تاویلوں کا سہارا ہی لینا پڑا بہرحال ابنِ کثیر کی روایت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ملنے والا صرف ایک اعزاز ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو خاندانِ بنو عبد المطلب پر خلیفہ مقرر کیا گیا۔

اب اسی طائفہ کے ایک اور بزرگ اور ابنِ تیمیہ کے اساتذہ کے بھی اُستاد اور ابنِ تیمیہ کے تمام گروہ کے نزدیک ثقہ اور مُعتمد علیہ محدّث علّامہ ابنِ جوزی کی بیان کردہ روایت میں وہ جملے ملاحظہ فرمائیں جنہیں ابنِ تیمیہ الحاقی قرار دیتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خاندانِ عبد المُطّلب کو فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں بلاؤں تو تم میں کون ہے جو میری دین کے کام میں معاونت کرے تاکہ میں اُسے اپنا بھائی بناؤں مگر سب لوگ خاموش رہے۔ میں اگرچہ اُن سب میں عمر کے لحاظ سے چھوٹا تھا مگر میں نے اُٹھ کر کہا میں یا رسول اللہ، یہ دیکھ کر تمام لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

وقد امرنی ربی ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی؟ فاحجم القوم فقلت وانا احدثھم سنا یا نبی اللہ، فقام القوم یضحکون۔

﴿الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۱۸۵ ابن جوزی﴾

محدث ابن جوزی نے اگرچہ روایت میں سے لفظ "خلیفہ" حذف کردیا ہے اور وصی ووارثی کے الفاظ بھی اڑا دیئے ہیں۔

تاہم ابن تیمیہ کے اس قول کی تردید تو بہر حال ہو گئی جس میں اس نے واقعات کی ان کڑیوں کو وضع اور کذب پر محمول قرار دیا ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ نے اُس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھائی بھی کہا تھا جب کہ ابن کثیر نے صرف اہلِ خاندان کے لئے خلیفہ بننا تسلیم کیا ہے۔

یعنی اِن لوگوں کے گھر سے ہی دو مختلف روایتوں کی صورت میں خلیفہ ہونا بھی اور بھائی ہونا بھی ثابت ہو گیا موجودہ پوزیشن کے مطابق مضمون ابھی مزید طویل ترین بحث کا متقاضی ہے لیکن ہم باوجود دیگر بے شمار حوالے موجود ہونے کے اِنتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے اِسے انھی الفاظ پر ختم کرتے ہیں اور صرف لفظ "خلیفہ" کے بارے میں پیدا شکوک وشبہات کو دُور کرنے کے لئے چند کار آمد باتیں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

علی شیرِ خُدا خلیفۂ رسول ہیں

حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ اوراق میں بیان کی گئی متنازعہ فیہ عبارت

اگر کُتبِ اَحادیث و سِیَر میں نہ بھی موجود ہوتی تو جب امیر المومنین شیرِ خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا خلیفۂ رسول خیر الانام ہونا دیگر بے شمار شواہد و روایات کی روشنی میں قطعی طور پر ثابت ہے۔

اب جبکہ تاجدارِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دیگر بیسیوں ایسے فرامین موجود ہیں جن میں آپ نے جناب علی علیہ السلام کو خلیفہ اور وارث قرار دیا ہے تو پھر اِس ایک روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش سوائے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے اور کیا ہے۔

مخالفین کا یہ رویہ ہماری سمجھ سے بالکل بالاتر اور نا قابلِ فہم ہے کہ فضائل ومناقب میں آنے والی کسی روایت کے رواۃ سے محض اس لئے دست وگریبان ہونا کہ کسی طرح روایت کا ضعف ثابت ہو سکے اُن کے حق میں کہاں تک سُودمند ہے اور اُن کو سوائے اظہارِ عناد کے حاصل کیا ہوا جبکہ انہیں معلوم ہے ضعیف روایت فضائل کی صورت میں قطعی طور پر مقبول ہے جبکہ اِس کا خلاف صحیح روایت میں موجود نہ ہو۔

رہا اِن لوگوں کا یہ متصوّر کر لینا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفۂ رسول مان لینے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خلافت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تو یہ محض شرارتِ نفسانی اور وسوسۂ شیطانی ہے۔

اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلیفۂ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ مان

لینے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قطعی طور پر متاثر نہیں ہوتی اور وہ اِس طرح کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہٴ اول ہونے کا شرف حاصل ہے البتّہ اِن دونوں خلافتوں میں ایک انتہائی لطیف فرق ضرور موجود ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو تمام خلفائے راشدین سے پہلے جو خلافت عطا ہوئی وہ سلطنتِ اسلامیہ کے نظم و نسق سنبھالنے اور شرعی حدود کے تحفّظ و نفاذ سے عبارت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ خلافتِ ابوبکر صدیق عین خُداوندِ قدوس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی منشاء کے مطابق عدل و انصاف اور ایمان و دیانت کے لازوال اُصول وضوابط کی آئینہ دار اور حق و صداقت پر مبنی ہے اور آپ اِس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحیح جانشین اور برحق خلیفہٴ اوّل ہیں۔

جبکہ اِس کے بالعکس جو خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ، الکریم کو عطا فرمائی گئی وہ سلطنتِ رُوحانیہ کا نظم و نسق چلانے اور حُدودِ طریقت کے نفاذ و تحفّظ سے عبارت ہے اور بِلا شک و رَیب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہی مملکتِ طریقت کے تاجدار اور سلطنتِ رُوحانیہ کے شہریار قرار پائے ہیں اور آپ رُوحانی طور پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ بَرحق بلا فصل اور جانشینِ اوّل ہیں۔

اس حقیقت کے اعتراف سے مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کے

کسی فرد کو بھی شائبۂ انکار نہ ہو خاص طور پر جو حضرات کسی نہ کسی سلسلۂ طریقت سے وابستہ ہیں وہ اِس کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتے خاص طور پر وہ لوگ جو طریقت کے اِن تین بڑے سلسلوں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ سے وابستہ ہیں اس پر متفق ہیں کہ انہیں یہ رُوحانی دولت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دربار سے براہ راست حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے وسیلہ سے عطا ہوئی ہے اور حضرت علی علیہ السلام کا فیضانِ ولایت کے حصول کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغیر کسی دُوسرے واسطہ و وسیلہ کے براہِ راست تعلّق ہے اور کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی ذی حیثیت اور عظیم و مقتدر کیوں نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان حائل نہیں اور آپ کی اِس رُوحانی خلافت کا سلسلہ محض تیس سال کی قلیل ترین مدت تک ہی قائم نہیں بلکہ تاقیامِ قیامت جاری وساری ہے۔

اگر اِس لحاظ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفۂ اوّل بِلافصل اور جانشینِ اوّل تسلیم نہیں کیا جائے گا تو سلسلہ ہائے طریقت کی وہ تمام تر خلافتیں جو شیخ سے مریدوں کی طرف منتقل ہوتی رہیں اور آج تک مروّج ہیں سب کی سب باطل اور غلط محض قرار پائیں گی۔

یہاں قارئین کے ذہن میں یہ داعیہ سر اُبھار سکتا ہے کہ اگر تمام کی تمام خلافت رُوحانیہ کا بار جناب علی علیہ السلام کے کندھوں پر ہی ڈالا گیا تھا تو

پھر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا کیا بنے گا جس کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ اقدس سے ربط و تعلقِ رُوحانی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وسیلہ سے ہے۔

اس کے کئی جوابات ہیں۔

اوّل یہ کہ

بلاشبہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعدد بار تنہائی میں حضرت ابوبکر صدّیق کو رُوحانی علوم میں تعلیم فرمائی اور آپ بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روحانی خلیفہ ہیں مگر اس میں اوّلیت کی شرط نہیں ہے۔

دوئم یہ کہ

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رُوحانی خلیفہ مان لیا جائے تو یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی ضد نہیں کیونکہ خلافتِ شرعیہ جسے خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چاروں خلفاء کے علاوہ حضرت اِمامِ حسن علیہ السلام بھی شریک ہیں یہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہی خلفائے کرام ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کی خلافت کو خلافتِ حقّہ اور اُن میں سے ہر خلیفہ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں مزید آسانی سے یُوں سمجھ لیں کہ ان خلفاء کبار کی خلافت کو خلافتِ علیٰ مِنہاج النّبوۃ کہا جاتا ہے اور اس میں کبھی یہ امتیاز روا نہیں رکھا گیا کہ فلاں شخص کی خلافت تو علیٰ مِنہاج النّبوت ہے اور فلاں کی نہیں اور نہ ہی کبھی یہ سوال اُٹھایا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت تو مِنہاج نبوّت پر ہے کیوں کہ وہ خلیفۂ اوّل اور جانشینِ رسول ہیں مگر حضرت فارُوق اعظم کی خلافت نبوّت کی نہج پر نہیں کیونکہ وہ براہِ راست رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خلیفہ اور جانشین نہیں بلکہ حضرت ابو بکر صدّیق کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔

سوئم یہ کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے خلیفۃ اللہ کے لقب سے حضرت آدم علیہ السلام کو سرفراز فرمانے کے باوجود حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خلیفۃ اللہ ہی کے لقب سے ملقّب فرمایا مگر آج تک کبھی کسی نے اس خلافتِ الٰہیہ کو متضاد و متصادم قرار دینے کی جرأت نہیں کی اور نہ ہی کبھی کوئی قیامت تک ایسی حماقت کا اِرتکاب کرنے والا پیدا ہوگا۔

علاوہ ازیں اولیائے کرام میں سے اکثر مشائخ اِستحقاقِ خلافت رکھنے والے کئی کئی افراد کو خلافت تفویض فرماتے رہے ہیں اور اب بھی فرماتے ہیں مگر اُن میں سے کسی ایک کی خلافت دوسرے کی ضد نہیں ہوتی

تاہم یہ قطعی طور پر ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ ان سب میں اولیّت کسی ایک کو ہی حاصل ہوگی اور سلطنتِ رُوحانی کی خلافت بلاشک وریب سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی عطا ہوئی ہے اور اِس خلافتِ رُوحانیہ کے لحاظ سے آپ ہی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جانشینِ اوّل اور خلیفہ بلافصل ہیں

چھارم یہ کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ولایت کے طور پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا خلیفہ ہونا بِالاصالت ہونے کے باوجود بھی بِالنیابت ہے اور اس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ممتاز بزرگ شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر شاہدِ عدل ہے کہ "اہلِ بیت" ولایت کے سلسلہ میں راہنمائی کے قُطب ہیں پہلوں اور پچھلوں میں سے کوئی شخص بھی اُن کے وسیلہ کے بغیر درجہ ولایت تک نہیں پہنچ سکتا۔

اُن میں پہلا نمبر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا ہے پھر اُن کے صاحبزادگان ہیں جن کا سلسلہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام تک ہے

دُوسرے مقام پر حضرت شیخ احمد سرہندی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری مزید وضاحت کرتے ہیں کہ،

حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم قُطب الارشاد اور شاہِ ولایت ہیں

گذشتہ اُمتوں میں سے کوئی بھی آپ کی روحانی وساطت کے بغیر ولایت کو نہیں پہنچ سکا پھر آپ کی اولاد سے آئمہ کرام اِس منصب پر فائز ہوئے۔

اِن مبنی بر صداقت تحریروں کے آئینہ میں دیکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم براہِ راست رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نہ صرف یہ کہ رُوحانی خلیفہ ہیں بلکہ خلیفہ و جانشین اوّل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے حصُولِ فیض کے لئے کسی دُوسرے وسیلے کے محتاج نہیں جبکہ دُوسرے تمام لوگ حصولِ فیضانِ ولایت ورُوحانیت کے لئے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہی محتاج ہیں۔

اگر یہاں کسی شخص کے دل میں یہ خیال چٹکیاں لینے لگے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو براہِ راست فیضانِ نبوّت ورسالت سے مستفیض ہوتے تھے لہٰذا حصُولِ رُوحانیت کے لئے اُن کا کسی دوسرے شخص کو وسیلہ بنانا کیسے درست ہوگا ؟

تو ہم اُسے صرف یہی یاد دلانے پر اکتفاء کریں گے کہ سیدّنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ باوجود فیضانِ رسالت سے مُستفید ہونے کے رُوحانی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے خلیفۂ اوّل ہیں اور یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو خاندانِ اہل بیت کی غُلامی کے علاوہ حصُول رُوحانیت کے لئے جناب شیرِ خدا باب مدینۃ العلم سیدّنا و مُرشدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے تلمیذ

ارشد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور ان کو جانبین کی تربیّت نے ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مُقتداء اور پیشوا بنادیا ہے۔

ھاشمی خلیفه

اِن حقائق کے اظہار کے بعد ہم قارئین کی توجہ پھر مضمونِ سابقہ کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ زیر بحث روایت میں صاف طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس دعوت میں خاص طور پر خاندانِ عبدالمطلب کے ہی افراد کو مدعو کیا تھا اور اُن میں سوائے آپ کے اپنے افرادِ خانہ کے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے قبیلے کا موجود نہیں تھا۔

چنانچہ آپ نے اپنے قبیلہ والوں کو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اِس وقت اشاعتِ دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تو میں تم میں سے اُسے اپنا خلیفہ اپنا وصی اپنا بھائی اور اپنا وارث بناؤں اور پھر یہ اعزازات جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاصل کر لئے۔

چنانچہ ظاہر طور پر بھی خلافت علیٰ منہاج النبوت میں خاندانِ عبدالمطلب سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کوئی دوسرا شخص خلیفۂ رسول نہیں ہوا جیسا کہ قارئین کرام جناب شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام کی والدہ مکرّمہ سیدہ فاطمہ بنتِ اسد سلام اللہ علیہا کے حالات میں پڑھ

چکے ہیں کہ آپ ہی وہ پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جنہوں نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا۔

رہا ابن کثیر وغیرہ کا اِس روایت سے یہ مطلب نکالنا کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض فرزندانِ عبدالمطلب پر ہی خلیفہ بنایا تھا تو یہ سراسر خلافِ واقعہ اور تحکّم ہے کُتب احادیث وسیر میں اس اَمر کی کہیں تصدیق موجود نہیں۔

علی خَلیفہ بِلا فصل ھیں

حضرت علی شیرِ خدا علیہ السلام کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خلیفہ اعظم اور جانشینِ اول جس صورت میں ہم نے بیان کیا ہے قطعی طور پر دُرست ہے اور اس کے لئے ہم ہزاروں مثالیں پیش کر سکتے ہیں مگر امورِ سلطنتِ اِسلامیہ اور حدودِ شرعیہ کے نفاذ کے لئے جس مسندِ خلافت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ متمکّن ہوئے اُس میں یقیناً وہی خلیفۂ اوّل بلافصل اور جانشینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اِس حقیقت کو جھٹلانے کے لئے جس قدر ہاتھ پاؤں مارے جائیں گے اُسی قدر انسان فریب خوردگیوں کا شکار ہوتا جائے گا اور اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے اِستحقاق خلافت چھین کر ان پر غصب کی تہمت لگائی جائے گی تو یہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علومِ رسالت کی کھلی توہین کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کو بھی

مشکوک بنا کر رکھ دے گا۔

کیونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ مقدس کے مطابق خلافت راشدہ علیٰ منہاج النّبوت کا دَور تیس سال کے عرصہ میں متعیّن شدہ ہے اور یہ تیس سالہ دَور عین خلافتِ الٰہیہ کا مظہرِ کامل اور خلافتِ مُصطفائی کا عکسِ جمیل ہے۔

شارحینِ حدیث کے مُطابق یہی وہ زمانہ ہے جسے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے ہی زمانے میں شامل فرما کر ''خیر القرونِ قرنی'' کا ارشاد فرمایا ہے۔

اہل محبت ''قرنی'' کے لفظ کو بھی اِستدلال کے طور پر پیش کر کے ثابت کرتے ہیں کہ چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہے۔

آپ بھی اس حقیقت افروز استدلال پر غور کریں کہ اس لفظ کے حروف کی ترتیب ق۔ر۔ن۔ی۔ ہے جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا آخری حرف ق ہے جو اس لفظ کا پہلا حرف ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا آخری حرف ''ر'' ہے جو اِس لفظ کا دُوسرا حرف ہے اور جنابِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آخری حرف ن ہے جو قرنی کا تیسرا حرف ہے اور جنابِ علی علیہ السلام کا آخری حرف ی ہے جبکہ اس لفظ کا آخری اور چوتھا حرف بھی ی ہے۔

اور اس میں نکتے کی بات یہ بھی ہے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری حرف ق ہے اور لفظ قرنی کا پہلا حرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھی آخری اور قرنی کے بھی آخری حرف ی کو باہم ملا کر بحساب ابجد اعداد حاصل کیے جائیں تو بالکل وہی عدد حاصل ہو جائیں گے جو حضرت علی علیہ السلام کے اسم پاک کے ہیں یعنی ق ۱۰۰ ی ۱۰ ایک سو دس ۱۱۰ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خلافت ایک طرف تو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے مقدّمہ کی حیثیّت رکھتی ہے اور دُوسری طرف واضح طور پر نشاندہی ہوتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدّیق کی خلافت حضرت علی کی خلافت کی نقیض اور ضِدّ نہیں بلکہ خلافت ابو بکر صدیق عین خلافتِ علی علیہ السلام ہے اور آپ ہی کے پُراز حِکمت مشوروں کی مرہونِ احسان ہے۔

یہی نہیں بلکہ اِس سے مزید یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ''ق'' سے شروع ہو کر ہی ''ی'' پر ختم ہونے والا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اپنا زمانہ جسے آپ نے ''قرنی'' کے نام سے موسوم فرمایا ہے پورے کا پورا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اپنا بھی زمانہ ہے کیونکہ اِس کے پہلے اور آخری حرف کے ایک سو دس اعداد اس پر شاہدِ عدل کی حیثّیت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس دور کے اپنے علاوہ تینوں خلفاء کے سب سے بڑے مُشیر حضرت علی علیہ السلام ہی تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تو اس پُورے دور میں چیف جسٹس آف

سپریم کورٹ یعنی ''قاضی القضاۃ'' کے عہدے پر بھی فائز تھے اور اکثر عدالتی فیصلے آپ ہی کی ذات سے منسوب ہیں۔

بہر حال دیکھنا تو یہ ہے کہ اگر اس زمانہ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی اپنا زمانہ قرار دیں اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے باطنی نائب ہونے کے علاوہ ظاہری طور پر بھی حضرت علی کا زمانہ بھی یہی ہو تو پھر کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ یہ ارتداد کا دَور تھا جبکہ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اِسی دور کو تمام اُدوارِ عالم سے بہترین دور قرار دیتے ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ گمان سراسر ضلالت اور گمراہی کے قعرِ مذلت میں گر پڑنے کے مترادف ہے کہ معاذ اللہ اس دور میں گنتی کے چند ایک افراد کے علاوہ سب لوگ مُرتد ہو گئے تھے۔

ایسی صورت میں تو صحابہ کرام کی وہ کثیر جماعت بھی اس منحوس فتویٰ کی زَد میں آنے سے نہیں بچ سکے گی جنہوں نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے دستِ حق پرست پر بیعتِ خلافت بھی کی تھی اور آپ کا ہر مقام پر پُورا پُورا ساتھ بھی دیا تھا۔

علاوہ ازیں جب یہ ناقابل تردید اور ٹھوس حقیقت موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہی حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد مسندِ خلافت پر متمکّن ہوئے ہیں اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہما نے اِس ذمہ داری کو سنبھالا اور

اِن اصحابِ ثلاثہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خاتم خلافت کے لقب سے ملقب ہوئے تو پھر اِس تخیّلاتی اور تصوّراتی خلافت کا وجود کس طرح قائم کیا جائے گا جو محض تعصّب اور دیوانگی کی پیداوار ہے۔

ہم اہلِ عقل و دانش حضرات کی خدمت میں پُوری ہمدردی سے درخواست کریں گے کہ وہ مَن چاہے مفروضوں کو توڑ کر اُن حقائق کے قریب تر ہونے کی کوشش کریں جنہیں صدیاں گذر جانے کے بعد بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

محبّتِ علی کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے پسندیدہ لوگوں سے نفرت کا اظہار نہ کیا جائے اور اس بنیاد اور اساس کو غلط قرار دینے کی کوشش نہ کی جائے جس پر حضرت علی کی اپنی خلافت کا قصرِ تعمیر ہونا تھا اس لئے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خلافت کو خلافتِ حقّہ متصوّر نہیں کیا جائے گا تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دورِ خلافت بھی جانشینانِ رسول کے دور میں شامل نہیں ہو سکے گا اس لئے کہ،

خشتِ اوّل چُوں نہد معمار کج
تا ثریّا مے رَوَد دِیوار کج

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سیاسی حریف ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جناب علی علیہ السلام نے اُن سب کی خلافتوں کو صدقِ دل سے قبول کر لیا تھا اور کسی

ایک کے ساتھ بھی سیاسی حریفوں جیسا سلوک نہیں کیا تھا بلکہ اُن سب کو اپنے نیک مشوروں سے نوازنے کے علاوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو سیاسی بلوائیوں سے بچانے کے لئے اپنے صاحبزادگان کو اُن کی حفاظت کے لئے مامور فرمایا تھا۔

بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ جس قسم کا سیاسی تصوّر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اَرفع واعلیٰ ذاتِ اقدس کے لئے قائم کیا جاتا ہے وہ آپ کی شان کے قطعی طور پر منافی ہے اور آپ کے منصب ولایت وخلافت کی توہین کے مترادف ہے۔

خلافت اِس کو کہتے ہیں

جناب سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشک وریب رُوحانی طور پر تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ اوّل ہیں اور اہلِ طریقت کے نزدیک یہ مسئلہ قطعی طور پر اجماعی ہے۔

اگر کوئی شخص بزعمِ خویش متصوّر کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی رُوحانی طور پر بھی آپ کے خلفیہ اوّل ہیں تو یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہوگا اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کثیر گروہ اِس اَمر پر متفق ہے کہ ولایت وقُطبیّتِ کُبریٰ کے اعلیٰ ترین مقام پر سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس مقدّس ہستی کو متمکّن فرمایا وہ آپ کی اہلِ بیت کرام ہی ہے اور

اِن تمام آئمۂ اہل بیت میں سب سے پہلا نمبر تاجدارِ اولیاء واصفیاء امیر المومنین سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کا ہے۔

علمی وراثت اور رُوحانی خلافت جنابِ شیرِ خُدا[4] سے پہلے کسی دُوسرے کے لئے ثابت کرنا محض حقائق سے اعراض اور صداقت سے اِنحراف کے مترادف ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد اخی رسولؐ زوجِ بتول سیّدنا ومُرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سلطنتِ رُوحانیت کے تاجدارِ اوّل ہیں اور آپ کی اس اوّلیت میں کوئی بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں"

ہم اپنے اس موٌقف کی تائید میں پہلے تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی مبسوط اور واضح ترین عبارت نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد چند دیگر عبارات اکابر و اولیاء کی پیش کریں گے جن کی روشنی میں متعدّد الجھنوں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

محبّت کیوں واجب ھے

اس اُمّت مرحومہ کے لئے وہ ظروف لطیفہ ﴿جو ذریعہ نجات﴾ ہیں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہلِ بیت کرام علیہم السلام ہیں اہلِ بیت کرام کی محبّت ومتابعت اُمتیوں پر اس لئے واجب کی گئی ءہے تا کہ ان کے مبارک قبول میں اس محبت ومتابعت کی وجہ سے کسی کی جگہ پیدا ہو۔

چونکہ اہلِ بیت کرام کے مقدّس قلوب خدائے بزرگ و برتر جلّ مجدُہٗ الکریم کے نورِ لطیف سے معمور و مملو ہیں اور ان کی مشارکتِ ظروف قربتِ مکانی سے ایسی مناسبت پیدا ہو جائے کہ وہ گناہوں کی کثافت کو دور کرنے کے لئے تریاق کا حکم رکھے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک چیونٹی نے آرزو کی کہ وہ کعبہ شریف پہنچ جائے آخر اس نے اپنا ہاتھ کبوتر کے پاؤں پر رکھ دیا تو فوراً منزل پر پہنچ گئی۔

کشتیٔ نوح کیا ھے؟

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری اہل بیت علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسی نوح علیہ السلام کی کشتی جو آپ کی پناہ میں آ گیا وہ طوفان سے بچ گیا اور جس نے اس سے علیٰحدگی اختیار کر لی وہ غرق ہو گیا۔

اہل بیت علیہ السلام کی اس خصوصیّت کی وجہ اُن کی فضیلت اور مخصوص مرتبہ ہے کیونکہ کشتیٔ نوح علیہ السلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کمالِ عملی کی صورت تھی اور حضرات اہل بیت کرام کو بھی حقّ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کمالِ عملی کی صورت بنا دیا کہ اس سے مراد طریقت ہے۔

اھلِ بیت ھی کیوں؟

اور یہ بات اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کمالِ

عملی بغیر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شخصی مناسبت کے جو کہ رُوحانی قوتوں اور عِصمت و عِفّت اور حِفظ و فتوّت و شجاعت سے مُتّصِف ہو کسی دوسرے میں اس کا جلوہ گر ہونا متصوّر نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اس مناسبت کا بغیر ولادت اور تعلّق اصلیت و فرعیت کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔

برائے ایں اُمت مرحومہ آں ظروفِ لطیفہ اہل بیت مصطفوی اند کہ محبت ایشاں و متابعت ایشاں موجب آں گردد کہ در دلہائے آنہا ایں کس را جائے پیدا میشود چوں آں دلہا را کہ از نورِ لطیف حضرت باری جل اسمہٗ معمور مملو است،

بہ سبب مشارکتِ ظرف و مجاورت مکاں بآنجناب مناسبتے پیدا آید کہ در دفع ثقلِ طبعی گناہاں ہم تریاق دارد۔

ونعم ما قیل مور بے چارہ ہوس کہ در کعبہ رسد دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید ولہذا از حدیث شریف وارد است کہ مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق ووجہ تخصیص اہل بیت علیہ السلام را بایں مراتب و فضیلت آں است کہ کشتی حضرت نوح علیہ السلام صورتِ

کمال عملی آنجناب بدوں مناسبت شخص باآنجناب در
قوائے روحیہ در عصمت وحفظ وفتوت وسماحت متصور
نیست کہ در کسے جلوہ گر شود وایں مناسبت بدوں
ولادت وعلاقۂ اصلیت وفرعیت ممکن الوصول نیست۔

﴿تفسیر فتح العزیز سورۃ الحاقۃ ص۷۶﴾

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے اہلِ بیت کرام اور حضرت علی علیہ السلام کو عطا ہونے والی امامتِ کبریٰ کی مزید وضاحت اس طرح فرماتے ہیں۔

اِمامت کہاں ہے؟

پس یہ کمالِ مصطفوی ان تمام ترشعبوں میں جو ولایتِ مختلفہ کا معدن ہے انہی "اہل بیت کرام" سے جاری وساری ہوتا ہے اور امامت کے یہی معنی ہیں کہ ان میں سے اک نے دُوسرے کو اپنا وصی بنایا۔

اور یہی سِرّ اور رَاز ہے کہ وہ بزرگانِ اہل بیت جمیع اولیائے اُمّتِ محمدیہ کے تمام سلسلوں کے مرجع ومنبع ہوئے اور جو شخص بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی رسی سے منسلک ہونا چاہے۔

اس کی سند اور فیض اہل بیت کرام کے انہی بزرگوں پر منتہی ہوتا ہے اور اس کو اپنی نجات کے لئے اِسی کشتی اہل بیت کے دامن میں پناہ لینا پڑتی ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿وتعیھا﴾

یعنی وہ اس کشتی کو یاد رکھیں اور مومنین سفینۂ اہل بیت کو ذریعۂ نجات سمجھیں کہ گناہوں کے طوفان کی زد سے بچنے کی یہی یاک تدبیر ہے۔

پس این کمال را با جمیع شعب آنکہ معدن ولایات مختلفہ است دریں مجری جاری کردند واز ہمیں ناؤ داں ریختند وہمیں است معنی امامت کہ یکے مرد دیگرے را ازایشاں باں وصی ساخت وہمیں است سرآں کہ ایں بزرگواران مرجع سلاسل اولیائے امت شدند و ہر کہ تمسک بحبل اللہ فی نماید چارونا چار سندا استفاضہ او بایں بزرگوران منتھی می گردد ودریں کشتی می نشیند و لہذہ فرمودہ اند ﴿وتعیھا﴾ یعنی و یادارایں قصہ کشتی را کیفیت نجات از غرق طوفان را کہ مومنین را بدیں تدبیر حاصل است۔

﴿تفسیر فتح العزیز پ ۲۹ ص ۷۶﴾

علی کو امام کیوں بنایا؟

بعدازاں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ قرآن مجید کی اس آیت کا آخری جملہ نقل فرما کر اِس کی واضح تفسیر بیان کرتے ہیں ﴿أذن واعیۃ﴾ یعنی وہ کان جو اِن اُمور کو یاد رکھیں" الآیۃ۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ یا علی میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے تیرے لئے سوال کیا ہے کہ تو جو بھی سن لے اُسے ہمیشہ یاد رکھے لہٰذا حضرت علیؑ کے لئے یہ تخصیص اسی شرف اور مرتبے کی وجہ سے ہے اور اِس میں نکتہ یہ ہے کہ بغیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریمؓ کے اہلِ بیت کا کشتی کے معنوں میں آنا متصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اس طریقہ کی امامت کے قابل صرف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ﴿صُلبی﴾ اہلِ بیت ہی ہو سکتے تھے مگر اس وقت وہ کمسن تھے اور اِن کی تربیّت سوائے حضرت علی کے کسی دوسرے کے سپرد کرنا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ کمال کے منافی تھا یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّت کو گناہوں سے نجات دلانے کے طریقے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو القاء فرمائے اور پھر ان کو امام بنایا اور اپنے کمالِ عملی کو صُورتِ حیدر کرار میں متصوّر کرنا ضروری ہوگیا"

اور بحکم "ابوت" اپنا یہ کمال عملی حضرت علی کے ذریعہ شگفتہ وتروتازہ اپنے صاحبزادگان والا شان کو پہنچانا پڑا اور اس طرح ولایت کا یہ مقدّس سلسلہ حضرت علی کے وسیلے اور توسّط سے قیامت تک کے لئے جاری وساری ہوگیا

اذن واعیۃ یعنی گوشے کے یاد دارندہ از قسم ایں امور

است و در حدیث شریف دارد است کہ چون ایں

آیت نازل شد آں حضرت مرتضیٰ علی را فرمودند سا

لت اللہ ان یجعلھا اذنک یا علی و تخصیص حضرت امیر

المومنین بایں شرف و مرتبت برائے ہمیں نکتہ است کہ

معنیٰ کشی بودن اہل بیت بدوں توسط حضرت امیر متصور

نہ بود زیرا کہ اہل بیت ان حضرت کہ قابل امامت ایں

طریق بودند در آں وقت صغیر السن بودند و تربیت

ایشاں بدیگرے حوالہ کردن منافی شانِ کمال آں

حضرت بودید لاجرم قواعد نجات از نقل گناہاں را

حضرت امیر المومنین القاء فرمودن و ایشاں را امام سا

ختن و کمال عملی خود را بصورت ایشاں متصور نمودن

ضرور را فتاد کہ ایشاں بحکم الولد آں کمال را تر و تازہ بصا

حب زاد پار سانند ﴿مسلسل﴾

دریں سلسلہ تا قیام قیامت بوسط ایشاں جاری ماند

﴿تفسیر عزیزی ص ۷۶ پ ۲۹﴾

حضور کی علی سے مناسبت کلی

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یَعسُوب المولمنین یعنی شہنشاہ اُمّت کا خطاب دیا گیا اور اس وجہ سے بھی کہ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی آغوشِ رافت میں پرورش پائی تھی

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتۂ دامادی بھی آپ کو حاصل تھا اور آپ زمانۂ طفولیت سے ہی ہر امرِ خاص میں سرورِ کائنات کے رفیق اور شریکِ کار تھے اور آپ خاص طور پر حکمِ فرزندی میں بھی داخل تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس قرابتِ قریبیہ کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رُوحانی قوتوں میں مناسبتِ کُلّی حاصل تھی۔

گویا جنابِ امیر المومنین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظلّ مُبارک اور آپ کے کمالاتِ عملی کی صورت تھے کیونکہ ولایت و طریقت کا مطلب اور مراد بھی یہی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعائے مبارک سے الٰہی علی جو بھی یاد رکھے اسے کبھی نہ بھولے جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی استعداد اور لیاقتِ طبع اور بھی ظاہر ہوگئی اور آپ اس سے مرتبۂ کمال کی انتہا کو پہنچ گئے اور آج تک اس کے آثار ہر طریقہ کے اولیاء اللہ کے ظاہر و باطن میں ہویدا ہیں۔

۲؎ولہٰذا حضرت امیر المومنین را یعسوب المومنین
خطاب دادہ اند ومعہذا جناب امیر لسبب آنکہ در کنارِ
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرورش یافتہ بودند و
علاقہ دامادی با جناب داشتند واز طفلی در ہر امر رفیق و

شریک ماندہ وحکم فرزند گرفتہ بودند وبسب قرابت قریبیہ
کہ واشتند وحکم مناسبت کلی درقوائے روحانی باجناب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایشاں راحاصل بود۔

پس جناب امیر گویا ظل وصور کمال عملی آجناب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بودن کہ عبارت از ولایت و
طریقت است وبدعائے آں حضرت ﴿صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم﴾ آں استعداد وایشاں تضاعف پزیرو
بنہایت مرتبہ کمال رسید چنانچہ آثارِ آں درظاہر وباطن
واولیاء اللہ از ہر طریقہ وہر سلسلہ ظاہر وہویدا است۔

﴿تفسیر عزیزی پ۲۹ ص ۷۷ شاہ عبد العزیزی شورۃ الحاقہ﴾

حضرت مُجدد الف ثانی کا عقیدہ یہ بھی ہے

اہلِ بیت کرام اور علوم باطنیہ کے متعلّق حضرت مجدّد الف ثانی قدسرہ
العزیز جو وضاحت فرماتے ہیں وہ یہ ہے۔

اس واقعہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا
بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مُراد علم ہے اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں
قُدرت کا حاصل ہونا ہے اور اس بارہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی موکد ومویّد ہے کیونکہ آں
حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرتِ رحمٰن کے شاگرد ہیں۔

وعلم آدم الاسمآء وکلھا سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے نام،

حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مُراد علمِ باطن ہے بلکہ علمِ باطن کی وہ قسم جو اہلِ بیت الرضوان کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔

﴿مکتوبات ج ۱ ص ۱۷۴ مکتوب ۲۱۲﴾

خاندانِ سادات کے ایک بزرگ کے گرامی نامہ کے جواب میں جناب مجددؒ رقم فرماتے ہیں۔

آپ سے اپنی محبت کا اظہار کرنا مناسب اور بہتر خیال کیا اور اس محبت کے سبب جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء سادات کرام سے پیدا ہو چکی ہے اُمیدواری کا رشتہ پُورے طور پر ہاتھ میں لا چکا ہے اللہ تعالیٰ ان سادات کرام کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے۔

﴿مکتوبات ج ۱ ص ۱۹۳ مکتوب ۵۵﴾

حضور مجدد الف ثانیؒ نے ایک مقام پر فرمایا!

سادات کرام کی ذوات جو کثیر البرکات ہیں سرورِ دین و دُنیا سے جزئیت کی بنا پر اس سے بلند تر ہیں کہ یہ فقیر زبان قاصر کے ساتھ ان کی فضیلت اور صفت وثناء کرے صرف اپنی سعادت کا ذریعہ جانتے ہوئے اس باب میں جراٗت کی ہے بلکہ اس وسیلہ سے اپنی ستائش کرتا ہے اور ان کی دوستی کا اظہار کرتا ہے جس کا مامور ہے اے اللہ ہمیں بطفیل حضور سیّد المرسلین علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم علیہم الصلوٰہ والسلام سادات کرام کے ساتھ محبت کرنے والوں میں کر

﴿ص ۱۹۳ ج ۱ مکتوب ۵۶﴾

اب دیکھو

باوجود اس کھلی وضاحت اور خاندان اہل بیت کی اِمامتِ کُبریٰ کا اِقرار کر لینے کے مجدّد الف ثانی طریقہ ونقشبندیہ کی تمام رُوحانی سلاسل عالیہ پر فوقیّت ثابت کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمام اُمّتِ محمّدیہ میں افضل ہیں لہٰذا ان سے منسوب ہونے کی وجہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ تمام سلسلوں سے افضل ہے ملاحظہ ہو۔

طریقه نقشبندیه سب سے کیوں افضل ہے ؟

اس بلند طریق کے سر حلقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگواروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔

کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور اور آگاہی ہے بعینہٖ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نسبت حضور ہے اور اس طرح میں نہایت اس کی ابتداء میں ہے۔

﴿مکتوب ۲۲۱ مکتوبات ج ۲ ص ۵۱۲﴾

اس کے آگے حضرت مجدّد الف ثانی مزید فرماتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ کی جو مدح وستائش ہم نے کی ہے اس خاندان کے خلفاء کو سوواں حِصّہ بیان کرنے کی توفیق بھی حاصل نہیں ہوئی چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

آپ اس فقیر کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریق ثابت کیا ہے اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلّل بیان کیا ہے اور اس طریق عالی کے بزرگوں کی مدح اس طور پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفاء میں سے کسی کو اس کا سوواں حصّہ بیان کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی۔

﴿مکتوبات ج ۲ ص ۵۳۱ مکتوب نمبر ۲۲۹﴾

اس سلسلہ عالیہ کے متعلق مزید فرمایا۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

﴿مکتوبات ج ۲ ص ۵۱۹﴾

پھر فرمایا!

ہماری نسبت آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہی نسبت شریف ہے پھر اس طریق ﴿نقشبندیہ﴾ سے بڑح کر عالی اور کون سا طریق ہے اور اس نسبت سے بہتر اور کون سی نسبت ہے۔

﴿مکتوبات ۲۲۹ مکتوبات ج ۲ ص ۵۳۰﴾

ایک مقام پر ایک مرتبہ فرمایا۔

سُبحان اللہ وہ معارف جو اس فقیر حقیر سے بے اِرادہ و بے تکلف ظاہر ہو رہے ہیں اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر ان کی تصاویر پیش کرنے کی کوشش کریں تو معلوم نہیں کہ انہیں میسّر ہو سکے۔

فقیر کا یقین ہے کہ ان معارف کا بہت سا حصّہ حضرت مہدیٔ موعُود علیہ الرضوان کے نصیب ہوگا۔

﴿مکتوبات ج ۲ ص ۵۲۲ مکتوب ۲۲۴﴾

ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔

اس طریقہ علیہ کو ابتداء میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں جو انتہا والوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک متشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال والوں کے درمیان سوائے نظرِ بصیرت رکھنے والے عارف کوئی بھی فرق نہیں کر سکتا۔

﴿مکتوبات ج ۲ ص ۵۲۶ مکتوب ۲۲۵﴾

علی کیوں افضل نہیں

جناب مجدّد الف ثانی کے مذکورہ بالا تصوّرات کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر اولیائے اُمت کے اس فرمان کی تکذیب کرنا پڑے گی جن کا دعویٰ ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ تمام تر سلاسلِ رُوحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے حالانکہ اولیاء کبار کا یہ ارشاد قطعی طور پر درست ہے کیونکہ سلسلہ عالیہ قادریہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ پر منتہی ہونے کے ساتھ ساتھ جناب غوث اعظم

سے منسوب ہے اور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے کمالاتِ رُوحانیہ جو اُنہیں جناب شیرِ خدا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر آئمہ اہلِ بیت کی وساطت سے حاصل تھے ان کا عشرِ عشیر بھی کسی ولی کو نصیب نہیں اور جنابِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان شاہدِ عدل ہے کہ ہمارا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔

اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ اگر حضرت مجدّد صاحبؒ کی یہ دلیل درست ہے کہ وہی رُوحانی سلسلہ افضل و اعلیٰ ہے جو اُمّت کے افضل ترین شخص پر منتہی ہوتا ہے تو پھر بغیر کسی اِضطراب و اضطرار کے تسلیم کرنا ہوگا کہ جنابِ شیرِ خدا سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام اُمّتِ محمدؐیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ ہیں کیونکہ جنابِ شیرِ خدا پر منتہی ہونے والا سلسلہ عالیہ قادریہ اولیائے کبار کے فرامین کے مطابق تمام تر سلاسل رُوحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے یہی وجہ ہے کہ مجدد مآۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تفضیلِ حیدر کرار کو رفض قرار نہیں دیتے۔

تفضیل رفض نہیں

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خاں بریلوی وہابی مولوی نذیر احمد دہلوی کے ایک داعیے کی تردید فرماتے ہوئے مسئلہ تفضیل اور رفض و تشیع کا فرق واضح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

یہ بکف چراغ قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی باتشیع،

ملاجی کو بایں سال خوردی و دعویٰ محدثی آج تک اتنی بھی خبر نہیں کہ محاورات سلف اور اصطلاح محدثین میں تشیع و رفض میں کتنا فرق ہے۔

زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خزلھم اللہ تعالیٰ جمیعاً بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے ہیں اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود ملاجی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہ تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لئے تشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا ہے۔

بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض اہل سنت کا تھا اسی بنا پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعی کہا گیا۔

بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۲۵﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفضیل کے بارے میں نہایت واضح ترین فیصلہ فرماتے وقت حقیقت کو یوں رونما فرماتے ہیں۔

اور جاننا چاہیئے کہ پہلے شیعہ کے لقب سے ملقّب ہونے والے لوگ سنّی اور تفضیلی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن جب غالی رافضیوں اور زیدیوں اور اسمٰعیلیوں نے خود کو شیعہ کہنا شروع کر دیا اور ان کے عقائد سے شرّ و فساد اور قباحتوں کا صدور ہونے لگا تو سُنّیہ تفضیلیہ نے حق و باطل کے تلبّس کے خوف سے شیعہ کے لقَب کو ترک کر کے خود کو اہلِ سنّت و جماعت کہلانا پسند کیا قدیم کتب تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فلاں شیعوں میں سے ہے اور فلاں شیعہ ہے وہ لوگ اہلِ سنّت و جماعت کے سرداروں میں سے ہیں اور راہِ راست پر ہیں۔

نیز باید دانست کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنیہ وتفضیلیہ اند در زمان سابق بشیعہ ملقب بودند و چوں غلاۃ روافض و زیدیان واسمعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کروند ومصدر قبائح وشرورا اعتقادے وعملے گردیدند ﴿خوفا عن التباس الحق والباطل﴾ فرقہ سنیہ وتفضیلیہ ایں لقب را برخود نہ پسندیدند وخود را اہل سنت و جماعت ملقب کروند حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب تاریخ قدیمیہ واقع شود کہ فلاں من شیعہ او من شیعہ علی حالانکہ او از

روسائے اہل سنت و جماعت است راست۔

﴿تحفه اثناء عشریه مولفه شاه عبد العزیز محدث دهلوی ص ۱۱﴾

نظر اپنی اپنی

غیر نبی کی نبی پر فضیلت

ایک دفعہ جناب مجدّد الف ثانیؒ ایک ایسے رنگین مقام پر تشریف لے گئے جو حضرت صدیق اکبر سے بھی بلند تر تھا۔

پھر آپ نے اپنے بیان کے خلاف شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا۔

علمائے کرام نے اس کا ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں ایک جزئی میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں مکتوب ۱۹۲ اور پھر اس مکتوب شریف کے آخر پر فرمایا۔

"تو جب غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت جائز ہے تو غیر نبی پر بطریقِ اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہوسکتی ہے لہٰذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں"

قارئین کو مندرجہ بالا روایت پر دعوتِ غور وفکر دیتے ہوئے ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

علی خیر البریّہ ہیں

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ

بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیۓ وہی تمام مخلوق

سے بہتر ہیں۔

مفسرین کرام زیرِ آیت رقم طراز ہیں کہ آیتِ کریمہ خیر البرّیہ کا جملہ جس کا مطلب بہترین انسان ہے حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہے اور خیر البرّیہ سے مراد آپ ہی کی ذات والا صفات ہے۔

تفسیر دُرِ منثور میں ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے اسی اثنا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ اور اس کے محبّ یعنی حضرت علی اور اس کے حُبدار قیامت کے دن فائز المرام ہوں گے اور آیت نازل ہوئی ''بیشک جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیۓ وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس جب بھی جنابِ شیرِ خُدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لاتے تو صحابہ کرام فرماتے کہ خیر البرّیہ تشریف لے آئے۔

اخرج ابن عساکر عن جابر ابن عبد اللّٰہ قال کنا

عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم والذی نفسی

بیدہ ان ھذا و شیعة لھم الفا ئزون یوم القیامة و نزلت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ﴾

"س بینة آئت ۷"

فکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اذا قبل علی قا لوا جاء خیر البریة .

خاتم حفّاظ مصر علاّمہ جلال الدّین سیُوطی رحمۃ اللہ علیہ دوسری روایت اس ضمن میں اس طرح لائے ہیں کہ ابن عساکر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مرفوعاً روایت بیان کرتے ہیں کہ علی خیر البریہ میں۔

اخرج ابن عدی و ابن عسا کر ان ابی سعید مرفوعاً علی خیر البریة.

تیسری روایت میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتِ کریمہ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ علی تُو اور تجھ سے محبّت کرنے والے قیامت کے دن خوش وخُرّم اور شاد باد ہوں گے۔

عن ابن عباس قال لما نزلت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ﴾ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم لعلی ھو انت

وشیعتک یوم القیامۃ راضین و مرضین.

﴿الدر المنثور ج ۶ ص ۳۷۹﴾

یہی روایت خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی مروی ہے

ابن مردویہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں

کہ آپ نے میرے لئے فرمایا کیا تم نے اپنے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ؟

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ﴾

اس سے مراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔

اور یہ ہماری اور تمہاری وعدہ کی گئی جگہ حوضِ کوثر پر آئیں گے اور جب امتیں حساب کے لئے آئیں گی تو یہ روشن پیشانی والوں کے نام سے پکارے جائیں گے۔

واخرج ابن مردویہ عن علی رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الم تسمع قول اللہ ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ﴾ انت و شیعتک و موعدی و موعدکم الحوض اذا جیئت الامم للحساب تدعون غرا المحجلین.

﴿درمنثور ج۶ ص ۳۷۴﴾

ابن الکواء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے آیت مذکورہ بالا کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہم اور ہمارے متبع ہیں اور ان کی پیشانیاں قیامت کے دن درخشاں ہونگی اور وہ حوضِ کوثر سے سیراب ہوں گے اور یہ لوگ اپنی درخشندہ جبینوں کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

﴿جواھر العقدین مع ینابیع المودۃ جلد اول ص ۷۵﴾

باب ۳

معراجِ مصطفیٰ
اور
شانِ مرتضیٰ

خرقۂ مصطفےٰ برائے مرتضیٰ

تاجدارِ اَولیاء شیخ الاسلام والمسلمین قطب الوَاصِلین فریدالحق والدّین باوافریدالدّین گنج شکر قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج کی شب خرقہ عطا ہوا آپ نے ایک دفعہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو بُلا کر فرمایا مجھے میرے پروردگار نے خرقہ عطا فرمایا ہے اور حکم ہے کہ تُم میں سے کسی ایک کو دُوں اب میں تم سے اِک بات پُوچھوں گا جس کا جواب درست ہوگا اُسے خرقہ عطا کر دیا جائیگا۔

چنانچہ آپ نے ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمانِ غنی رضی اللہ عنہم سے الگ الگ پوچھا کہ اگر تمہیں یہ خرقہ دیا جائے تو تم کیا کرو گے؟ لیکن کسی نے بھی وہ جواب نہ دیا جو خرقہ کے حصول کا باعث بنتا۔

پھر آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا تو آپ نے عرض کیا کہ میں پردہ پوشی کروں گا اور بندگانِ خدا کے عَیب پوشیدہ رکھوں گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَے علی یہ خرقہ میں تُجھے دیتا ہوں کیونکہ میرے پروردگار کا یہی حکم تھا کہ یاروں میں سے جو شخص یہ جواب دے گا اسے یہ خرقہ دینا۔

تاج الاولیاء زری زربفت حضور سیّدنا نظام الحق والدّین خواجہ نظام

الدین دہلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ میرے شیخ مندرجہ بالا واقعہ بیان فرما کر زار و قطار روتے روتے بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو زبانِ مبارک سے فرمایا معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔

﴿راحت القلوب مترجم ملفوظات گرامی خواجہ فرید الدین گنج شکر مرتبہ خواجہ نظام الدین ص ۹﴾

شبِ معراج تھی آواز کِس کی

دیلمی نے سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اس وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو یہ فرماتے سنا جب آپ سے ایک شخص نے پُوچھا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے آپ کے ساتھ مِعراج کی شب کس زبان میں گفتگو فرمائی؟

تو اُس کے جواب میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مِعراج کی رات مُجھ سے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی زبان میں گفتگو فرمائی تھی۔

دورانِ گفتگو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے یہ الہام فرمایا کہ میں یہ سوال کروں کہ یا اللہ مجھ سے تیری ذات ہم کلام ہے یا کہ علی گفتگو کر رہا ہے۔

اسی اثناء میں اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدّہٗ الکریم نے ارشاد فرمایا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بے مثال ہوں اور وہ ہوں جس کی مثل کوئی

چیز نہیں۔

میرا لوگوں کے ساتھ قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی میرا وصف تشبیہات سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

﴿یا محمد﴾ میں نے تمہیں اپنے نور سے پیدا فرمایا اور تمہارے نور سے علی کو پیدا فرمایا اور جب میں نے تمہارے دل کو تمام لوگوں سے علی کی محبت میں زیادہ سرشار پایا تو تمہارے ساتھ علی کی زبان اور اسی کے لب و لہجہ میں گفتگو کرنا مناسب سمجھا تا کہ تمہیں اطمینان قلبی نصیب ہو۔

الدیلمی بسنده عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعت النبی صلی الله علیه و آله وسلم وقد سئل با ی کفت خا طبک ربک لیلة المعراج فقال یا محمد صلی الله علیه و آله وسلم نا شی لا کا لا شیاء و لا اقاس با الناس و لا اوصف با لشبهات خلقتک من نوری و خلقت علیا من نورک و اطلعت علیٰ قلبک احب الیک من علی فخا طبک بلسا نه کیما یطمعن قلبک۔

﴿ینا بیع المودة جلد اول ص ۸۳ مطبوعه تهران﴾

علامہ سلیمان حنفی قندوزی مندرجہ بالا روایت بیان کرنے کے بعد دلیل کے طور پر سلطان الاولیاء شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

مُصطفٰے اسرارِ حق از وے شنفت
ہم از وبشنود ہم با او گمبفت

﴿شیخ عطار﴾

یعنی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَسرارِ خداوندی علی کی زبان میں سماعت فرمائے اور پھر وہی اَسرار ورموز علی کو تلقین فرمائے۔

یہ اعزاز

مندرجہ بالا روایت سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو جو تعلق جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ صرف اور صرف اُنہی کے لئے مخصوص تھا اور خداوند قدوس جلّ جلالہ کا زبانِ حیدرِ کرار میں گفتگو فرمانا اِس اَمر کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ علیؓ کی بات خدا کی بات اور خدا کی بات علی کی بات ہے

عرش پر نام علیؓ

ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں محبّ طبری ''الملاء'' کی سیرت کے حوالے سے روائت نقل کرتے ہیں کہ

حضرت ابی حمراء سے روائت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں معراج کی شب آسمانوں کی طرف گیا تو میں نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پائے پر یہ لکھا ہوا پایا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور

انہیں علیؑ کے ذریعہ سے امداد و نصرت فرمائی گئی۔

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

وآلہٖ وسلم لیلۃ اسریٰ بی الی السماء نظرت علی

ساق العرش فرایت کتابہ فھمۃ محمد رسول اللّٰہ

اید تہ بعلی و نصر تہ بہ.

﴿ریاض النضرۃ فی منا قب العشرہ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۷﴾

مندرجہ بالا روایت کے دیگر حوالہ جات غزوہ بدر و احزاب کے ضمن میں پیش کیے جائیں گے فی الحال آپ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے اسم عظیم کے متعلق ہی مزید ایک روایت ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کا نام عرشِ علیٰ کی زینت بھی ہے اور طائرانِ خوش نوا کی قوتِ پرواز بھی۔

نامِ علی کہاں کہاں

صاحب ریاض النضرہ دوسری روایت ابوالخری قزوینی حاکمی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک پرندہ آیا جس کے منہ میں سبز بادام تھا اُس نے وہ بادام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود میں پھینکا تو آپ نے اُسے اُٹھا کر چوما اور پھر اُسے توڑا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُس کے اندر ایک سبز کپڑا ہے جس پر سُنہری حروف میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے اور اُس کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر ہے کہ میں نے علی

کے ذریعہ آپ کی مدد کی ہے۔

وعن ابن عباس قال کنا عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فاذا بطائرفیہ لوۃ خضرا فالقاہ فی حجر النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فاخذھا النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فقبلھا ثم کسرھا فاذا فی جوفھا دودۃ خضرا مکتوب فیھا بالا صفرٌ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ نصرۃ بعلی

﴿ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج۲ ص ۲۲۷﴾

اَسدُ اللّٰہ آسمانی خطاب ہے

درج ذیل روایت سے واضح ہوتا ہے کہ جناب شیرِ خدا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کے لئے اسد اللّٰہ کا لقب مبارک بھی سرکارِ دو عالم صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شبِ معراج میں ہی عطا ہوا تھا۔

جناب امیر خسرو رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ خواجہ نظام الدین علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کو اسد اللّٰہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کو یہ خطاب آسمان سے حاصل ہوا یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا علی میرا شیر ہے اور پھر فرمایا کہ علی نعرہ لگاتے تو اس نعرے کی ہیبت سے چرند پرند اور درند ہلاک ہو جاتے۔

﴿افضل الفوائد ص ۷۳﴾

نعرۂ حیدری کی قوّت

حکائت! امیر خسرو فرماتے ہیں کہ میرے آقائے نعمت نے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف چڑھائی کی تو کامیابی کے آثار نہ دیکھ کر آپ نے نعرہ مارا جس سے تمام ملکوت میں تہلکہ مچ گیا اور فرشتے تسبیح بھول گئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض پرداز ہوئے کہ الٰہی یہ کیسی آواز ہے جس سے ہمارا کام بھی چھوٹ گیا فرمانِ الٰہی ہوا کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کا نعرہ ہے جو ہم سے امداد کا طالب ہے جا کر اس کی معاونت کرو۔

﴿افضل الفوائد ص ۷۴﴾

متذکرہ واقعہ تو ضمناً آ گیا حقیقت یہ ہے کہ تاجدارِ دو عالم امام الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفٰے نبی اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراجِ مقدّس کے ساتھ جناب حیدرِ کرّار کے دیگر بھی متعدّد واقعات موجود ہیں تاہم فی الحال ان سے صرف نظر کرتے ہوئے قارئین کے سامنے صرف وہی چند واقعات لائیں گے جن میں جناب حیدر کرّار کی خلافتِ رُوحانیہ کا تصوّر بھی موجود ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ملنے والے مخصوص انعامات کا بھی ذکر ہو چنانچہ پہلے تعلیمِ غوثیہ کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

تعلیم غوثیہ میں جواہر غیبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ،

ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فکر میں مغموم

بیٹھے تھے کہ احکامِ شریعت تو ہر شخص دریافت کرتا ہے مگر اسرارِ باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔

اُس وقت حضور اسد اللہ الغالب شمس المشارق والمغارب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے دِل میں معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ بموجب فرمانِ الٰہی ظاہر شرع کے احکام میں تو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کی لیکن آپ نے اپنے اسرارِ باطن سے کچھ خبر نہ دی اگر خبر دیتے تو شائقین متابعتِ اسرارِ باطن سے بھی منتفع ہوتے پس کمال صدق واخلاص سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور وہی سوال عرض کیا۔

آپ نے فرمایا مجھ کو بھی یہی حکم تھا کہ رازِ مخفی بجز طالبِ صادق کسی پر ظاہر نہ ہو چنانچہ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو وہ اسرارِ تعلیم فرمائے پس اسرارِ ربانی بوسیلۂ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرقۂ صوفیائے کرام میں پہنچے اور قیامت تک ان سے یہ فیض جاری رہے گا "العلماء ورثة الانبیاء" سے یہی لوگ مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علومِ ظاہری و باطنی کے جامع ہیں۔

﴿تعلیم غوثیہ ص ۲۹ مراۃ الوحدت﴾

﴿تعلیم حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی﴾

﴿تالیف سید شاہ گل حسن قادری قلندری﴾

شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جناب حیدر کرّار کی امامتِ کبریٰ کے متعلّق درج ذیل روایت نقل کرتے ہیں جس سے نہ صرف یہ کہ آپ کی امامت اور خلافتِ رُوحانیہ کا اثبات ہوتا ہے بلکہ آپ کا آئمہ طاہرین کا باپ اور اللہ کی تلوار ہونا بھی واضح ہوجاتا ہے۔

اللہ کی تلوار

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک روز حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مرتضٰی سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ منوّرہ کے بعض نخلستانوں کی طرف تشریف لے گئے تو اچانک ایک درخت سے آواز آئی

هذا محمد سيد الا نبياء وهذا علی سيد الاولياء و ابو الا ئمة الطا هر ين .

یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے سردار ہیں اور ائمہ الطاہرین کے باپ ہیں۔

بعد ازاں دوسرے درخت سے آواز آئی۔

هذا محمد رسول اللّٰه وهذا علی سيف اللّٰه

یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ علی اللہ تعالیٰ کی تلوار ہیں۔

﴿جذب القلوب الی دیا ر المحبوب ص ۲۸ مترجم﴾

امامتِ کُبریٰ

اگر چہ اس ضمن میں صوفیائے کرام رضوان اللہ اجمعین کے سینکڑوں اقوال و آثار مزید بھی پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں جنابِ شیرِ خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی امامتِ کُبریٰ کے متعلق واضح تصوّر موجود ہے لیکن اگر یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا تو ہم اپنے مقصد سے بہت دُور رہ جائیں گے کیونکہ آپ کے فضائل و مناقب کے ساتھ انتہائی ضروری امر یہ بھی ہے کہ آپ کے حالاتِ زندگی کا عکسِ جمیل بھی قارئین کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔

چنانچہ فی الحال اِنہی الفاظ پر جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام کی امامتِ کبریٰ اور خلافتِ رُوحانیہ کے متعلق حوالہ جات کا سلسلہ منقطع کرتے ہوئے آپ کی حیاتِ طیّبہ میں پیش آنے والے واقعات کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے قارئین کرام گزشتہ اَوراق پر پھیلی ہوئی متعدد ثقہ تحریروں کے آئینہ میں جنابِ شیرِ خدا، تاجدارِ ھل اتےٰ امیر المومنین سیدنا علی علیہ السلام کی بلا فصل خلافتِ رُوحانیہ کا واضح ترین عکس ملاحظہ فرما چکے ہیں۔"

بابِ دوم

دورِ الم

اعلانیہ تبلیغ کے بعد

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادِ ربّانی کی تعمیل میں کھلم کھلا تبلیغ اسلام شروع فرمائی تو کفّار و مشرکین مکہ نے پوری قوّت سے آوازِ حق وصداقت کو دبا دینے کی کوششیں تیز کر دیں اُن کا منشا و مقصود یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ﴿معاذ اللہ﴾ قتل کر دیا جائے۔

اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جو نا تمام کوششیں کی گئیں ان کی تفصیل طویل تر ہے۔ وہ لوگ جناب ابوطالبؑ اور بنو ہاشم کے خوف سے براہ راست ایسا اقدام کرنے سے بھی مجبور تھے تاہم وہ وقتاً فوقتاً چھپ چھپا کر اس قسم کی حرکات کرتے رہتے تھے جن سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں مگر قدرت تو اس نور کو پورا فرمانے کا ارادہ فرما چکی تھی۔

بعثت مبارکہ کے پانچویں سال ابوجہل لعین نے حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیّت پہنچائی سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس وقت دولتِ اسلام سے مشرّف نہیں ہُوئے تھے تاہم غیرتِ ہاشمی اور خاندانی حمیّت کو اس وقت تک قرار نہ آیا جب تک ابوجہل لعین سے شدید انتقام نہ لے لیا۔

حضور کے دشمن کون تھے

خارجی عباسی کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں پہنچانے والے بنو ہاشم ہیں اور سب سے زیادہ آپ کی اعانت و معاونت بنو امیہ نے کی ہے وہ اس مقام پر ابولہب کی مثال بھی پیش کرتا ہے۔

کہ وہ حضور سرورِ کائنات کا سگا چچا تھا اور آپ کو مصائب میں مبتلا کر نے میں پیش پیش تھا لیکن وہ بھول جاتا ہے کہ ابولہب کی بیوی اُم جمیل جسے اسلام میں اُم قبیح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابوسفیان کی سگی بہن تھی ابولہب کا ہر کام اُسی کے مشورے سے تکمیل پذیر ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں تبت یدا ابی لہب کے ساتھ حمالۃ الحطب کا بھی اُسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سوال حضرت عقیل ابن ابی طالب پر حضرت امیر معاویہ نے بھی کیا تھا کہ تمہارا چچا ابولہب ہے تو جناب عقیل نے جواب میں فرمایا کہ اس کی بیوی تمہاری پھوپھی ہے اور سوار اپنی سواری سے بہر طور بہتر ہوتا ہے۔

عباسی کی اس خرافات کا جواب ہم نے اس کتاب کی دوسری اور تیسری جلد کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اس ئے یہاں تفصیل میں نہیں جائیں گے۔

حضور کے دشمن کون تھے

خارجی عباسی کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں پہنچانے والے بنو ہاشم ہیں اور سب سے زیادہ آپ کی اعانت و معاونت بنوامیہ نے کی ہے وہ اس مقام پر ابولہب کی مثال بھی پیش کرتا ہے۔

کہ وہ حضور سرورِ کائنات کا سگا چچا تھا اور آپ کو مصائب میں مبتلا کر نے میں پیش پیش تھا لیکن وہ بھول جاتا ہے کہ ابولہب کی بیوی اُم جمیل جسے اسلام میں اُم قبیح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابوسفیان کی سگی بہن تھی ابولہب کا ہر کام اُسی کے مشورے سے تکمیل پذیر ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں تبت یدا ابی لہب کے ساتھ حمالۃ الحطب کا بھی اُسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سوال حضرت عقیل ابن ابی طالب پر حضرت امیر معاویہ نے بھی کیا تھا کہ تمہارا چچا ابولہب ہے تو جناب عقیل نے جواب میں فرمایا کہ اس کی بیوی تمہاری پھوپھی ہے اور سوار اپنی سواری سے بہر طور بہتر ہوتا ہے۔

عباسی کی اس خرافات کا جواب ہم نے اس کتاب کی دوسری اور تیسری جلد کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اس لئے یہاں تفصیل میں نہیں جائیں گے۔

حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام

ابوجہل کی شرارت کی سزا دینے کے بعد سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی خدمات کا ذکر کیا تو حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا چچا جان مجھے تو سچی خوشی اور حقیقی مسرت اُس وقت حاصل ہوگی جب آپ اسلام قبول کرلیں گے تاجدارِ انبیاء کا یہ جملہ خدا جانے کن اثر انگیزیوں سے بھرا ہوا تھا عرب کے جری ترین بہادر پر رقت طاری ہوگئی اور جناب حمزہ بن عبدالمطلب کا سر نیاز بارگاہِ رسالت میں پوری عقیدت اور مکمل احترام کے ساتھ خم ہوگیا۔

ابھی آپ کو حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ کفار و مشرکین مکہ نے عرب کے ایک اور جری ترین انسان کو بھی اسلام کی نذر کر دیا رسالت کا عظیم شہکار جسے فاروق اعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابوجہل وغیرہ سے سو اونٹ یا کوئی دوسرا انعام لینے کا وعدہ کر کے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہید کرنے کی غرض سے چلا اور اپنی ہمشیرہ کے گھر چند لمحوں کے لئے رک کر آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت سُنی تو مقتل میں پہنچنے سے قبل ہی شہیدِ غمزۂ ناز ہوگیا۔

محمد شمعِ محفل بود

مسلمانوں کے اجتماعات دارارقم میں ہوتے تھے محمد شمع محفل ہیں اور

پروانے گرداگرد بیٹھے ہوئے دلوں سے طواف کررہے ہیں عرب کا چاند جلوہ ریز ہے اور ستاروں کا جھرمٹ لگا ہوا ہے۔

جناب عمر ابن خطاب نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنی آمد کی اطلاع دی چند صحابہ کرام نے آمدِ فاروقی کو خطرے کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے اظہارِ تشویش کیا تو غیرتِ ہاشمی جوش میں آگئی اللہ اور رسول کے شیر سیدنا حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دایاں ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھے ہوئے فرمایا دروازہ کھول دو اور وہ جس بھی ارادے سے آیا ہے آنے دو۔

اعلانیہ نماز کی ادائیگی

جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آئے ہی سر دینے کے لئے تھے لہٰذا یہ کام تلواروں کی جھنکار پیدا ہوئے بغیر ہی ہو گیا چند لمحوں بعد عمر فاروق کی گردن بھی قلادۂ اسلام سے مزیّن ہو گئی اسلام قبول کرتے ہی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو پہلی پیش کش کی وہ وہ بیت الحرام میں کھلم کھلا نماز پڑھنے کی تھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا چنانچہ ایک روایت کے مطابق اُسی روز اور ایک اور روایت کے مطابق دوسرے دن حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان سے حرمِ محترم میں تشریف لائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں طرف اور حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ، بائیں طرف شمشیر برہنہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے ہراول کے باڈی گارڈ کے طور پر جنابِ شیرِ خدا سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار سونتے ہوئے چل رہے تھے اوران کے آگے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لئے جارہے تھے دیگر گروہ اسلام صف بستہ آپ کے پیچھے پیچھے جارہا تھا۔

وگویند ہمہ روز و بروائتے روزِ دیگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بیرون آورد ابوبکر صدیق بریمین و حمزہ دریسار و علی درپیش و عمر در پیشِ علی ہمہ شمشیر ہا بر کشیدہ و باقی مسلمانان ہمہ در قفائے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف زدہ میرفتند۔

﴿معارج النبوۃ رکن سوم ص ۵۲﴾

عمر فاروق کا اعلان اسلام

کافروں کا گمان تھا کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ شمعِ رسالت کو گل کر کے آرہا ہوگا مگر ادھر تو پانسہ ہی پلٹ چکا تھا اور قتل کے ارادے سے جانے والا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شمع رسالت پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے پر تول رہا تھا تاہم بعض کفار کے دل میں ابھی یہ خیال باقی تھا کہ عمر ابن الخطاب مسلمانوں کو قتل کرنے کے ارادے سے مقتل کی طرف لایا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے خیال کا اظہار بلند آواز سے کیا تو فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے معاشرِ قریش جان لو کہ میں

نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے تم لوگ بھی اسلام قبول کر لو ورنہ میری تلوار تمہارے سروں پر ہوگی۔

کفار کا حملہ علی نے روکا

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں سے محوِ گفتگو تھے کہ اُن لوگوں نے مایوسی اور تحیر کے جذبات سے مغلوب ہو کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا چونکہ یہ حملہ اچانک ہو گیا تھا اس لئے ممکن تھا کہ کوئی تکلیف دہ امر ظہور میں آجاتا مگر ہر وقت آنکھیں کھلی رکھنے والے ہاشمی عقاب سیدنا حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بروقت امداد فرماتے ہوئے دشمنوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔

ہمہ یکبار حملہ بر عمر آوردند و عمر نیز متوجہ ایشاں شد و علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ با امدادِ عمر رضی اللہ عنہ تیغہا برکشیدند و کفار را رارند۔

﴿معارج النبوة رکن سوم ص ۵۳﴾

بعد ازاں ایک طویل قامت شخص کو گرانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کی آنکھوں میں انگلیاں گھسیڑ دیں اور جب کوشش بسیار کے باوجود اس کی گلو خلاصی نہ ہو سکی تو چلانے لگا کہ بچاؤ مجھے عمر نے مار

ڈالا اُس کے شور مچانے پر مزید لوگ جمع ہو گئے تو اسے آپ سے چھڑا لیا۔

بعد ازاں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی اور بعض روایتوں کے مطابق نمازِ ظہر باجماعت ادا کی تھی۔

پھر آگ بھڑک اُٹھی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے چھٹے سال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا تو اسلام کے خلاف مسلسل پکنے والا لاوا کفار کے پتھر جیسے دلوں کے کناروں سے بہہ نکلا اُن لوگوں کو جنابِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشرف بہ اسلام ہونا اس قدر شاق گزرا جیسے انہیں بجلی کا شاک لگ گیا ہو۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے ایک طرف تو اُن کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا اور دوسری طرف اُن کی آتشِ انتقام شدت سے بھڑک اُٹھی یہ اُسی آتشِ انتقام کا نتیجہ تھا کہ اُنہوں نے تمام ابلیسی حربوں سے لیس ہو کر مسلمانوں پر ستم آرائیوں کی یلغار کر دی نتیجۃً اہل اسلام پر عرصہ حیات تنگ ہونا شروع ہو گیا۔

ہجرتِ حبشہ کا اعلان

اور بالآخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فیصلہ فرمانا پڑا کہ کفار کی بڑھتی ہوئی ایذا رسانیوں سے بچانے کے لئے مسلمانوں کو اُن

کے نرغہ سے نکال دینا چاہیے

چنانچہ مسلمانوں کے کثیر گروہ کو آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا ارشاد فرمایا''

اِن مہاجرین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عالی قدر صاحبزادی سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا بھی اپنے شوہر سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ہمراہ تشریف لے گئیں حبشہ کے بادشاہ سیدنا نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اہلِ اسلام کی تشریف آوری پر اُن کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا اور ہر قسم کی اعانت و معاونت کی پیش کش کی۔

شاہِ حبشہ کا قبولِ اسلام

اگرچہ شاہِ حبشہ اُس وقت عیسائی مذہب کا پیروکار تھا مگر جناب جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید فرقانِ حمید کی چند آیات مبارکہ جو حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی شان میں تھیں سننے کے بعد زار و قطار رونے لگا اور اسلام کی حقانیت کو دل سے قبول کرنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

کفار مکہ کا ایک وفد شاہِ حبشہ کے پاس بھی پہنچ گیا اور مہاجرین کی واپسی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ یہ لوگ ہمارے بھاگے ہوئے مجرم ہیں اس لئے اِنہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ مگر شاہِ حبشہ نے اُن کی اِس

درخواست کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ ہماری پناہ میں ہیں اِس لئے واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اِنہی مہاجرین اسلام میں سیدہ اُم حبیبہ بنتِ ابوسفیان بھی اپنے شوہر کے ساتھ تشریف لے گئی تھیں وہیں پر ہی آپ کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہِ حبشہ کو پیغام بھیجا کہ اُم حبیبہ کا نکاح ہمارے ساتھ کر دیا جائے چنانچہ نجاشی نے اپنے خزانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حق مہر ادا کر کے جناب اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ اُم حبیبہ بنت ابوسفیان سے اُمہات المومنین کے زمرہ میں شامل ہو کر اُمّ المومنین سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن گئیں سلام ہو آپ کی ذات پر اور آپ کی خوش قسمتی پر۔

مشرکین مکہ کی کوشش

بہر حال مسلمانوں کی کثیر تعداد کا حبشہ کو ہجرت کر جانا اور کفار مکہ کا شاہ حبشہ کو اُن کے خلاف بھڑکانے کے باوجود ناکام و نامراد رہنا اُن کے حسد و بغض میں مزید اضافے کا سبب بنا اور کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مترادف وہ لوگ بار بار حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس آنے لگے،

کہ یا تو آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں یا انہیں روک دیا جائے کہ ہمارے بتوں کی تکذیب نہ کریں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور ایک ہاتھ پر سورج بھی لا کر رکھ دیں تو جب بھی دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ بند نہیں کروں گا کیونکہ!

یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

المختصر بات بڑھتی گئی مکہ معظمہ میں اس وقت آپ کے صرف چند ساتھی باقی تھے جبکہ کفارِ مکہ کی ریشہ دوانیاں اور آتشِ انتقام کی شعلہ باریاں اِنتہائی عروج پر پہنچ گئی تھیں تاہم ان کے جواب میں تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضور رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت وصیانت کے لئے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کمال حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے خاندانِ بنو ہاشم کی عصبیت وحمیت کا ناقابلِ تسخیر حصار قائم کر رکھا تھا جس کو توڑ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کرنے کی جرأت کرنا پورے عرب کے بھی بس کا روگ نہیں تھا کیونکہ بنو ہاشم کے حلیف قبیلوں کا بھی ایک جال پھیلا ہوا تھا چنانچہ کفارِ مکہ نے ہر طرف سے مایوس و نامراد ہو کر ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہ کی سرکردگی میں اپنے ہمنواؤں کا ایک اجتماع

کیا اور اس میں فیصلہ کیا گیا کہ یا تو بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں تا کہ ہم اُنہیں قتل کر دیں یا پھر تمام بنو ہاشم کا اِس طریقہ سے سوشل بائیکاٹ کر دیا جائے کہ نہ تو ان کی مجالس میں جاؤ اور نہ ہی اُن سے اختلاط اور میل جول رکھو نہ اُن سے خرید و فروخت کرو اور نہ ان کے گھروں میں جاؤ حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دینے کا مطالبہ تسلیم کر لیں۔

شعب ابی طالب

چنانچہ کفارِ مکہ نے اپنے فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کے لئے آپس میں بنو ہاشم کے بائیکاٹ کا معاہدہ کیا اور پھر اس معاہدہ کی تحریری دستاویز تیار کر کے کعبہ شریف میں لٹکا دی گئی اور بنو ہاشم کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کر دیا کہ تم لوگوں سے قطعی طور پر مقاطعہ کر دیا گیا ہے۔ خاندان ہاشمی کے تمام افراد ابولہب کے سوا جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنٹرول میں تھے خاندانی عصبیت رکھنے کے باوجود ابولہب کی سرکشی اور محرومی کی سب سے بڑی وجہ اُس کی بیوی امّ جمیل تھی چونکہ وہ ابوسفیان کی سگی بہن ہونے کے ساتھ ساتھ تیز طرار بھی تھی اس لئے وہ بالعموم اپنی ہر بات ابولہب سے منوا کر ہی دم لیتی تھی۔

اِس مقام پر بھی اُس نے اُموی عصبیت کو ہاشمی عصبیت پر فوقیت

دینے کے لئے ابولہب کو مجبور کر دیا کہ وہ خود کو ہاشمیوں سے الگ تھلگ رکھنے کا اعلان کرے اور ابوسفیان وغیرہ سے مل کر خاندان ہاشمی کے خلاف کئے جانے والے معاہدہ کی توثیق کرے۔ چنانچہ اُسے اپنی نامراد بیوی اور سسرالی رشتہ داروں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی خاندانی روایت کو توڑنے ہی میں عافیت نظر آئی۔

حضرت ابو طالب کا پہرہ

بہرحال حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اپنے عظیم خاندان کے مردوں عورتوں اور بچوں کے ساتھ اُس گھاٹی میں محصور ہو کر رہ گئے جسے ''شعب ابی طالب'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

خاندانِ ہاشمی میں اس وقت اسلام لانے کی تعداد انتہائی کم تھی بلکہ بعض روایات کے مطابق سوائے جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اور سیّد الشہداء سیّدنا امیر حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مردوں میں کھلم کھلا اسلام قبول کرنے والا کوئی دوسرا شخص نہیں تھا بایں ہمہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی نے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر غم سے آزاد کر رکھا تھا جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر استراحت پر ہوتے تو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شمشیر گردن میں حمائل کئے آپ کا طواف شروع کر دیتے اور یوں چکر کاٹتے

رہتے جس طرح شمع کے گرد پروانہ طواف کرتا ہے۔

علاوہ ازیں عام طور پر حق حفاظت اس طرح بھی ادا کیا جاتا کہ رات کے وقت آپ کے سونے کی جگہ کو تبدیل کر دیتے اور جہاں آپ سوئے ہوتے وہاں اپنے کسی بھائی، بھتیجے یا بیٹے کو سلا دیتے اور آپ کو کسی اور جگہ منتقل کر دیتے۔

شعب ابی طالب کا زمانہ

شعب ابی طالب میں پیش آنے والے جانگداز واقعات کی تفصیل انتہائی طویل ہے جسے ہم نے شرح وبسط کے ساتھ اپنی کتاب ایمان ابی طالب میں درج کر رکھا ہے یہاں صرف اس کا اجمالی خاکہ ہی پیش کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾ شعب ابی طالب کے محصورین کو کئی کئی دن فاقہ کشی کرنا پڑتی تھی کیونکہ سامان خورد ونوش جو جمع کیا گیا تھا وہ انتہائی نا کافی تھا اور کفار مکہ نے وہاں مزید خوراک پہنچنے کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر رکھی تھی

﴿۲﴾ سال بھر کے بعد صرف حج کے موقع پر ہاشمی خاندان کو بازار دیکھنا نصیب ہوتا تھا مگر وہاں پر بھی کفار مکہ اپنی خبثِ باطنی کا پورا پورا مظاہرہ کرتے"

اول تو وہ کوشش کرتے کے کوئی دوکاندار اِن کے ہاتھ کوئی چیز

فروخت ہی نہ کرے اور اگر کوئی باہر سے آیا ہوا دکاندار اُن کی بات ماننے سے انکار کر دیتا تو فوراً اُس سے وہ چیز مہنگے داموں یا منہ مانگی قیمت ادا کر کے خرید لیتے۔

﴿۳﴾ کفار مکہ نے غیر ہاشمی مسلمانوں کو جو معدودے چند مکہ معظمہ میں موجود تھے اُن کو بھی منع کر رکھا تھا کہ وہ کسی بھی قسم کی کوئی چیز شعب ابی طالب میں نہیں پہنچا سکتے۔ نہ ہی کسی شخص کو محصورین سے ملاقات کی اجازت تھی حالانکہ اِن مسلمانوں میں پروانۂ شمع رسالت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اور جمال مصطفےٰ کے عاشق سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے مگر یہ بھی شائد عشق کا ہی کوئی امتحان تھا کہ جن لوگوں کے لئے محبوب کی ایک لمحہ کی جدائی بھی ناقابل برداشت اور وجہ اذیت تھی اُنہیں قریب رہتے ہوئے بھی تین سال کا طویل عرصہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمال جہاں آراء کی جلوہ آفرینیوں سے محروم کر دیا، اور جو لوگ اپنے گھر کا سارا سامان محبوب کے حکم پر نچھاور کر دینا باعث سعادت دارین خیال کرتے تھے انہیں اس قدر مجبور کر دیا گیا کہ وہ چند سیر جو یا نان جویں بھی اس جلوہ گاہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچا سکے جہاں بچے بوڑھے عورتیں تو ایک طرف کڑیل جوان بھی بھوک کی شدت سے مغلوب ہو کر کٹے ہوئے شہتیروں کی طرح گر پڑتے تھے۔

رحمت الٰہی جوش میں

بہر حال اِسے مشیت الٰہیہ کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا اتنا سمجھ لیجئے کہ اسلام کا یہ دور ابتلاء و آزمائش کا سنگین دور تھا دائرہ اسلام میں آنے والا ہر شخص بالعموم اور خاندان ہاشمی کا ہر فرد بالخصوص انتہائی کسمپرسی کے عالم میں اُس وقت کا انتظار کر رہا تھا کہ کب اِن صبر آزما اور اذیت ناک لمحات کا خاتمہ ہو اور کب وہ اس قید و بند سے نجات حاصل کر کے آزادی کا سانس لے سکے پھر جب تین سال کا کٹھن اور طویل عرصہ گزر گیا تو رحمتِ الٰہی جوش میں آ گئی۔

حضور نے بشارت دی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشفق و مہربان اور امین و شفیق چچا جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر بشارت دی کہ چچا جان اب تکلیف و مصیبت اور قید و بند کی صعوبتوں کا خاتمہ ہونے والا ہے۔

مجھے میرے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کفار نے ہمیں محصور کرنے کے معاہدہ کی جو دستاویز تیار کی تھی اس کی پوری تحریر کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اسم مقدس کے دیمک نے چاٹ لیا ہے۔

آپ کفار کے پاس جا کر اُن کو اِس اَمر سے مطلع کر دیں کہ تمہارے

معاہدے کو اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا ہے لہٰذا اب ہمیں آزاد کر دو پیمبرِ رسول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیغام لے کر کفار مکہ کے پاس چلے گئے

اُن کے سر کردہ لوگوں کو حقیقت حال سے مطلع فرمایا تو انہوں نے اِس بات کو انتہائی بے یقینی کے عالم میں سنا اور بے بنیاد تصور کیا جناب ابو طالب رضی اللہ نے پوری قوت اور پورے وثوق سے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات میرے بھتیجے نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق ارشاد فرمائی ہے۔

اور یہ قطعی طور پر درست ہے کیونکہ میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں البتہ میں اُن کی صداقت پر مکمل طور پر یقین رکھتے ہوئے تمہارے ساتھ یہ معاہدہ کرنے کو تیار ہوں کہ اگر میرے بھتیجے کے فرمان کے مطابق تمہاری دستاویز ضائع ہو چکی ہو تو ہمیں آزاد کر دو بصورت دیگر میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا جس کے لئے تمہیں اختیار حاصل ہوگا خواہ انہیں زندہ رہنے دو یا قتل کر دو۔

کفار کا تو شروع سے ہی یہ مطالبہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے سپرد کر دیا جائے چنانچہ اُنہوں نے فوراً ہی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہ فیصلہ مانتے ہوئے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ نے ہمارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے لہٰذا ہمیں آپ کی یہ شرط منظور ہے۔

پروانۂ نجات

چنانچہ سب لوگ بیت اللہ شریف میں آئے تو چمڑے وغیرہ میں رکھی ہوئی دستاویز کو اتار کر کھولا گیا تو رسول صادق و امین کے فرمان کے مطابق سوائے اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے پوری کی پوری تحریر دیمک کی نذر ہو چکی تھی۔

کفار مکہ نے اپنی تحریر کا یہ حشر دیکھا تو اُن کے سر شرم وندامت سے جھک گئے اور انہوں نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے نگاہیں ملائے بغیر یہ اعلان کر دیا کہ بنو ہاشم کا حصار توڑ دیا جائے اور اِن کے بائیکاٹ کا فیصلہ واپس لیا جاتا ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پروانہ نجات حاصل کرنے کے بعد خوشی خوشی واپس تشریف لے آئے اور تمام ماجرا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کر دیا آپ نے سنا تو انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور مصیبت کے اس تکلیف دہ زمانہ سے رہائی پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں تشکر وامتنان کے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے سجدہ شکر ادا کیا۔

مصیبت میں رفاقت

جنابِ حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صرف اسی ایک سعادت

کا ذکر کیا جائے جو آپ کو اس مصیبت اور پریشانی کے وقت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کے سلسلہ میں حاصل ہوئی تو سینکڑوں دفتر درکار ہیں حقیقت یہ ہے کہ "

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اور...... سایہ اٹھ گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

شعب ابی طالب کی صعوبتوں اور اذیتوں سے رہائی حاصل ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ مصطفٰے و مرتضٰی علیہا الصلوٰۃ والسلام کے مبارک سروں سے اُس ہستی مقدس کا سایہ بھی اُٹھ گیا جس کے دم قدم کی برکت سے کفارِ مکہ باوجود اپنی پوری قوت خرچ کرنے کے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی انتقامی کاروائیوں کا شکار نہ بنا سکے وہ عظیم المرتبت اور عزت مآب ہستی جسے تاریخ میں ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اپنے آخری سانس تک حضور رسالت مآب سے حق وفاداری ادا کرنے کے بعد خالقِ حقیقی سے جا ملی جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اولادِ بنوہاشم کو آخری خطبہ یہ تھا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاونت بھی کرتے رہنا اور اِن کی اتباع بھی کرنا اِن کی اطاعت وفرماں برداری تمہیں

دونوں جہان کی نعمتوں سے سرفراز کردے گی اور پھر اس کے بعد فرمایا کاش مجھے زندگی کے کچھ اور لمحات بھی میسر آ جاتے تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزید خدمت کرنے کا شرف حاصل کر لیتا۔

روایات کی دبیز تہیں آپ کے تشخص کو دھندلانے کا فریضہ انجام دیتی رہی ہیں مگر جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نام آج بھی اسی طرح تابندہ ور خشندہ ہے جس طرح شعب ابی طالب کے زمانہ میں تھا۔

حضور کا اظہارِ غم

آپ کی وفاتِ حسرت آیات کا حضور کو کس قدر صدمہ ہوا ہوگا اِس کا عکس حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں !

جب تک ہمارے چچا ابو طالب بقیدِ حیات رہے ہم کفار و مشرکین کے شر و فساد اور اذیّت ناکیوں سے محفوظ رہے ہمارے چچا ابو طالبؑ کی آنکھیں بند ہونے کی دیر تھی کہ ہم پر آلام و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے چند روز پہلے محبوبہ محبوبِ خدائے پاک اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال بھی ہو چکا تھا۔ اِس دوہرے غم و اندوہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ کو

تصویرِ غم بنا کر رکھ دیا، اور اِن مقدس و محترم ہستیوں کے یک لخت بچھڑ جانے کا آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ نے اُس سال کا نام "عام الحزن" یعنی غم کا سال رکھ دیا جس میں اِن دونوں نے وصال فرمایا تھا۔

اِس مقام پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر ہم اپنے مضمون کو طوالت سے بچانے کے لئے اِختصار کے طور پر یہی بتانے پر اِکتفا کریں گے کہ جنابِ ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جنابِ حیدرِ کرار علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس انداز سے اظہارِ غم فرمایا۔

پیامِ غم و اَلم

جب جنابِ ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے روتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اس کوہِ الم کے ٹوٹنے کی اطلاع دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشمان مبارک اشکبار ہو گئیں آپ نے روتے ہوئے فرمایا!

علی جو ہونا تھا ہو چکا اور یہ وہ غم ہے جس کا مداوا کبھی نہیں ہو سکے گا"

اللہ تعالیٰ کی رضا کو بہر طور قبول کرنا ہی پڑے گا صبر سے کام لو اور تجہیز و تکفین کی تیاری کرو اور یاد رکھو ہمارے چچا کو غسل خود اپنے ہاتھ سے دینا

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرمانِ رسالت کے مطابق آپ کو

غسل وغیرہ دے کر تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد حضور رسالت مآب کی خدمت اقدس میں روتے ہوئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا علی اب خود بھی غسل کرلو تا کہ جنازہ لے جانے کی تیاری کی جائے۔

دعائے محمد برائے علی

چنانچہ فرمانِ محبوب کے مطابق جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خود بھی غسل فرما کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے جناب حیدر کرار علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں غسل کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اس قدر دعائیں دیں کہ وہ میرے لئے دنیا و مافیہا سے بدرجہا بہتر ہیں۔

غم نے اظہارِ محبت کر دیا

وفاتِ ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خبر فوراً ہی پوری وادئ بطحا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ہاشمی خاندان کے اکثر افراد پہلے ہی آپ کے پاس موجود تھے بہرحال جب کثیر لوگ جمع ہو گئے تو آپ کا جنازہ مبارک اٹھا یا گیا۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے ہوئے اور یہ جملے ادا فرماتے ہوئے جنازہ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے میرے غم گسار چچا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے آپ نے میرے حق میں

کبھی کوئی تقصیر نہیں کی اور پھر بطحائے مکہ کے سردار اور نبوت و رسالت کے ناقابل تسخیر حصار سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وادی حجون جسے جنت المعلےٰ کہا جاتا ہے جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چند گز آگے جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلوئے مبارک میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضور روتے رہتے

تدفینِ ابو طالب کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو حجرۂ مبارک میں بند کر لیا اور آپ کے غم میں ہمہ وقت روتے رہتے اور سوائے نماز کے دوسرے کسی بھی کام کی طرف توجہ نہ فرماتے اور یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ جناب شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام بھی غم والم کی تصویر بنے ہوئے تھے آپ کو اپنے والدِ گرامی کے وصال مبارک کا جو صدمہ ہوا اس کے اظہار کے لئے الفاظ کا دائرہ انتہائی ناکافی نظر آتا ہے علاوہ ازیں ان واقعات کو یہاں مختصراً بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ مبارکہ پر ہماری ایک مبسوط کتاب موسومہ بہ ایمان ابی طالب پہلے ہی چھپ چکی ہے جس میں آپ کے ایمان پر وارد شدہ اعتراضات کا ایمان افروز ردِ

بلیغ بھی کردیا گیا ہے۔

مرثیہ و سلام

اس مقام پر جنابِ شیر خدا مدینۃ العلم سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وہ چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جو آپ نے اپنے والدِ ماجد سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر ملال پر اپنے غم و اندوہ کے اظہار کے لئے انشاء فرمائے پہلے اُن اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جنابِ حیدر کرار فرماتے ہیں !

اے میرے والد ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اے پناہ چاہنے والوں کی جائے پناہ اور اے خشک سالی کے پانی اور تاریکیوں کے اجالے آپ کی موت نے غیرت مندوں کو شکستہ دل کر دیا ہے اور آپ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

میں رات کے آخری حصہ میں بلند آواز سے نوحہ کرنے کے لئے بیدار ہوا اور میری یہ نوحہ خوانی اُس امیر کے لئے تھی جسے سردار بنایا گیا تھا اُس سردار اور امیر سے میری مراد میرے والدِ گرامی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو صاحبِ جود و سخا اور غربا و مساکین کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

میرے والد گرامی ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپاہج اور نا خلف نہیں تھے بلکہ حلیم الطبع اور صاحبِ حلم ہیں اس صاحبِ حکومت نے اپنی ﷺ بے

وقت ﴾﴿ موت سے ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جسے یا تو بنو ہاشم بند کر دیں یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کی جانے والی زیادتیوں کی آگ کو خود اللہ تبارک وتعالیٰ ٹھنڈی کرے گا۔

﴾﴿ افسوس ﴾﴿ قریش ﴾﴿ کفار مکہ ﴾﴿ ان کی موت پر خوشیاں مناتے ہیں کہ اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آزادانہ ظلم وتشدد کر سکیں گے حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو زندہ رہنے والا ہو۔

ابا طالب عصمة المستجیر
وغیث المحول و نور الظلم

لقد ھد فقدک اھل الحفاظ
وقد کنت للمصطفیٰ خیر عمٍ

ارقت لنوح اخرا للیل عردا
لشیخی ینعی والرئیس المسودا

ابا طالب ماوی الصعا لیک ذالندی
واذا الحلم لا خلفًا ولم یک قعددا

اخا الملک خلی ثلمة سلیدھا

بنو ھا شم اولیتباح فیھمدا

فامست قریش یفرحون بفقدہ

ولست اریٰ حیًا یشی مخلدًا

﴿دیوان علی علیہ السلام ص ۵۵﴾

جناب اسد اللہ الغالب بحضور خدیجہ وا بو طالب

علاوہ ازیں جنابِ سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جناب سیدہ خدیجہ الکبریٰ اور جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی وفات حسرت آیات کے صدمات کا اظہار اس طرح فرمایا۔

''اے میری دونوں آنکھو ! وادیٔ بطحا کے اُس سردار پر جس کا نام ابو طالب ہے اور بطحا کے اُس رئیس کے بیٹے کی موت پر جس کا نام عبدالمطلب ہے اور اُس عورتوں کی سرداری کی موت پر جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی اور جس کا نام خدیجہ الکبریٰ ہے وہ دونوں ابو طالب اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاکیزہ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی فطرت کو ہی پاک بنایا ہے مبارک ہیں یہ دونوں کو خود خداوندِ قدوس نے اِن کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

اِن دونوں کی (موت) کی مصیبت وآلام نے فضا اور ہوا کو تاریک

کر دیا ہے اور میں اِن دونوں کے بچھڑ جانے کے رنج و غم کی وجہ سے رو رو کر اور تکلیفیں اٹھا کر رات گزارتا ہوں۔

اِن دونوں نے خدا تعالیٰ کے رستے میں دین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان لوگوں کے خلاف امداد و استعانت فرمائی جو دین میں سرکشی کرتے تھے۔

اور یہ دونوں وہ ہیں جنہوں نے اپنے عہد و پیمان کا لحاظ کرتے ہوئے حقِ وفاداری ادا کیا۔

اعینی جو دا بارک الہ فیکما
علیٰ ھا لکین لا تریٰ لھما مثلا

علیٰ سیدالبطحا و ابن رئیسھا
وسیدۃ النسوانٰ اول من صلی

مھذ بۃ قر طیب اللّٰہ فیمھا
مبارکۃ واللّٰہ ساق لھا الفضلا

مصا بھما ادجیٰ لیٰ للجو والھوا
فبت اقاسی منھما الھم والثکلا

لـقـد نـصـرا فـى اللّٰـه ديـن مـحـمـد

عـلـى مـن لـغـىٰ فـى الـدين قدر عيـا الا

﴿ديوان حضرت على كرم الله وجهه الكريم ص۱۳۹﴾

باب ۷

ہجرتِ حیدرِ کرّار علیہ السلام

شب ہجرت

یوں تو جناب حیدر کرار علیہ السلام ازل ہی سے فنا فی الرسول کے مقام جلیل و عظیم پر فائز تھے بھی اور ہیں بھی اور دربار مصطفیٰ سے ہر آزمائش و ابتلاء کے وقت جاں نثاری اور جان سپاری کا تمغہ آپ ہی کو تفویض کیا جاتا رہا مگر بعض مقامات پر تو آپ محبوب پر فدا کاری کی ایسی مثالیں پیش کر دیتے ہیں جن کی مثال ہی پیش نہیں کی جا سکتی۔

حسنِ فدا کاری اور رنگ جاں سپاری تو آپ کے روئیں روئیں سے پھوٹا پڑتا تھا اور پھر اس پر طرہ یہ کہ آپ کو اپنے ایثار کے اظہار کے جولا جواب مواقع نصیب ہوئے وہ آپ ہی کا حصّہ تھے اور کسی دوسرے کو ان میں شریک کیا ہی نہیں جا سکتا۔

انہی حسین ترین اور انمٹ نقوشِ وفاداری و جاں نثاری میں ایک نقشِ فروزاں آپ نے ہجرت کی رات کو قرطاسِ دہر پر ثبت فرمایا اور اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ،

ہجرت بحکمِ خدا

کفار مکہ نے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور اذیت ناکیوں کی انتہا کر دی تو حضور

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خالقِ کائنات مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانے کا پروگرام مرتب فرمالیا اور چند ہی روز میں اپنے تمام ساتھیوں کو مدینہ منورہ کی جانب روانہ کر دیا حتیٰ کہ آپ کے ساتھ صرف دو جلیل القدر شخصیتیں یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئیں۔

کُفار و مشرکین مکہ نے اس نئی صورتِ حالات کا جائزہ لینے کے لئے دارالندوہ میں جمع ہونا شروع کر دیا بظاہر تو یہ اجتماع ابوسفیان اور ابوجہل کی زیر قیادت ہوا تھا مگر بباطن اِن دونوں دُشمنانِ خدا اور رسول کی مزید راہنمائی کے لئے ابلیس لعین بڈھے نجدی کی صورت میں کرسی صدارت پر موجود تھا۔

اجمع قریش و معهم ابلیس فی صورت شیخ نجدی
فی دار الندوہ

﴿الوفا ابن جوزی ج ا ص ۲۰﴾
﴿سیرت ابن ھشام ج ۲ ص ۱۹۰ و دیگر کتب سیر﴾

یاد رہے کہ اہلِ حجاز کو جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ابھارنے کا موقعہ آیا شیطان نے کسی نہ کسی نجدی کا ہی روپ دھار کر اپنے شیطانی اور ناپاک عزائم کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

نجدی اور شیطان نہایت دلچسپ عنوان ہے لیکن ہم اُسے کسی

دوسرے مقام پر زیر خامہ لائیں گے یہاں تو ہم یہ بتا رہے تھے کہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی شب کفار مکہ نے سازشوں کے کون کون سے جال تیار کیے تھے۔

احادیث وتفاسیر اور تواریخ وسیر کی ثقہ ترین کتب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کا پس منظر متفقہ علیہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ،

کفار کے ارادے

جب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو خفیہ طور پر مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا میں بھیج دیا اور آپ کے پاس عورتوں اور بچوں کے علاوہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئے تو کفار مکہ کو یقین ہو گیا کہ اب یہ سب حضرات بھی جلد ہی مکہ معظّمہ کو چھوڑ دیں گے چنانچہ انہوں نے ابو جہل لعین کی سرکردگی میں دارالندوہ میں ایک اجتماع اس مسئلہ پر غور وغوض کرنے کے لئے کیا۔

ابو جہل ملعون نے مشورہ دیا کہ ہر قبیلہ سے ایک نوجوان اُٹھے اور اجتماعی طور پر مل کر محمد کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اگر ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی ہمارے ساتھ ہوگا تو بنو ہاشم تمام قبائل سے لڑائی لڑنے کا خطرہ مول لینے سے گریز کریں گے اور بالآخر قصاص قبول کرنے پر رضامند ہو جائیں گے اور یہ

جھگڑا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ابلیس لعین بھی بڈھے نجدی کی صورت میں وہاں پر موجود تھا چنانچہ سب سے پہلے اس نے ہی ابو جہل لعین کے اس مشورہ کو پسند کرتے ہوئے بآواز بلند تائید کی اور کہا کہ اس نوجوان کا مشورہ بالکل درست اور لاجواب ہے لہٰذا اس پر فوری طور پر عمل کیا جائے۔

بڈھے نجدی ابلیس لعین کے تائیدی بیان سے مطمئن ہو کر سب لوگوں نے ابو جہل لعین کے مشورہ کو قبول کر لیا اور مجمع منتشر ہو گیا طے یہ پایا کہ ہر قبیلہ کا ایک نوجوان خفیہ طور پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے قریب آتا جائے اور جب سب لوگ جمع ہو جائیں اور راستہ کی ناکہ بندی کرنے کے علاوہ باقاعدہ طور پر پورے گھر کا محاصرہ کر لیا جائے اور جب آپ باہر تشریف لائیں تو آپ کو شہید کر دیا جائے اور اگر آپ رات کے وقت گھر سے باہر نہ نکلیں تو سحر نمودار ہونے سے قبل آپ کو گھر میں جا کر معاذ اللہ قتل کر دیا جائے۔

حضور کو بر وقت اطلاع

اُدھر خالق کائنات نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بارگاہ مصطفوی میں بھیج کر آپ کو مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے یہ بھی بتا دیا کہ محبوب آج آپ اپنے بستر پر استراحت نہ فرمائیں۔

چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بحکمِ پروردگار جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس تشریف لے گئے اُنہیں تیار رہنے کا حکم فرمایا اُنہوں نے اِس کام کے لئے دو اونٹنیاں پہلے ہی سے تیار کر رکھی تھیں علاوہ ازیں آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور اپنی بیٹی اسماء اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو دیگر زادِراہ تیار کرنے کا ارشاد فرما کر بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اپنی مکمل تیاری کی رپورٹ پیش کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملاقات کے بعد آپ خانہ اطہر پر تشریف لے آئے اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر ارشاد فرمایا۔

علیؑ کو حکمِ رسول

علی آج رات ہم مکہ معظمہ کو چھوڑ رہے ہیں اور تمہیں خدا کے بھروسہ پر یہیں چھوڑ کر جا رہے ہیں تم لوگوں کی وہ تمام امانتیں جو ہمارے پاس جمع ہیں اُن کو واپس لوٹا کر ایک دو روز بعد مدینہ منورہ آ جانا علاوہ ازیں آج کی رات تمہیں ہمارے بستر پر ہماری چادر اوڑھ کر سونا بھی پڑے گا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ارشاداتِ محبوب سنے تو تمام احکام کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے جبینِ نیاز کو خم کر دیا۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو جملہ احکامات صادر فرمانے

کے بعد آپ رات ہونے کا انتظار فرمانے لگے۔

اُدھر کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق مسلح نوجوانوں کو آپ کے آستانۂ اقدس کے محاصرہ کے لئے تیار کرلیا اور جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو ان لوگوں نے آپ کے راستہ کی مکمل طور پر ناکہ بندی کردی۔

جناب سیدہ سے ملاقات

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیاری مکمل فرمالی تو جناب سیدۃ النساء العالمین مخدومۂ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا آپ کے پاس روتی ہوئی تشریف لائیں آپ نے فرمایا میری پیاری بیٹی آپ کیوں روتی ہیں؟

جناب سیدہؑ نے آنسو بہاتے ہوئے عرض کی ابا جان میں کیوں نہ رووٴں جب کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ قریش کے سرداروں نے لات عزیٰ اور منات کی قسمیں اُٹھا کر یہ عہد کرلیا ہے کہ آپ کو شہید کردیں ﴿معاذ اللہ﴾ اور ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو آپ کے خون کا پیاسا نہ ہو۔

آپ نے فرمایا! پیاری بیٹی مجھے وضو کراوٴ اور پھر آپ وضو فرما کر مسجد حرام کی طرف تشریف لے گئے تو دیکھا کہ کفار ومشرکین سر اٹھا اُٹھا کر اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں آپ نے مٹھی مبارک میں مٹی اُٹھا کر سورۂ یٰسین کی چند آیات پڑھ کر اُن کی طرف پھینک دی اور

شاہت الوجوہ فرماتے ہوئے ان کے درمیان سے گزر کر حرم محترم میں پہنچ گئے مگر کفار کو پتہ بھی نہ چل سکا آپ کب اُن کے درمیان سے گزر کر تشریف لے جا چکے ہیں چنانچہ وہ طلوع سحر تک پوری شب آپ کا راستہ دیکھتے رہے ادھر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم میں نماز ادا کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ساتھ لے کر عازم مدینہ ہو گئے۔

علی بستر رسول پر

جوں جوں رات گزرتی گئی کفار مکہ کا انتظار بڑھتے بڑھتے بے چینی اور اضطراب کی صورت اختیار کرتا گیا اور پھر انہوں نے اپنے پروگرام کے مطابق جب آپ کو بستر مبارک پر ہی شہید کر دینے کا منصوبہ بنایا اور خانہ اطہر کے اندر جا کر دیکھا تو بجائے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ کے بستر مبارک پر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو استراحت فرماتے پایا۔

اس صورت حال سے کفار کو شدید ذہنی جھٹکے سے دو چار ہونا پڑا اور بالآخر انہوں نے پریشانی کے عالم میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سوال کیا کہ آپ کے صاحب کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔

چنانچہ کفار مکہ حیران پریشان واپس لوٹ گئے یہ تو تھا مختصر طور پر شب ہجرت کا خاکہ جو ہدیۂ ناظرین کر دیا گیا اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ

جناب شیرِ خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی رات کیسے گزری۔

شیرِ خدا کی رات کیسے گزری

ادھر تو کفار مکہ اپنے پروگرام کی دوسری صورت پر عمل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو سوتے میں ہی آپ کے بستر مبارک پر معاذ اللہ قتل کر دیا جائے اور ادھر اللہ تعالیٰ کے محبوب کا محبوب سپاہی شہید راہِ وفا شیر خدا سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس اشتیاق سے محبوب کے بستر اقدس پر محو استراحت ہے کہ ابھی کافروں کی چمکتی ہوئی تلواروں کی بارش ہو گی اور ابھی محبوب کے بدلہ میں اپنی جان قربان کر کے حق محبت ادا کرنے کا موقع ملنے والا ہے۔

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ سے مقابلہ کرنے کا حکم فرمایا ہوتا تو سیف حیدری اُن کا خون چاٹنے کے لئے مچل رہی ہوتی مگر یہاں تو سو جانے کا حکم فرمایا گیا تھا پھر علی کیسے جاگتے رہتے آپ نے تو اپنے آقائے نعمت کے حکم کی تعمیل کرنا تھی۔

اُدھر غارِ ثور میں محبوب کبریا یارِ غار کے زانوئے مبارک پر سر اقدس رکھے ہوئے محو استراحت ہیں اور ادھر پروانہ شمعِ رسالت محبوب پر قربان ہو کر ابدی نیند سو جانے کے تصور میں سرشار ہو کر محو خواب ہے۔

اُدھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو رہے ہیں اور حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پہرہ دے رہے ہیں۔

ادھر مولائے کائنات علیہ السلام محوِ خوابِ ناز ہیں اور جبریل و میکائیل علیہما السلام پہرہ دے رہے اور ہر دو جانب یہی ایک صورت نظر آ رہی ہے کہ !

یار ہے خواب ناز میں جاگ رہے ہیں پاسباں

علی کے لئے اعزاز خداوندی

ارشادِ مصطفیٰ پر علی المرتضیٰ کو یوں قربان ہوتے دیکھا تو مشیت جھوم اٹھی فطرت کے تقاضوں کو ذوق آ گیا رحمت خداوندی جوش میں آ گئی۔

خالق کائنات نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ آج میکائیل کو بھی ساتھ لے جاؤ پہلے غارِ ثور میں جا کر میرے محبوب کی خدمت میں سلام عرض کرو اور پھر علی کے لئے اِن کی جاں نثاری کا یہ تمغہ پیش کرو۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ.

﴿سورۃ بقرہ آیت ۲۰۷﴾

یعنی لوگوں میں سے کوئی آدمی جان بیچتا ہے
رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اور اللہ بندوں پر
مہربان ہے۔

اور پھر تم دونوں ایسے بندوں پر میری مہربانی کی دلیل بن کر علی کے

پہریدار بن جاؤ جبریل تم سر کی جانب ایستادہ ہو جانا اور میکائیل تم پاؤں کی جانب کھڑے ہو جانا اور علی کو سوتے میں بھی ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے رہنا۔

ضروری وضاحت

ہم اس مقام پر نہایت اختصار کے ساتھ چند حوالہ جات پیش خدمت کرنے کے بعد آگے گزر جانا چاہتے تھے مگر خارجیوں کی بڑھتی ہوئی بے باکی اور حقائق کو مسخ کر دینے کی ابلیسی کوششوں کے پیشِ نظر ہمیں اس واقعہ کے حوالہ جات پیش کرنے کے لئے انتہائی فراخ دلی سے کام لینا پڑے گا۔

یہاں پر ہم اپنے قارئین کی خدمت میں بھی التماس کریں گے کہ وہ ایک ہی واقعہ کے متعلق حوالہ جات کی بھرمار کو ذوقِ سلیم پر بار نہ سمجھیں بلکہ نہایت صبر و سکون کے ساتھ نہ صورت اُن کو برداشت ہی کریں بلکہ خارجیوں کا منہ بند کرنے کے لئے ان سے استفادہ بھی کریں اور ہماری اس کوشش کو بجائے تضیع اوقات کے بنظرِ استحسان دیکھیں پہلے ہم نے بھی سوچا تھا کہ حسب سابق ایک کتاب سے عربی متن نقل کرنے کے بعد دیگر کتابوں کے نام اور صفحات نقل کر دینے پر ہی اکتفا کر لیا جائے لیکن پھر خود ہی اس خیال کی تردید کر دینا پڑی کیوں کہ ہمیں خارجیوں کے اس حربہ سے پہلے بھی واسطہ پڑ

چکا ہے کہ فلاں کتاب کے حوالہ میں فلاں جملہ موجود نہیں۔

حالانکہ معمولی تغیر لفظی کے علاوہ تمام حوالہ جات حدیث بالمعنیٰ کی صورت میں قطعی طور پر درست ہوتے ہیں اس وضاحتی التماس کے بعد ہم اس دور کے پاکستان میں خارجیوں کے باوا آدم نامحمود عباسی کی وہ تحریر ہدیہ قارئین کرتے ہیں جس کی بنا پر ہمیں اس واقعہ کو طوالت کی نذر کرنا پڑا۔

خارجی عباسی نے خلافتِ معاویہ ویزید کے بین ہو جانے کے بعد بھی اپنی خبث باطنی کو ترک نہیں کیا بلکہ وہ آئے دن کوئی نہ کوئی ایسا شوشہ چھوڑتا ہی رہتا ہے جس میں اہانت اہلبیت کر لینے سے اس کے شیطانی ذوق کی تسکین کا سامان بھی فراہم ہوتا رہے اور اس کی ذریت کو بھی اپنے ضیاع ایمان کے لئے نئے سے نیا مواد ملتا رہے۔

کتاب ہذا کے آغاز میں آپ اس کی ایک کتاب ''وقائع زندگانی ام ہانی'' کے حوالہ سے ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں کہ کس شاطرانہ انداز سے اس نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کریمہ جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معاذ اللہ کافرہ ثابت کرنے کی سعی نامسعود کی ہے اور اب یہاں اس کا ایک انتہائی غلیظ فریب ملاحظہ فرمائیں جس میں بڑے طنطنے کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شب ہجرت کو حضرت علی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر ہرگز نہیں سوئے بلکہ یہ شوشہ بعد کے غالی مؤلفین کا چھوڑا ہوا ہے اور یہ کہ ہجرت بجائے رات کے دوپہر کے وقت

ہوئی تھی وغیرہ وغیرہ بہر حال عباسی کی عبارت ملاحظہ ہو لکھا ہے۔

این گلِ دیگر شگفت

غالی مؤلفین کا اس کے ساتھ یہ بھی بیان ہے کہ ہجرت کی رات حضور انور نے علی کو اپنے بستر پر سلا دیا یہ من گھڑت باتیں ہیں اور محض غلط ہیں حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کفار مکہ کی سازش کا حال خواہ بذریعہ وحی خواہ قرائن سے جس وقت آں حضرت کو معلوم ہو گیا آپ نے مکہ سے ہجرت کا قصد فرما لیا۔

مستند کتب احادیث و تاریخ و سیر وغیرہ میں سند صحیح معتبر و ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ ہجرت کے دن آپ عین دوپہر کے وقت بیت الشرف سے برآمد ہو کر سیدھے ابو بکر صدیق کے گھر تشریف لے آئے حضرت ابو بکر نے دو اونٹ عمدہ غذا کھلا کے پہلے ہی سے مہیا کر رکھے تھے پھر اسی دن شام کے جھٹ پٹے کے وقت اِسی مکان کی عقبی کھڑکی سے نکل کر دونوں صاحب ا ور انور اور ابو بکر صدیق غارِ ثور کو روانہ ہو گئے حضرت کو دوپہر کے وقت بستر پر لٹانے کا موقع اور ضرورت ہی کیا تھی یہ ساری کہانی بعد کے لوگوں کی

من گھڑت محض بے اصل ہے اصلاً و حقیقتاً اِسی مقصد
سے وضع ہوئی جس کا ذکر ہو رہا ہے۔

﴿وقائع زندگانی اُم ہانی ص ۱۰۳ مؤلفہ محمود عباسی﴾

زعمائے اہل سنت کی خدمت میں

کیا فرماتے ہیں ہمارے وہ زُود رنج مہربان حضرات جنہیں محبتِ اہل بیت کے مہکتے ہوئے پھولوں سے رافضیت کی بو آنے لگتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہجرت کی رات کو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بستر مبارک پر سوئے تھے کہ نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر آپ حضرات خوارج و نواصب کی شیطنت کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بھی اصلاح فرمائیں اور تحریر و تقریر کی صورت میں واقعات ہجرت بیان کرتے وقت جبلِ ثور کی کوہ پیمائی سے لے کر غارِ ثور کے خلوت کدوں تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ حسن عقیدت سے یہ واقعہ بھی بیان کیا کریں جو جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایثار کی انمٹ تصویر ہے۔

ہمیں زُعمائے اہل سنت و جماعت سے بجا طور پر ایک شکوہ ہے جن کا اظہار ہم نے اپنی کتاب شہید ابن شہید جلد دوم میں بھی کیا تھا اور یہاں بھی اِس کا اعادہ کرنے پر مجبور ہیں اور وہ شکوہ یہ ہے کہ،

غلیظ لٹریچر کا جواب دو

آپ وہابیوں دیو بندیوں کی اِن تحریروں سے ہی آج تک چمٹے ہوئے ہیں جن کا سینکڑوں کتابوں میں جواب دیا جا چکا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے ان پر پوری پوری گرفت کی جا چکی ہے مگر وہابیہ اور دیابنہ کے اس نئے روپ کو ظاہر کرنے کی ہرگز کوئی ایسی جامع کوشش نہیں فرماتے جو خوارج و نواصب کی واضح ترین تصویر ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر محبتِ اہل بیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ایمان کا جز ہے تو پھر اہانت اہل بیت کو روکنے کے لئے آپ کی رگ حمیت وغیرت کیوں نہیں پھڑکتی اور وہ کون سی ایسی مصلحتیں ہیں جو آپ کو ناموس صحابہ کرام کے تحفظ کے ساتھ ناموسِ اہل بیت کا تحفظ کرنے سے روکے ہوئے ہیں ؟

کیا اہل بیت کا سارا معاملہ آپ شیعہ حضرات کے سپرد کر کے سرخرو ہو چکے ہیں یا محبتِ اہل بیت کو شیعوں کی جاگیر سمجھے ہوئے ہیں؟

کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ خارجیوں کی خوفناک اور ایمان کش تحریروں کا جواب دینا رافضیوں کی ذمہ داری ہے اور اگر آپ کی یہی سوچ ہے تو یہ اندازِ فکر آپ کو لے ڈوبے گا اِس لئے کہ اہل بیت کی محبت شیعوں کے لئے ہرگز ہرگز مخصوص نہیں کی گئی بلکہ عترت و اہل بیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے مودت ومحبت رکھنا اہل سنت و جماعت کا طرۂ امتیاز ہے اِس لئے ہم درخواست کریں گے کہ آپ ناموسِ صحابہ کے ساتھ ساتھ ناموسِ اہل بیت کا بھی تحفظ کریں بلہ موخرالذکر کو مقدم سمجھیں کیونکہ یہی ذریعہ نجات ومغفرت ہے۔

یہ قطعی طور پر غلط ہے کہ آپ دامنِ اہلِ بیت کو چھوڑ کر قیامت کے دن محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں سرخروئی حاصل کرلیں گے

اہل سنت کا فریضہ

خارجیوں اور ناصبیوں کے شیطانی حملوں کا جواب ایمان افروز تحریوں سے اگر کوئی دے سکتا ہے تو وہ اہل سنت و جماعت ہی ہے کیونکہ شیعہ حضرات اسنے اسلاف کی تحریروں میں خود ہی اس قدر اُلجھے ہوئے ہیں کہ قیامت تک جان نہیں چھڑا سکتے۔

خوارج ونواصب کی صحیح تر تردید وتکذیب تو صرف اہلسنّت و جماعت ہی کرسکتے ہیں کیونکہ ان کے عقائد میں جھول نہیں یہ نہ تو تینوں سے بریت کا اظہار لرکے ایک کو مانتے ہیں اور نہ ہی ایک کی محبت سے تہی دامن ہوکر صرف تینوں کا دامن تھام سکتے ہیں ہمارے مذہب اور نہ ہی ایک کی محبت سے تہی دامن ہوکر صرف تینوں کا دامن تھام سکتے ہیں ہمارے مذہب کی تائید میں تو اسلام کا سوفی صد لٹریچر موجود ہے پھر ہم خاموش کیوں ہیں اور

ہمیں انتظار کس بات کا ہے؟

اگر بروزِ قیامت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھ لیا کہ ہمارے اہل بیت کا نام لے لے کر اور ہماری عترت اور آلِ پاک کا صدقہ کھانے والو تم اُس وقت کہاں تھے جب ہماری اہل بیت کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کی جارہی تھیں تو کیا جواب دو گے۔

اگر آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حوضِ کوثر پر یہ سوال کر دیا کہ تم جام کوثر کی طلب لے کر تو آ گئے مگر یہ تو بتاؤ کہ جب خارجیوں کے زہر آلود قلم ہمارے گھر والوں پر حملہ آور ہو رہے تھے تو اس وقت تمہارے قلم کیوں ٹوٹ گئے تھے تمہاری زبانیں کیوں گنگ ہو گئی تھیں اور تم خاموش تماشائی بن کر کیوں بیٹھے رہے تو بتایئے اُس وقت آپ محبوبِ کبریا کے حضور میں کیا عذر پیش کر سکیں گے۔

یہ چند معروضات اس لئے پیش کی گئی ہیں کہ شاید کسی اہلِ دل اور اہلِ محبت پر ہماری بات اثر کر جائے ویسے اکثر تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ اُلٹا ہمیں ہی دبانے کی کوشش کی جاتی ہے اور بعض لوگ تو اِس قدر مشتعل ہو جاتے ہیں کہ فٹافٹ رافضیت کا لیبل تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ کسی طرح ہم پر چسپاں کر کے فریضۂ اہلسنت ادا کر کے سرخرو ہو جائیں مگر،

این خیال است و محال است جنوں

ہمیں اہلِ جہان کے ڈر سے اپنی آخرت کا ڈر زیادہ ہے ہمیں دنیا

والوں کے فتووں کی فکر نہیں اس دن کی فکر ہے جہاں سوائے محبتِ اہل بیت کے کوئی عمل سہارا دینے والا نہیں ہوگا۔

غالی مؤلفین کون ہیں؟

اِن گزارشات کے بعد اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ بقول خارجی عباسی وہ غالی مؤلفین کون ہیں جنہوں نے یہ من گھڑت کہانی تراشی ہے کہ شب ہجرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تاجدار انبیاء سرکارِ دو عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر سوئے تھے اور آپ نے محبوب کی محبت میں اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔

سب سے پہلے خارجیوں وہابیوں کے نزدیک بھی ثقہ کتاب طبقات ابن سعد کی تحریر ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس کے بعد حوالے ہی حوالے۔

طبقات ابن سعد ﴿مترجم﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم دیا کہ اِس شب وہ آپ کی خواب گاہ میں سوئیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرخ حضرمی چادر جسے اوڑھ کر حضور سویا کرتے تھے اوڑھ کر سو گئے جب صبح ہوئی تو علی بستر سے اُٹھے اُن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ ﴿طبقات ابن سعد جلد اول ص ۳۲۷۔۳۲۸﴾

کشف المحجوب

وچوں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بر بستر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخفت واو با ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ از مکہ بیرون شد و بغار ثور اندر آمدند وآں شب کفار قصد کشتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داشتند خداوند تعالی بجبریل و میکائیل را گفت من میان شما برادری دارم و یکے از زندگان دراز تر از دیگرے گردانیدم کیست از میان شما دو کہ ایثار کند مر برادر خود را بر خود بزندگانی و مرگ مر خود را اختیار کند؟ ہر دو خود را از زندگانی اختیار کردند خداوند تعالی با جبریل و میکائیل گفت شرف علی بہ بیند و فضلش بر خود کہ من میان وے و میان رسول خود برادی دادم وے قتل و مرگ خود را اختیار کرد و برجائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخفت و جان فدائے او کرد و بروے ایثار کرد بہلاک خود۔

بردید کنوں ہر دو بزمین شوید و علی را از دشمنان نگاہ دارید، آنگاہ جبریل و میکائیل بیامدند و یکے بر سر گاہ وے و یکے بر پائے گاہ وے نشست جبریل گفت بخ

نخ! من مثلک یا ابن ابی طالب لان اللہ تعالیٰ یباھی

بک علی ملائکۃ کیست چوں تو اے پسر ابی طالب کہ خدا

وند تعالیٰ می بتو مباہات کند بر ہمہ ملائکہ و تو اندر خواب

خوش خفتہ آنکہ ایں آیت آمد اندر شان وے قولہ

تعالیٰ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

رَؤُفٌ بِالْعِبَاد

﴿کشف المحجوب ص ۱۷۲ لعلی بن عثمان الھجویری﴾

معارج النبوت

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حال ارباب ضلال خبر یافت مرتضیٰ علی را گفت اے علی مرا اذن ہجرت داوہ اند بمدینہ من فردا تہیہ اسباب سفر فی نمالم اکنوں امانت مردم کہ نزد من است بتو می سپارم باید کہ بصا جبش رسانی وامشب مشرکان قصد قتل من دارند برو برد ما بپوش و بر جائے گاہ من تکیہ کن و دل خود قوی دار کہ ہیچ آفت بتو نخواہد رسید

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بموجب فرمودہ عمل نمودہ بروئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوشیدے بردوش خود کشید و بفراغ دل در خواب شد و نفس نفیس خود را خدائے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کرد۔

نقل است کہ درآن شب کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم جائے وارے آں حضر رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمود وجانِ شرین فدائے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میکرو حضرت جلال احدیت بجبریل ومیکائیل علیہم السلام رامی فرمود کہ میانِ شما عقد مواخاۃ بستم وعمر ہر یکے رابیشتر از دیگرے ساختم شما حیات یار خود دوست می دارید از حیات وزندگانی خود ایشاں گفتند خداوندا ہر کرا حیات خود برخود عزیز تراست وحی آمد کہ علی ابن ابی طالب رابہ بیند،

کہ میان اوو محمد عقد مواخاۃ بستم علی جان خود را فدائے نفس گرانمایہ محمد ساخت وحیاتِ اوراب حیاتِ خود را اختیار کرد اکنوں ازیں طارم خضر المحیط غبرا روید وعلی راز شراعدا نگاہ دارید پس ایشاں بفرمان سلطان بے چون نزول فرمودند وجبریل برسر بالین علی نشست ومیکائیل در پایان پائے اوقرار گرفت پس جبریل گفت،

بخ بخ اے علی نیست کے مثل تو کہ مباہات کرد اللہ تعالیٰ برتو بر ملائکہ ملاء اعلیٰ وحق تعالیٰ در بارہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ایں آیت فرستاد کہ،

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ

﴿معارج النبوۃ رکن چھارم ص ۲۰۳﴾

مدارج النبوت

وچوں آن حضرات خواست کہ وقت صباح ہجرت بر آمد علی المرتضیٰ

رافرمود کہ شب در محل خوابگاہ ان سرور بخواب رود تا مشرکان در مقام اشتباہ و

التباس در آمدہ از حقیقت حال آگاہ نشوند واصل باعث برگزاشتن علی مرتضیٰ

ودائع کفار قریش بود کہ باعتقاد دیانت ومشاہدہ امانتِ نزد آں حضرت می

گزاشتند وآں حضرت را محمد امین صادق می گفتند پس خواب کرد علی مرتضیٰ در

جائے خواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و پوشید خود را ببرو خاص آں

حضرت کہ آں را پوشید بخواب سفتے۔

پس بود رضی اللہ عنہ نخستین کسے کہ فروخت وفدا کرو نفس خود را درراہ

محبت رسول خدا وگویند کہ آئتہ کریمہ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ. دریں باب نازل شد.

﴿مدارج النبوت ج۲ ص ۵۶﴾

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواھی تیری

یہی نہیں بلکہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنی اِس عظیم قربانی

اور بے مثال ایثار پر فخر ومباہات فرماتے ہوئے درج ذیل اشعار انشاء

فرماتے ہیں جنہیں ثقہ مؤلفین ومصنفین نے اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے

ملاحظہ ہو فرمان مرتضوی آپ فرماتے ہیں۔

میں نے خود اُس ہستی عظیمہ کو محفوظ کیا جو ہر اُس شخص سے بہتر ہے جس نے سنگریزں کو روندا اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

خدا کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جب لوگوں نے مکر کیا تو خدائے توانا و بزرگ نے اُن کے شر اور مکر سے آپ کو بچایا۔

میں نے اِس انتظار میں رات بسر کی اور دیکھتا رہا کہ ﴿کفار﴾ کب مجھے میرے بستر سے اُٹھاتے ہیں اور حقیقت میں میرا نفس قتل اور قید ہونے پر تیار ہو گیا تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امن اور حفاظت کے ساتھ غار میں رات بسر فرمائی اور خدا کی نگہبانی اور پردے میں رہے۔

آپ تین روز غار میں رہے اور پھر آپ کے دو اونٹ سنگستانوں سے گزرتے رہے اِس سے میرا مقصد دُنیا سے بے تعلق ہو کر خدا کی مدد تھا اور اِس کو میں دل میں رکھوں گا حتیٰ کہ قبر میں دفن کر دیا جاؤں۔

﴿حوالے اور نظر باب ایثار علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں ملاحظہ فرمائیں﴾

مواهب الدنيه

فاتی جبریل علیه السلام النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فقال لا بیت هذه اللیلة علی فراشک فلما کان اللیل اجتمعوا علی بابه یرصدونه حتی ینام فیثبوا علیه فامر صلی اللّٰه علیه وآله وسلم علیاً فنام

مکا نه و عطی ببروا خضر فکان اول من شری نفسه فی اللّٰه ، ثم خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم وقد اخز اللّٰه علی ابصار هم فلم یراه منهم.

﴿انوار محمدیه من المواهب الدنیه ص ۵۰۴﴾

زرقانی علی المواهب

حتیٰ ینام فیثبو علیه السلام علیا فنام مقا مه وغطی ببرو له صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم فی برده ذالک اذا نام اخضرا نح فکان علی اول من شری با ع نفسه فی اللّٰه و فی بهار سول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم.

﴿زرقانی علی المواهب ج ۱ ص ۳۲۲﴾

﴿۲﴾ وما فی الا حیاء اوحي اللّٰه جبریل و میکائیل الی اخیت بینکما وجعلت عمرا احد کما اطول من عمر الآخر فا یکما یو ثر صاحبه بالحیاة فا ختار کل منهما الحیاة فاوحی اللّٰه علیهما افلا کنتما مثل علی ابن ابی طالب اخیت بینه و بین محمد فبا ت علی فراشه یضد یه بنفسه و یو ثره با لحیاة اصبطا الی الارض فاحفظا ه من عدو ه فکان جبریل عند را سه و میکا ئیل عند رجلیه ینا دی بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب یبا هی اللّٰه بک الملا ئکة و فیه فنزل ومن یشری نفسه ابتغاء مر ضاة اللّٰه الا یة.

﴿زرقانی علی المواهب ج ۱ ص ۳۲۲ مطبوعه﴾

جرح

فقال الحافظ ابن تيمية انه كذب باتفاق العلماء الحديث والسير و قال الحافظ العراقي في تخريج الاحياء رواه احمد مختصرا عن ابن عباس شرى علي نفسه فلبس ثرب النبي صلى الله عليه وآله وسلم نام مكانه الحديث وليس فيه ذكر جبريل و ميكائيل ولم اقف الزيادة على اصل والحديث منكر. انتهى.

﴿زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۲۳﴾

اِس جرح کا مطلب

جیسا کہ قارئین پر متعدد بار واضح کیا جا چکا ہے کہ روایات ہے کہ معاملہ میں ابن تیمیہ کی تعدیل وجرح کا معیار صرف یہ ہے کہ ہر اُس روایت کو موضوع بنانے کی کوشش کر ڈالی جائے جس میں عظمتِ اہل بیت کا کوئی پہلو نمایاں ہوتا ہو۔

چنانچہ اپنی اس عادتِ قبیحہ کے مطابق زیرِ نظر روایت میں بھی اُس نے روایت کا ایک حصہ جس میں جبرائیل ومیکائیل کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حفاظت کے لئے آنا ثابت ہوتا ہے الحاقی اور اضافی قرار دے دیا ہے تاہم وہ اِس قدر روایت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ جنابِ شیرِ خدا علی

کرم اللہ وجہہ الکریم شبِ ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر جان کی بازی لگا کر سوئے تھے جبکہ ابن تیمیہ کی معنوی اولاد ہونے کے باوجود عباسی کا دعویٰ یہ ہے کہ حضور سرورِ دوعالم نے تو دوپہر کے وقت ہجرت فرمائی تھی اِس لئے آپ کے بستر پر حضرت علی علیہ السلام کے سونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ روایت غالی لوگوں کی من گھڑت ہے عباسی کو سوائے اِس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ "لعنت اللّٰہ علی الکا ذبین" کے مصداق تو تم تھے ہی کم از کم اپنے روحانی باپ کی بات تو مان لیا کرو۔

بہر حال قارئین اب اِس ضمن میں مزید متعدد ثقہ اور معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر خازن

فاتی جبریل علیہ السلام النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فاخبرہ ذالک و امرہ ان لا یبیت فی مضجعہ الذی کان یبیت فیہ و اذن اللّٰہ عزوجل لہ عند ذالک با لخروج الی المدینۃ فامر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم علی ابن ابی طالب ان یبیت فی مضجعہ وقال لہ وا تشح ببرو قی فانہ لن یخلص الیک منھم امر تکرھہ ثم خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم.

﴿تفسیر خازن جلد دوم ص ۲۲﴾

تفسیر در منثور

فا طلع اللّٰہ نبیہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم علی ذالک فخرج ھوو ابو بکر رضی اللّٰہ عنہٗ الی غار فی جبل یقال لہ ثور و تام علی رضی اللّٰہ عنہٗ فراش النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم .

﴿در منثور ج۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ تھران﴾

تفسیر معالم التنزیل

فا مر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم علی ابن ابی طالب ان ینام فی مضجعۃ وقال لہ ا تشح ببرو تی ھذہ .

﴿معالم التنزیل ج۲ ص ۲۲ مطبوعہ مصر﴾

تفسیر کشاف

فا خبر جبریل علیہ السلام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم و امرہ ان لا یبیت فی مضجعہ و اذن اللّٰہ فی الھجرۃ فا مر علیا رضی اللّٰہ عنہٗ فنام مضجعہ وقال لہ اتشح ببرو تی .

﴿کشاف ج۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ بیروت﴾

تفسیر ابن کثیر

اتاه جبریل علیه السلام فامره ان یبیت علی فراشه و یستجی ببروله اخضر ففعل ثم خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم علی القوم وهم علی بابه و خرج معه بحفنة من تراب فجعل یذرا ها علی روسهم و اخذ اللّٰہ ابصار هم عن نبیه محمد صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم وهوا یقراء یٰسین والقرآن الحکیم الی قولہٖ فاغشینا هم لا یبصرون .

﴿ابن کثیر ج۲ ص ۳۰۲ مطبوعه مصر﴾

تفسیر ابن جریر

فبات علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ علی فراش النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم تلک اللیلة و خرج النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم لحق با لغا رو بات المشرکون .

لحیر سون علیا انه النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم فلما اصبحو اثار والیه فلما را ؤ وه علیا رضی اللّٰہ عنه.

﴿ابن جریر ج۹ ص ۲۲۸ مطبوعه مصر﴾

تفسیر روح المعا نی

قال لعلی کرم اللّٰہ وجھہ نم علی فرا شی و تسبح بر
دی ھـذا الحضر می الا خضر فنم فیه فا نه لن یخلص
الیک شی تکر ھه وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه
وآلہٖ وسلم ینام فی بر دة ذالک واذا نام واذن له علیه
الصلوٰة والسلام فی الھجر ة فخرج مع صاحبه
ابوبکر رضی اللّٰہ عنہٗ الی الغار و انشد علی کرم اللّٰہ
وجھه الکریم مشیر الما من اللّٰہ تعالیٰ به.

﴿روح المعا نی ج۵ص ۱۹۸﴾

احکام القران القر طبی !

فامر النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم علی ابن ابی
طالب ان ینام علی فرا شه و دعا اللّٰہ عز وجل ان
یعمی علیھم اثره

﴿قر طبی ج۷ص ۳۹۷ مطوبه مصر﴾

البدا یة والنهایة !

فا طلع اللّٰہ النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم علیٰ
ذالک فبات علی علیٰ فرا ش النبی صلی اللّٰہ علیه
وآلہٖ وسلم تلک اللیلة و اخرج النبی صلی اللّٰہ علیه
وآلہٖ وسلم حتی الحق با لغار فلما اصبحوا ثار واعلیه

فلما راؤا عليا رو الله عليهم سکرهم فقالوا این صاحبک هذا؟ فقال لا ادری

﴿البدایة والنهایه ج۳ ص ۱۸۰﴾

سیرت ابن ہشام!

فاتی جبریل علیه السلام علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم فقال لا تبت هذه اللیلة علیٰ فراشک الذی کنت تبیت علیه قال فلما کانت عتمة من اللیل اجتمعو علی بابه یرصدونه متی ینام فیثبون علیه فلما رای رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم مکانهم قال لعلی ابن ابی طالب نم علی فراشی و تسبح ببروی هذا الحضرمی الاخضر.

﴿سیرت ابن هشام ج ۱ ص ۲۹۲﴾

سیرت حلبیه!

فلما رای رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم مکانهم ای علم ما یکون منهم قال لعلی ابن ابی طالب رضی اللّٰه عنهٗ نم علی فراشی واتشح بردائی هذا الحضرمی.

﴿سیرت حلبیه ج ۲ ص ۱۸۳﴾

المستدرک للحاکم

عن عباس قلا شری علی نفسه ولبس ثوب النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم ثمّ نام مکا نه وکان المشر کون یر صدون رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم وقد کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم البسه بر ده وکا نت قریش ترید ان تفتش النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم فجعلوا یر صدون علیا و یرو ن النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم قد لبس بر دة و جعل علی یتصور فا ذا هوا علی هذاالحدیث صحیح .

عن علی بن الحسین قال اول من شری نفسه ابتغاء رضوان اللّٰہ علی ابی طالب وقال عند مبیته علی فراش رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم .

﴿المستدر ک ج۳ ص ۱۲۸﴾

اسد الغا به

عن ابن اسحق قال نام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم ینتظر الوحی با لا ذن له فی الهجرة الی المدینة حتیٰ اذا اجمعت فمکرت با لنبی صلی اللّٰہ

علیہ وآلہٖ وسلم فا تاہ جبریل و امرہ بان لا یبیت فی مکا نہ الذی یبیت فیہ فد عا ابن ابی طالب فا مرہ ان یبیت علیٰ فرا شی ویستجی ببرو لہ اخضر ففعل ثم خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم الی التقوم وھو بابہ .

﴿اسد الغا بہ ج ۴ ص ۴۷﴾

احیاء العلوم للغزالی

فا وحی اللّٰہ الی جبریل و میکا ئیل علیھم السلام انی اخیت بینکما و جعلت عمر احد کما اطول من عمر الآ خر فا یکما یو ثر صاحبہ با لحیاۃ ختار کلاھما الحیاۃ فا وحی اللّٰہ عز وجل الیھما افلا کنتما مثل علی بن ابی طالب آخیت بینہ وبین النبی محمد فبا ت علی فرا شہ یضد یہ بنفسہ ویوثر ہ بالحیاۃ اھبطا الی الا رض فاحفظا ہ من عدوہ فنز لا جبر یل عند رٔ اس علی و میکا ئیل عند رجیہ و جبریل ینا دی بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب یبا ھی اللّٰہ عزوجل بک الملا ئکۃ فا نزل اللّٰہ عز وجل علی رسولہٖ و ھو متو جہ الی المدینۃ فی شان علی "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مر ضاۃ اللّٰہ"

﴿احیاء العلوم الدین ج ۲ ص ۱۵۲﴾

﴾۱﴿الوفا ﴾۲﴿روضِ الانف

فالق جبر یل النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم فقال لا تبت ھذہ اللیلۃ علی فرا شک الذی کنت تبیت علیہ فلما کا نت العتمۃ اجتمعوا علی بابہٖ ثم یر صدو نہ متیٰ ینام فیثبون علیہ .

فلما رایٔ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکانھم قال لعلی ابن ابی طالب نم علی فرا شی و تسبح ببرو ی العضری الا خضر فا نہ لا یخلص الیک شی تکر ھہ منھم و کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ینام فی بر دہ ذالک .

عن عباس فی قولہٖ تعالیٰ "واذ یمکر بک الذین کفر و الیثبتو ک " قال تشا ورت قر یش لیلۃ بمکۃ فقا لِ بعضھم اذا اصبح فا ثبتو ہ بالو ثاق وقال بعضھم بل اقتلوہ وقال بعضھم بل اخرجوہ.

فا طلع اللّٰہ تعالیٰ بنبیہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم علی ذالک فبا ت علی علیہ السلام علیٰ فراش رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم تلک اللیلۃ و خرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم حتیٰ لحق بالغار.

﴾الو فا با حوالِ المصطفیٰ ابن جو زی ج ۲۳۲ جلد اول﴿

ہجرتِ مرتضویؑ

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب کفارِ مکہ نے بسترِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو استراحت فرماتے دیکھا تو اوّل اوّل انتہائی تحیر کے عالم میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آپ کو دیکھتے رہے اور پھر ان پر سکتہ کی سی حالت طاری ہوگئی لیکن پھر جلد ہی وہ سنبھل گئے اور مشتعل ہوکر حیدرِ کرار پر حملہ آور ہو گئے اور آپ کو شدید ضربات پہنچائیں مگر یہ روایت کسی بھی طریقہ سے صحت کے درجہ کو نہیں پہنچائیں مگر یہ روایت کسی بھی طریقہ سے صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو متعدد عوارض پیدا ہو جانے کا قوی احتمال ہے۔

لہٰذا درست اور صحت مند واقعہ یہی ہے کہ کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر موجودگی سے انتہائی سراسیمہ اور پریشان ہوگئے اور جناب علی المرتضٰی علیہ السلام پر چند سوال کرنے کے بعد رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاش میں بھاگ نکلے۔

سیرتِ حلبیہ میں جناب علی علیہ السلام کی ہجرت مبارکہ کے متعلق متعدد روایات جمع کی گئی ہیں چنانچہ سب سے پہلے انہی روایات کی تفصیل ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے۔

امانتوں کی واپسی

جناب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم مکہ معظّمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شبِ ہجرت کے بعد تین راتیں گزار کر مدینہ منورہ میں کلثوم ابن ہدم کے گھر قبا شریف کے مقام پر تشریف لائے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں ان کی امانات واپس کرنے کا حکم فرما رکھا تھا جو لوگوں نے رسولِ امین وصادق کے پاس جمع کروا رکھی تھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا وتعظیماً وتکریماً کی طرف ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وادیٔ بطحا میں کھڑے ہو کر منادی کر دی کہ جس کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اپنی امانت جمع کروا رکھی ہے وہ آئے اور مجھ سے اپنی امانت وصول کر لے۔

چنانچہ جن لوگوں نے حضور سرورِ انبیاء رسولِ امین وصادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اپنی امانتیں جمع کروا رکھی تھیں انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اپنی امانتیں واپس لے لیں۔

چنانچہ یہ ردالامانات کا سلسلہ تین روز میں ختم ہو گیا۔

ونزل علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ لما قدم المدینة علی کلثوم ﴿بن الھدم﴾ ایضاً بقباء بعد ان تآخر بمکة بعدة صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم ثلاث لیال یؤدی الوداع التی کانت عند النبی صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم لامره له صلی اللّٰہ علیه وسلم بذالک کما تقدم.

فلما توجه صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم الی المدینة قام علی رضی اللّٰہ عنه بالأبطح نیادی من کان له عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم ودیعة فلیأت الیه امانته.

﴿سیرت حلبیه جلد دوم صفحه ۲۳۲ مطبوعه مصر﴾

کیا اھل بیتؑ حضرت علیؑ کے ساتھ آئے تھے؟

سیرت حلبیہ و دیگر کتب میں تین قسم کی اختلافی روایات نقل کی گئی ہیں۔

ایک روایت تو یہ ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان والوں کو ساتھ لے کر حضور کے تین روز بعد ہجرت فرما کر آئے تھے۔

دوسری روایت اِس طرح ہے کہ جناب شیر خدا سیدنا علی علیہ السلام

خاندانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ سے فرسادہ غلاموں کے ساتھ روانہ فرما کر اکیلے ہجرت فرما کر آئے تھے۔

تیسری اور راجح روایت یہ ہے کہ جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین روز بعد اکیلے ہی ہجرت فرما کر آگئے تھے اور آپ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو بھیج کر اہل بیت کرام کو منگوایا چنانچہ سیرت حلبیہ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے چند سواریاں خریدیں اور جناب سیدۃ النساء العلمین سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا والدہ مکرمہ سیدنا علی علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز اُم ایمن اور اُن کا صاحبزادہ ایمن اور پیچھے رہ جانے والے ضعیف اور کمزور مومنین کی جماعت کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ ہجرت کر آئے،

فاتباع رکائب وقدم مع الفواطم وولدها ایمن وجماعة من ضعفاء المومنین .

صاحب سیرت حلبیہ یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس روایت کے مخالف ہے جس میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان

میں قیام فرمایا تو وہاں سے آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اور اپنے مولیٰ ابورافع کو مکہ معظّمہ کی طرف پانچ درہم اور دو اونٹ دے کر روانہ فرمایا چنانچہ وہ بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرا اور سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا اور ام لاموٴمنین جناب سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام ایمن کنیز مصطفٰے اور اس کے بیٹے اسامہ کو ساتھ لے کر واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

اقول: سيئاتي مايخالف ذالك وهو انه صلى الله عليه و آله وسلم لما نزل في دار ابى ايوب بعث زيد بن حارثه وابا رافع الى مكة واعطهما خمسائة درهم وبعيرين يقدمان عليهما بفاطمة وام كلثوم ابنته وسوده زوجته وام ايمن وولدها اسامة.

﴿سیرت حلبیہ جلددوم صفحہ ۲۲۳﴾

اگرچہ سیرت حلبیہ کی اختلافی بحث ابھی باقی ہے تاہم درست بات یہی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بحکمِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے ہی مدینہ منورہ کو پاپیادہ ہجرت کر کے تشریف لائے تھے جس کے متعلق آئندہ اوراق میں متعدد روایات پیش کی جائیں گی اور اس امر کی تائید ثقہ محدث ابن سعد کی بیان کردہ روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان کی خواتین کو بعد میں اپنے غلاموں کو بھیج کر بلوایا تھا چنانچہ

طبقات ابن سعد میں ہے کہ،

طبقات ابن سعد

محمد بن سعد متوفی ۲۱۳ھ اپنی کتاب طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوایوب انصاری کے مکان سے ہی زید بن حارثہ وابورافع کو مکہ معظّمہ میں بھیجا اور اِن دونوں کو دو اُونٹ اور پانچ صد درہم زادِراہ کے طور پر دیئے تھے تا کہ وہ آپ کے اہلِ خاندان کو مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا میں لے آئیں۔

اِن دونوں کے ساتھ آنے والوں کی تفصیل یہ ہے،

سیدۃ النساء العٰلمین سیدہ فاطمۃ الزہرا بنتِ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم۔

سیّدہ اُم کلثوْم بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہا وبارک وسلم۔

جنابِ ام ایمن کنیز مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کا بیٹا اسامہ بن زید عبد بن ابی بکر مع جناب ابوبکر کے دیگر اہل خانہ کے جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھیں حضور سرورِ کائنات کی ایک صاجزادی سیدہ رقیّہ سلام اللہ علیہا اپنے شوہر سیدنا عثمان غنی کے ساتھ ہجرت فرما کر پہلے ہی حبشہ میں تشریف لے جاچکی تھیں۔

اور حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی

صاحبزادی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو ان کے شوہر ابو العاص بن الربیع نے مکہ معظّمہ میں جبراً روک لیا تھا۔

بہر حال تشریف لانے والی مقدس خواتین و دیگر افراد کو حارثہ بن النعمان کے مکان پر اتارا گیا۔

﴿ماخوذ از طبقات ابن سعد جلد اول ص ۳۴۰﴾

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ

علامہ ابن اثیر جزری علیہ الرحمۃ سیدنا و مرشدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہجرتِ مبارکہ کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ کے اہل وعیال کو روانہ فرمانے کے بعد آپ کے طلب کرنے پر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے آپ دن کے وقت قیام فرماتے اور رات کو سفر شروع کر دیتے حتیٰ کہ آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے،

حضرت علی کا سفرِ ھجرت

چونکہ آپ نے یہ تمام سفر پا پیادہ طے کیا تھا اس لئے سفر کی صعوبتوں نے آپ کو نڈھال کر رکھا تھا چنانچہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ علی کو ہمارے پاس لاؤ تو ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی میں تو اُٹھنے کی بھی سکت نہیں چنانچہ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُسی وقت خود بہ نفس نفیس جناب علی علیہ السلام کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور جب اُن کی حالت دیکھی تو آپ کا دریائے رحمت جوش میں آ کر آنسوؤں کی صورت اختیار کر گیا آپ والہانہ طور پر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغلگیر ہو کر رونے لگے کیونکہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاؤں مبارک پیدل سفر کرنے کی وجہ سے متورّم ہو چکے تھے اور اُن سے خون کے قطرات ٹپکتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کمال شفقت سے آپ کے پاؤں مبارک پر اپنا لعابِ دہن مبارک لگا کر دُعا فرمائی کہ یا اللہ علی کو صحت وعافیت عطا فرما چنانچہ اُس کے بعد آپ کو پھر کبھی ایسی تکلیف نہیں پہنچی حتیٰ کہ آپ کی شہادت واقعہ ہو گئی۔

وامر النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم علیاً ان یلحقہ بالمدینة فخرج علی فی طلبہ بعد ما خرج الیہ اھلہ یمشی اللیل ویمکن النھار حتی اقدم المدینة فلما بلغ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم قدومہ قال ادعوا لی علیا قیل یارسول اللّٰہ لا یقدر ان یمشی فاتاہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فلما رآہ اعتنقہ وبکی رحمة لما بقدمیہ من الورم و کانتا تقطران دما فتفل النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فی یدیہ ومسح بھما رجلیہ ودعا لہ بالعافیة فلم یشتکھا حتیٰ

استشهد رضی اللّٰہ عنه.

﴿اسدالغابه فی معرفة الصحابه جلد چهارم صفحه ۱۹﴾

﴿للعلامه ابن اثیر الجزری﴾

روایات کا تضاد

اُسد الغابہ کی اِس روایت سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت کو سواریوں پر بٹھا کہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کرنے کے بعد خود ہجرت فرمائی۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ صاحبِ سیرتِ حلبیہ نے اِس موقعہ پر ہر دو قسم کی روایات نقل کرنے کے بعد اِس تعارض کو دُور کرنے کی کوشش بھی فرمائی ہے آئندہ اوراق میں اِس بحث کا مفہوم بھی ہدیۂ قارئین کر دیا جائے گا فی الحال اِس ضمن میں چند دیگر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

"مدارج النبوۃ" میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نقل فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینۂ منورہ زاد اللہ شرفہا میں قطع مسافت کرنے کے بعد بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف فرما ہوئے اور وہیں پر ہی آپ نے مسجد قبا شریف کی بنیاد رکھی اور اِسی مقام پر ہی حضرت علی المرتضٰی علیہ السلام تین دن کے وقفہ کے بعد آپ کی خدمتِ اقدس میں مکہ

معظّمہ سے قطع منازلؒ کرتے ہوئے حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت مسرور پایا۔

لعاب رسول سے شفاء

روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کا تمام سفر پاپیادہ طے کیا تھا لہٰذا آپ کے قدم ہائے مبارک پر آبلے پڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو اپنا لعابِ دہن مبارک آپ کے قدموں پر ملا جس کی برکت سے آپ اُسی وقتؒ صحت یاب ہو گئے۔

"وصول نزول آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم در منازل بنی عمرو بن عون بود کہ در مسجد قبادر آں جا بنا یافتہ است وھم دریں جا علی مرتضیٰ بتفادت سہ روز از مکہ در رسیدہ آں حضرت را خوشحال گردا یند و در روضۃ الا حباب میگوئید کہ وے رضی اللہ عنہٗ پیادہ پا راہ می رفت و پائے مبارک دے از پیادہ رفتن آبلہ کردہ بود حضرت لعاب مبارک خویش را بر آں مالیدہ درناں صحت یافت"

﴿مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۶۳﴾

پہلے آپ اِس ملاقاتِ معظّمہ کے فوراً بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم کی سعادتِ ازلی کے معاملہ میں پیش آنے والا ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور اِس کے بعد دیگر کتبِ معتبرہ کے حوالہ جات بسلسلۂ ہجرت مرتضوی پیش کیئے جائیں گے۔

ناقۂ مصطفٰے کا سوار آگیا

درج ذیل واقعہ سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ منورہ کی بستی میں داخل ہونے سے پہلے مدینہ کے نواحی علاقہ قبا شریف میں جو قیام فرمایا تھا اُس کا مقصد محض اور محض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا انتظار کرنا ہی تھا۔

اور اِس انتظار میں باطنی رموز و اسرار کیا تھے انہیں تو صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول جل وعلاو صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی بہتر طور پر جانتے ہیں مگر ظاہر طور پر جو حکمتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں۔

اوّل یہ کہ: اسلام کی وہ پہلی مسجد جس کی اَساس خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تقویٰ پر رکھی گئی ہے اُس کا حدود اربعہ مامور من اللہ ناقہ مصطفٰے پر بیٹھ کر وہی شخص قائم کرے جو بیت اللہ شریف میں پیدا ہوا ہو اور مسجد میں شہید کیا گیا وہ وہ عظیم نمازی جس نے نہ صرف سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ہو مگر کئی برس اِس خصوصیت کے ساتھ نمازیں پڑھی ہوں کہ سوائے اس کے کوئی بھی تیسرا شخص حضور کے

ساتھ نماز ادا کرنے والا موجود نہ ہو۔

یہی نہیں بلکہ اُس کی نمازِ عصر قضا ہوتے دیکھ کر کائنات ارضی وسماوی کے مالک ومختار کو ڈوبتے ہوئے آفتاب کو واپس بلانا پڑے بہر حال ایک وجہ تو یہ تھی کہ مسجدِ قبا شریف کی بنیاد رکھنے کے لئے ایسے نمازی کی موجودگی انتہائی ضروری تھی جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے اور وہ سوائے علی کے دوسرا کوئی نہیں ہوسکتا علاوہ ازیں علاقۂ قبا میں ٹھہر کر حضرت علی کا انتظار کرنے کی دوسری وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مدینہ منورہ کی بستی میں داخل ہی نہیں ہونا چاہتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہوجائے کہ علی نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہجرت کی اور ہجرت میں السابقون الاولون سے مؤخر ہیں وغیرہ وغیرہ

اگر ہم سامنے کی اِن دو حکمتوں ہی کی وضاحت بیان کرنا شروع کر دیں تو پورا باب مرتب کیا جاسکتا ہے تاہم اِس معاملہ کو اہلِ محبت حضرات کے ذوق ووِجدان کے سپرد کرتے ہوئے وہ واقعہ نقل کرتے ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی قبا شریف میں تشریف آوری کے ساتھ ہی ظہور میں آ گیا تھا۔

چنانچہ شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی اپنی تالیف مبارکہ ”جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب“ میں رقم طراز ہیں۔

اونٹنی اُٹھ بیٹھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا ذکر پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پیشتر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نزول بنی عمرو بن عوف کے پاس ہوا تھا جو قبا کے باشندے تھے اور باختلاف روایات تین دن یا تین دن سے زیادہ اِسی جگہ قیام فرما کر مسجدِ قبا کی بنیاد رکھی اور ایک روایت میں سے خود اہل قبا نے یہ درخواست کی تھی کہ ہم لوگوں کے لئے ایک مسجد بنوا دیجئے۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۱۵ پر یہ بھی واقعہ گذر چکا ہے کہ اسی مقام پر ہی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے تین روز بعد آکر ملاقات کی تھی۔

بہر حال جب اہل قبا کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص ہمارے ناقہ پر سوار ہو کر اُسے پھرائے۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعوالیٰ عنہ اُٹھ کر ناقہ کی پشت پر سوار ہو گئے مگر ناقہ رسول علیہ السلام نہ اٹھا بعد ازاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس اونٹنی کی پشت پر سواری کی مگر اونٹنی اپنے مقام پر ہی

بیٹھی رہی اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے اُٹھ کر اپنا پاؤں مبارک رکاب میں رکھا ہی تھا کہ ناقۂ مصطفےٰ اٹھ کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا یا علی! ناقے کی مہار اس کی مرضی پر چھوڑ دو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مامور ہے لہٰذا یہ جدھر جدھر گھومنا چاہیے گھومنے بالآخر ناقۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھومنے کے خطوط پر مسجدِ قبا کی بنیاد رکھی گئی۔

بروائتے اہل قبا از آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم التماس نمودند کہ مسجدے برائے ایشاں بنا فرمائید
اشارت بہ صحابہ کرام فرمود یکے از شما بریں ناقۂ من
سوار شود و بگرداند ابوبکر صدیق برخواست و بر پشت ناقۂ
نشست ناقۂ برنخاست بعد از وے عمر فاروق سوار شد
نیز ناقہ برنخاست بعد ازاں علی مرتضیٰ برخاست ہمیں
کہ پائے در رکاب آورد ناقہ برجست فرمود زمام اورہا
کن کے وے مامور است ہر جا کہ گردد آخر ہم بر
آنمدار سیر ناقہ مسجدِ قبا بنا فرمود۔

﴿جذب القلوب الی دیار المحبوب صفحہ ۲۱﴾

پا پیادہ ہی آئے تھے

معارج النبوۃ میں ہے کہ حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل

التحیات نے راجح قول کے مطابق چار دن اور چار راتیں قبیلہ بنی بکر بن عوف میں قیام فرمایا اور محلّہ قبا میں اِس مسجد کی اساس رکھی جس کی گواہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے دی ہے کہ اِس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ . الآیۃ.

اور وہ پہلی مسجد مبارکہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز ادا کرنے کے لئے قیام فرمایا مدینہ منورہ کی مسجد قبا شریف ہے جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کے نواح میں اقامت گزیں ہوئے تو اُس کے تین روز بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔

حضرت امیر علیہ السلام کی مکہ معظّمہ میں رکنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو حکم فرمایا تھا کہ جن لوگوں کی امانتیں ہمارے پاس جمع ہیں اُن کے سپرد کرکے مدینہ منورہ کو ہجرت کر آنا۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمانِ مصطفوی کے مطابق عمل کرتے ہوئے لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالہ کیں اور پا پیادہ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابھی محلّہ قبا میں ہی تشریف فرما تھے

کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کرلیا،

سفر کی صعوبتیں

فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم دن کہیں چھپ کر گزارتے اور رات کے وقت سفر شروع فرمادیتے حتیٰ کہ ربیع الاول شریف کی سترہ یا اٹھارہ تاریخ کو تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے کرتے آپ کی حالت انتہائی خراب ہوچکی تھی حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو گئے تھے اور اُن پر آبلے اُبھر آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو اپنے دستِ حق پرست کو زخموں سے مس کیا اور شفاء کے لئے دُعا فرمائی تو آپ فی الفور صحت یاب ہو گئے اور پھر کبھی کوئی تکلیف مشکل کشا سرتاج الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس پاؤں کو نہیں پہنچی اور نہ ہی سفر کی شدت سے آپ کے قدم مبارک کبھی زخمی ہوئے۔

حضرت سیدِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات بقول راجح چہار شبان وروز در قبیلہ بنی بکر بن عوف کمت فرمود و در محلہ قبا مسجدے بنا نہاد کہ اساس آں بشہادت حضرت الٰہی جل وعلا مبنی بر تقویٰ بود چنانکہ فرمود قولہ تعالیٰ مسجد اُسِّسَ بُنْیَا نُہٗ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ

واول مسجدے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از مکہ بمدینۃ عزیمت می فرمود امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بعد از سہ روز از ہجرت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزیمت مدینہ نمود وسبب مکث ایراں بود کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورا از برائے ودایعی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سپردہ بودند باز داشت تا بصاحبان آں بار رساند بعد ازاں کہ بفرمودہ کما ینبغی عمل نمودہ متوجہ مدینہ گشت پیادہ بیآمد ہنوو آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درقبا بود کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم بخدمتِ آں سرور مشرف گشت،

وگویند در شب می رفت و در روز مخفی می بود تا ہفتد ہم یا ہشت دہم شہر ربیع الاول ولی بہ نبی رسیدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انواع ملال کشیدہ و پائے ہا مبر کش آبلہ کردہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دستِ حق پرست خود را برآں جراحت ہا مالیدہ ددعاءِ شفاء برخواند بالفور بصحت مبدل گشت و دیگر ہیچ جراحت والم بپائے مشکل کشا آں سر دفتر اولیاء رضی اللہ عنہ نہ رسید۔

﴿معارج النبوۃ رکن چھارم ص ۱۰۶﴾

سیرۃ ابن ہشام

سیرت ابن ہشام اور روض الانف سہیلی میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمائی تو اس سے پہلے تمام اہل اسلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف جاچکے تھے سوائے ابوبکر صدیق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر

رات کے وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بھی ہجرت فرمائی مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ ہمارے پاس جمع شدہ لوگوں کی امانتیں اُن کے سپرد کرنے کے بعد تم بھی ہمارے بعد مکہ معظّمہ سے ہجرت کر آنا۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد مکہ معظّمہ میں تین دن اور تین راتیں قیام فرما کر لوگوں کی امانتیں واپس فرمائیں حتیٰ کہ ہجرت فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کلثوم بن ہدم کے گھر تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے ساتھ تھے پھر اس کے بعد آپ نے ایک رات یا دو راتیں قبا میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ طیبہ کی بستی میں تشریف لے گئے۔

اما علی فان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم بلغنی اخبرہ بخروجه و امرہ ان یخلف بعدہ مکة حتیٰ تؤدی عن رسولصلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم الوداع التی کانت عندہ للناس.

﴿روض الانف سهیلی جلددوم صفحه ۲﴾

اقام علی ابن ابی طالب علیه السلام بمکة ثلاث لیال و ایامها حتیٰ ادی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیه و آلہٖ وسلم الودائع التی کانت عنده للناس حتٰی
اذا فرغ منھا لحق برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ
وسلم فنزل معه علی کلثوم بن ھدام فکانت علی ابن
ابی طالب انما کانت اقامته بقباء لیلة اولیلتین.

﴿سیرت ابن ھشام مع روض الانف جلددوم صفحہ ۱۰﴾

انوارِ المحمدیه

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے تشریف لے جانے سے مطلع فرما کر ارشاد فرمایا کہ علی تم بھی لوگوں کی ہمارے پاس جمع شدہ امانتیں اُن کے سپرد کر کے ہمارے پیچھے پیچھے ہجرت کر کے آجاؤ۔

واخبر علیه السلام علیا بمخرجه امره ان یتخلف
بعده حتی یودی عنه الودائع التی کانت عند الناس،

﴿انوارِ المحمدیه من المواھب الدنیه مطبوعه صفحه ۵۵﴾

تعارض ختم کرنا چاہا مگر

صاحبِ سیرت حلبیہ نے اِن روایات کا تعارض دور کرنے کے لئے جو دلائل پیش کئے ہیں ان کا مفہوم یہ ہے۔

اور یہ بھی درست ہے جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم کو ہجرت کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا اور جناب مرتضٰی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں حضرات کے ہمراہ تشریف لائے تھے اور یہ اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین راتیں مکہ معظّمہ میں لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لئے رُکے تھے کیونکہ یہ تین راتیں تو امانتیں واپس کرنے کی مدت ہیں اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید بن حارثہ اور ابو رافع کے ساتھ سواریوں پر بھیج کر خود پا پیادہ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے مقام قبا پر کلثوم بن ہدم کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تشریف لے جانا پہلی روایت کے مخالف نہیں ہوسکتا۔

لیکن سیرت ہشامیہ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جب آپ کلثوم بن ہدم کے گھر تشریف لے کر گئے

اور یہ ملاقات اس قول کے مطابق تو ناقابلِ فہم نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا شریف میں اٹھارہ راتیں رُکے رہے اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشرف لے آئے تو آپ مذکورہ بالا شخص کے گھر آپ کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے

مگر زید بن حارثہ اور ابو رافع کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ قبا سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے گھر میں جا کر نقدی اور اونٹ وغیرہ دے کر اہلِ خانہ کو لانے کے لئے مکہ معظّمہ روانہ فرمایا تھا۔

فلما نفذ ذالک ورد علیه کتاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم بالتخوص الیه الخ . الا ان یقال یجوزان یکون الکتاب الذی فیه استدعا سیدنا علی رضی اللّٰه عنه للهجرة کان مع زید ابی رافع رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما وانهما صحباه ، ولانیا فی ذالک ماتقدم من انه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم تاخر بعد علی رضی اللّٰه تعالی عنه بمکة ثلاث لیا تودی الوداع، لان تلک اللیالی الثلاث کانت مدة تادئة الوداع ومکث بعدها الیٰ ان جاءه کتاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم وحئنذ یکون قدم علی النبی صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم بالمدینة بعد نزوله بقباء علی کلثوم ،، وهو لا یتائی الا علی القول بانه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم مکث فء قبا بضع عشرة لیلة جنبا سیاتی و حنئذ یخالف ما سبق من مجیبه مع زید والی رافع لما علمت انه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم انما ارسلها بعد ان تحول من قباء الی المدینة.

﴿سیرت حلبیه جلددوم صفحه ۲۳۳﴾

بات پھر وہی ہے

علامہ برہان الدین حلبی علیہ الرحمۃ کی اِس بحث کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ اِس روایت ہی کی تقویت کا باعث بنتا ہے جس میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تاجدارِ انبیاء والمرسلین کے ارشاد کے مطابق ردالامانات کرنے کے تین روز بعد اکیلے ہی پاپیادہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما کر آئے تھے چنانچہ مؤلف موصوف نے پھر تمام تر مباحث کے بعد جو فیصلہ کن روایت نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ،

اور امتاع میں ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مکہ معظّمہ زاداللہ شرفہا سے روانہ ہوئے تو آپ رات کے وقت سفر شروع فرماتے اور دن کے وقت چھپ جاتے حتیٰ کہ اِس دشوار گزار پاپیادہ سفر نے آپ کے مبارک قدموں کو اِس قدر زخمی کر دیا کہ اُن سے خون کے قطرات ٹپکتے تھے جب اِس حالت میں آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے شفقت سے آپ کو گلے لگا لیا اور فرطِ جذبات سے تاجدارِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپ نے روتے ہوئے جب علی کریم علیہ السلام کے زخمی پاؤں پر اپنے دستِ اقدس سے اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو اُس کی برکت سے پھر کبھی جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اثنائے سفر اِس قسم کی تکلیف کی شکایت نہیں ہوئی۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

وفی المتاع ، لما قدم بمكة كان يسير الليل ويكمن النهار حتیٰ تقطرت قدماه ، فاعتنقه النبی صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم وبكى رحمة لما بقدميه من الورم وتفل فى يديه وامرهما على قدميه فلم يشكهما بعد ذالک.

﴿سیرت حلبیه جلد دوم صفحه ۲۳۳﴾

مدنی زندگی

ترتیب کتاب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اب آپ کی مکی حیاتِ مبارکہ کی طرف مدنی زندگی مبارک کے حالات وواقعات کو بھی بالترتیب پیش کیا جاتا مگر نہایت غوروخوض کے بعد یہی ایک بات سامنے آتی ہے کہ اِس طریقہ کار پر عمل درآمد کرنا انتہائی مشکل بھی ہے اوران مضامین کے لئے سدِراہ بھی جن کا تعلق خصوصی طور پر جناب شیرِ خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس سے ہے جیسا کہ آپ کا نکاح مبارک آپ کی اولادِ طاہرہ کی ولادت ِمبارکہ غزوات رسول میں آپ کی لامتناہی قوتوں کا ظہور اور قرآنی علوم پر آپ کی دسترس کاملہ یہ ایسے منفرد اور متنوع مضامین ہیں جنہیں نہ تو تقسیم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اِن سے صرف نظر کرنے کے متعلق تصور کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ متذکرہ حالات کے پیش نظر یہی مناسب سمجھا گیا ہے کہ

جناب علی علیہ السلام کی مدنی حیاتِ طیبہ کے دیگر اہم ترین واقعات کتاب ہذا کی دوسری جلد میں بالوضاحت پیش کر دیئے جائیں اور اِس جلد میں چند مخصوص ابواب پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے اُمید ہے قارئین اِس جدتِ ترتیب سے اتفاق فرمائیں گے۔

بابؔ

تزویجِ مقدس

حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کا نکاح مبارک

جناب حیدرِ کرار کے نکاح مبارک کے واقعہ کو ہم نہایت تفصیل کے ساتھ حضرت علامہ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف تالیف "معارج النبوت" سے نقل کرتے ہیں اور اِس کے ساتھ ساتھ بعض اہم روایات کو دیگر کتبِ معتبرہ کے حوالہ جات سے بھی مزین کرتے جائیں گے تاکہ حقائق پوری تابانی کے ساتھ قارئین کے قلوب و اذہان پر منعکس ہو سکیں چنانچہ "معارج النبوۃ" میں لکھا ہے کہ،

ہجرت مبارک کے دُوسرے سال رجب المرجب یا صفر المظفر کے مہینہ میں دو متبرک ہستیوں کے درمیان عقد مبارک منعقد ہوا اور نکاح مبارک کے اگلے مہینے جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی رخصتی مبارک ہوئی۔

درسال دوم از ہجرت در ماہ رجب یا صفر بود کہ آں عقد مبارک میان آں دو بندہ متبرک منعقد گشت و بماہ آئندہ ترخیص بظہور آمدہ و در بیان این واقعہ اہل سیر در کتب خود روایات اوردہ اند و بعضی مفصل و آنچہ مولف این کتاب اختیار نمودہ در "صفوۃ الصفادہ" است، مسلسل

اہلِ سیر نے اپنی اپنی کتابوں میں اِس واقعہ کا ذکر کیا ہے اُن میں سے بعض نے اجمالی طور پر اور بعض نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور مؤلف کتاب یعنی ملا معین کاشفی کہتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ شیخ ابی لافرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ''صفوۃ الصفادہ'' سے نقل کیا ہے اور اس کا عربی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کر دیا۔

ہر درخواست مسترد

حضرت سلمان فارسی اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا عالم طفولیت سے عالمِ بلوغت میں تشریف لائیں تو اکابرِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے اپنی اپنی درخواست پیش کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر درخواست کو یہ فرما کر مسترد فرما دیا کہ ہمیں اِس امر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کا انتظار ہے چنانچہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس سلسلہ میں اپنی درخواست پیش کی تو انہیں بھی یہی جواب ملا۔

از تالیف شیخ ابی الفرعبدالرحمٰن ابن علی بن محمد الجوزی رحمۃ اللہ، زیرا کہ ایں روایت راجامع تریافتم لاجرم مترجمہ آں بشنا فتم نقل است کہ ام سلمہ وسلمان فارسی رضی اللہ عنہما گفتند کہ چوں فاطمہ رضی اللہ عنہا از مرتبہ صبا درجۂ نساء رسدا کابر قریش بخطبۂ او میا درت می نمودند آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ کار او باز بستہ بامرِ حق است، مسلسل

مسجدِ نبوی میں مشورے

ایک روز حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر ابن الخطاب اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نکاح مبارک کا قصہ چل نکلا تو ان لوگوں نے کہا کہ اس سرمایۂ راحت و مسرت کے حصول کے لئے تمام اکابرینِ قریش نے اپنی درخواستیں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کی ہیں مگر کوئی درخواست بھی شرفِ پذیرائی و قبولیت حاصل نہ کر سکی صرف امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہ شخص ہیں جنہوں نے نہ تو ابھی تک اِس سلسلہ میں درخواست پیش کی ہے اور نہ ہی اس امر کا اظہار فرمایا ہے۔

امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ذاتی گمان یہ ہے کہ اس کی وجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ تنگ ہونا یعنی آپ کا

و در روایتے آنکہ فرمود انتظار وحی می برم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بخطبہ فرمود ہمیں جواب شنید روزے امیر المومنین ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم در مسجد نشستہ بودند و سخن فاطمہ رضی اللہ عنہا درمیان بود گفتند اکابر قریش باں سرمایۂ سرور و عیش ایں امر را اظاہر نمودند مقبول نیفتا د امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہنوز خطبہ نکردہ و ایں معنی اظہار نہ فرمودہ، مسلسل

فقر ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نکاح مبارک کا مسئلہ معرض التوا میں ڈال دیا جانا محض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی تزویج مبارک پر اظہار رضا مندی فرمایا ہے۔

امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمود کہ مرا ظنہٗ آں است کہ مانع علی قلت ید است یعنی فقیر است و غالب ظن من آں است کہ ہم فاطمہ کہ در تسویف افتادہ حضرت علی است خدا و رسول او تزویج او را رضا دادہ اند بعد ازاں صدیق اکبر روئے بسعد و عمر رضی اللہ عنہما آوردہ گفت کہ با من موافقت می نمائید کہ بہ زیارت علی رویم و او را بخطبۂ فاطمہ رغبت نمائیم اگر از ہمہ فقر و تنگدستی عذر گوئد او را مددگارے نمائیم۔

سعد فرمود کہ اے ابوبکر خدائے تعالیٰ ترا ہموارہٗ توفیق امور خیر کرامت میفرمائید خوش باشد اے ابوبکر قدم درراہ کہ موافقت نمودہ ہمہ ہمراہیم ہر سہ یار بزرگوار سردفتر مہاجر و انصار از مسجد حضرت سید الابرار بطلب حیدرِ کرار بیرون آمدند و امیر المومنین علی رضی اللہ عنہٗ شتر خود را بردہ و نخلستانِ یکے از انصار بآں شتر آب میداد چوں نظر او بر ایشاں افتاد باستقبال ایشاں آمدہ و استفسار حال نمود امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہٗ گفت یا ابا الحسن خصلتے از خصال خیر نیست مگر ایں کہ ترا آں جا سبقت است و ترا نزدِ۔ مسلسل

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف رُخِ اقدس موڑ کر فرمایا کہ میری خواہش یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت اور ملاقات کو چلیں اور انہیں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں درخواست پیش کرنے کی ترغیب دلائیں اور اگر وہ اپنی تنگدستی کا اظہار فرمائیں تو ان کو اپنی طرف سے معاونت پیش کریں۔

اِس کے جواب میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں خیر و برکت کے امور کو سرانجام دینے کی ہمیشہ توفیق عطا فرماتا ہے ابوبکر خوش رہو ہم اس نیک کام کی انجام وہی کے لئے آپ کے ساتھ ہیں۔

حضرت علی سے ملاقات

چنانچہ یہ تینوں حضرات بزرگوان مہاجر والانصار سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد مبارک سے باہر تشریف لے آئے اور جناب علی علیہ السلام کو تلاش کرتے ہوئے ایک انصاری کے نخلستان میں پہنچے تو دیکھا کہ جناب علی علیہ السلام اپنے اونٹ کو پانی پلا رہے ہیں آپ نے ان تینوں حضرات کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے چند قدم آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور تشریف آوری کا مقصد دریافت فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابا الحسن خصائل محمودہ اور نیک خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت بھی ایسی نہیں جس کے لئے آپ نے سبقت حاصل نہ کر لی ہو اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جو قدر و منزلت اور عزت و احترام آپ کو حاصل ہے دوسرے کسی بھی شخص کو اس میں آپ کے ساتھ مشارکت اور ہمسری حاصل نہیں اکابر و اشرافِ قریش نے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے اظہار خواست گاری کیا لیکن کسی کو بھی شرفِ قبولیت حاصل نہ ہو سکا اور کسی کو بھی

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منزلتیست کہ ہیچ کس را با تو آن مشارکت نیست اکابر و اشراف قریش بخطبۂ فاطمہ مبادرت نمودہ ہیچ جواب قبول از رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نشنیدہ اند و گمانِ من است کہ او را از برائے تو حبس نمودہ چرا خواستگاری نمی کنی؟ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ چوں ایں سخن شنیدہ آب در دیدہ گردانیدہ گفت یا ابوبکر تہیج منمائے آتشے را بتکلف تمام تسکین دادہ ام تو مرا بیاد میدھی آن رغبتے کہ مرا بایں امر است شائد کہ ہیچ کس را نباشد فاما تنگدستی مانع می آید و یارائے ایں گفتن نہ دارم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گفت یا ابوالحسن چنیں مگوی دنیا نزد خدا و رسول او اعتبارے نہ دارد باید کہ قلتِ مال و تنگدستی ہیچ وجہ مانع ایں مقال نہ گردد۔ مسلسل

حضور رسالت مآب نے اثبات میں جواب نہیں دیا میرا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کو آپ کے لئے روک رکھا ہے آپ کیوں اپنی درخواست بارگاہِ رسالت مآب میں پیش نہیں کرتے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب ان کی یہ بات سنی تو آپ کی چشمانِ مبارک میں اشکوں کا سیلاب آ گیا آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے ابوبکر! آپ نے یہ گفتگو چھیڑ کر میری تمناؤں اور آرزوؤں کی اس دبی ہوئی آگ کو دو بارہ بھڑکا دیا ہے جسے میں نے بڑی کوششوں کے ساتھ دبا رکھا تھا اور آپ نے مجھ پر یہ سوال کر کے میرے اس شوق کو تیز تر کر دیا ہے جس کے مقابلے میں میری مثل شائد ہی کسی دوسرے کو اس قدر رغبت ہو مگر بات یہ ہے کہ اس آرزو کے اظہار کے لئے ایک تو اپنی کم مائیگی اور تنگدستی کو مانع پاتا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں اس قسم کی گفتگو کرنے کی جرأت و جسارت میرے بس کا روگ ہی نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا ابوالحسن آپ جانتے ہیں کہ دنیاوی مال و منال خداوندِ قدوس جل وعلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک قطعی کوئی اہمیت نہیں رکھتے اس لئے یقین رکھیں کہ دنیاوی مال و دولت کی قلت اور آپ کا فقر اس امر کے اظہار کے ئے ہرگز ہرگز مانع نہیں ہیں ﴿چنانچہ اس گفتگو کے بعد﴾

امیر المومنین سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے

اونٹ کو کھولا اور اس کی مہار پکڑ کر اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور اونٹ کو باندھ کر تاجدارِ انبیاء رسالت مآب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی زیارت و ملاقات کے لئے دولت سرائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تشریف لے گئے۔

علی بارگاہِ رسول میں

حضور تاجدار مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت مخدومۂ

امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شتر خود را بکشاء مہارش را گرفتہ وبخانہ بردو بر بست و بزیارت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بشتافت وآں سرورِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درمنزل ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف آوردہ بودند چوں شاہ مرداں حلقہ بردر زد گفت ام سلمہ کیست؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود برخیز و در را بکشای "فہذا رجل یحب اللہ ورسولہ ویحباہ" ایں مردیست کہ خدا اور رسول اورا دوست میدارند واو نیز خدا اور سول را دوست میدارند۔

ام سلمہ گفت پدر و مادرم فدائے تو باد کیست ایں مرد کہ تو در بارۂ او گواہی میدہی؟ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود پسر عم من و برادر من علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہا میگوئید کہ برجستم وچناں بسرعت می رویدم کہ نزدیک بود کہ بروے در آفتم تا در را بکشادم بخدا سوگند کہ در نیامد مادامے کہ بحرم خانہ خود در آمدم۔ مسلسل

دو عالم سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارک میں رونق افروز تھے چنانچہ شاہِ مرداں شیر یزداں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کے دروازہ پر دستک دی تو ام المومنین جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اندر سے آواز دی اور پوچھا کون ہے؟

جناب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اُم سلمہ اٹھ کر دروازہ کھولو آنیوالا شخص وہ ہے جس کے ساتھ اللہ اور اُس کا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کون مرد ہے جس کے متعلق آپ نے اس قسم کی گواہی دی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ام سلمہ کے جواب میں فرمایا کہ یہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور میرا بھائی علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر جلدی سے اٹھی اور تیزی سے دروازہ کھولا خدا کی قسم حضرت علی نے اس وقت تک حجرہ مبارک میں قدم نہیں رکھا جب تک میں حرم خانہ کے اندر نہ آ گئی۔

میرے اندر پہنچنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اندر تشریف لائے اور کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے سلام کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

وعلیک السلام ابا الحسن آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور پھر جناب علی علیہ السلام کو اپنے قریب بٹھالیا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے سر جھکایا ہوا تھا اور نگاہیں زمین پر گاڑ رکھی تھیں اور بیٹھنے کے انداز سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی حاجت مند ہو مگر شرم وحیا کی وجہ سے اپنی ضرورت کا اظہار کرنے سے قاصر ہو اور جرأت لب کشائی نہ رکھتا ہو گویا حالت یہ تھی۔

فرطِ حیا سے کھلتے ہی ہونٹ لرز کے رہ گئے

جوشِ طلب میں دیکھئے جنبشِ لب کی احتیاط

بہر حال! حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ حالت دیکھی تو نہایت شفقت سے خود ہی اظہارِ تمنا

آنگاہ درآمد وگفت السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، جواب فرمود، کہ وعلیک السلام یا ابا الحسن ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واورا نزدخود بنشاند، امیر المومنین رضی اللہ عنہ، سر مبارک فروانداختہ درزمین می نگریست چوں کسے کہ حاجتے دارد واز عرض آں شرم میدارد داں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود کہ اے علی چناں پندارم کہ حاجتے داری واز آں شرم می داری بگوئ ہر چہ در دل داری وشرم مدار کہ حاجت تو نزد ما مقضے است، مسلسل

کرنے کا موقع فراہم کرتے ہوئے فرمایا علی ہم جانتے ہیں کہ تم کس ضرورت کے تحت حاضر ہوئے ہو مگر اپنی ضرورت بیان کرنے میں شرم وحیا کی وجہ سے جھجک محسوس کرتے ہو۔

ہم تمہیں دل کی بات زبان پر لانے کی اجازت دیتے ہیں تمہیں

حضرت امیر فرمود کہ یارسول اللہ پدر و مادرم فدائے تو باد حضرت ترا معلوم است کہ از آوانِ صغر، دمراتربیت ہائے ظاہرہ و باطن مستعد گردانیدہٗ وایں احسان وشفقت کہ از حضرت تو در بارۂ خود مشاہدہ کردم از پدر و مادرِ خود عشرِ عشیر آں نہ یدم وحق تعالیٰ ببرکت تو مرا از دین باطل رہانید و بدیں تویم و صراطِ مستقیم رسانید حاصل کہ ذخیرۂ عمر و زندگانی و مایۂ عیش وکامرانی من توئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکنوں ما نکہ دولتِ خدمت وسعادت مسا عدت بازوئے تمکین من محکم گشتہ ،

وفوز وفلاح وخیر ونجاحِ دارین مسلم شدہ تمناے آں در خاطر نقش بستہ ام کہ مرا ہیچ خانہ وسرا و سرانجامے نیست وحلیلہ کہ محرم اسرار و مونس جان فگار باشد و مدتے مرا داعیۂ آں است کہ ذکر خطبۂ فاطمہؑ درمیان آرم واز جہتِ تو ہم گستاخی در تسویفش می دارم، ہیچ امکان دارد کہ ایں معنی در خارج موجود تواند بود یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مسلسل

ہمارے سامنے شرمانے کی ضرورت نہیں جو بھی تمہارے دل میں ہے بلا جھجک بیان کردو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حوصلہ آفرین گفتگو سننے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ جانتے ہیں کہ آپ نے بچپن ہی میں مجھے میرے والدین سے لے کر اپنی غلامی کے لئے مخصوص فرما لیا تھا۔ اور آپ ہی نے میری ظاہری اور باطنی تربیت فرما کر مجھ میں یہ استعداد اور قابلیت پیدا فرمائی ہے اور آپ کے جو احسانات اور مہربانیاں میں نے اپنی ذات کے لئے مشاہدہ کی ہیں اپنے والدین سے اِس کا عشرِ عشیر بھی مُجھ کو نہیں ملا اور آپ ہی کی شفقت و برکت کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ادیانِ باطل سے بچا کر صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الغرض میرا ذخیرہ عمر اور سرمایۂ حیات آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے اور میرے عیش و کامرانی کی وجہ آپ ہی کا وجودِ مسعود ہے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب جب کہ آپ کی ملازمت اور غلامی کی سعادت سے مشرف ہونے کی وجہ سے مجھے یہ شوکت و تمکنت اور قوت و برکت حاصل ہو چکی ہے اور فوز و فلاح و خیر و نجاحِ دارین کا شرف حاصل ہو چکا ہے اور اب جب کہ مجھے آپ کے لُطف و کرم نے یہ سہارا دے دیا ہے کہ مَیں اپنے دِل کی بات زبان پر لے آؤں تو میری گزارش یہ ہے کہ میری دلی تمنا اور دیرینہ قلبی

آرزو یہ ہے کہ آپ مجھے اپنی دامادی کا شرفِ عظیم بھی عطا فرما دیں۔"

﴿میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ میں مدتِ مدید سے جنابِ فاطمۃ الزہرا کے لئے درخواست پیش کرنے کا ارادہ کرتا رہا ہوں لیکن اس خیال سے کہ کہیں یہ میر عرضداشت گستاخی پر محمول نہ ہو، اس ارادہ کو معرضِ التواء میں ڈال دیا کرتا تھا۔ یارسول اللہ "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کیا ایسی کوئی صورت ممکن ہے کہ میری یہ آرزو پوری ہو سکے۔"

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دُور سے نگاہ کی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ درخواست سننے کے بعد رسول

ام سلمہ می گوئید کہ از دور نگاہ می کردم کہ از یں سخن چنیں مبین آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برافروخت و بلبِ شیریں بروئے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تبسم فرمود و گفت اے علی ہیچ داری از مایحتاج تاہل کہ باں توسل نمائی حضرت امیر گفت یارسول اللہ ہیچ کس بر احوال من چناں مطلع نیست از یاراں،

و دوست داران کہ تو واز نظر تو چیزے پوشیدہ نیست۔ مرا شمشیر است و زرہے و شترے ہر چہ فرمائی حاکمی، فرمود کہ ترا شمشیر ضرورت است کہ پیوستہ بجہاد مبادرت می نمائی و شتر راحلہ و مسطہ تست آں نیز لابد است بلکہ بذرع با تو صلح میکنم و بہماں اکتفامی نمائیم۔ مسلسل

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کو مسرّت سے جگمگاتے دیکھا اور آپ نے مُسکراتے ہوئے فرمایا ! اے علی تم اِس کام کی انجام دہی کے لئے اپنے پاس کیا رکھتے ہو ؟

جنابِ حیدرِ کرار نے عرض کی ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " میرا تمام حال آپ پر ظاہر ہے اور آپ کی نگاہِ ناز سے کوئی بات اور کوئی چیز اوجھل نہیں۔ " گویا اِن الفاظ میں عرضِ حال کیا کہ

تجھے کیا بیاں اے دلربا تیرے سامنے میرا حال ہے

یا پھر شاید اِسی موقع کے لئے ترجمانِ اہلسنّت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے یہ شعر کہا ہے۔

اے فروغِ صبحِ آثار ودھور
چشمِ تو بینیدۂ مافی الصدور

بہرحال ! جنابِ مولائے کائنات علی علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس ایک شمشیر، ایک زرہ اور ایک اُونٹ ہے اب آپ جو حُکم فرمائیں مجھے منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! " علی ! تم مجاہد آدمی ہو اور جہاد کے لئے تمہیں تلوار کی ضرورت ہے اور سواری کے لئے اونٹ بھی نہایت اہم ضرورت کا حامل ہے البتہ زرہ پر معاملہ طے ہوسکتا ہے اور اِسی پر اِکتفاء کرتے ہیں۔

اور اے اباءِ الحسن ! ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے آسمان پر تمہارا اور فاطمہ کا نکاح کردیا ہے۔ تمہارے یہاں آنے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے پاس ایک فرشتہ کو بھیجا تھا اُس کے متعدد مُنہ اور بہت زیادہ پر تھے اُس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ آپ کی پاکیزگیٔ نسل کے جمع ہونے کی خوشخبری ہو۔

ہم نے اُس سے پوچھا کہ اے فرشتے ! اِس پاکیزگی وطہارتِ نسل کا مطلب کیا ہے ؟

تو اُس نے کہا ! یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ میں حاملانِ عرش میں سے ایک موکل فرشتہ ہوں میرا نام سطائل ہے، مجھ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے

وترا نیز بشارت میدہم یا ابا الحسن بدرستی کہ حق تعالیٰ عقد فاطمہ وتو در آسمان بستہ پیش ازاں کہ تو بیائی ملکے را حق تعالیٰ پیش من فرستاد کہ مرآں فرشتہ روئے یاد بالہائے بسیار بود مرا سلام کرد و گفت البشر بجمع وطہارت النسل من ازوے سوال کردم کہ اے ملک ایں بشارت نسل عبارت از چیست گفت یا محمد امن سطائیلیم فرشتہ ام موکل بیکے از قوائم عرش مرا حق تعالیٰ اجازت فرمود تا ترا بشارت مبشر گردانم واینک جبریل علیہ السلام از عقب می آید و کیفیت واقعہ را او بیان خواہد کرد۔ مسلسل

حکم دیا ہے کہ آپ کو یہ خوشخبری سناؤں اور یہ کہ جبریل علیہ السلام بھی میرے پیچھے آرہے ہیں وہ اسکی کیفیت اور تمام واقعہ عرض کریں گے۔

معارج کے علاوہ

اگرچہ ہم نے اب تک جس قدر بھی عبارت پیش کی ہے وہ معارج النبوت ہی کی عبارت ہے جو مُلا معین کاشفی علیہ الرحمۃ نے محدث ابن جوزی کی کتاب ”صِفوۃ الصفادہ“ سے نقل کی ہے، چونکہ ابنِ جوزی متشدد دین کے نزدیک بھی ثقہ آدمی ہے اِس لئے یہ اِنتخاب عمل میں لایا گیا ہے حالانکہ اس قسم کی روایات دیگر متعدد کتب میں بھی موجود ہیں۔“

تاہم اب چونکہ جنابِ حیدرِ کرار اور سیّدہ فاطمۃ الزہرا علیہما السلام کا آسمانوں پر نکاح مُبارک ہونے کا واقعہ شروع ہونے والا ہے اور بعض معاندین ایسی روایات کو وضعی قرار دینے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں اِس لئے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ ابھی سے علامہ ابنِ جوزی اور علامہ معین کاشفی کے ساتھ دیگر چند محدثین اور سیرت نگاروں کو بھی شامل کرلیا جائے چنانچہ اِس ضمن میں پہلے شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا عقد مُبارک بحکمِ خداوندی ظہور میں آیا۔

”پس آمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسلام داد بروے پس جواب
سلامِ وَے داد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وگفت چہ چیز آوردہ است ترا نزدِ ما اے پسرِ ابو
طالب؟

گفت آمدہ ام تا خواستگاری کنم فاطمہؓ را پس
فرمود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس در گرفت
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را حالتے کہ در می
گرفت او را نزد وحی در بودہ شد از خود پستر کشادہ
شد آں حالت بحالِ خود آمد وفرمود یا انسؓ آمد جبرئیل
علیہ السلام از نزدِ پروردگارِ عرش وگفت! بدرستی
خدائے تعالیٰ امر می کند کہ ترا تزویج کنی فاطمہؓ را
با علی۔"

﴿مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ از شاہ عبد الحق محدث دھلوی﴾

اِس سے پہلے کہ جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جنابِ سیّدہ
فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے آسمانوں پر نکاح مبارک ہونے کی معارج
النبوت اور دیگر کتب سے روایات پیش کی جائیں شاہ عبد الحق محدث دہلوی
علیہ الرحمۃ کی مندرجہ بالا عبارت کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

ترجمہ! پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے ابوطالب کے بیٹے ! کس مقصد کے لئے ہمارے پارے پاس آئے ہو ؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی ﴿یارسول اللہ﴾ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی خدمت میں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہ کی خواستگاری کی درخواست پیش کروں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مرحباً واھلاً اور اس کے آگے کچھ نہ فرمایا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ پر وہ حالت طاری ہوگئی جس کا نزول وحی کے وقت ظہور ہوتا تھا پھر جب آپ کی حالت معمول پر آئی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ اے انس جبریل علیہ السلام پروردگار عرش کی طرف سے میرے پاس آئے تھے اور یہ پیغام لائے تھے کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ارشاد فرمایا ہے کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا عقد مبارک فرمادیں۔

حیدرِ کرار کا نکاح آسمانوں پر

نامۂ خدا بنامِ مصطفٰے

سلطائل فرشتہ کی گفتگو ابھی جاری ہی تھی کہ جناب جبریلِ علیہ السلام نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور جنت کے سفید ریشمی کپڑے کا ٹکڑا جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے پیش کیا۔

اس ریشمی کپڑا پر نور سے دو سطریں مرقوم تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا اے برادر جبریل اس مکتوب کا مضمون کیا ہے؟

سلطائل ایں سخن درمیان داشت کی جبریل علیہ السلام آمد وسلام کرد و حریر پارۂ سفید از حریر بہشت با خود ہمراہ آورد و در روے دو سطر از نور مکتوب بود پرسیدم کہ اے برادر جبریل ایں نامہ لست و مضمون ایں مکتوب چلیست؟ جبریل گفت یا محمد حق تعالیٰ ترا از خلق خد برگزیدہ واز برائے تو برادرے و صاحبے اختیار کردہ فاطمہ بوے دہ دوے رابد امادی برگزیدن پرسیدم کہ کیست ایں کس کہ خلعت اخوت من بر قامت او چست و درست آمدہ است؟

گفت برادر تو در دین و پسر عم تو از روئے نسب تعین امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہ حق تعالیٰ عقد نکاح ایشاں را در آسمان عقد گردانید

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی! یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوق میں برگزیدہ فرمایا ہے اور آپ کے لئے بھائی اور ساتھی کا انتخاب فرمایا ہے اور فاطمہ کو اس کے سپرد کر دیا ہے آپ فاطمہ کے ساتھ اس کا عقد فرمائیں اور اسے اپنی دامادی میں قبول فرمائیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ وہ شخص کون ہے جس کے جسم پر ہماری اخوت کا خلعت آراستہ ہو سکتا ہے؟

تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ دین کے لحاظ سے آپ کا

بایں طریقہ کہ اول خطاب بجناب فرمود تا بترتیب تمام خود را آراستند و حور عین وحی فرستاد کہ با زیور ہا خود را مزین گردانیدہ و بہ شجر طوبیٰ پیغام فرستاد تا بجائے اوراق حلہ ہا ترتیب زائد بعد از ان امر فرمود تا ملائکہ کرام آسیا نھا در آسمان چہارم نزدیک بیت المعمور جمع آئندہ و منبرے کہ موسوم است بمنبر کرامت و حضرت آدم علیہ السلام بروئے خطبہ خواندہ است آن وآن منبرے نور است، در پیش بیت المعمور نہادہ پس حق تعالیٰ وحی فرمود بملکے کہ اسم او راحیل است تا بر سر منبر برآمد و حمد و ثنائے ملک تعالیٰ تبقدیم رسانید و حال آن کہ در میان فرشتگان ہیچ یک بفصاحت و لطافت نطق و حسنِ صورت او نیست و از حسنِ صوت و ملاحت عبارت نوا صیانق سوت ررنہ تر از ور آمدو

بھائی اور نسب کے لحاظ سے آپ کے چچا کا بیٹا امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا عقد نکاح اس طریقہ سے آسمان پر منعقد کیا ہے کہ پہلے تو بہشتوں کو خطاب فرمایا کہ خود کو زیب وزینت سے اچھی آراستہ و پیراستہ کرلیں اور پھر حوران بہشتی کو پیغام بھیجا کہ خود کو زیور ہائے جنت سے اچھی طرح مزین کرلیں اور پھر شجر طوبیٰ کو پیغام بھیجا کہ وہ پتوں کی جگہ حلہ ہائے فردوس سے اپنی ترتیب وتزئین کرلے۔

اس کے بعد تمام آسمانوں کے ملائکہ کرام کو حکم فرمایا کہ سب کے سب چوتھے آسمان پر بیت المعمور کے نزدیک جمع ہوجائیں تو جب یہ سب کچھ ہوگیا تو نور کا وہ منبر جو منبر کرامت کے نام سے موسوم ہے اور بیت المعمور

آسمان ہا در جنبش آمد بعد از حق تعالیٰ بمن کہ جبرئیلم وحی فرمود کہ اے جبرئیل من کنیزک فاطمہ بنت محمد را بہ بندہ خود علی ابن طالب عقد بستہ ام تو نیز میان ملائکہ آں انعقاد را مؤکد گردان من نیز بفرمان حضرت الٰہی جل وعلیٰ چوں مؤید شدم تا عقد نکاح ایشاں بستم و ملائکہ را بگواہے گرفتم وصورتِ واقعہ را برین حریر ثبت ساختہ بہ شہادت ملائکہ مؤشح گردانیدم وبنظر

وحق تعالیٰ فرمودہ بر تو عرض کنم بعد ازاں آن را بہ مشک مہر کنم و برضوان خازن جنت سپارم و بعد ازاں کہ ایں عقد میموں منعقد گشت حق تعالیٰ بدرخت طوبیٰ امر فرمود تا زیور وحلی وحلل منتشر گرداند و ملائکہ حوران وغلمان و

کے سامنے رکھا ہوا ہے اس پر بیٹھ کر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ پڑھا۔

جناب آدم علیہ السلام کے خطبہ کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے راحیل نامی فرشتہ کو حکم فرمایا کہ وہ منبر پر آئے اور حمد وثناء بیان کرے،

راحیل فرشتہ تمام ملائکہ میں سب سے زیادہ خوبصورت اور فصاحت وبلاغت میں اپنی مثال آپ ہے جب اس نے بحکم پروردگار حمد وثنا سے خطبہ کی ابتداء کی تو اس کی خوش آوازی حسنِ صورت ولطافتِ نطق وگویائی سے

وِلدان بتلاش ہر یک حلۂ وزیورے ربودند ہدایا وتحائف کہ درمیان آں طائفہ بیکدیگر ہدیہ برند تا قیام قیامت ازیں حلھا وطبقہا خواہد بود بعد ازاں بد رستگہ حق تعالیٰ مرا امر فرمود تا ترا بایں عقدِ ازواج بشارت وہم وتہنیت رسانم وتو نیز بشارت دہ ایشاں را باد وفرزندار جمند طاہرین وفاضلین ہم در دنیا وہم در آخرت،

آنگاہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود یا ابا الحسن سوگند بخدا کہ ہنوز جبریل بمعارج آسمان قدم نہ نہادہ بود بال اقبال بطیران فضائے حکومت نہ کشادہ بود کہ تو حلقہ بر در زدی یا ابا الحسن فرمان حضرت پروردگار جل وعلیٰ نافذ گشتہ برخیز تا بمسجد رویم وبروسِ اشہاد انعقاد ایں عقد مبارک تقدیم رسانیم

تمام ملائکہ سمٰوات جھومنے لگے بعدازاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ اے جبریل میں نے اپنی کنیز فاطمہ بنتِ محمد ﴿صلوٰۃ اللہ علیہا﴾ کے ساتھ اپنے بندۂ خاص ولی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نکاح کر دیا ہے تو بھی اس نکاح مبارکہ کو ملائکہ کرام میں منعقد کر میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کا عقد نکاح کر کے تمام ملائکہ کو گواہ کیا اور یہ تمام واقعہ دستاویز کی صورت میں اس ریشمی کپڑا پر مرقوم کر دیا گیا ہے اور مجھے حکم دیا گیا تھا کہ اسے آپ کی خدمت میں پہنچادوں!

نسیم امروہوی کا خراجِ عقیدت

محترم نسیم امروہوی صاحب اس آسمانی نکاح مبارک کا نقشہ اپنے اشعار میں اس طرح کھینچتے ہیں۔

اب ذکرِ عقدِ جان و دلِ مصطفٰے سنو
مدحِ بتول و منقبتِ مرتضٰی سنو
گھر کا خدا رسول کے یہ ماجرا سنو
نسبت کہاں سے آئی ہے یہ بھی ذرا سنو
ہے حکمِ ربّ پیمبرِ عالی نژاد کو
بیٹی تم اپنی دے دو مرے خانہ زاد کو

یاں حکمِ ربّ سے خوش ہیں رسول فلک مقام
واں ہے علی کے بیاہ کی اعلٰی میں دُھوم دھام
حق نے کیا ہے جشنِ عروسی کا اہتمام
معمور ضَو سے خانۂ معمور ہے تمام
ہے عقدِ جانشین پیمبر بتول سے
قربت بڑھی خدا سے قرابت رسول سے

آراستہ نکاح کی ہے بزمِ بے مثال
منبر پر خطبہ پڑھتا ہے راحیلِ خوش مقال
داؤد وجد کرتے ہیں لہجے کا ہے یہ حال
بحرین کا صُورت سعدین اِتصال
شاہد وہ ہے وجودِ بشر جس کے ہاتھ ہے
قاضی وہ ہے قضا و قدر جس کے ہاتھ ہے
شادی کی بارگاہ بنا آستانِ غیب
حور و ملک ہیں بزم نشین مکانِ غیب
سہرا بنے ہوئے ہیں گلِ بوستانِ غیب
محوا ادائے صیغہ ہے گویا لسانِ غیب
شادی سے اہلِ بزم کا دل شاد ہوگیا
حق کا ولی رسول کا داماد ہوگیا

بہرحال جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا کہ بیت المعمور پر منعقد ہونے والے اس نکاح مبارک کی دستاویز پر ملائکہ کرام کی گواہی ڈال دی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا۔

کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام حالات عرض کروں اور نکاح نامہ کی اس تحریر کو کستوری سے مہر کر کے رضوان خازن جنت کے سپرد کردوں

حُلّے نچھاور کئے گئے

نیز یہ کہ اس عقد مبارک کے انعقاد کے بعد بحکمِ پروردگار شجرِ طوبیٰ نے اپنے حُلّے اور زیورات نچھاور کیئے اور ان زیورات اور حُلّوں کو حوروں فرشتوں اور وِلدان وغلمانِ جنت نے پوری کوشش کے ساتھ اکٹھے کرلیا اور خاص تحائف کی صورت میں ایک دوسرے سے تبادلہ کرتے رہیں گے بعد ازاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ آپ کو اس عقد ازدواج کی خوشخبری اور ہدیۂ تبریک وتہنیت پہنچاؤں نیز یہ کہ آپ ان ہر دو محترم اور مقدس ہستیوں کو دو طیب وطاہر اور مقدس وافضل فرزندانِ عالیشان کی بشارت دیں ان کی سربلندی اور ارجمندی کی دنیا میں بھی اور آخرت کے لئے بھی۔

ایسی بھی کتخدائی نہ ہوگی خدائی میں

دو لال کبریا نے دیئے رونمائی میں

حضور خوش ہوگئے

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابا الحسن خدا کی قسم ابھی جبریل نے آسمان کی بلندیوں میں قدم بھی نہیں رکھا اور ملائکہ نے فضا میں اپنے پروں کو بھی نہیں کھولا تھا کہ آپ نے آکر دروازہ پر دستک دے دی اے ابا الحسن اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم نافذ ہو چکا ہے اُٹھئے اور مسجد کی طرف چلیں تا

کہ اس عقدِ مبارک کا انعقاد گواہوں کے سامنے کیا جائے۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن کی بزمِ نکاح کے انعقاد کا اہتمام خود خالقِ کائنات فرماتا ہے۔

یہ بزمِ نکاح خاص ہے

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامِ قیامت رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کا سلسلہ جاری و ساری رہے گا مگر یہ رشتہ داریاں قائم کرنے میں دولہا اور دلہن کے عزیز و اقارب کا ہاتھ ہے آج کل تو خیر سے میاں بیوی خود ہی ایک دوسرے کو پسند کر لیتے ہیں اور رشتۂ زوجیت کو لَو میرج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تاہم شرفاء کے گھرانوں میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا ہے کہ بچوں کے والدین اور قریبی رشتے داران کے لئے رشتے دار اُن کے لئے رشتے تلاش کرتے ہیں اور پورے طریقہ سے مطمئن ہونے کے بعد جانبین کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی وہ عظیم المرتبت اور عالی قدر ہستی ہیں جن کے لئے رشتہ کا انتخاب اس مقدس ذات نے کیا جو "لم یلد ولم یولد" کی شان رکھنے کے ساتھ بیوی رکھنے کے تصور سے بھی پاک اور منزہ ہے۔

اللہ نے بزم سجائی

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام

کے لئے دونوں جہان کی عورتوں کی سردار اور تمام کائنات کی عورتوں سے افضل واعلیٰ ہستی معظّمہ کا محض انتخاب ہی نہیں کیا بلکہ ان ہر دو مقتدر ہستیوں کے نکاح مبارک کی بزم بھی خود ہی آراستہ فرمائی اور دونوں جہان میں ہونے والے نکاح مبارک کے سب سے بڑے جشن میں تمام ملائکہ اور حورانِ بہشتی کو بھی شامل فرمایا یہ معمولی اعزاز نہیں بلکہ یہ وہ اعزاز عظیم ہے جو سوائے حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دنیا کے کسی فرد بشر کو حاصل نہیں خواہ وہ کسی بھی عظیم مقام پر فائز ہو۔

ہم آئندہ اوراق میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو بھی بالوضاحت نقل کریں گے جس میں آپ نے وضاحت کی ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہ کے لئے کوئی دوسرا کفو ﴿جوڑ﴾ موجود ہی نہ تھا بہر حال حضرت جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح مبارک کے جشنِ عظیم کا یہ نقشہ تھا۔

ہے گونج طبلِ کلمۂ طیب کی تا سما
تاشے خدا کی حمد کے بجتے ہیں جا بجا
گویا شہادتین کا ہے جھانج برملا
تکبیرِ جبرائیل ہے شہنائی کی صدا
نعروں سے گونجتی ہے فضا دوجہان کی
نقّارے ہیں درود کے نوبت اذان کی

برپا ہے جشنِ مرتضوی تا بہ لامکاں
حوروں میں رت جگا ہے سجائی گئی جناں
زہرہ نے اپنے رقص سے باندھا ہے وہ سماں
خود جھومتا ہے وجد میں طاؤس آسماں
بزمِ طرب میں عالمِ بالا شریک ہے
وہ بھی شریکِ حال ہے جو لاشریک ہے

حبدارانِ اہلِ بیت کی رہائی

معارج النبوۃ کے علاوہ دیگر متعدد کتب سیرت میں مرقوم ہے کہ امیر المؤمنین امام المتقین شیرِ خدا حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب سیدۃ نساء العٰلمین مخدومۂ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نکاح مبارک کی خوشی میں اللہ تبارک وتعالیٰ مجدہٗ الکریم نے رضوانِ جنت کو ارشاد فرمایا کہ طوبیٰ کے درخت کو ہلائیں اور اس سے گرنے والے اوراق کو جمع کر کے ملائکہ اور حوریں آپس میں تحائف کی صورت میں پیش کرتے رہے حتیٰ کہ قیامت کے دن ایک ایک ورق تمام محبان اہل بیت میں تقسیم کردیں۔

تاکہ یہ ورق دوزخ سے رہائی کے تمسک نامہ کا کام دیں اور حبدارانِ آلِ رسول کے لئے جنت لازمی ہو جائے چند کتابوں کے حوالہ

جات ملاحظہ فرمائیں۔

الاصابہ فی تمیز الصحابہ

ابو موسیٰ ابن مردویہ کے طریق سے اسناد کے ساتھ عباد بن راشد ایمانی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ سنان بن شفعلہ ادسی نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں جبریل نے بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ اور علی کی تزویج فرمائی تو رضوان کو فرمایا کہ شجر طوبیٰ کو ہلا کر اہل بیت محمد کی تعداد کے برابر ورق گرائے ابو موسیٰ نے کہا میں اسناد میں ابن راشد کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔

روی ابو موسیٰ من طریق ابن مر دو یہ با سنا دہ الی عباد بن راشد الیمانی حدثنی سنان بن شفعلة الادسی قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم حدثنی جبریل ان الله تعالیٰ لما زوج فاطمة علیا امر رضوان فا مر شجرة طوبیٰ فحملت رقا قا بعد و محبی آل بیت محمدؐ ﴿صلی الله علیه و آله وسلم﴾

قال ابو موسیٰ لیس فی اسناده من یعرف سوی عباد بن را شد .

﴿الا صابه فی تمیز الصحا به جلد دوم ص ۸۱﴾

الصّواعق المحرقه

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تالیف صواعق محرقہ میں ابوبکر خوازمی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ کا رُخِ انور اس طرح طلعت بار تھا جیسے چاند کا دائرہ آپ کی مسرت آفرینی کے متعلق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھے میرے پروردگار کی طرف سے بشارت دی گئی ہے کہ میرے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالب اور میری بیٹی فاطمہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے رشتۂ زوجیت میں منسلک فرما کر رضوانِ خازن الجنان کو حکم فرمایا ہے کہ وہ طوبیٰ کے درخت کو ہلائے اور اس سے گرانے والے اوراق محبان اہل بیت کرام کی تعداد کے مطابق اٹھا لئے جائیں اور پھر طوبیٰ کے نیچے نور سے ملائکہ پیدا کئے اور وہ اراق ان ملائکہ کو دے دیئے گئے پس جب قیامت قائم ہوگی تو فرشتے تمام مخلوقات میں منادی کریں گے اور محبان اہل بیت میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جسے وہ ورق نہ دیا جائے اور اس تمسک نامے پر جہنم سے رہائی کے متعلق لکھا ہوگا۔

میرے چچازاد بھائی علی اور میری بیٹی فاطمہ کی اس تقریب مناکحت کی برکت سے میری امت کے مردوں اور عورتوں کی گردنیں جہنم سے آزاد ہو جائیں گی۔

واخرج ابو بكر الخوارزمی انه صلی الله علیه وآله وسلم خرج علیهم ووجهه مشرق کدائرة القمر فاسئا له عبد الرحمٰن بن عوف فقال بشارة اتتنی من ربی فی اخی و ابن عمی و انبتی بان الله زوج علیا من فاطمة امر رضوان خازن الجنان فهز شجرة طوبیٰ فحملت رقاقا یعنی صکاکا بعدد محبی اهل البیت وانشا تحتها ملائکة من نور دفع کل ملک صقا فاذا ستوت القیامة باهلها نادت الملائکة فی الخلائق فلا یبقی محب لاهل البیت الا دفعت الیه صکا فیه فکاکه من النار فضارانی و ابن عمی و انبتی فکاک رقاب رجال و نساء من امتی من النار.

﴿الصواعق المحرقه مطبوعه مصر ص ۷۳﴾

ابن حجر مکّی

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علوم دینیہ پر کامل دسترس رکھنے والے علماء فقہ میں سے ایک ہیں اور حفاظ حدیث میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل ہے نقد ورجال پر آپ کی تصنیف لطیف مجمع الزوائد متشددین کے نزدیک بھی ثقہ ترین کتاب ہے اور بس کتاب کی عبارت پیش کی جاری ہے اگر چہ اس میں فضائل اہل بیت بیان کرنے میں رہ گز ہرگز کسی بخل سے کام نہیں لیا گیا تاہم یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے یہ کتاب تردید

روافض میں لکھی ہے اور روایات نقل کرنے پر پوری احتیاط سے کام لیا ہے ان حالات کے پیشِ نظر صاحب الاصابہ کا محض یہ کہہ دینا کہ روایت میں سلسلہ اسناد مکمل نہیں کوئی اہمیت نہیں رکھتا علامہ ابن حجر مکی کی پیش کردہ دیگر متعدد کتب میں بھی موجود ہے چنانچہ،

البیان والتبین

علامہ ابن جاحظ اگرچہ معتزلہ میں سے ہیں تاہم ان کی مندرجہ بالا کتاب کو ثقاہت کا درجہ حاصل ہے جس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پیش کی جائے گی۔

علامہ جاحظ اپنی مشہور کتاب البیان والتبین میں یہ روایت پوری کی پوری نقل کرتے ہیں یہاں ان کی عبارت کا ترجمہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ عربی متن تقریباً وہی ہے جسے ہم صواعق محرقہ سے نقل کر چکے ہیں۔

بلال بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے رخ انور کے ساتھ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور آپ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح اپنی نور بیز کرنیں بکھیر رہا تھا آپ کو اس مسرت آگیں عالم میں دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کس مسرت کا نور ہے جو آپ کے رُخِ انور پر متجلّٰی ہو رہا ہے؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پروردگار نے میرے بھائی اور ابن عم ﴿علی کرم اللہ وجہہ الکریم﴾ اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق میرے پاس وحی بھیجی ہے اور مجھے خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر علی کا نکاح فاطمہ سے کر دیا ہے اور بہشتوں کے خازن رضوان کو ارشاد فرمایا ہے کہ وہ شجرِ طوبیٰ کو ہلائے۔

جبریل کہتے ہیں کہ جب رضوان نے طوبیٰ کو ہلایا تو میں نے حبداران اہل بیت کی تعداد کے مطابق تمسک نامے جمع کر لئے۔

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے زیرین طوبیٰ اپنے نور سے ملائکہ کو پیدا فرمایا اور ہر ایک فرشتے کو ایک ایک ورق دے دیا جس روز قیام قیامت ہوگا تو ملاک مخلوقات میں منادی کریں گے حتیٰ کہ میرے اہل بیت سے محبت کر نے والا ایک شخص بھی ایسا نہیں رہے گا جس کو وہ دستاویز نہ ملے جو طوبیٰ نے گرائیں تھیں اور ان پر جہنم سے رہائی کے الفاظ تحریر ہیں بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے چچازاد بھائی اور میری بیٹی کی ﴿مناکحت﴾ کی وجہ سے میری امت کے مردوں اور عورتوں کی گردنیں دوزخ سے نجات حاصل کریں گی۔

﴿البیان والتبیین مولفہ ابن جاحظ مع ینابیع المودۃ جلد اول ص ۷۳﴾

نزهة المجالس

نزہتہ المجالس شریف میں علامہ عبدالرحمٰن صفوری نے بھی جناب

حیدر کرار اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے آسمانوں پر نکاح مبارک کی روایت تفصّل سے نقل کی ہے۔

لہٰذا اس عبارت کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے تاہم ضروری عبارت کا عربی متن بھی پیش کر دیا جائے گا صاحب نزہۃ المجالس لکھتے ہیں کہ،

جبریل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت مآبؐ میں عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملائکہ کرام کو بیت المعمور کے قریب جمع ہونے کا حکم صادر فرمایا۔

امام نسفی فرماتے ہیں کہ بیت المعمور چوتھے آسمان پر ہے اور اس میں چار ستون ہیں ایک ستون یاقوتِ سُرخ کا ہے اور دوسرا استون زمرد سبز کا ہے اور اسی طرح تیسرا استون چاندی کا اور چوتھا سونے کا ہے۔

عرائس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیائے آسمان پر ایک گھر ہے جسے بیت الا معمور کہا جاتا ہے اور وہ عمودی سطح پر کعبۃ اللہ کے بالمقابل ہے ملائکہ کرام مقامات رفیع اعلیٰ سے نزول فرما کر وہاں آتے ہیں بہر حال خداوندِ قدوس نے رضوان کو حُکم فرمایا کہ وہ بیت المعمور کے دروازہ پر منبرِ کرامت نصب کرے، جب منبر رکھ دیا گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے راحیل نامی فرشتہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ منبر پر جائے اور خطاب کرے۔"

چنانچہ ارشادِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے راحیل فرشتہ نے

خداوندعزّ وجل وعلیٰ کی وہ تحمید وتقدیس بیان کی جو اس کی شان کے لائق ہے راحیل کے خطبہ کا انداز اس قدر دلآویز تھا کہ تمام آسمان کیف وسرُور اور مسرّت وشادمانی سے وجد کناں ہو گئے۔"

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ میں نے اپنے بندے علی کے ساتھ اپنی کنیز فاطمہ بن محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کا عقد باندھ دیا ہے اور میں نے فرشتوں کو گواہ مقرر کیا ہے کہ اور اس ریشمی کپڑے کے ٹکڑے پر میں نے اپنی گواہی ثبت کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا کہ جبریل نے کہا ! یارسول اللہ ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا کہ میں نکاح نامہ کی اِس تحریر پر سفید کستوری کی مہر لگا کر آپ کی خدمت میں پیش کروں اور پھر اس کو جنت کے خزانچی رضوان کے حوالہ کردوں۔"

﴿ماخوذ نزھتہ المجالس جلد دوم صفحہ ۲۲۶﴾

"نزہتہ المجالس" میں ہی مزید یہ روایت بھی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ جبریل مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری بیٹی فاطمہؑ کو تمہاری زوجیت میں دے دیا ہے اور اُن کے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ بنایا اور شجرِ طوبیٰ کو حکم دیا کہ ان پر موتی ، یاقوت اور زیورات وملبوسات کو نثار کرے۔

چنانچہ اس نے تعمیلِ ارشاد کی تو ان گوہر و یاقوت اور زیورات و ملبوسات کو حوروں نے لوٹ لیا اور اب وہ لوٹی ہوئی چیزیں قیامت تک ایک دُوسری کو ہدایا اور تحائف کی صُورت میں پیش کرتی رہیں گی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابا الحسن ! تمہیں خوشخبری ہو کیوں کہ اس سے پہلے کہ میں تمہاری تزویج فاطمہ سے زمین پر کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم دونوں کا عقد آسمان پر کر دیا ہے اور تمہارے آنے سے پہلے میرے پاس آسمان سے ایک فرشتہ آیا اور اس جیسا فرشتہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اُس کے کئی چہرے اور پر تھے، اس نے آ کر کہا کہ یا محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ السلام علیک آپ کو جمع کے اجتماع اور پاکیزگی نسل کی خوشخبری ہو۔

کتابِ ہٰذا میں اس واقعہ کے متعلق دیگر متعدد روایات انتہائی تفصیل کے ساتھ موجود ہیں جنہیں بخوفِ طوالت قلم انداز کیا جاتا ہے کیونکہ ان روایات کی تفصیل قارئین کرام معارج النبوت کے حوالہ سے ملاحظہ فرما چکے ہیں مذکورہ بالا اُردو عبارت کے عربی متن کے ضروری حصے ملاحظہ ہوں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم لعلی أتی الملک اسمہ وسطائل وقال یا محمد﴿صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم﴾ انا لموکل باحدی قوائم العرش

سئالت ربی ان باذن لی بشارتک.

﴿نزهته المجالس مطبوعه مصر جلد دوم صفحه ۲۲۳﴾

قال انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه بینها النبی صلی اللّٰہ علیه و آلہ وسلم فی المسجد اذ قال لعلی هذا جبریل ان اللّٰہ قد زوجک فاطمه و اشهد علیٰ تزویجها اربعین ملک.

﴿نزهته المجالس مطبوعه مصر جلد دوم صفحه ۲۲۳﴾

ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ

علامہ محبّ طبری اپنی مناقب کی مشہورِ زمانہ تالیفِ مبارکہ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ میں جنابِ حیدرِ کرار کے آسمان پر عقدِ مبارک کے متعلق روایت نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی شریف زاد اللہ شرفھا و تعظیماً و تکریماً میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اس وقت حاضر تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ یا علی!

تمہارے متعلق مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے تمہارا نکاح فاطمہؑ کے ساتھ آسمانوں پر کر دیا ہے اور اس عقدِ مبارک کی تقریب میں چالیس ہزار ملائکہ کرام موجود تھے۔

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے شجرِ طوبیٰ کی طرف وحی کی کہ وہ اس مسرّت انگیز تقریب کے موقع پر دُرّ و یاقوت نچھاور کرے، چنانچہ طوبیٰ نے موتیوں، یاقوتوں کی بارش کردی ہے جنہیں جنت کی حوروں نے لوٹ لیا۔ اور جس تشت ہائے جنت میں سجا کر وہ موتی اور یاقوت ایک دوسری کو ہدایا اور تحائف کی صورت میں پیش کرنے لگیں حتیٰ کہ وہ ان تحائف کا قیامت کے دن تک ایک دوسری سے تبادلہ کرتی رہیں گی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال ! بینما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المسجد اذ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لعلی ھذا جبریل یخبرنی ان اللّٰہ عزوجل زوجک فاطمۃ واشھد علی تزویجک اربعین ألف ملک واحی الی شجرۃ طوبی ان انثری علیھم ادرو الیاقوت فنثرت علیھم الدر والیاقوت فابتذرت الیہ الحور العین تلتقن من اطباق الدر والیاقوت فھم یتھا دونہ بینھم الی یوم القیامۃ.

﴿ ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد دوم صفحہ ۲۴۲ ﴾

یہ کیسی شادی ہے ؟

قارئین کرام ! جنابِ شیرِ خدا علی المرتضیٰ اور جنابِ سیّدۃ النساء

اھل الجنۃ سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دنیائے آسمان پر ہونے والے
اِس عقد مبارک کے متعلق حوالہ جات ملاحظہ فرما چکے ہیں جس کی تقریب کا
انعقاد کسی نبی، ولی یا فرشتہ نے کیا بلکہ اِس بزم مقدس کو منعقد کرنے والی وہ
ذاتِ اقدس ہے جو تمام انبیاء و دیگر ہر قسم کی مخلوق کو پیدا کرنے والی ہے۔

ابتدائے آفرینش آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک دُنیا میں کروڑوں
اور اربوں لوگ رشتہء ازدواجیت میں منسلک ہوئے ہیں اور ان میں بڑے
بڑے جلیل القدر پیغمبر اور رفیع المرتبت اولیاء کرام بھی ہیں سلام ہو ان سب پر
مگر اس مقدس گروہ میں بھی کوئی ایک مثال ایسی تلاش نہیں کی جاسکتی جسے
جناب علی و فاطمہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کے عقد مبارک کی انفرادیت کے مقابلہ
میں پیش کیا جاسکے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں ایک سے
ایک بڑھ کر شان و عظمت والے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے بڑے بڑے انبیاء
والمرسلین دنیا میں بھیجے بڑے بڑے بادشاہ اور سلاطین عالم پیدا کئے مگر یہ
اعزاز یہ عظمت یہ رفعت اور سر بلندی کسی دوسرے کے حصہ میں کیوں نہ آئی
جو جناب علی علیہ السلام اور جناب سیدہ زہرا بتول علیہا السلام کے لئے مخصوص
کر دی گئی ہے۔

ازل سے چنے ہوئے

اہل عرفان جانتے ہیں کہ یہ دونوں برگزیدہ شخصیتیں ازل ہی سے تمام مخلوقات میں سے چن لی گئی تھیں یہی وہ دونورانی پیکر تھے جن کے اجتماع سے خلاصۂ کائنات سید العلمین سلطان الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طیب وطاہر اور مقدس نسل پاک کا ظہور ہونا تھا یہی وہ دو متبرک اور محترم ہستیاں ہیں جنہیں مجمع البحرین کی صورت میں مل کر وہ درثمین پیدا کرنے تھے جنہیں اللؤلو والمرسبان کے لقب سے ملقب ہو کر خزانۂ قدرت کی زینت وآرائش کا سبب بننا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی ذات اقدس کا اس بزم مناکحت کا اس خصوصیت کے ساتھ اہتمام فرمانا اس امر کی بین دلیل ہے کہ جناب حیدر کرار کو جو اہمیت بارگاہ خداوندی میں حاصل ہے اس میں کسی دوسرے کی شرکت کا تصو نہیں کا ی جاسکتا جناب شیر خدا کی زمین پر حالت فقر کا منظر بھی آئندہ اوراق میں آپ دیکھ ہی لیں گے اور آپ حیران رہ جائیں گے کہ کیا اپنی زرہ فروخت کر کے اپنی شادی کے اخراجات پورے کرنے والا یہ وہی عظیم المرتبت دُولہا ہے جس کے نکاح کی بزم خود خالق کائنات منعقد کرتا ہے جس کے نکاح کا خطبہ آدم علیہ السلام پڑھتے ہیں جس کی عظمت ورفعت کے قصیدے جبریل ومیکائیل جیسے رسول الملائکہ پڑھتے

ہیں جس کی شادی کے موقعہ پر سہرا خوانی کے لئے راحیل جیسے اس خوش آواز فرشتہ کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کی صوتِ دلنواز سے آسمان تک جھومنے لگے۔

اور جس کی شادی کی خوشی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شجرِ طوبیٰ کو ارشاد فرمایا کہ وہ اس قدر جواہرات وزیوارات نچھاور کرے کہ محبان اہل بیت کرام سے ایک شخص بھی محروم نہ رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کائنات ارضی وسماوی میں نہ تو جناب علی علیہ السلام کی مثل کوئی دولہا موجود ہے اور نہ ہی سیدہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا جیسی دوسری دلہن موجود ہے۔

جناب حیدرِ کرار علیہ السلام وہ عظیم دولہا ہیں جن کے سہرے کے پھول قرآن مجید کی آیات کی صورت میں سجائے گئے اور جن کے سہرے کی لڑی احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آراستہ کی گئیں میں آئیندہ اوراق میں جنابِ شیرِ خدا سیدنا ومرشدنا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمین پر نکاح مبارک کے واقعات میں اِس پر مسرت تقریب میں شمولیت اور حصول برکت کے لئے جناب علی علیہ السلام کی خدمت میں اپنی طرف سے بھی منظوم سہرے کا نذرانہ پیش کرونگا تاہم اِس مقام پر جناب نسیم امروہوی کا نہایت خوبصورت سہرا قارئین کے وِجدان وذوق کے لئے پیشِ خدمت ہے۔

سہرا علی کے سر

تنزیلِ قُلْ کَفٰی کا ہے سہرا علی کے سر
معراجِ "ھَلْ اَتٰی" کا ہے سہرا علی کے سر
لَاسَیف وَلَافَتٰی کا ہے سہرا علی کے سر
تَطْہِیر واِنَّمَا کا ہے سہرا علی کے سر
مِل کر خُدا رسول نے دُولہا بنایا ہے
قُرآن کا سہرا آل کی کشتی میں آیا ہے

اِسلام کے وقار کا سہرا علی کے سر
احمد کے افتخار کا سہرا علی کے سر
قُدرت کے اِختیار کا سہرا علی کے سر
تَوحیدِ کردگار کا سہرا علی کے سر
سہرا ہے فرقِ پاک پہ اَسمائے ذات کا
سہرا اِنہی کے سر ہے ظُہورِ صفات کا

احکامِ کارساز کا سہرا علی کے سر
قُدرت کے اِمتیاؔز کا سہرا علی کے سر
اسرارِ بے نیاز کا سہرا علی کے سر
روزے کا اور نماز کا سہرا علی کے سر
سہرا رُخِ جمیل پہ عہدِ اَلَست کا
سہرا علی کے سر ہے بُتوں کی شکست کا
تنویرِ ذُوالجلال کا سہرا علی کے سر
معبود کے جمال کا سہرا علی کے سر
کُفاؔر کے زوال کا سہرا علی کے سر
اِسلام کے کمال کا سہرا علی کے سر



حضرت علی علیہ السّلام
کا عقدِ مُبارک زمین پر

تاجدارِ ہل اتیٰ، سیّدنا و مولانا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیّدۃ النساء العالمین، شہزادیٔ رسول سیّدہ زہرا بتول صلوٰۃ اللہ علیہا کی آسمانوں پر تزویجِ مقدّس کے چند حوالے پیش کرنے کے بعد اب ہم پھر علاّمہ ابنِ جوزی کی کتاب صفوۃ الصفاوہ کی اِس عبارت کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کا کچھ حصّہ قارئین کرام ''معارج النّبوۃ'' کے حوالہ سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

کتابِ مذکورہ میں لکھا ہے کہ ،

جبرئیل علیہ السّلام کی آمد کے بارے میں مطلع فرما کر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کو فرمایا کہ

خُداوندِ قدّوس جل وعلا نے مجھے حُکم فرمایا ہے،
کہ مسجد میں جا کر بطورِ شہادت اِس عقد مبارک کو منعقد
کروں اور تمہارے چند فضائل و مناقب صحابہ کرام کو
سُناؤں تا کہ تمہاری آنکھیں روشن اور دل شاد باد ہو کر
مطمئن ہو جائے۔

یاروں سے ملاقات

تاجدارِ انبیاء، سردارِ دو جہاں، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سُنا تو شاہِ مرداں، شیرِ یزداں، سُلطان الاولیاء سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی مسرّت اور فرحت کے عالم میں حُجرۂ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے باہر تشریف لے آئے اور تیز تیز قدم اُٹھاتے ہُوئے مسجد نبوی زاد اللہ شرفھا کی طرف چل پڑے۔

راستہ میں آپ کی مُلاقات امیر المومنین جناب ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہو گئی، اُن کے اِستفسار پر آپ نے بتایا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری درخواست کو شرفِ قبولیّت سے نوازتے ہوئے مجھے مسجد میں پہنچنے کا حُکم فرمایا ہے کہ مسجد میں جا کر اصحاب و احباب کا جمع کروں تا کہ یہ عقدِ مُبارک گواہوں کی موجودگی میں انجام پذیر ہو۔"

حضور کی تشریف آوری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے خوشخبری سُنی تو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی آپ کے ساتھ ہی مسجد کی طرف مراجعت فرمائی، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں خدا کی قسم ! ابھی ہم مسجد میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پیچھے تشریف لے آئے اور آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا تھا۔

اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور اس نکاح مبارک کا اِعلان عام کرنے کی کوشش فرمائی بعد ازاں امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ علی جاؤ اور اپنی اِس زرہ کو فروخت کر کے جو قیمت وصول ہو اُسے ہماری خدمت میں پیش کرو۔

عثمانِ غنی کا اظہارِ محبّت

کہتے ہیں کہ وہ زرہ چار صد درہم کی فروخت ہوئی اور اُسے امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدا تھا اور ایک روایت کے مطابق حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اسے چار صد اسی درہموں میں خریدا تھا اور وہ زرہ انتہائی مضبوط اور اعلیٰ قسم کی تھی اور تلوار اس پر قطعاً اثر نہ کرتی تھی اور جب زِرہ کی قیمت ادا کر کے حضرت عثمان نے اُسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور حضرت علی سے کہا اے ابا الحسن میرے لیے بہترین

عمل یہ ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے آپ کو ہبہ شرعی کردوں، شاہِ مرداں، شیرِ یزداں سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم چونکہ خُود پیکرِ جُود و سخا تھے اِس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِس روشِ محبت کا مشاہدہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہوئے شکریہ کے ساتھ زرہ قبول کرلی اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں زَراور زرہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوگئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زَراور زرہ دونوں چیزوں کے جمع ہوجانے کے متعلّق استفسار فرمایا تو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے من وعَن تمام قصّہ بیان کردیا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ واقعہ سماعت فرمانے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، کے حق میں دُعائے خیر فرمائی اور حضرت علی کے پیش کردہ دراہم اپنے قبضہ میں لے لئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو کچھ درہم عطا کرکے حکم فرمایا کہ وہ ضرورت کے مطابق بازار سے اشیاء خرید لائیں اور اُن کے ہمراہ سیدنا سلمان فارسی اور سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی بھیج دیا تاکہ سامان زیادہ ہونے کی صورت میں وہ اٹھالیں۔

جہیز کا سامان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ جب ہم نے

باہر آ کر شمار کیے تو تین سو ساٹھ درہم تھے جن سے ہم نے سیّدۃ النساء العٰلمین سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا سامانِ جہیز خرید ا اور یہ سامان ان اشیاء پر مشتمل تھا۔

ایک بستر خیش مصری کا جس میں اون بھری ہوئی تھی۔

ایک تکیہ چمڑے کا جس میں کھجوروں کا پوست بھرا ہوا تھا۔

ایک عبادۂ خیبری۔

چند مٹی کے برتن۔

ایک ابریشمی پردہ۔

یہ سامان لے کر جب حضور رسالت مآب تاجدارِ انبیاء والمرسلین شہنشاہِ عرب و عجم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے تو آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسوؤں کا دھارا بہہ نکلا اور ان کلمات سے آغاز گفتگو فرمایا۔

"اللھم بارک علی القوم انا لھم الخزف"

یعنی خداوندا! اس قوم کو برکت عطا فرما جن کے

نزدیک بہترین برتن مٹی کے کوزے اور پیالے ہوں،

ابنِ جوزی کی روایت کے مطابق باقی درہم آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیئے تا کہ وہ دیگر ضروریات کے لئے استعمال میں لائیں اور ایک روایت کے مطابق یہ درہم خوشبو خریدنے کے

لئے عطا فرمائے تھے۔

ایجاب و قبول

جب سیدۃ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے جہیز کا سامان آ گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مقدّس صاحبزادی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیٹی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں پر تمہارا نکاح میرے ابنِ عمّ علی کے ساتھ منعقد کر کے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں زمین پر اِس عقد مبارک کی تجدید کروں چنانچہ صحابہ کرام کو اس اَمر کی اطلاع کر دی گئی ہے اب تم بھی اظہارِ رضامندی کر دو تو تمہارے نکاح کی رسم انجام کو پہنچ جائے۔

مخدومۂ کائنات پیکرِ شرم وحیا مجسمۂ عفّت و عصمت اور زمین کی حُور سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے والدِ محترم و معظّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سنا تو خاموشی سے سر جھکا لیا۔

رسولِ غیب دان تاجدارِ انبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کی خاموشی کو رضامندی پر محمول کیا اور مسجدِ نبوی میں تشریف لے آئے۔

صحابہ کو پیغام رسولؐ

بعد ازاں آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ارشاد فرمایا کہ مہاجرین و انصار صحابہ کو جمع کریں چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پیغامِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

مجلس مبارک میں جمع ہو گئے۔

صحابہ کرام کا اجتماع ہوتے ہی حضور رسالت مآب تاجدارِ کون و مکان صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر پر تشریف لے آئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے گروہِ مومنین مجھے میرے بھائی جبریل نے خبر دی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے مقامِ بیت المعمور پر ملائکہ کرام کو جمع کر کے اپنی کنیز خاص فاطمہ بنت محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم﴾

بعد ازاں خطاب ببلال فرمود کہ یاران مہاجر و انصار را جمع کن یاران دعوت بلال اجابت نمودہ بہ مجلسِ ہمایون جمع گشتند حضرت نبوت شعارے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برمنبر برآمد وقواعد حمد وثناء خداوندی بجا آوردہ فرمود بدانید اے معاشر مسلمان کہ برادرم جبریل آمد خبر آوردہ کہ خدائے تعالیٰ ملائکہ را در بیت المعمور جمع گردانیدہ کنیز یک خود فاطمہ بنت محمد را بہ بندہ خود علی ابن ابی طالب عقد بست ومرا امر فرمود تا درمیان یاراں تجدید آں عقد کنم وجحت نکاح را بحضور شہود عدول مسجل گرواتم پس خطاب بہ امیر فرمود کہ اے علی برخیز دقاعدہ خطبہ بجای آرد۔

﴿معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۲۸ تا ۳۰﴾

علی کیلئے حکمِ رسول

اور اپنے بندۂ خاص علی ابن ابی طالب علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عقد نکاح باندھ کر مجھے حکم فرمایا ہے کہ اصحاب کے درمیان اِس نکاح مبارک کی تجدید کروں اور گواہوں کو موجودگی میں حجّتِ نکاح قائم کروں اس کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ علی اُٹھو اور قاعدہ کے مطابق اپنی درخواست پیش کرو۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سُنا تو سُلطان الاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کھڑے ہو گئے اور حضور سیدّ الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انجمنِ اصفیاء و اجتماعِ اتقیاء کے سامنے اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی حمد وثناء اور اظہارِ تشکر و امتنان اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درُود بھیجنے کے بعد جناب سیدّۃ نساء العٰلمین سلام اللہ علیہا کے لئے درخواست پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ کے حکم کے مطابق میں مہر وغیرہ اور دیگر اخراجات کے لئے اپنی زرہ پیش کرنے پر اظہار رضا مندی کرتا ہوں اِس کے بعد حضور تا جدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اِس اَمر پر گواہ بنایا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ اِس طریقہ سے آپ نے تزویجِ فرمائی ہے تو آپ نے

فرمایا! ہاں

آپ کا جواب اثبات میں سُن کر اطراف و جوانب سے صدائے مرحبا اٹھی اور آوازیں آئیں کہ دو خوشبوؤں کے اجتماع میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے اور ان میں جمعیت و برکت کرے۔

حضرت سُلطان الاولیاء برخواست و در حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانجمن اصفیاء و مجمعُ اتقیاء بعد از ادائے حمد و ثناء و شکر آلا و نعماء و درود حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بفرزندار جمند سعادت مند خود فاطمہ صداق بین آں ورع مقرر شد و من بریں معنی رضا دادہ از اں حضرت پر سید و برحقیقت آں گواہ باشید یاراں رو باں سرور آوردہ پرسیدند کہ یا رسول اللہ بایں طریقہ تزوج فرمودہ فرمود آرے بعد ازاں از اطراف و جوانب آواز بر آمد کہ بارک اللہ فی جمع شمہا حق تعالیٰ درایشاں جمعیت و برکت کناد۔

جبریل پیغام خدا لائے

شیخ ابو علی الحسن بن احمد بن ابراہیم بن سنان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مرفوعاً روایت بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ پر نزولِ وحی کی کیفیت طاری ہوگئی پھر جب آفاقہ ہوا تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا اَے
انس کیا تم جانتے ہو کہ صاحبِ عرش اور عزّت وعظمت
کے مالک کی طرف سے جبریل ہمارے پاس کیوں
آئے تھے؟

انس کہتے ہیں کے آپ کی خدمت میں عرض
کیا کہ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں
مجھے کیا معلوم ہے آپ ہی فرمائیں کہ جبریل آپ کی
خدمت میں کیوں آئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ
تبارکؑ وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ سلام
اللہ علیہا کا نکاح علی علیہ السلام) سے کردوں۔

نقل الشیخ ابو علی الحسن بن احمد بن ابراهیم بن
سنان مرفوعاً الی انس رضی اللّٰه عنه قال کنت عند
رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فغشیه الوحی
فلما افاق قال لی یا انس اتدری؟ ما جاء نی به
جبریل علیه السلام من صاحب العرش عز و علا
قلت یا بی و امی ما جاءک به جبریل ؟ قال قال لی
ان اللّٰه تبارک وتعالیٰ یا مرک ان تزوج فاطمة من علی

﴿ریاض النضره ج ۲ ص ۲۳۹﴾
﴿نورالابصار ص ۵۳ مطبوعه مصر﴾

اور اِس کے بعد آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

خُطبہ نکاح

ہم شکر کرتے ہیں اُس خداوندِ قدوس اور معبودِ عظیم کا جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے ہر تعریف و تحسین کا سزاوار ہے اور اپنی قُدرتوں کے باعث لائقِ پرستش ہے۔

اُس کی سلطنت و سطوت ہر جگہ قائم و دائم ہے اور زمین اور آسمان پر اُس کا حکم جاری ہے اُس نے تمام مخلوقات کو اپنی قُدرتِ کاملہ سے پیدا فرمایا ہے اور پھر اپنے اَحکام کے لئے اِن میں سے ایک کو دوسرے سے علیحدہ فرما دیا اور اپنے دین کے ذریعہ سے انہیں سرفراز کیا اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے اُن کو عظمتیں عطا فرمائیں۔

بلاِ شک و رَیب اس نے نکاح کو لازمی چیز قرار دیا ہے اور اس کے متعلق اس نے خود یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ذات جس نے پیدا کیا انسانوں کو پانی سے اور ان کے لئے سُسرال کا رشتہ قائم کیا تیرا پروردگار قُدرت والا ہے خدا تعالیٰ نے اپنا ہر کام قضا کے تحت کر دیا ہے اور اس کی قضاء قُدرت کی پابند ہے ہر قضا مقدّر ہے اور ہر قدر کے لئے وقت مقرّر ہے اور ہر وقتِ مقرّر کے لئے کتاب یعنی لوحِ محفوظ ہے۔

الحمد المحمود بنعمة المعبود و بقدرة المرحوب
من عذابه و سطوته النافذ امر فی سمائه و ارضه

بحکمة الذی خلق الخلائق بقد رته و میز هم باحکامه و اعز هم بدینه و اکرمهم بنبیه محمد و ملة ان اللّٰه تبارک و اسمه و تعالت عظمة جعل المصاهرة سببا لاحقا و امرا مفترضا و شبح به الا رحام و الزم به الانام فقال عز من قائل وهو الذی خلق من المآء بشرا فجعلهٗ نسباً وصهراً.وکان ربک قدیراً فامر اللّٰہ یجر بقضا ئه وقضاؤه یجری لقدرة ولکل قضاء قدر و لکل اجل کتاب.

﴿اشرف المؤید للنبھانی مطبوعہ مصر ص ۱۱۲﴾ نور الابصار ص ۵۳﴾

﴿ریاض النضرة فی مناقب العشرة مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۱﴾

نکاح اور مہر

یہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد صحابہ کرام کو مخاطب کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ ﴿سلام اللہ علیہا﴾ کا نکاح علی ﴿علیہ السلام﴾ سے کردوں اور تمہیں اِس پر گواہ بناؤں کہ میں نے فاطمہ کا نکاح چارصد مثقال چاندی مہر کے عوض علی سے کر دیا ہے بشرطیکہ علی اِس پر راضی ہوں یہ سُنّتِ قائمہ اور فریضہ واجبہ ہے پس اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں کو جمعیت عطا کرے اور ان دونوں کو برکت دے اور ان کی اولاد کو پاکیزگی عطا کرے اور ان کی اولاد کو معدنِ حکمت اور مفاتیح رحمت بنائے اور اُمّت کے لئے امان بنائے اور یہ

بات میں کہتا ہوں نیز اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے استغفار طلب کرتا ہوں۔

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اُس وقت وہاں موجود نہیں تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں کسی کام کے لئے بھیجا ہوا تھا،

پھر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبسّم فرمایا اور پھر فرمایا ! یا علی مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا نکاح فاطمہ سے کر دوں کیا تم اِس پر خوش ہو کہ چار صَد مثقال چاندی کے عوض میں تمہارا نکاح اپنی بیٹی فاطمہ سے کر دوں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی میں راضی ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس کے بعد حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم اس نعمتِ بے بہا پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر گئے پھر جب سجدۂ شکر ادا کرنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سر مبارک اُٹھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو فرمایا اللہ تعالیٰ تم دونوں کو برکت عطا فرمائے اور تمہاری کوششوں کو سر فراز فرمائے اور تم سے کثیر تعداد میں پاک اولاد پیدا فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہتے ہیں کہ خدا کی قسم بے شک اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کثیر تعداد میں پاکیزہ اولاد پیدا فرمائی۔

ثم ان اللّٰہ امر نی ان ازوج فا طمۃ من علی و اشھد کم
انی زو جت فاطمۃ من علی علیٰ ربعا ما ئۃ مثقال فضۃ
ان رضی بذا لک و علی السنۃ القا ئمۃ والفر یضۃ
الوا جبۃ فجمع اللّٰہ شملھما و بارک لھما وا طا ب
نسلھما و جعل نسلھما مفا تیح الرحمۃ و معادن
الحکمۃ و امن الا مۃ وا قول قول ھذا واستغفر اللّٰہ
لی ولکم .

قال و کان علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ غا ئبا فی حا جۃ
لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم اذا اقبل علی
رضی اللّٰہ عنہٗ فتبسم الیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
و آلہٖ وسلم وقال یا علی ان اللّٰہ امر نی ان ازوجک
فامطہ وا نی قد زو جتکھا علی ار بع ما ئۃ مثقال فضۃ
فقال علی رضیت یا رسول اللّٰہ ثم ان علیا خر سا جدا
شکر اللّٰہ فلما رفع را سہ قال لہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ و آلہٖ وسلم بارک اللّٰہ لکما و علیکما واسعد
جدکما وا خرج منکما الکثیر الطیب قال انس رضی
اللّٰہ عنہ و اللّٰہ لقد اخرج منھا الکثیر الطیب .

﴿ریاض النضرہ فی منا قب العشرۃ﴾
﴿مطبو عہ مصر جلد ثا نی ص ۲۲۱ للعلامۃ المحب الطبری﴾
﴿نور الا بصار فی مناقب ال بیت اطھار ص ۵۲ للعلا مۃ الشبلنجی﴾

بزمِ نکاح کا منظر

لو عقد کے تمام مراحل ہوئے تمام
عوُرات میں آرسی مُصحف کا اِہتمام
لایا ہے عرش لوَح کا آئینہ لاکلام
عصمت اِدھر ہے بیچ میں قرُآں اُدھر امام
آنکھیں رسول کی ہیں علی کی نگاہ میں
عینِ خُدا ہے بنتِ نبی کی نگاہ میں

سب رسمیں حدِّ شرع کی جب ہو چُکیں اَدا
ہر صاحبِ وِلا نے سلامی میں دِل دیا
لائی جو وَحیء خلعتِ مرضیء کبریا
قرآں نے بڑھ کے پیش کیا تاجِ اِنَّمَا
قُدرت قلم کو سونپ کے محظوظ ہوگئی
دامن میں آکے لوَح بھی محفوظ ہوگئی

جو کچھ تھا جس کے پاس علی پر کیا نثار
اِسلام نے کتاب شُجاعت نے ذُوالفقار
بیٹی رسول نے جو عطا کی بصد وقار
بس دے دیا خُدا نے خُدائی کا اختیار
مختارِ کائنات یداللہ ہو گئے
نُوشاہ کیا بنے کہ شہنشاہ ہو گئے

غُل ہر طرف ہے تحفۂ ادنیٰ قبول ہو
ایوّب صبر لایا ہے مولا قبول ہو
خالق کے شیر ہیبتِ موسیٰ قبول ہو
یُوسف کا حُسن زُہدِ مسیحا قبول ہو
سب انبیاء کے وصف ید اللہ پا گئے
جلوے سمٹ کے مرکزِ اصلی پہ آ گئے

لو اب وداعِ بنتِ نبی کی ہے دُھوم دھام
تھوڑا ہے مہر کہتے ہیں آپس میں تلخ کام
سرخم کیا علی نے جو سُن سُن کے یہ کلام
شرم و حیاء سے اور بھی دُولہا بنا اِمام
ناگاہ حکم آیا خُدائے عزیز کا
دونوں جہاں ہیں مہر ہماری کنیز کا

گھر تک گئی نبی کے جو اِس جشن کی صدا
فرحت میں جھومنے لگیں ازواجِ مُصطفٰے
اُٹھ اُٹھ کے دیکھنے لگے اصحابِ باصفا
خوش آمدید کہنے لگی رحمتِ خُدا

قُرآن ساتھ ساتھ تھا مِدحت سرائی کو
خُود پیشوائے خلق بڑھا پیشوائی کو

سامانِ عقد حضرتِ مُشکل کُشا ہُوا
دولہا دلہن کا شاہدِ عادل خدا ہُوا

خطبہ پڑھا نبی نے جو حمد و ثنا کے ساتھ
آئے ملک بھی نعرۂ صلی علیٰ کے ساتھ

باندھا قلیل مہر جو حق کی رضا کے ساتھ
غُل تھا عطا کا جوڑا ملا ہل اَتیٰ کے ساتھ

حق کی رضا سے مرضیٔ خیرالانام سے
تسبیحِ پاک کا ہُوا رِشتہ امام سے

دِل خُوش ہوئے جو عقدِ علی و بتول سے
حق سے مِلا ثواب تو خُرمے رسول سے

☆☆☆

شمعِ مصطفیٰ شبستانِ مرتضیٰ میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسمِ نکاح ادا ہوئے ایک مہینہ گزر گیا مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں جنابِ سیدہ کی رخصتی کا کبھی تذکرہ نہ ہوا اور شرم کی وجہ سے میں بھی کبھی اس امر کا ذکر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نہ کر سکا البتہ جب کبھی خلوت میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات ہوتی تو حضور فرماتے علی تمہاری زوجہ نہایت اچھی زوجہ ہے اور تمہیں بشارت ہو کہ وہ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔

ایک مہینہ گزرنے کے بعد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے برادر حقیقی جناب عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس آئے اور کہا کہ اے برادر ہم تمہارے اس رشتہ ازدواجیت میں منسلک ہونے سے نہایت شاد باد اور خوش باش ہوئے ہیں اب ہم چاہتے ہیں کہ اقبال مندی کے یہ دو ستارے برجِ وصال میں قران فرمائیں تا کہ ہماری آنکھیں اس مبارک اجتماع سے روشن ہوں۔

حضرت علی کا جواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ اے برادر مراد تو

میری بھی یہی ء ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس امر کا اظہار کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

یہ سن کر حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑا اور سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانِ اقدس پر حاضر ہوگئے۔

سب سے پہلے ان کی ملاقات سرکار دو عالم علیہ التحیۃ الثناء کی کنیز حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی تو حضرت عقیل نے ان پر اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔

جناب اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً عرض کیا کہ آپ اس معاملہ میں ہرگز متفکر نہ ہوں یہ عورتوں کا کام ہے اور عورتیں بہترین طریقہ سے ان معاملات کو سرانجام دے لیا کرتی ہیں میں ابھی اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے بات کر کے معاملہ طے کرانے کی کوشش کرتی ہوں۔

ازواج رسول بارگاہِ رسول میں

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ام ایمن نے سب سے پہلے مجھ سے اس امر کا تذکرہ کیا س اور بعدازاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر ازواجِ مطہرات کو مطلع کیا اور ہم سب مل کر ام

المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئیں۔

سب سے پہلے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے متعلق اندوہناک اور حسرت بھری باتوں کا تذکرہ شروع ہوا اور ان کی سلیقہ شعاری اور تمام ترکلی اور جزوی امور کے حسن انتظام کی تعریف کی گئی اور کہا کہ اگر آج اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا کی شادی مبارکہ کے وقت وہ مخدومۂ عالم زندہ ہوتیں تو ہماری آنکھیں روشن اور قلب شاد ہوتے۔

حضرت خدیجۃ الکُبریٰ کی یاد

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا ذِکر شروع ہوا تو تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا کہ خدیجۃ الکبریٰ ﴿سلام اللہ علیہا﴾ کی نظیر اور مثال کہاں سے مل سکتی ہے۔

اُس نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب لوگ میری تکذیب کرتے اور جھٹلاتے تھے اور اپنی تمام دولت اور مال واسباب میری خوشی اور رضا جوئی کے لئے خرچ کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی۔

اور میں نے خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندگی ہی میں اس کی خوشخبری دی جو حق تعالیٰ نے اس کے لئے بہشت میں سیم وزمرد سے بنایا ہے

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سرور

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ آپ نے خدیجۃ الکبریٰ (سلام اللہ علیہا) کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں بلاشک و ریب وہ ایسی ہی تھیں اب گزارش یہ ہے کہ آپ کے چچازاد برادر یہ خواہش کرتے ہیں کہ آپ انہیں حلیلہ جلیلہ کے پاس آنے کی اجازت مرحمت فرمائیں اور دریائے نبوّت و ولایت کے ان دو موتیوں کو رشتۂ اتّصال میں پروئیں۔

حضور کا جواب

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اُم سلمہ علی نے تو اس بات کا تذکرہ مجھ سے بھی نہیں کیا ؟

تو میں نے عرض کی ! یارسول اللہ وہ نہایت شرم وحیا والے مرد ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے سے شرماتے رہے ہیں۔

اسی وقت حضور سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اُمِ ایمن کو ارشاد فرمایا کہ علی کو بلا لاؤ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم راستہ ہی میں منتظر تھے اُمِ ایمن نے عرض کی یا علی تشریف لے چلئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم دولت کدۂ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ کے اندر تشریف لائے اور بعد از سلام شرم وحیا کے باعث

سر کو جھکا کر بیٹھ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے برادرِ مَن کیا اپنی زوجہ مطہرہ سے ملاقات کے خواہش مند ہو؟

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آہستہ سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کل رات کو آجانا تاکہ جہیز وغیرہ کا سامان درست کرلیا جائے اور اس کی تزئین و آرائش کرلی جائے۔

اگلے روز جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کی زرہ کی قیمت سے بچے ہوئے جو درہم آپ نے حضرت اُمِ سلمہ کو دے رکھے تھے ان سے درہم امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ لاکریم کو دے کر فرمایا کہ ان کا خرما روغن اور پنیر خرید لائیں چنانچہ آپ اسی وقت بازار سے چھ درہم کا روغن چار درہم کے خرمے اور ایک درہم کا پنیر خرید لائے اور یہ سب کچھ بارگاہ رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء میں پیش کردیا

دعوت ولیمہ

ان تمام چیزوں کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے یکجا کیا اور چمڑے کا دستر خوان بچھا کر سب کھانا اس پر چن دیا گیا

بعدازاں حضرت علی کوارشاد فرمایا کہ لوگوں کو بلا کر لائیں چنانچہ اہلِ مدینہ میں سے انصار و مہاجرین گروہ در گروہ حاضر ہوتے رہے اور اس کھانے کو کھاتے رہے حتیٰ کہ سات سو آدمیوں نے شکم سیر ہو کر اس کھانے کو کھایا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے کھانا پھر بھی باقی بچ رہا،

﴿ماخوذ معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۳۱﴾

مندرجہ بالا تمام تر عبارت علامہ ابنِ جوزی کی کتاب صفوۃ الصفاوہ کا ماخذ ہے جسے مُلّا معین کاشفی نے اپنی کتاب معارج النبوۃ میں فارسی میں ترجمہ کر کے تحریر کیا ہے اور اس امر کا تذکرہ ہم اس سے پہلے بھی متعدد بار کر چکے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ معارج النبوۃ کتاب سے فارسی متن بھی مسلسل لکھتے چلے آرہے ہیں ان ترجمہ شدہ تین صفحات کا فارسی متن اس لئے نقل نہیں کیا گیا کہ یہ واقعہ متنازعہ نہیں بلکہ تقریباً اجماعی واقعہ ہے البتہ دعوتِ ولیمہ کے کھانے کے متعلق اختلافِ روایات یقیناً موجود ہے۔

زیوراتِ زَہرا

ہے دیں کی زیب زیورِ خاتُون دوجہاں
جُھومر ہے سر پہ رحمتِ معبودِ اِنس و جاں
روشن جبیں پہ چاند کی جا سجدے کا نشاں
کانوں میں وعظ و پندِ پیمبر کی بالیاں
عصمت کے گوشوارے جو عفت بدوش ہیں
مریم کمالِ عجز سے حلقہ بگوش ہیں

ہے واجباتِ دیں کا گُلو بند پُر ضیاء
گردن کا طَوق مرضیء اللہ و مصطفٰے
تسبیح سُچّے موتیوں کی سلکِ بے بہا
ہے جس کے دانے دانے پہ دانائے کُل فِدا
مالا ہے معرفت کے دُرِ شاہوار کا
نادِ علی کا نقش ہے تعویز ہار کا

اللہ رے جوہرِ شرفِ دُخترِ نبی
انگشتری ہے مُہرِ سلیماں سجی ہوئی
کیا اِنتہا ہے اُس کے عروج و کمال کی
کندہ نگینِ دُرِّ نجف پر ہے یاعلی
گھر کی بھی زیب و زیب ہے زیور کے ساتھ میں
ہے دامن علی کا علی بند ہاتھ میں

جوشن ہے جوشنین کا کنگن ہے زُہد کا
پازیب فخرِ پیروئ حُکمِ کبریا
عصمت رِدا بنی ہے طہارت ہے کفشِ پا
ملبوس پاک جامۂ تن زیب ہل اَتیٰ
تاجِ کرم ہے بنتِ رسول زمن کے سر
اُمّت کی مغفرت کا ہے سہرا دلہن کے سر



اُمّہات المؤمنین کی مسرّت

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی رخصتی مبارکہ کے مقدّس لمحات کے وقت اُمہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اشعار تہنیّت و مسرّت پیش کئے وہ ہم شیعہ حضرات کی مشہور کتاب" اعیان الشیعہ" سے نقل کرتے ہیں تا کہ اُمّہات المومنین کے متعلّق غلط گمان رکھنے والے لوگ اندازہ کر سکیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو جناب سیدۃ النساء العٰلمین سلام اللہ علیہا کے ساتھ کس قدر قلبی لگاؤ اور رُوحانی محبت تھی اور ان مقدّس ہستیوں کے قلوب میں جناب سیّدۂ عالم اور جناب حیدرِ کرار علیہما السلام کی محبّت و عظمت کا بحرِ بیکراں کس جوش کے ساتھ موجزن تھا۔

اُم المومنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہماری سہیلیاں خداوند قُدوس جلّ وعلا کی امداد سے روانہ ہوں اور ہر حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس احسان عظیم کو یاد کرو کہ اِس نے ہمیں آفات و مصائب سے بچایا اور ہمیں کفر و ضلالت سے نکال کر صراطِ مستقیم دکھایا اور اس ربِ سماوات نے ہمیں اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔

﴿ہماری سہیلیاں﴾ اس خیر انساء العالمین کے ساتھ روانہ ہوں جس پر پھوپھیاں اور خالائیں نثار ہورہی ہیں۔

سرن بعون اللّٰہ جارات
واشکرنہ فی کل حالات
واذکرن ما انعم رب العلیٰ
من کشف مکروہ آفات
فقد ھدانا بعد کفر وقد
انعشنا رب السمٰوٰت
وسرن مع خیر النساء الورٰی
تفدی بعمات و خالات
یابنت من فضلہ ذوالعلیٰ
بالوحی والرسالات

اے فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا آپ اس مقدس ہستی کی والا قدر صاحبزادی ہیں جسے خدا تعالیٰ نے وحی اور رسالت کا خلعت پہنا کر سب سے برگزیدہ فرمایا !

حضرت عائشۃ الصدّیقہ کے اشعار

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

اے عورتو! اپنے دوپٹے درست کرلو اور ایسی گفتگو کرو جو حاضرین

کی شان کے لائق ہو۔

پروردگارِ عالم کا ذکر کرو کیونکہ اس نے ہر شکر گزار بندہ کو خاص طور پر اپنے دین سے نوازا تمام تعریفیں اللہ تبارکؔ وتعالیٰ کے لئے ہیں اس کے احسانات کی وجہ سے اور سپاس گزاری اس قُدرت والے غالب خُدا کے لئے ہے اس لائق صدا احترام ہستی ﴿سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا﴾ کے ساتھ چلو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ذکر کو بلند کیا ہے اور حقیقی طہارت و پاکیزگی سے مختص کیا ہے۔

یا نساءہ استرن بالمعاجر
واذکرن مایحسن فی المحاضر
واذکرن رب الناس اذ نحیصنا
بدینہ مع کل عبد شاکر
والحمد للّٰہ علیٰ افضالہ
والشکر للّٰہ العزیز القادر
سرن بہا فاللّٰہ اعلیٰ ذکرھا
وخصہا منہ بطہر طاہر

﴿اعیان الشیعۃ مطبوعہ مطبع الفیما دمشق جلد دوم ص ۱۰۵﴾

حضرت حفصہؓ کے اشعار

اس مبارک اور پر شکوہ رخصیں مُبارکہ کے وقت اُمّ المؤمنین سیّدہ

حفصہ بنتِ عُمر ابن خطاب رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا ﴿سلام اللہ علیہا﴾ خیر النساء العٰلمین ہیں آپ کا رُخِ انور چاند کی طرح تابندہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو تمام کائنات پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس افضلیت کا اختصاص آیتِ زُمر میں فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا عقدِ مبارک اس افضل ترین نوجوان یعنی حضرت علی ﴿علیہ السلام﴾ سے کیا ہے جس کی ذات دونوں جہان کے لئے باعث فخر ہے۔

میری سہیلیاں آپ کے ساتھ روانہ ہوں کیونکہ آپ ہر عظمت والے کے نزدیک باعثِ صد عزت واکرام ہیں۔

فاطمة خير النساء البشر
ومن لها وجه كوجه القمر
فضلك الله على كل الورىٰ
بفضل من خص باى الذمر
زوجك الله فتىً فاضلا
اعنى عليا خير من فى الحضر
فسرن جاراتى بها فانها
كريمة عند عظيم الخطر

﴿اعیان الشیعہ مطبوعہ دمشق جلد دوم ص ۵۰۱﴾

یہ تہنیّت نامے

اُمہّات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن نے سیدّہ عالمین کی رُخصتی مبارک کے وقت جو خراج عقیدرت اور ہدیہ تبریک پیش کیا وہ بحوالہ شیعہ مؤلف کے ہدیہ قارئین ہے آپ خُود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں سوائے تعلّقِ قلبی کے زبان پر نہیں آسکتیں۔

بہر حال سیدۃ نساء العٰلمین مخدومہ کائنات اُمّ الائمہ سیدّہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی رُخصتی مبارک کا عجیب منظر ہے جناب سیدّہ غم واندوہ اور کیف و مسرّت کے ملے جُلے جذبات کے ساتھ تاجدار ہل اتیٰ کے گھر جانے کو تیار ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی مقدّس صاجزادی کو اشک ریز آنکھوں سے سواری پر بٹھایا آپ کی ازواج مطہرات و دیگر خاندان ہاشمی کی عورتوں کے علاوہ انصار و مہاجرین کی مستُورات نے آپ کو جُھرمٹ میں لے رکھا تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار کے آگے چل رہے ہیں۔

جبرئیل علیہ السلام نے ستّر ہزار ملائکہ کو قطار در قطار اس راستہ پر متعیّن کر رکھا ہے جدھر سے بنتِ رسول صلوٰۃ اللہ علیہ و علیہا کی سواری

گزر رہی ہے۔

فرشتوں کی آمد

چنانچہ نزہتہ المجالس وغیرہ میں ہے کہ جس مقدس رات کو جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی رخصتی ہوئی تاجدارِ انبیاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہ کو اپنی سواری پر سوار کیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ سواری کی عنان تھام کر آگے آگے چلتے رہو۔

چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سواری کی زمام تھامے ہوئے آگے آگے چل رہے ہیں اور سواری کے پیچھے خود تاجدار انبیاء والمرسلین باعثِ تخلیق دو جہاں شہنشاہِ ارض و سماوات حضور سرورِ کائنات احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری کو ہنکاتے جاتے ہیں ابھی یہ قافلۂ نور اثنائے راہ ہی میں تھا کہ آواز سنائی دی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کی سمت رخِ انور پھیرا تو دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لئے آپہنچے ہیں۔

تاجدار انبیاء حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ اے جبریل تم کس لئے آئے ہو؟

جبریل علیہ السلام نے بصد احترام عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ہم سب جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ان کے شوہرِ نامدار حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے گھر پہنچانے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے تکبیر کی آواز بلند کی۔

صاحب نزہۃ المجالس لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ دولہا اور دلہن کے ساتھ چلتے ہوئے تکبیر کہنا سنت قرار پایا۔

﴿ماخوذ نزهة المجالس ص ۲۲۳ از علامه عبد الرحمن صفوری قدس سرهٗ العزيز﴾

رخصتی مبارک کے مندرجہ بالا واقعہ کو جناب نسیم امروہوی نے اشعار صورت میں اس طرح منتقل کیا ہے۔

سواری جناب کی

ناقہ منگایا سرورِ گردوں رکاب نے
دی بڑھ کے طرقوا کی صدا شیخ و شاب نے
روکی قنات حمزۂ عالی جناب نے
تھرّا کے منہ کو پھیر لیا آفتاب نے

ستّر ہزار حوریں تھیں حلقہ کئے ہوئے
اُمّت کا پردہ پوش تھا پردہ کئے ہوئے

نعرہ یہ تھا نقیبِ جلالت کا بار بار
خاتونِ دوجہاں کی سواری ہے ہوشیار
زہرا قریب ناقہ جو پہنچیں بصد وقار
بازو پکڑ کے شاہِ رُسل نے کیا سوار
غُل تھا ہٹو کہ جاتی ہے بیٹی رسول کی
دُولہا کے گھر چلی ہے سواری بتُول کی

سب مرد تھے سواریٔ بنتِ نبی سے دُور
ہمراہ تھیں زنانِ مدینہ بصد سرُور
آگے رسول پاک کی ازواجِ ذِی شعور
پیچھے برہنہ تیغیں لئے ہاشمی غیور
ناقے پہ زوجۂ اسدِ ذُوالجلال تھی
دیکھے اِدھر پرند کوئی کیا مجال تھی

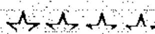
دیکھو شکوہ بنتِ سُلیمانِ دوجہاں
محبوبِ ربّ عقبِ سواری کے تھے رواں
ناقہ ہنکا رہے تھے عصا سے بعزّو شاں
سلمان سا نبی کا صحابی تھا ساربان
یافاطمہ غُلام کا دل تھر تھرا گیا
اس وقت ساربانِ حرم یاد آگیا

سیدنا حیدر کرار اور جناب سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوۃ اللہ علیہا کی تزویجِ مقدس کے مسرت بار لمحات کی تصویر کشی کرتے ہوئے محترم جناب نادر جاجوی صاحب مدظلہ العالی یوں ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرتے ہیں۔

جب کبھی اَوجِ مقدّر کا خیال آتا ہے
شِعر کو حُسنِ عقیدت سے اَدا کرتا ہُوں
اپنے اظہار کے لفظوں کی طہارت کے لئے
جُھوم کر آلِ مُحمدؐ کی ثناء کرتا ہوں



عقدِ زَہرا کا جو پیغامِ مسرّت پہنچا
بام و دَر حیدرِ کرار کے گھر کے مہکے
مُسکرا کر جو پرافشاں لگی ہونے خوشبو
سلسلے وُسعتِ فردوسِ نظر کے مہکے



صَف بہ صَف کس کے براتی تھے سرِ عرش بریں
کِس کو حاصل یہ شَرف کِس کا مقدّر ہوگا
مجھ کو تسلیم مقامات ہیں سب کے لیکن
کون پر شوہرِ زَہرا کے برابر ہوگا



اُیسا پیغامِ مسّرت کہ نہ دیکھا نہ سُنا
لہر ہونٹوں پہ تبسّم کے سبب سے ٹھہری
اُپنے گھر کو جو چلی آج کے دِن بنت رسول
نبضِ دَوراں بھی گھڑی بھر کو اَدب سے ٹھہری



حُورو غلمان کی تطہیر ہے انگشت بلبَ
کِس کی آغوشِ تقدّس میں پلی ہے زَہرا
روحِ اوّل کا ہر اِک عزم ہے عزمِ آخر
وارثِ دین نبی بن کے چلی ہے زہرا

اس طرب انگیز تقریب مقدّس کے موقع پر بارگاہ حیدر و بتول علیہما السلام میں تہنّیت پیش کرتے کرتے جناب نادر جاجوی کی نگاہوں کے سامنے معًا خاندانِ رسالت پر توڑے جانے والے مظالم کی تصویر آجاتی ہے۔

تو آپ کے جذبات یوں اشک ریز الفاظ کی صورت میں ڈھل جاتے ہیں کہ آخری قطعہ خوشی، غم اور تشکّر و امتنان کا حسین امتزاج بن جاتا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اشک ! انوارِ خُدا بن کے ڈھلکتے دیکھوں
چشمِ تر جب کبھی چھلکے ترے غم کے صدقے
مجھ کو نادر مری پروازِ تخیل کی قسم
جب کبھی بات بنی تیرے کرم کے صدقے

اب پھر چند بند جناب نسیم امروہوی کے اس عقد مبارک کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

جوڑا شہانہ سجنے لگے شاہِ ذُوالفقار
عزّت عبا، جلال قبا، پیرہن وقار
بالائے سَر عمامۂ اسرار کردگار
نعلین وہ کہ اَوجِ فلک دیکھے بار بار
سہرا کُلاہِ جُود پہ حاجت روائی کا
کنگنا بندھا کلائی میں مُشکل کشائی کا

نَو شاہ کی رکاب میں حاضر ہیں جاں نثار
غِلمان وحُورو جنّ و مَلک باندھے ہیں قطار
شادی کے گیت گاتی ہیں حُوریں جو بار بار
مُشکل کشا کی مدح و ثناء کا بندھا ہے تار
داوٗد کی زباں پہ ہیں نغمے زبُور کے
ہیں انبیاء جلوس میں پیچھے حضور کے
وَالفجر چاندنی کا ہے آنچل لئے ہوئے
وَالتّین ڈالی دینے کو ہے پھل لئے ہوئے
وَالیّل بہرِ چشم ہے کاجل لئے ہوئے
وَالشّمس آگے آگے ہے مشعل لئے ہوئے
وَالفتح خوش ہے دیکھ کے حُسن و شباب کو
وَالعَادِیَات تھامے ہوئے ہے رکاب کو

اگرچہ جناب نسیم امروہوی کے اس منظوم تہنّیت نامے کے بعد نہ تو اس موضوع پر مزید اشعار کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی اس سے بہتر اور خوبصورت نظم کی توقع کی جاسکتی ہے۔

تاہم حسبِ وعدہ محض اور محض حصولِ برکت اور اس پر مسرّت تقریب میں نذرِ عقیدت پیش کرنے کے لئے چند اشعار پیش کرنے کی

جسارت کر رہا ہوں ورنہ مجھے اس حقیقت کا مکمل طور پر اعتراف ہے کہ جناب نسیم امروہوی کے بعد منظوم نذرانہ پیش کرنا کسی بھی صُورت میں موزوں نہیں تھا اُمید ہے قارئین مزید زحمتِ موازنہ نہیں فرمائیں گے۔

حیدر کرار کا سہرا

سجایا خُود خُدا نے حیدرِ کرّار کا سہرا
ہے تاج ہل اتیٰ پر علم کے انوار کا سہرا
بنیں قُرآن کی آیات جس سرکار کا سہرا
کروں کیا پیش اُس سرکار میں اشعار کا سہرا

محمّدؐ مُصطفٰےؐ دُولہا کا خُود سہرا سجاتے ہیں
زیارت کیلئے جبریل و اِسرافیل آتے ہیں

سجی ہے انتجی کی خُوشنما تصویر سہرے میں
ہے ھُم خیر البرّیہ کی حسیں تفسیر سہرے میں
فروزاں ہوگئی والعصر کی تنویر سہرے میں
سمٹ کر آگئی ہے آیتِ تطہیر سہرے میں

صلہ مَن یشری کا بن کر درخشاں ہوگیا سہرا
علی کے سر پہ سج کے ماہِ تاباں ہوگیا سہرا

سند فِی القُربیٰ کی بن کر ہُوا جلوہ نُما سہرا
ہے لِلناسِ اِماما کی دلیلِ جانفزا سہرا
درخشاں تاج قَومِ ھادٍ پر ہے اِنَّما سہرا
تَراھُم رُکَّعاً پڑھتے ہی فوراً جھک گیا سہرا

سجیں آیات لڑیوں میں فروغِ قُل کفیٰ بن کر
خُدا کا مدعا بن کر محمدؐ کی دُعا بن کر

علی مُشکل کشاء کو مِل گیا سہرا اِمامت کا
علی شیرِ خُدا کو مِل گیا سہرا ولایت کا
علی المرتضیٰ کو مل گیا سہرا شجاعت کا
علی جانِ وفا کو مل گیا سہرا خلافت کا

علی کے سہرے کی لڑیاں ہیں سب تعریف لے آئیں
علی کے گھر میں بنتِ مصطفیٰ تشریف لے آئیں

علی اَسداللہ الغَالِب کا خالق سے خطاب آیا
علی مِنّی اَنا مِنہُ محمد نے ہے فرمایا
علی کے گھر میں صائمؔ نُور ہے رحمت نے برسایا
علی کے گھر میں سارا آگیا قُدرت کا سرمایا

علی کے گھر بتولؑ آئی در و دیوار مہکے ہیں
علی کے نام کا صدقہ مرے اشعار مہکے ہیں

بہر حال اِس مقدّس منفرد اور طیّب و طاہر تزویجِ مُبارک کی پُوری پُوری عکاسی کرنے کی قوّت نہ کسی میں تھی نہ ہے اور نہ ہوگی ہر اہلِ محبّت محض اور محض اپنے اپنے ذوق و وجدان کی ترجمانی کر لینے تک ہی محدود ہے۔ الگ بات ہے کہ جس کسی نے بھی خاندانِ نبوت و رسالت کی مدح و ستائش میں اپنی عقیدت و مودّت کا اظہار کیا اُسے اِس جود و سخا کے بحرِ بیکراں اور مخزنِ لطف و عنایت نے محروم و مایوس کبھی نہیں لوٹایا۔

والدۂ مریم کی دعا

زیرِ آیت !

وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ ﴿آل عمران﴾

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقل کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا دُعا جناب مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ جناب حنّہ نے اپنی بیٹی مریم علیہ السلام کے لئے فرمائی تھی یا اللہ میں نے اِس کا نام مریم رکھا ہے اور میں شیطان مردود سے بچانے کے لئے اِس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اِس سے ضرور مس کرتا ہے جس کی وجہ سے بچہ چیختا ہے سوائے مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے کہ اُن کو شیطان نے

نہیں کیا۔

حضور کی دعا

یہ روایت بیان کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کیا تو فرمایا الٰہی !

میں اپنی بیٹی فاطمہ کو شیطان مردود سے بچانے کے

لئے تیری پناہ میں دیتا ہوں اور یہی دعا حضرت علی کرم

اللہ وجہہ الکریم کے لئے بھی فرمائی۔

﴿رواہ ابن حبان من حدیث انس رضی اللہ عنہ﴾

چنانچہ ظاہر ہے کہ جناب حنہ کی دعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا زیادہ مقبول ہے اور مجھے امید ہے کہ حضرت سیدہ اور آپ کی اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے شیطان مردود سے ﴿یقیناً﴾ محفوظ رکھا ہوگا بلکہ شیطان نے انہیں چھوا بھی نہیں ہوگا۔

﴿تفسیر مظہری جلد دوم ص ۳۲۸﴾

حضور کی تشریف آوری

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مزید یہ روایت بھی

منقول ہے کہ جناب سیدہ کی رخصتی مبارک کے چوتھے روز بعد ﴿دوبارہ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے ہم دونوں اس وقت عباؤں میں ملبوس لیٹے ہوئے تھے آپ کی آواز سن کر جلدی سے اُٹھنے لگے تو آپ نے ہمیں قسم دے کر فرمایا کہ تم ایسے ہی لیٹے رہو پھر آپ ہمارے بستر پر اِس طرح تشریف فرما ہو گئے کہ آپ کا دایاں پاؤں مبارک میں نے اپنے سینے پر رکھ لیا اور آپ کا بایاں پاؤں مبارک جناب سیدہ نے اپنے سینہ اقدس پر رکھ لیا اور پھر ہمارے ساتھ گفتگو فرمانے لگے اور ہمیں اپنی مخصوص تعلیم سے بہرہ اندوز فرماتے رہے۔

حضور نے دم فرمایا

پھر مجھے فرمایا علی اُٹھو اور تھوڑا سا پانی لاؤ میں نے آپکی خدمت اقدس میں پانی پیش کیا تو آپ نے اُس پر چند آیات تلاوت فرما کے مجھے عطا کر کے فرمایا علی اِس سے کچھ پی لو اور باقی بچا لو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے باقی پانی میرے سر چہرے اور سینے پر چھڑک دیا اور فرمایا !

اذھب اللّٰہ عنک الرجس یا ابا لاحسن وطھرک تطھیرا.

یعنی اے ابا الحسن ! اللہ تبارک وتعالیٰ تجھ سے رجس کو دور کر کے خوب پاک اور پاکیزہ فرما دے۔

اِس دُعا کے بعد مجھے پھر پانی لانے کا حکم فرمایا جب میں نے پانی

آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اپنی صاحبزادی جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے بھی وہی عمل دہرایا۔

سیدہ کے رازو نیاز

پھر مجھے باہر بھیج کر جناب فاطمۃ الزہراؑ سے میرے متعلّق دریافت فرمایا تو بنتِ رسول نے عرض کی ابا جان بلاشبہ علی تمام صفاتِ کاملہ سے متصّف ہیں لیکن قریش کی بعض عورتیں مجھے اِس قسم کا طَعن کرتی ہیں کہ تُمہارا شوہر فقیر ہے یہ سنا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے میری پیاری بیٹی وہ عورتیں غلط گمان رکھتی ہیں کیونکہ نہ تو تمہارا باپ فقیر ہے اور نہ ہی تمہارا شوہر فقیر ہے۔

فقر باعثِ افتخار ہے

خداوندِ قدوس جل وعلا کے حکم سے تمام رُوئے زمین کے سونے اور چاندی کے خزانے ہماری خدمت میں پیش کئے گئے مگر ہم نے اُنہیں اپنی مرضی سے مسترد کر دیا اور فقر کو اپنے لئے باعث افتخار جان کر رضائے الٰہی کو اختیار کیا۔

اللہ نے دو مردوں کو پسند فرمایا

میری بیٹی ! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہ سب کچھ تمہیں معلوم ہو جائے تو ساری دُنیا تمہاری نظروں میں ذلیل وحقیر ہو کر رہ جائے خدا کی قسم

تمہارا شوہر از روئے اسلام تمام صحابہ کرام سے اقدم و اوّل ہے اور علم میں اِن سب سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین سے دو مردوں کو پ ایک تو تمہارا باپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرا شخص تمہارا شوہر علی ہے۔

اے میری نورِ چشم! تمہارا شوہر بہت اچھا شوہر ہے خبردار اس کی ہر گز ہرگز نافرمانی نہ کرنا بلکہ ہمیشہ اِس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں رہنا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا علی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اس کو خوش رکھو گے تو مجھے خوش رکھے گے اور اگر تم نے اس کو غمزدہ اور ملول کر دیا تو اس کا مطلب ہو گا کہ تم نے مجھے غمگین اور ملول کیا ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال حضر نا عرس علی فما رائت عرسا كان احسن منه حشو نا البيت طيبا و اتينا بتمر و زيت فا كلنا و كان فرا شهما ليلة عرسهما اهاب كبش .

﴿ریاض النضرہ فی منا قب العشرہ جلد دوم ص ۲۴۰﴾

وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال لما زوج رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم فاطمة بعلی قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم زوجتنی بر جلٍ فقیرٍ لا شی له فقال ﴿صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم﴾ اما تر ضین یا فاطمة ان اللہ اختار من اهل الا رض

رجلین جعل احد هما اباک والا خر بعلک.

﴿ریاض النضرہ جلد دوم ص ۲۴۰ مطبوعہ مصر﴾

وضاحت

اگر چہ جناب حیدرِ کرار علیہ السلام کی تمام تر ازواج واولاد پاک کے لئے ہم نے ایک مستقل باب مقرر کر رکھا ہے اور وہ یقیناً کتاب کے آخر پر آئے گا تاہم حصول برکات کے لئے یہاں پر بھی جناب سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولادِ طاہرہ کی ولادت مبارکہ کے متعلق ہم اپنی کتاب ''البتول'' کے چند اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

گُلشن حیدر کے پھول کلیاں

ریاض بتول کا پہلا پھول

ہجرت کا تیسرا سال اور رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی شریف کے صحن میں تشریف فرما ہیں جبریل امین نے حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا اور جنّت کے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا جس پر ایک نام لکھا ہوا تھا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا سرکارِ دو عالم نے پوچھا جبریل یہ کس کا نام ہے؟

عرض کیا سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی گود میں آنے والے شہزادے کا یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو۔

حضرت جبریل علیہ السلام واپس چلے جاتے ہیں تو آپ کو بیٹی کے گھر سے جناب حسن علیہ السلام کی ولادت کا پیغام آ گیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت سُنی تو آپ کے رُخِ اقدس پر مسرّت کی لہر دوڑ گئی آپ انتہائی خوشی کے عالم میں اپنی صاحبزادی کے گھر میں تشریف لائے تو اس وقت جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام والدہ محترمہ کی آغوشِ مقدس میں

تشریف لا چکے ہیں، شہزادیٔ مصطفٰے کی گود میں شہزادہ حیدر کرار امام حسن علیہ السلام یوں جلوہ افروز تھے جیسے آفتاب نے چاند کو آغوش میں لے رکھا ہو۔

نُور کے تین سمندر

سیّدہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا کا حُجرہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے نور کے تین سمندر بیک وقت موجزن ہیں مرکز نور کے ٹکڑے کا ٹکڑا ماں کی گود میں لیٹا ہوا ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کو مبارک باد دے کر شہزادہ بتول کو گود میں اُٹھا لیا نُور نُور کی گود میں آ گیا۔

ستارہ چاند کی آغوش میں آ گیا۔

حسن مجتبیٰ مصطفٰے کی گود میں آ گیا۔

آفتاب نے مہتاب کو جھولی میں لے لیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نواسہ کے چہرۂ منور کو دیکھے جا رہے ہیں بالکل آپ کا اپنا ہی نقشہ تھا۔

وہی روشن جبین والضُّحیٰ

وہی والشَّمس عارض

وہی مَازَاغ کے ڈوروں والی نرگسیں آنکھیں

وہی واللَّیل کی سیاہی میں لپٹی ہوئی عنبر بار زُلفیں

وہی قوسَین اَبرو

وہی گُلِ قُدس کی پنکھڑیوں جیسے پیارے پیارے گلابی ہونٹ

وہی آفتاب کی طرح درخشندہ چہرہ تاجدارِ انبیاء کی والدہ مکرّمہ معظّمہ

ومُحترمہ طیبّہ طاہرہ سیدّہ معصومہ راضیہ مرضیہ عفیفہ حنیفہ مقدسہ مطہرہ سیدہ

صدیقہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصلوٰۃ اللہ علیہا جناب سید حسن مجتبیٰ

علیہ السلام کو اس وقت دیکھ لیتیں تو آپ کو امام الانبیاء کی ولادتِ مبارکہ یاد

آجاتی۔

کیوں نہ ہو ایک ہی تو نُور تھا جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا اپنے والد

گرامی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکمل ترین تصویر تھیں اور جناب

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اپنی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی

مکمل تصویر تھے آپ نے اپنی بیٹی کے بیٹے کو سینے سے لگایا ایک کان میں

اذان اور دوسرے میں اقامت فرمائی اور اپنی زبان مبارک شہزادہ بتول امام

حسن علیہ السلام کے منہ میں دے دی اس سے بڑا اعزاز سوائے حسنین

کریمین اور علی ابن ابی طالب کے نہ کسی کو ملا اور نہ ہی کسی اور کو ملنے کا امکان

ہے پھر آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق شہزادۂ بتول کا نام حسن رکھ دیا۔

الحسن بن ابی علی بن ابی طالب سبط رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولو فی نصف شہر رمضان

سنة ثلاث من الهجرة.

﴿الاصابہ ج ۱ ص ۳۲۸﴾

ولدته امه فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وآله

وسلم فی نصف شهر رمضان سنة ثلاثه من الهجرة

هذا اصح۔

﴿الاستعیاب ج ص ۳۶۸﴾ ﴿تاریخ الخلفاء ص۴۴﴾

﴿اسد الغابه ج۲ ص ۱۰﴾ ﴿طبقات ابن سعد ج۲ ص ۹۵﴾

﴿شواهد النبوة ص۱۷۶﴾ ﴿مظاهر حق ج۴ ص ۱۴۷﴾

﴿اشرف المؤبد ص۱۲۱﴾

ولادت حسن نماز زہرا

دُنیا میں بڑی شان کی مالک بیبیاں پیدا ہوئیں جن میں پیغمبروں کی مائیں بھی ہیں اور صحابہ کرام کی مائیں بھی صحابیات بھی ہیں اور صحابہ زادیاں بھی پیغمبر زادیاں بھی ہیں اور پیغمبروں کی بیویاں بھی ولیہ بھی ہیں اور ولی زادیاں بھی ولیوں کی مائیں بھی ہیں اور ولیوں کی بیویاں بھی مگر جو شان اُم الائمہ بنتِ رسول سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی ہے اس کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے شہزادہ کا نام حضرت ہارُون علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر شبّر جس کے معنے حسن ہوتے ہیں تجویز فرمایا اور آپ کی گود میں دے کر انتہائی مسرت کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں تشریف لے آئے اور ادھر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا بچے کو دودھ پلا کر اُٹھیں وضو فرمایا اور نماز کے لئے کھڑی ہو گئیں۔

عن علی قال الحسن اشبه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وآلہٖ وسلم ما بین الصدر الی الراس .

﴿مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۴۰﴾ ﴿ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲﴾
﴿بخاری کتاب ۶۱ باب ۲۳﴾ ﴿مسند احمد ج ۱ ص ۹۹، ج ۱ ص ۱۰۸ ج ۳ ص ۱۶۴﴾
﴿مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۷ ج ۲ ص ۲۸۳﴾ ﴿البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۵﴾
﴿شواھد النبوۃ ص ۱۷۲﴾ ﴿روضۃ الشھداء ص ۲۹۱﴾
﴿الاصابہ ج ۱ ص ۳۲۸﴾ ﴿الاستعیاب ج ۱ ص ۳۶۹﴾

امام حسن را برداشتہ دراں خرقہ پیچیدم و برکنار حضرت
نہادم پس سید عالم بانگ نماز درآغوش راست وے
گفت و اقامت در گوش چپ وے۔

﴿روضہ الشھداء ص ۱۲۶﴾

قال بل ھو حسن ثم قال انما سیمتم با سم ولد ھارون
شبر .

﴿المستدرک ج ۲ ص ۱۲۸﴾ ﴿اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰﴾
﴿نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۹﴾ ﴿نور الابصار ص ۱۷۳﴾
﴿الاستعیاب ج ۱ ص ۳۶۸﴾ ﴿مسند طیالسی ص ۴۷ حدیث ۱۲۹﴾
﴿اشرف المؤبد ص ۱۲۱﴾ ﴿البدایہ ولنہایہ ج ۷ ص ۳۳۱﴾

ومن خصائص ابنۃ فاطمۃ انھا کانت لا تحیض
وکانت اذا ولدت طھرت من نفاسھا بعد ساعۃ حتیٰ
لا تفوتھا صلوٰۃ .

﴿الشرف المؤبد علامہ بنھانی ص ۱۱۰ خصائص کبریٰ﴾

امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ

شہزادۂ بتول امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام کی عمر شریف سات روز کی ہوئی تو امام انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سر کے بال اُتروا دیئے اوران کے ساتھ وزن کر کے چاندی صدقہ کر دی پھر بکری ذبح فرما کر جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی رسمِ عقیقہ ادا فرمائی گئی اور گوشت تقسیم کر دیا گیا یہ واقعہ اکیس رمضان المبارک ۳ھ ہجری کا ہے،

جی بہل گیا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کے گھر میں خوشیوں کا جہان آباد ہو چکا ہے جناب حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ بھی بیٹے کے ساتھ بے حد محبّت کرتے ہیں امام الانبیاء بھی حسبِ معمول روزانہ بیٹی کے گھر تشریف لاتے ہیں ننّھے شہزادے کو گود میں لے کر پیار کرتے ہیں اپنی اولاد سے کون محبت نہیں کرتا۔

سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا عبادت وریاضت میں بھی مشغول رہتی ہیں گھر کا کام کاج بھی کرتی ہیں اور صاحبزادے کو بھی پرورش فرما رہی ہیں تمام کام نہائت خوش اُسلوبی سے پورے ہو رہے ہیں۔

گھر میں فقر و فاقہ کے حالات بدستور ہیں جناب حیدرِ کرار علیہ السلام کی مشقت کا بھی وہی عالم ہے اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ

علیہا کی محنت ومشقت میں بھی کوئی کمی نہیں آئی آپ نے اپنے شہزادے کو گود میں اُٹھایا ہوتا اور چکی پیس رہی ہوتیں اور بالعموم آپ کو گھر کا سارا کام کاج بچے کو سینے سے لگا کر ہی نپٹانا پڑتا بہر حال آپ کا دل بہلا ہوا ہے شکوہ شکایت تو آپ کی زبان اقدس پر کبھی آیا ہی نہیں شکوے تو وہ کرتا ہے جو کسی تکلیف کو محسوس کرے اور جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے تو زندگی کی کسی راحت کو مانگا ہی نہیں۔

دُوسرا پھول

۴ھ ہجری شعبان المعظم کی پانچویں تاریخ کو جانِ پنجتن سیّد الشہدا امام حسین علیہ السلام کی دُنیا میں تشریف آوری کا دن ہے گُلشنِ زہرا میں دوسرا پُھول کھلنے والا ہے۔

جناب اُمِ الفضل زَوجہ عباس امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتی ہیں آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا چچی جان کیسے آئی ہو ؟

عرض کیا! یا رسول اللہ! بڑا پریشان کُن خواب دیکھا ہے فرمایا بیان کرو۔

عرض کیا ! حضور شدید پریشان کن ہے

فرمایا ! بیان تو کیجئے؟

عرض کیا! میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے جسمِ اقدس کو کاٹ کر ایک ٹکڑا علیحدہ کیا گیا اور وہ کٹا ہوا ٹکڑا میری جھولی میں آ گیا آپ نے مسکرا کر فرمایا!

چچی جان آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ میری

بیٹی فاطمہ کے گھر بیٹا پیدا ہوگا۔

جنابِ اُمِ الفضل نے خواب کی تعبیر سنی تو مطمئن ہو گئیں۔

اور پھر مملکتِ شہادت کا تاجدار

کانِ نبوّت کا دُرِّ شہوار

بحرِ رسالت کا دُرِّ تابدار

گُلشنِ امامت کا گل نو بہار

ملکِ ولایت کا سلطان ذی وقار

سلطنتِ رُوحانیت کا شہریار

میدانِ عشق و محبّت کا شہسوار

نوجوانانِ گلشنِ فردوس کا سردار

دُنیائے معرفت کا مالک ومختار،

تقدیس وعظمت کا روشن مینار،

سرّ الاسرار،

نورالانوار،

قافلہ سالارِ عشق،

مرکزِ پرکارِ عشق،

مہبطِ انوارِ عشق،

گرمیٔ بازارِ عشق،

فرحتِ گلزارِ عشق،

مخزنِ انوارِ عشق،

کاشفِ اسرارِ عشق،

نازشِ دربارِ عشق،

کُشتۂ تلوارِ عشق،

زینت بزم کونین،

رونقِ ریاض بتول،

گلِ گلشنِ رسول،

نواسۂ سید الثقلین،

زینتِ بزمِ کونین،

زہرا کے نورِ عین،

حیدر کے دل کا چین،

سیّدنا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بصد حُسن و رعنائی والدۂ مکرمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی آغوش راحت میں تشریف آور ہو گئے۔

خوشیوں اور مسرّتوں کا جہان آباد ہو گیا

کیف و سرور اور انوارِ رحمت کی بارش ہونے لگی

حوریں فردوس میں ایک دوسری کو مبارکباد دینے لگیں صدائے سروش آتی ہے۔

اے ختمِ رُسل گوہرِ مقصود مُبارک
یا نُورِ خُدا رحمتِ مَعبُود مُبارک
یا شاہِ نجف شادیٔ مَولُود مُبارک
یا خیرِ نساء اخترِ مسعُود مُبارک

رونق ہو سدا نُور دوبالا رہے گھر میں
اِس ماہِ منّور کا اُجالا رہے گھر میں

شعبانِ مُعظّم میں ترے اقبال کے صدقے
شوکت کے فدا عظمت و اجلال کے صدقے

قُربان سحر عید کی گر ہو تو بجا ہے
وہ شب ہے کہ شبقدر بھی جس پر کہ فدا ہے

شادی ہے ولادت کی ید اللہ کے گھر میں
خورشید اُترتا ہے شہنشاہ کے گھر میں



علیؑ و فاطمہؑ

مولائے کائنات سیدنا حیدرِ کرّار علیہ السلام اور شہزادیٔ رسول سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ازدواجی زندگی کے متعلق آئندہ اوراق میں ایک مکمل باب مقرر کیا گیا ہے جس میں اِس قدسی صفات جوڑے کی آپس میں محبت و موانست اور خوشگواریٔ تعلقات کے بارے میں متعدّد واقعات پیش کیے گئے ہیں۔

یہاں ہم ایک ایسی روایت صرف اِس لئے پیش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اِس روایت کا جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی ولادت مبارکہ سے بھی تعلق ہے اور جناب حیدرِ کرار عَلَیہِ السّلام اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے تعلقات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ. بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ. يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ.

اس نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے بھی ہیں

اور ان کے درمیان ایک حجاب بھی ہے کہ دونوں ایک

دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے ان دونوں سے موتی اور مرجان پیدا ہوتے ہیں۔

دریا اور موتی

مفسرین کرام نے اِن آیات کی ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ یہ دونوں دریا حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں جو اِنتہائی قربت والحاق کے باوجود ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے کیونکہ ان دونوں کے درمیان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا حجاب موجود ہے اور ان دریاؤں سے پیدا ہونیوالے موتی جناب حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

واخرج ابن مردویه عن ابن عباس فی قوله ﴿مرج البحرين يلتيقان﴾ قال علی و فاطمه رضی اللّٰه عنهما ﴿برزخ لا يبغيان﴾ قال النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم ﴿يخرج منهما اللؤلو والمرجان﴾ قال الحسن والحسين رضی اللّٰه عنهما .

﴿در منثور ج۲ ص ۱۴۲﴾

بحرِ نبوت اور بحرِ فتوت

دیگر کتب میں یہ روایت اس طرح آئی ہے کہ ان دونوں کے درمیان تقویٰ کا حجاب ہے۔

قال بعض المفسرين فی قوله تعالیٰ مرج البحرين

يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان اى بحر نبوت من
فاطمة رضى الله عنها وبحر الفتوة من على رضى الله
عنه بينهما حاجز من تقوىٰ فلا تبغى فاطمه علىٰ على
ولا يبغى علىٰ علىٰ فاطمة يخرج منهما اللؤلؤ
والمرجان هو الحسن والحسين .

﴿نور الابصار ص۱۱۲ نزهته المجالس ج۲ ص ۲۲۹﴾

یعنی بعض مفسرین مندرجہ بالا آیات مبارکہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ بحرین سے مراد نبوت کا بحر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فتوت کا بحر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مراد ہیں اگرچہ یہ آپس میں ملے ہوئے ہیں مگر ان کے درمیان تقوے کا حجاب موجود ہے پس نہ تو حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت علی کے ساتھ زیادتی کرتی ہیں اور نہ ہی حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر زیادتی کرتے ہیں اور نبوت و فتوت کے ان دونوں دریاؤں سے پیدا ہونے والے موتی اور مرجان حضرات حسنین کریمین علیہم السلام ہیں اور یہ دُرِ بے بہا اپنی پوری تابانیوں اور جلوہ آفرینیوں کے ساتھ سیّدۃ النساء العٰلمین کی آغوشِ منوّر میں آچکے ہیں جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی گود میں دوہری خوشیوں کا جہان آباد ہے۔

ازدواجی زِندگی باوجود غربت و افلاس اور عُسرت و تنگی کے نہایت خوشگوار ماحول میں بسر ہو رہی ہے نہ تو جنابِ سیّدہ سلام اللہ علیہا ہی کوئی ایسی بات کرتی ہیں جو جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام کی ناراضگی اور ناخوشی کا باعث

ہواور نہ ہی جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام ہی کوئی ایسی بات کرتے ہیں جو جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے ناگواری کا باعث بنے۔

نائبة الزهرا

اِن دو پھولوں کے بعد ہجری کے پانچوں یا چھٹے سال گلستانِ زہرا میں ایک درخشندہ کلی ظہور میں آتی ہے سیدّہ کی بیٹی سیدہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا جسے بلامبالغہ ثانی زہرا بھی کہا جاسکتا ہے اور نائبۃ الزہرا بھی۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی مکمّل تصویر ہیں۔

جناب زینب شہید کی بیٹی شہیدوں کی بہن شہیدوں کی ماں اور شہید کی بہو ہیں۔

جناب زینب اپنی والدہ مقدّسہ ہی کی طرح عالمہ بھی ہیں اور فاضلہ بھی۔

طیّبہ بھی ہیں اور طاہرہ بھی
سعیدہ بھی ہیں اور صدیقہ بھی
نیّرہ بھی ہیں اور منوّرہ بھی
معلّمہ بھی ہیں اور مکرّمہ بھی
خطیبہ بھی ہیں اور ادیبہ بھی

صابرہ بھی ہیں اور شاکرہ بھی

عفیفہ بھی ہیں اور منیفہ بھی

ساجدہ بھی ہیں اور راکعہ بھی

عابدہ بھی ہیں اور زاہدہ بھی

جناب زینب سلام اللہ علیہا کے کردار میں کردارِ زہرا کی جھلکیاں پورے وقار و تمکنت کے ساتھ نمایاں ہیں جناب زینب سلام اللہ علیہا کی سیرت سیرتِ زہرا سلام اللہ علیہا کا نقش جمیل ہے۔

جس دن جناب زینب سلام اللہ علیہا دنیا میں تشریف لائیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے آپ جب واپس تشریف لائے تو حسبِ معمول سب سے پہلے بیٹی کے گھر تشریف لے گئے جا کر دیکھا تو گلستانِ زہرا کی باعصمت شگفتہ کلی ماں کی گود میں لیٹی ہوئی ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بے حد خوشی کا اظہار فرمایا پھر ایک کھجور لے کر اُسے اپنے منہ مبارک میں ڈال کر چبایا اور پھر اس کا لعابِ دہن اپنی بیٹی کی بیٹی کے منہ میں ڈال دیا۔

اولادِ فاطمۃ الزہرا کی خوش نصیبی کا کون اندازہ کرسکتا ہے اور پھر آپ نے خود ہی بچی کا نام زینب تجویز فرمایا جس کا مطلب ہے زین اب زینب اب عربی میں اب باپ کو کہتے ہیں یعنی باپ کی زینت جیسے زین العابدین عبادت گذاروں کی زینت وآرائش کو کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بچی کو بغور دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اس کی شکل اپنی نانی جان خدیجہ الکبریٰ سے بہت زیادہ ملتی ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس بیٹی کا گھر بچوں کی رونق سے جنت کا ایسا ٹکڑا بنا ہوا ہے جس میں زندگی کی ہر راحت موجود ہو،

جنابِ زینب کبریٰ کے بعد ۷ ہجری میں جناب زینب کی چھوٹی بہن جناب اُم کلثوم تشریف لائیں آپ بھی اپنی ہمشیرہ کی پوری تصویر تھیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دو بچے جناب محسنؑ اور حضرت رقیہ علیہا السلام سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو عطا فرمائے مگر یہ بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے آپ نے تینوں بیٹیوں کے نام اپنی بڑی ہمشیرگان کے اسمائے مقدسہ کی ترتیب سے انہی کی یاد میں زینب اُم کلثوم اور رقیہ رکھے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ جناب محسن علیہ السلام آپ کے گھر پیدا نہیں ہوئے بلکہ نرینہ اولاد صرف حسن و حسین علیہما السلام ہی تھے لیکن یہ خیال قطعی طور پر نادرست اور غلط ہے جناب محسن علیہ السلام کی پیدائش مبارکہ پر اس قدر زیادہ روایات ہیں جن سے انکار کی کوئی صورت ہی نہیں۔

تاریخ و سیرت اور حدیث و فضائل کی کوئی بھی کتاب دیکھیں اس میں آپ کی مندرجہ ذیل اولاد پاک ہی مذکور ہے۔

الحسن والحسین و محسن و زینب و ام کلثوم و رقیۃ

باب

قوتِ پروردگار

پیشِ منظر

''بابِ قوتِ پروردگار'' کا آغاز غزوات رسول سے ہونے والا ہے زوریداللّٰہی کے کرشمے بعض کو مبہوت کردیں گے بعض کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے اور بعض کے ذہنوں کو بالکل ہی ماؤف کردیں گے۔

ذوالفقارِ حیدری کی برق اندازیاں نگاہوں میں چکاچوند پیدا کردیں گی، عقل خیرہ ہوجائے گی، دماغوں میں ارتعاش پیدا ہوگا، سوچ گم ہوجائے گی، ہوش وخرد کے جہان میں زلزلہ آجائے گا، حقیقتوں پر افسانوں کا گمان ہونے لگے گا، اور دلوں کی دنیا میں تو ایک عظیم انقلاب برپا ہوکر رہ جائے گا، بعض دل ڈوبنے لگیں گے، بعض کا قرار لٹ جائے گا، بعض تڑپ کر رہ جائیں گے، بعض میں بغض ونفاق کے لاوے اُبلنے لگیں گے، بعض میں حسد و عناد کی چنگاریاں سی اُٹھتی ہوئی محسوس ہوں گی اور بے شمار دل ایسے بھی ہوں گے جو ذوالفقارِ حیدری کی ضیاء پاشیوں سے منور ہوجائیں گے ان کے روشن اور پرنور گوشے مزید جگمگا اٹھیں گے، ان کی پاکیزگی میں مزید نکھار آجائے گا اور اُن کی طہارت مزید صیقل ہوجائے گی۔

ناقابل تردید حقیقت

مذکورہ بالا چند سطور ہم نے محض تخیّلاتی انداز میں یا پیش رفت کے طور پر نہیں لکھ دیں بلکہ یہ چودہ سو سال کی تاریخ کا ایک اجمالی خاکہ اور ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

اَب تک جو ہوتا آیا ہے اور ہو رہا ہے اس کو نظر انداز کیسے کیا جا سکتا ہے ہم نے ماضی اور حال کے مکمّل ترین تجزیہ کے بعد مستقبل کی جو تصویر تیار کی ہے اوپر کی سطروں میں اسی کا ایک مختصر ترین عکس ہے جو شخص بھی اپنے دل کے آئینہ میں جھانک کر دیکھے گا اسے اسی عکس کی جھلکیاں نظر آئیں گی۔

جناب حیدر کرار علیہ السلام کی ذاتِ ستودہ صفات کو خدا تعالیٰ نے جن عظمتوں اور رفعتوں کا آئینہ دار بنایا تھا اس کے پیش نظر یہ سب کچھ ہر گز ہر گز ناقابل فہم نہیں۔

آپ کی ذات مقدس حدِ خرد سے ماوریٰ

آپ کی صفات قدسیہ کا احاطہ ناممکن الامر

آپ کے اعزازات مخصوص

آپ کی شخصیّت منفرد

آپ کی خلقت وولادت سب سے الگ تھلگ

آپ کے مقامات کی ابتداء تک بھی رسائی حاصل کرنے سے عقلیں عاجز

آپ کا علم کائنات کے علوم پر محیط ایسے میں اگر آپ کی ذات متنازعہ فیہ نہ ہوتی تو کیوں ؟

تعجّب کیا ھے

لوگوں پر اگر شیرِ خدا علیہ السلام کے کارناموں سے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں تو اس میں تعجب کیا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ
فرمایا ہے کہ علی اگر تمام لوگ تمہاری محبت پر مجتمع ہو
جاتے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو پیدا ہی نہ فرماتا۔

لیکن ایسا نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا مشیّت کو اپنا کام پورا کرنا تھا خداوند قدوس جل وعلا کی حکمتوں کو ظاہر ہو کر ہی رہنا تھا۔

جناب آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ کی مسند پر سرفراز کرنے کے لئے اعزازی طور پر جو گنج گراں مایۂ عطا فرمایا گیا وہ مصطفٰے و مرتضٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام کا نور ہی تو تھا جسے دیکھتے ہی ابلیس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

پھر کیا اس آگ کو بجھا دیا گیا؟

نہیں مشیت تو خود اس آگ کو ہوا دینے پر تلی ہوئی تھی شیطان سرکشی پر آمادہ ہو کر فبما اغویتنی بکنے لگا غیرتِ الٰہیہ نے اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈال کر اسے ایک ایسی قوت بھی عطا کر دی جس سے وہ تا قیام

قیامت اپنے ساتھیوں میں اضافہ کرتا رہے۔

اور پھر شیطان پوری تندہی سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا جس تیزی سے شیطان کے بغض و عناد کی آگ میں حدت آتی گئی اتنی ہی تیزی سے جہنم کی آگ کے شعلے بھڑکنا شروع ہو گئے۔

یہ آگ نہیں بجھے گی

اب یہ آگ نہیں بجھے گی جنہیں جہنم کا ایندھن بننا ہے وہ بن کر ہی رہیں گے محبت علی کا واضح ترین مطلب اور صاف صاف معنی یہ ہے کہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہو کر مکین فردوس ہو جانا اور علی سے بغض رکھنے والے کی جگہ تو ازل ہی سے جہنم تجویز ہو چکی ہے، اس پر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر بھی لگ چکی ہے پھر اسے تبدیل کیسے کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں حضور سرور کونین جد الحسنین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس لئے ہی تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ علی جنت اور دوزخ کی تقسیم کا کام ہی تمہارے سپرد کیا جاتا ہے تاکہ تم خود ہی اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو جہنم رسید کر سکو۔

جو ہونا تھا وہ تو پہلے ہی سے ہو چکا ہے اس میں ترمیم نہیں کی جا سکتی البتہ زندگی کے آخری سانس تک راہ ہدایت کی طرف لوٹ آنا ممکنات میں سے ہے توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں مگر توبہ کی توفیق ہر کس و ناکس کو

کب نصیب ہے۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے

یہ بڑے نصیب کی بات ہے

حصولِ جنّت کا مدار

حب علی علیہ السلام وہ عظیم نعمت ہے جس پر حصولِ جنّت کا مدار ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے اور ہمہ وقت ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہے اور اس کا دل حضرت مولا علی علیہ السلام کی محبّت سے خالی ہو تو اسے یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ ہر گز ہر گز جنّت میں نہیں جا سکتا جنّت میں داخل ہونا تو کیا اُسے جنّت کی خُوشبو تک بھی نصیب نہ ہو گی اِس لئے کہ جنّت میں صرف وہی جا سکتا ہے جس کا دِل علی علیہ السلام کی محبّت سے معمور ہو اور جس کے دل میں علی علیہ السلام کی محبّت موجود ہو وہ علی علیہ السلام کی عظمتوں کا اعتراف کرنے میں کبھی پس و پیش نہیں کر سکتا۔

محبّت کیا چاہتی ہے ؟

محبّ کبھی اپنے محبوب پر اعتراض نہیں کر سکتا محبت تو اندھی اور بہری ہوتی ہے وہ تو والہانہ طور پر محبوب پر فدا ہونا جانتی ہے محبوب کے عیوب و نقائص نہیں تلاش کرتی۔

محبّت تو ادائے محبوب پر مر مٹنے کا نام ہے نہ کہ محبوب کی کمزوریاں اور خامیاں تلاش کرنے کا۔

محبّت کبھی گوارا نہیں کرتی کہ وہ خود ہی محبوب کو کمتر درجہ دے کر اپنے ارمانوں کا گلا گھونٹ لے۔

یہی وجہ ہے کہ حب دارانِ حیدر کرار علیہ السلام جب آپ کے عظیم کارنامے سنتے ہیں تو ان کے قلوب کو عجیب قسم کی راحت نصیب ہوتی ہے ان کی آنکھیں مسرت کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور ان کے روئیں روئیں سے خوشی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔

جب کہ اِس کے برعکس جن کے دل علی علیہ السلام کی محبت سے نا آشنا ہیں وہ ان عظیم کارناموں کو بھی جن پر نصوص قطعیہ شاہد عدل ہیں قصہ گو کذاب راویوں کی من گھڑت کہانی کا نام دے کر مسترد کر دیتے ہیں۔

شیطان کے قبضہ میں

ان کے بغض و نفاق کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے دل جلال و جبروتِ حیدری کے واقعات سن کر ڈوبنے لگتے ہیں ان کی عقل مکمل طور پر شیطان کے قبضہ میں ہوتی ہے جس کو معیار بنا کر وہ ضربت حیدری کا اندازہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

وہ زور یداللّٰہی کا اقرار و اعتراف کرنے سے اس لئے بھی قاصر ہیں

کہ وہ بنیادی طور پر بزدل ہیں ان کی حرام خوریوں اور حرام کاریوں نے ان کی غیرت ایمانی کا جنازہ نکال دیا ہے اور وہ حیاء کے سلسلہ میں بالکل قلاش ہو کر رہ گئے ہیں۔

علی کی اِنفرادیت

اگر چہ جناب امیر المومنین حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ہر واقعہ محیّر العقول ہے لیکن میدان کارزار میں آپ کی قوت و شجاعت کا ظہور آپ کا وہ اعزاز عظیم ہے جس پر روح مشیت بھی جھوم جھوم جاتی ہے اور سروشِ غیبی کی صورت میں فطرت کی آواز یوں گونج اٹھتی ہے کہ،

لَافتیٰ اِلاَّ علی لَا سَیف اِلاَّ ذوالفقار

علی اُن تمام شجاعانِ عرب میں بھی فردِ فرید تھے جن کی شجاعت کے قصّے ضرب المثل بن چکے ہیں۔

علی اُن تمام مقدس نفوس میں بھی واحد و یگانہ تھے جنہیں فاتحِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چنا ہوا تھا۔

علی اُن سب ہی میں بے مثال تھے جن کی تربیت سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔

علی اُن سب کی آنکھوں کا تارا تھے جنہوں نے بدر و احد اور احزاب و خیبر کی جنگوں میں سیفِ حیدری کی کاٹ کے مناظر کو دیکھا تھا۔

علی کے زورِ بازو کے وہ سب کے سب پورے طور پر معترف تھے جو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کمان میں جنگیں لڑا کرتے تھے بلکہ،

علی کے زورِ بازُو پر شجاعت ناز کرتی ہے

وہ کتنے خوش نصیب تھے

وہ لوگ بھی کتنے خوش نصیب تھے جن کو علی علیہ السلام جیسے شجاع اور بہادر کی رفاقت نصیب تھی تھی۔

جنہیں مُصطفےٰ و مُرتضیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے جمالِ جہاں آراء کی زیارت نصیب تھی اور جو مدینۃ العلم اور بابِ مدینۃ العلم کے ساتھ ساتھ سائے کی طرح چلتے تھے وہ ہرگز ایسے نہیں تھے جیسا کہ لوگوں نے انہیں سمجھ رکھا ہے۔

اُن میں سے کبھی کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں علی سے افضل واعلیٰ ہوں اور نہ ہی ان میں سے کسی کے دل میں بغض وعناد تھا اور وہ علی علیہ السلام سے بغض وعناد کس طرح رکھ سکتے تھے جب کہ ان پر بار بار واضح ہو چکا تھا کہ علی علیہ السلام سے بغض وعناد رکھنے والا منافق ہے۔

وہ منافق نہیں تھے لیکن ان کے دل میں یہ حسرت ضرور ہوتی تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے ملنے والے اعزازات زیادہ سے زیادہ تعداد میں حاصل کیے جا سکیں۔

لیکن جب کوئی مخصوص اعزاز حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دامن حیدر کرار میں ڈال دیتے تو ان کی آنکھیں فرطِ محبت و عقیدت سے بھیگ جاتیں اور ان کی نگاہوں میں مولا علی علیہ السلام کی قدر و منزلت مزید بڑھ جاتی جوں جوں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو اپنی کرم گستریوں نوازتے گئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں حضرت علی علیہ السلام کی عقیدت گھر کرتی گئی اور آپ سے محبت و مودّت کا رنگ مسلسل گہرا ہوتا گیا۔

وہ مبغوضانِ علی نہیں

وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ غزوات و سرایا میں ہمرکاب تھے ہرگز ہرگز مبغوضانِ علی نہیں تھے بلکہ وہ قطعی طور پر محبّان علی کے زمرۂ اوّلین کے لوگ ہیں۔

انہیں علی علیہ السلام سے سچی محبت تھی محبت ہی کیا انہیں علی علیہ السلام سے عقیدت تھی اور علی علیہ السلام ان سے محبت کرتے تھے وہ آپس میں پیکرِ خلوص تھے۔

ہم ان کی بات نہیں کرتے جو علی علیہ السلام سے نبرد آزما ہوئے ہم ان کی بات کرتے ہیں جو علی کے شریک کار تھے اور اس کی سب سے بڑی وجہ

یہ ہے کہ علی کا شریک کار ہونا بھی تو بہت بڑا اعزاز ہے علی کا شریک کار ہونا معمولی بات نہیں بلکہ یہ انتہائی عظیم اعزاز ہے اور پھر وہ لوگ تو دامنِ مصطفےٰ سے وابستہ بھی تھے اور دربارِ مصطفےٰ کی زینت بھی تھے۔

دربارِ مُصطفےٰ کی عطائیں

دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نامرادی کیسی وہاں تو سب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں پھر آپ کے غلام کیسے بامراد نہ ہوتے اس دربار گوہر بار میں آنے والا ہر شخص اپنی اپنی مراد کو پہنچا۔

الطاف واکرام کے خزانے سبھی پر کھلے ہوئے تھے سبھی کو نوازا جارہا تھا۔ سبھی کی حوصلہ افزائی ہورہی تھی اور سبھی کی تالیف قلبی فرمائی جارہی تھی دربارِ مُصطفےٰ کی زینت بننے والے لوگوں کو عوام النّاس میں کس طرح شمار کیا جاسکتا ہے۔

خُوش نصیب آنکھیں

اس آنکھ کی برابری کا دعویٰ کون سی آنکھ کرسکتی ہے جو محبوب کے جلووٗں سے آسودہ ہوتی ہو اس نگاہ بلند مرتبت کی کس طرح ہمسری ہوسکتی ہے جو رُخِ محبوب کی تجلیات سے بہرہ وَر ہوتی ہے۔

عبادت وریاضت کا سب سے بڑا ثمر یہی تو ہے کہ ہم نشینیٔ محبوب حاصل ہوجائے اگر یہ نہیں تو بتائیے اس کے سوا اور کس چیز کے حصول کے

لئے یہ ساری تگ ودو کی جاتی ہے جنت کے لئے؟

جنت بھی تو جلوۂ گاہ محبوب ہی کا نام ہے جنّت میں سے بڑی نعمت زیارت وہم نشینیِ محبوب ہی تو ہے رُخِ محبوب کی زیارت کو معمولی بات نہیں کہا جا سکتا یہ بہت بڑا اعزاز ہے اتنا بڑا اعزاز اور اس قدر عظیم انعامِ خداوندی جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا وہ بہت ہی خوش نصیب اور عظیم لوگ تھے جنہیں محبوب کی غلامی کے ساتھ ساتھ شرفِ ہم نشینی بھی حاصل تھا ان کے لئے تو قرآن مجید میں اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے پھر خدا تعالیٰ کو اپنے وعدوں سے کیسے منحرف کروایا جا سکتا ہے وہ تو مبشرِ اعظم کی بشارتوں سے مزّین تھے پھر ان کے تشخّص کو دھندلایا کیسے جا سکتا ہے۔

انہیں تو ہادیٔ برحق نے براہِ راست ہدایت کے راستوں پر گامزن کیا تھا پھر وہ بھٹک کیسے سکتے تھے وہ ہر لحاظ سے عظیم اور بابرکت لوگ تھے۔

وہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتخب شدہ افراد تھے۔

وہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے اور شمعِ رسالت کے پروانے تھے۔

وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جان کی بازی لگا دیا کرتے تھے بلکہ اشارۂ محبوب پر قربان ہونے کو زندگی کی سب سے بڑی سعادت متصوّر کرتے تھے۔

منافقین کی بات نہیں

منافقین کو چھوڑیئے وہ تو ہر قدم پر آپ کے جاں نثاروں کو دھوکا دیا کرتے تھے اس مقدّس طائفہ کے ساتھ منافقین کی مثال دینا اسلام سے اِنحراف اور قرآن وحدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے بلکہ ایمان ودیانت سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

شیطانی وسوسہ ہے

اِرتداد کرنے والوں کے ساتھ ان کی مثال دینا بھی ظلم عظیم ہے شیطانی وسوسہ اور تلبیس ابلیس ہے نفس کی چال اور حقائق سے گریز ہے منافقین مرتدین کے ساتھ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعلّق کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے۔

نور کو ظلمت سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش سوائے بربادی کے اور کیا ہے اس لئے کہ تو نور کو ظلمت کا نام دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ظلمت کو نور ثابت کیا جاسکتا ہے۔

صحابہ کی عظمت

محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمالِ جہاں آراء سے سرفراز ہونے والے لوگ بے مثال تھے ان کی مثال کہاں وہ کس قدر خوش نصیب لوگ تھے کہ اگر بیمار ہوتے حضور ان کی عیادت کو تشریف لے جاتے ان کی

تیمارداری فرماتے اگر کوئی دنیا سے جا رہا ہوتا تو محبوب کے جلوؤں میں گم ہو کر نزع کی تلخیاں بھول جاتا۔

وہ کتنے خوش مقدر تھے جن کو زندگی میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانسوں کی مشامِ جاں میں اُتر جانے والی خوشبوئیں میسّر تھیں اور مرتے وقت دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوائیں نصیب تھیں۔

وہ لوگ اس لئے بھی عظیم تھے کہ انہیں محبوب کبریا نے پسند فرما لیا تھا

صحابہ اس لئے بھی واجب التعظیم تھے کہ وہ اپنی زندگیوں پر محبوب کی زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔

صحابہ اس لئے بھی لائق صد احترام ہیں کہ وہ اپنی ہر خواہش کو رضائے محبوب کے تابع رکھتے تھے۔

صحابہ اس لئے بھی اچھائی سے یاد کرنے کے قابل ہیں کہ وہ سب سے اچھے کے ساتھی تھے۔

صحابہ اس لئے بھی تمام اُمت سے ممتاز ہیں کہ ان کو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان نثاری اور فداکاری کے مواقع نصیب تھے۔

صحابہ پر اس لئے ارتداد کی تہمت نہیں لگائی جا سکتی کہ انہیں عالمِ مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منتخب کیا تھا۔

صحابہ پر اس لئے بھی زبانِ طعن دراز نہیں کی جا سکتی کہ ان پر طعن کرنا بالواسطہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کرنا ہے۔

صحابہ کی اس لئے تنقیص نہیں کی جاسکتی کہ ان کی تعریف محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کی ہے اور خدا نے بھی۔

صحابہ کے افعال کا اس لئے بھی محاکمہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ براہِ راست مکتبِ رسالت کے تربیت یافتہ تھے۔

صحابہ کی اس لئے بھی تکریم ضروری ہے کہ ان کے شرف و کرامت پر قرآن وحدیث کی مُہر ثبت ہے۔

ان تمام امور کے ہوتے ہوئے بھی اس بات سے انحراف نہیں کیا جاسکتا کہ سب کے سب صحابہ کرام ایک جیسے نہیں اور نہ ہی سب کو ایک صف میں کھڑا کیا جاسکتا ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے راہِ راست پر ہرگز تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ایسا عقیدہ سرے سے قرآن وحدیث کے مخالف ہے۔

حقیقت یہ ھے

قُرآن وحدیث کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ نہ تو سب کے سب صحابہؓ کا مقام ایک جیسا ہے اور نہ ہی سب کی شان ایک جیسی ہے نہ ہی سب کا علم ایک جیسا ہے اور نہ ہی سب کی عقل ایک جیسی ہے نہ ہی سب کو انعامات ایک جیسے ملے ہیں اور نہ ہی سب کو اعزازات ایک جیسے حاصل ہوئے ہیں۔

آیات واحادیث کے تجزیہ سے جو نکھری نکھری اور صاف صاف

وضاحت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے جس جس کو سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کاری اور جاں نثاری کے زیادہ مواقع حاصل ہوئے اسی قدر ان کو اعزازات بھی حاصل ہوئے ہیں یا پھر یوں سمجھ لیجئے کہ جس کو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم نشینی کا زیادہ شرف حاصل ہوا وہ اتنا ہی زیادہ باکرامت قرار پایا اور یہی صورت اجتہاد کے معاملہ میں ہے جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو زیادہ سے زیادہ سنا اور سن کر ذہن میں محفوظ بھی رکھا وہ سب سے بڑا مجتہد قرار پایا اور جس کو کم شرف صحبت حاصل تھا اسے لائق اجتہاد نہ سمجھا گیا۔

ناقابلِ تردید حقیقت

بہر حال اس حلقۂ رحمت میں آنے والے کسی بھی شخص کو محروم و نامراد تو ہر گز نہیں کہا جا سکتا البتہ یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ دربار مُصطفٰے نے جس قدر اکتساب فیض کیا اسی قدر وہ صاحب تکریم ہے اور اس پر قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ شاہد عدل ہیں۔

جیسا کہ مہاجرین کو السابقون الاولون فرمایا گیا اور اصحاب بدر کی اصحابِ اُحد پر فضیلت قائم کی گئی اور ساتھ ہی اصحاب بدر کے لئے یہ اعزاز بھی مقرر فرمایا گیا کہ تم جو چاہو کرو تم پر کوئی گرفت نہیں خدا تعالیٰ کا عطا فرمودہ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس کی روشنی میں سینکڑوں اختلافی مسائل کو حل

کیا جا سکتا ہے اور پھر بعض کو دُنیا ہی میں قطعی جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی عطا فرمایا گیا جس میں دُوسرے لوگ شریک نہیں ہو سکتے اور یہ اَمرِ واقع اور بدیہی حقیقت ہے کہ تمام کے تمام صحابہ کرام ایک جیسے ہرگز ہرگز نہیں ہیں اور اگر کوئی سب کو ایک درجہ دینے پر تلا ہوا ہے تو یہ اس کی کم علمی اور جہالت کی دلیل صریح ہے بلکہ ایمان ویقین سے برگشتگی اور ملحدانہ سوچ ہے۔

مقام مولائے کائنات

سیدنا حیدر کرار مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی ذات اقدس نہ صرف السابقون الاولون کے زمرہ میں شامل ہے بلکہ آپ ان سب برگزیدہ لوگوں میں بھی اوّلین المسلمین اور اوّل المصلّین ہیں اور ان سابقون میں بھی مخصوص انفرادیت کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کسی نے بھی ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کیا چہ جائیکہ کوئی خود کو ان پر اپنی افضلیت قائم کرنے کا مدعی سمجھتا۔

دُعائے رسول کا اثر

علاوہ ازیں تاجدار ہل اتیٰ سیدنا حیدر کرار شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی لامتناہی قوتِ رُوحانیہ اور جسمانیہ کا خاص راز یہ بھی ہے کہ آپ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دُعا کا اثر ہیں جس میں آپ نے بارگاہ صمدیت میں یہ التجاء کی تھی کہ الٰہی علی کے ذریعہ سے میری امداد ونصرت

اور تائید وحمایت فرما۔

اور یہ دعا بھی تاجدارِ مدینہ شبِ اسریٰ کے دُولہا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بشارتِ عظمیٰ کے سلسلہ میں فرمائی تھی جس کو آپ نے شبِ معراج بچشمِ خود عرشِ اعظم پر مرقوم دیکھا تھا اور وہ بشارت یہ تھی کہ خداوند قدوس جل وعلیٰ نے روزِ ازل ہی سے عرشِ اعظم پر تحریر فرما رکھا ہے کہ ہم نے اپنے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِمداد و نصرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ سے فرمائی۔

ان تمام تر شواہد کے حوالہ جات تو آئندہ صفحات میں پیش کیے ہی جارہے ہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ جس قُوّتِ حیدری کا اظہار خُداوندِ قُدّوس جلّ مجدہٗ الکریم نے روزِ ازل ہی سے ایک نمایاں ترین خصوصیّت کی صورت میں کر رکھا ہو اور جس قوّتِ لامتناہی کے حصول کے لئے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بارگاہِ خداوندی میں دُعا فرمائیں اس قوّتِ یزدانی اور زورِ یداللّٰہی کے کرشمے اگر غیر آسودہ ذہنوں اور ناتمام عقول کے لئے ایک چیلنج بن جائیں تو اس میں تحیّر کا کون سا پہلو ہے۔

جو شخص قوّتِ خیبر شکن کو مؤرخین اور محدّثین کی افسانہ طرازیوں کا نام دینے پر تلا ہوا ہے اس کے لئے سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ۔

تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

حقیقت یہ ہے کہ علی کے زورِ بازو کی داستان پڑھنے کا شوق ہو تو

ریگذارِ بدر کے چمکتے ہوئے ذرّات کی پیشانیوں پر لکھی ہوئی تحریروں کو دیکھو جو چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود آج بھی اہلِ نظر مسلمانوں کے لئے دعوتِ جہاد کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں علی کی شجاعت کا حال معلوم کرنا ہے تو اُحد و اَحزاب کے سنگستانوں سے رجوع کرو علی کے جلال و جبروت کی جلوہ فشانیاں دیکھنا ہوں تو خیبر کے قلعہ کے لرزتے ہوئے بام و دَر میں دیکھو۔

کبھی دِیوار ہلتی ہے کبھی دَر کانپ جاتا ہے
علی کا نام سُن کر اَب بھی خیبر کانپ جاتا ہے

پیش منظر ختم ہوا قارئین اَب قوّتِ حیدری اور زورِ یداللّٰہی کے وہ ہوشربا مناظر دیکھیں جن کا ذکر ہم نے شروع میں کیا تھا۔

علمبر دارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یُوں تو بروزِ قیامت بھی تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''پرچم تعریف'' یعنی لوائے الحمد کو اٹھانے والے بھی تاجدارِ اَولیاء جناب علی علیہ السلام ہی ہیں تاہم اس دنیا میں بھی اکثر جنگوں میں آپ کے علمبر دار جناب علی علیہ السلام ہی مقرر ہوئے۔

وکان اللواء فی اکثر المشاهد.

﴿الاصابہ ص ۵۰۱ ج ۲﴾

جناب مولائے کائناتؑ جب ایک ہاتھ میں علم اور دوسرے ہاتھ میں سیفِ حیدری کو لہراتے ہوئے صفِ جنگاہ میں آتے تو دُشمنوں پر لرزہ طاری ہو جاتا۔

اور پھر جب سیفِ حیدری اپنی کاٹ شروع کرتی تو کفّار کی صفوں کی صفیں درہم برہم ہو جاتیں اور افواجِ کفار پر قہرِ الٰہی کی بجلیاں ٹُوٹ پڑتیں۔

جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوائے غزوۂ تبوک کے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمان میں تمام تر غزوات میں بھی بھرپور حصہ لیا

اور متعدد سرایا میں بھی جرات و جوانمردی کے جوہر دکھائے۔

وشهد مع النبی صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم سائر المشاهد الا تبوک فانه صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم استخلفه المدینة.

﴿صواعق محرقه ص ۱۲﴾

حقیقت یہ ہے کہ تمام تر غزواتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مسلمانوں کی کامیابی اور کامرانی کا سہرا جنابِ حیدر کرار علیہ السلام کے سر پر ہی سجا ہوا نظر آتا ہے۔

ارشادِ مولا علیؑ

جنگِ بدر میں اپنی بہادری اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صُحبت اور رفاقت پر فخر و مباہات کرتے ہوئے جناب حیدر کرّار علیہ السلام نے فرمایا۔

کیا اہلِ جاہلیّت یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم گھوڑوں پر سواری کرنے میں ان کے مثل نہیں ہیں؟

جب اہلِ بدر سے ملو تو میرے اندازِ قتال کے متعلّق ان سے پوچھو میں نے کتنے ہمسروں کو دَوران جنگ قتل کیا۔

ہم وہ لوگ ہیں جو لڑائی کو عار نہیں سمجھتے اور نیزہ بازی کے وقت رُخ نہیں پھیرتے۔

یہ پیغمبر خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو ہمارے درمیان چودھویں رات کے چاند کی طرح ہیں اِنہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دُشمنوں کو رُسوا کر کے بھگا دیا۔

اتحسب اولاد الجهالة اننا

على الخيل لسنا مثلهم فی الفوارس

فسائل بنی بدر اذ ما لقيتهم

بقتلی ذوی الا قران يوم التمارس

و انا اناس لا نری الحرب سية

ولا ننثنی عند الرماح المداعس

وهذا رسول الله كالبدر بيننا

به كشف الله العدی بالتنا كس

﴿دیوان علی علیہ السلام ص۹۱﴾

باب

غزوۂ بدر

اور حیدر کرار

غزوۂ بدر

چونکہ ہم یہ کتاب محض جناب علی علیہ السلام کی سیرتِ مقدّسہ پر تحریر کر رہے ہیں اِس لئے تمام غزوات وسرایا کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے پوری جنگ کا اجمالی خاکہ پیش کریں گے اور صرف انہیں واقعات کو نمایاں کرنے پر اکتفا کریں گے جن کا تعلق جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ذاتِ گرامی سے ہوگا۔

اِس وضاحت کے بعد ہم کُفر و اسلام کی پہلی با قاعدہ لڑائی غزوۂ بدر کی اجمالی تصویر پیش کرتے ہیں۔

اسلام اور کُفر کے مابین یہ پہلی با قاعدہ جنگ ہے جس کے نتائج نے کفّارِ مکہ کو ہی نہیں بلکہ پورے عرب کے کفار و منافقین کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اسلام چند غرباء و مساکین افراد پر مشتمل ایک ٹولی کا نام نہیں بلکہ ایک ناقابلِ تسخیر قوت کا نام ہے اور اسلام کا ہر فدائی ایک ناقابلِ شکست آہنی چٹان کی حیثیت رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جنگِ بدر مسلمانوں اور کافروں کے مابین ایک ایسی فیصلہ کن جنگ تھی جس کے نتائج بعد میں ہونے والی تمام

جنگوں پر منتج ہوئے۔

ایک طرف تو کفّار مکہ مُسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنے کی تیاریوں میں پُوری قوّت صرف کر دینے پر تلے ہوئے ہیں اور دوسری طرف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اہلِ اسلام پر احکام جہاد کا نزول ہو چکا ہے۔

اِس فیصلہ کن جنگ میں کفّارِ مکہ نے اپنی پُوری قوّت کو جھونک دیا تھا عرب کے جرّی ترین بہادروں اور جیالے نوجوانوں کے علاوہ تمام صنادید قریش ہبل کے سامنے فتح یا موت کا عہد کر کے اُعلُ ھبل کے نعرے بلند کرتے ہوئے میدان کارزار میں کود ے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ نسلی عصبیت کو ابھارنے اور ان کی غیرت کو للکارنے کے لئے ان کی وہ عورتیں بھی ساتھ آئی تھیں جن کے طعنوں کے اہداف بننے کے بجائے وہ لوگ مرجانے کو کہیں بہتر خیال کرتے تھے۔

علاوہ ازیں اس جنگ میں کفّار و مشرکین مکہ نے عمرو بن عبد ود اور نوفل بن خولید جیسے ایک ایک ہزار نوجوانوں پر بھاری شجاعانِ عرب کو بھی ساتھ شامل کیا ہوا تھا مختصر یہ کہ کفار و مشرکین مکہ کا یہ لشکر سپاہیوں کا نہیں بلکہ ایک ہزار سپہ سالاروں کا لشکر تھا ایسا لشکر جرار جس کا ہر فرد جنگی چالوں کا ماہر اور شجاع ترین ہو۔

اِس پر مستزادیہ کہ اس کی کمان ابو سفیان اور ابو جہل جیسے متعصب

ترین اور ظالم لوگوں کے کے ہاتھوں میں تھی افواجِ کفّار مسلح بھی تھیں اور تعصّب زدہ بھی ان کے پاس گھوڑے بھی تھے اور سامانِ حرب بھی وہ لوگ آہنی زرہوں اور فولادی خودوں میں ڈوبے ہوئے تھے جبکہ اس کے بالعکس دوسری طرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائیوں کی تعداد اس لشکر کے مقابلہ میں ایک تہائی سے بھی کم تھی ثقہ روایات کے مطابق لشکر اسلام کے پاس جو سامان تھا اس کی تعداد یہ تھی۔

گھوڑے ۲ عدد

زرہیں ۴ عدد

شمشیریں ۸ عدد

اونٹ ۶۸ یا ۷۰: متفق علیہ

علاوہ ازیں فدایانِ رسول کے پاس جو اسلحہ تھا وہ کھجوروں وغیرہ کے ڈنڈوں چند نیزوں اور تیر کمانوں پر مشتمل تھا۔

اگر ہمیں موضوع سے قریب تر رہنا مقصود نہ ہوتا تو دنیا کی اس تحیر انگیز جنگ کے نتائج وعواقب پر نہایت خوبصورت اور کار آمد تبصرہ پیش کرتے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں اس اسلامی جیش کی تعداد تین سو سے کچھ زائد افراد پر مشتمل تھی مگر ان کے پاس بار برداری اور سواریوں کے لئے جو اونٹ وغیرہ تھے ان کی تعداد ستر سے زیادہ نہیں تھی حالانکہ مقام بدر مدینہ

منورہ زاداللہ شرفھا سے تقریباً ایک سو میل کی مسافت پر ہے۔

صحابہ کرام کا جذبہ

مجاہدین اسلام اس بے سرو سامانی کے باوجود پورے عزم و استقلال اور مکمل وقار کے ساتھ جانب منزل رواں دواں ہیں ان میں کچھ لوگ پا پیادہ بھی ہیں اور کچھ اونٹوں پر سوار ہیں حالت یہ ہے کہ ایک اونٹ پر دو سے تین آدمی بیٹھ کر سفر کر رہے ہیں مگر ان کے چہروں پر بشاشت ہے دلوں میں ولولہ ہے خیالوں میں نُور ہے ہر مجاہد کو کامل طور پر یقین ہے کہ فتح اس کے قدم چومنے کے لئے بے قرار۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قائدانہ صلاحیتوں اور وقارِ نبوت نے اسباب عسکریت کے فقدان کے باوجود لشکر اسلام کو ایک مخصوص دلکشی عطا فرما رکھی ہے ایک ایسا حُسن دے رکھا ہے جس کی ضیاء پاشیوں نے ملائکہ کی نگاہوں کو بھی خیرہ کر دیا بہر حال یہ لشکر بے مثال تھا اور بقول حضرت حفیظ جالندھری۔

یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

علی نبی کے ساتھ ہے

آغازِ سفر ہوا تو صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین ایک دوسرے کو ساتھ ملا کر اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو گئے لیکن حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ساتھ بٹھانے کے لئے جسے منتخب کیا وہ علی علیہ السلام تھے۔

اھل اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم
یومئذ سبعین بعیرا فاعتقبو ھا فکان رسول اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب،

﴿سیرت ابن ھشام ج ۲ ص ۲۳ سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۸۳﴾

یُوں تو سارے صحابہ ہی خُوش بخت تھے
پر علی کے مقدّر کی کیا بات ہے

سفر وسیلۂ ظفر

علی المرتضٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اِس طرح بیٹھے ہوئے ہیں کہ آپ کا پُر نور سینہ حضور رحمۃ للعالمین کی پُشت مبارک سے ملا ہوا ہے جب ناقۂ مصطفٰے چلتی ہے تو سینۂ مرتضٰی مُہرِ نبوّت کے بوسے لینا شروع کر دیتا ہے اور مُہرِ نبوّت سے نکلنے والی نُور بیز شعاعیں براہِ راست حیدرِ کرار علیہ السلام کے قلبِ اطہر پر منعکس ہو رہی ہیں اِدھر علی علوم رسالت اور معارف نبوّت اپنے دل میں سمیٹتے جا رہے ہیں اور اُدھر

مدینہ منورہ سے مقام بدر تک کا راستہ سمٹتا جا رہا ہے اور اِس طرح منزل پر منزل طے کرتے کرتے جیش مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فروکش بدر ہو گیا۔

میدان بدر کا منظر

دیگر بے شمار واقعات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ہم اپنے قارئین کو میدانِ بدر میں لے چلتے ہیں جہاں ایک طرف تو کفارانِ عرب نہ صرف ابلیسی قوت پر نازاں ہیں بلکہ تصوّراتی فتح کے نشہ میں سرشار ہو کر اسلام کی بے سرو سامانی کو بھی حقارت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور دوسری طرف حقیقی فتح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیالوں کے قدم چُومنے کو بے تاب ہوئی جاتی ہے۔

مسلمان انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ دربارِ خداوندی سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے ہیں حضور سرورِ کونین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار بارگاہِ ایزدی میں سر بسجود ہو رہے ہیں۔

فرشتے مسلمانوں کی حمایت و نصرت کے لئے میدان بدر میں پہنچنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔

شیطان کے اشاروں پر ناچنے والا ابو جہل جی ہی جی میں خوش ہو رہا ہے کہ آج اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملیا میٹ کر دوں گا اسے اپنے بہادروں کی طاقت پر ناز ہے اپنی کثرت اور اسلحہ پر فخر ہے مگر محمد

عربی اور آپ کے ساتھیوں کو اگر بھروسہ ہے تو صرف خالقِ کائنات کی نصرت وامداد پر ہے وہ اگرچہ بے سروسامان اور قلیل التعداد تھے مگر دشمن کی مسلح اور کثیر فوجوں سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں تھے ان کے دل نشہء شہادت سے جھوم رہے تھے۔

شاہین کے لئے شاہین

سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لشکر کو ترتیب دیتے وقت فنِّ سپہ گری کے ہر اصول کو پیشِ نظر رکھا حتیٰ کہ آپ نے قبائل کے مختلف پرچم بنائے اور ان کے سرداروں میں تقسیم کر دیئے۔

ثِقہ روایت کے مطابق آپ نے صرف دو سیاہ پرچم بنائے ان میں سے ایک انصار کے نمائندوں کو دے دیا اور دوسرا مہاجرین کی طرف سے جنابِ حیدر کرار علیہ السلام کو مرحمت فرمایا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ مہاجرین کو ملنے والا علَم جناب مصعب بن عمیر کو دیا گیا تھا لیکن یہ غلط محض ہے صحیح اور صحت مند روایت کے مطابق مہاجرین کا پرچم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرماتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پرچم کا نام ہم نے العقاب تجویز کیا ہے۔

﴿۱﴾ وکان امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رأستان سو دا وان احد اهما لعلی یقال لها

"العقاب"

﴿سیرت ابن هشام مع روض الانف سهیلی ج۲ ص ۶۳﴾

﴿سیرت حلبیه ج۲ ص۳۸۲﴾

﴿۲﴾ مہاجرین کے علمبردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے اور یہی صحیح ہے بعض نے مصعب بن عمیر کو علمبردار کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔

﴿تفسیر مظہری ج۲ ص ۱۸۷﴾

﴿۳﴾ ومما یوید الرو ما جاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعطی علیا کرم اللہ وجھه الرایة یوم بدرو ھو.

﴿ابن عشرین سنة سیرت حلبیه ج۲ ص ۳۸۲﴾

احدا ھما مع ابن ابی طالب کرم اللہ وجھه الی و یقال لھا العقاب وکانت من مرط لعائشة.

﴿سیرت حلبیه ص۳۸۲﴾

حضرت عائشہؓ کی چادر کا پرچم

سبحان اللہ ! دشمنوں پر عقاب کی طرح جھپٹنے والے اللہ کے شیر کے پرچم کا نام بھی عقاب ہی رکھا گیا روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیار کیا جانے والا عقاب نامی پرچم اُم المومنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر مبارک سے بنایا گیا

تھا۔﴿واللہ اعلم﴾

حسینوں کے لشکر کے پرچم بردار قائد الغرا لمحجلین سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیاہ پرچم کو فضا میں لہرایا تو یوں معلوم ہوا کہ یا تو نور و نگہت میں نہائی ہوئی کلیوں کا کوئی بھونرا طواف کر رہا ہے اور یا پھر حُسن و جمال کے بہتے ہوئے دریا کی لہروں کو چومنے کے لئے ابر سیاہ کا ٹکڑا مچل مچل جاتا ہے۔

دونوں طرف کے لشکر تیار ہو چکے ہیں) ابو جہل اور ابو سفیان نے جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے تین انتہائی شہ زور اور جنگجو افراد کا انتخاب کر لیا یہ تینوں ایک ہی خاندان کے فرد تھے جو اپنی قوت اور مہارت کے نشہ میں اور آہنی زرہیں پہنے اور تلواروں کو لہرے دیتے ہوئے میدان میں آ گئے۔

کفر کا پہلا بلاوا

یہ تینوں عتبہ بن ربیعہ اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا سگا بھائی شیبہ بن ربیعہ تھے ان تینوں نے میدان میں آتے ہی "ھل من مبارز" کا نعرہ بلند کیا۔

یعنی ہے کوئی جو ہمارے مقابلہ کے لئے میدان میں آئے روایات میں آتا ہے کہ کافروں کی طرف سے جنگ کی یہ پہلی با قاعدہ للکار تھی کہ ہمارا مقابلہ کرو ان کی للکار پر لشکر اسلام سے ایک ہی خاندانِ انصار کے تین جانباز

مجاہد جناب معوذ و معاذ اور عوف بن عفراء میدان کارزار میں اُترآئے۔

کافروں نے ان کا تعارف چاہا تو انہوں نے اپنے نام بتادیئے ان کا اور ان کے قبیلہ کا نام سن کر انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو واپس جاؤ اور ہمارے مقابلہ کے لئے ہمارے ہی قبیلہ قریش کے جوان مردوں کو بھیجو انصاری نوجوانوں نے واپس جا کر یہ سب کچھ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا یا علی یا حمزہ یا عبیدہ اُٹھو اور دشمنوں کی للکار کا جواب دو ارشاد پیغمبر سنا تو یہ تینوں شیر دل مجاہد چشم زدن میں کافروں سے مقابلہ کے لئے میدان میں پہنچ گئے جنہیں پہچان کر انہوں نے کہا ہاں تم ہماری شان کے لائق ہو۔

تینوں ہاشمی شہزادے سامنے آئے تو عتبہ نے اپنے بیٹے ولید کو وار کرنے کی ترغیب دی ولید بن عتبہ نے پوری قوت سے حملہ کیا اس کے مقابل میں جناب شیرِ خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے آپ نے اس کا وار خالی دے کر سیفِ حیدری کو فضا میں لہرایا شمشیرِ حیدری برق کی طرح چمکی اور ولید کی گردن میں اُتر گئی۔

عتبہ نے اپنے بیٹے کو قتل ہو کر گرتے دیکھا تو غضب ناک ہو کر جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کر دیا آپ نے بھی اس کے حملہ کو روک کر تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ اسے بھی اس کے بیٹے کے پاس پہنچا دیا۔

اِدھر یہ دونوں باپ بیٹا واصلِ جہنم ہو چکے ہیں اور اُدھر شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیا جناب عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمام لشکر میں سب سے پہلے زیادہ کبیر السن تھے شیبہ نے آپ کے پاؤں پر وار کیا تھا جس سے آپ کی پنڈلی لکڑی کی طرح چر گئی اور گوشت کا لوتھڑا جسم سے الگ ہو کر ہڈی کے ساتھ لٹک گیا اِس کے باوجود جناب عبیدہ رضی اللہ عنہ، شیبہ کے پے در پے حملوں کا پُوری جرأت و بہادری سے دفاع کر رہے تھے ولید اور عتبہ کو قتل کرنے کے بعد جناب حمزہ اور حضرت علی نے بیک وقت عبیدہ کی طرف دیکھا اپنے ساتھی کو زخمی حالت میں دیکھ کر دونوں کی آنکھوں میں خُون اتر آیا اور پھر اللہ کے دونوں شیروں کی تلواریں ایک ساتھ فضا میں بلند ہوئیں اور ایک ہی لحظہ میں شیبہ کا بھی خون چاٹ گئیں۔

جنگ کا حسین آغاز

کفر اور اسلام کے مابین پہلی باقاعدہ جنگ کا آغاز اس حسین انداز سے ہوا کہ رُوحِ دو عالم وجد کناں ہو گئی،

حُسنِ فطرت پر نکھار آ گیا

حق و انصاف کا سر فخر سے بلند ہو گیا

ظُلم و جبر کے چہرے پر مُردنی چھا گئی

صداقت کا سینہ خُوشی سے تن گیا

باطل کا سر ندامت سے جھک گیا

فرشتے وجد میں آ کر نعرۂ تکبیر بلند کرنے لگے

شیطان سر پیٹنے لگا

اسلام کے چہرے پر تازگی آ گئی

کفر و باطل کے رُخ پر ہوائیاں چھُوٹنے لگیں

کُفر و شرک کی ظلمتوں کے بادل چھٹنے لگے

مشیّت کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی

صحابہ کے چہروں پر مسرّت کی لہر دوڑ گئی محمد عربی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے اور تینوں جانبازوں کے لئے آپ کے لبوں پر دعائیں مچلنے لگیں ذاتِ خداوندی کو ذوق آ گیا اور فرمایا۔

یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کے بارے میں جھگڑا کیا

﴿القرآن﴾ هٰذانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِيْ رَبِّهِم

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۶۵﴾﴿مغازی الرسول واقدی ج ۱ ص ۱۰۹﴾

﴿الوفا ابن جوزی ص ۶۷۹﴾﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۲﴾

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ دربارِ خداوندی میں قیامت کے دن جو سب سے پہلے مقدمہ پیش ہوگا۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ قال اول من یجثو بین یدی الرحمن للخصومة یوم القیامة قال قیس بن عبادة و فیهم نزلت هذه الآیت هذان خصمان

اختصموا فی ربهم.

﴿بخاری ج ۲ ص ۲۹۴﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۲﴾

وہ میرا ہی مقدمہ ہوگا دیگر راویان کے مطابق بھی اسی امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ بروز قیامت پورے اسلام اور پورے کفر کی طرف سے مندرجہ ذیل چھ آدمی پیش ہوں گے۔

﴿اہل اسلام﴾

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

عبیدہ ابن حارث رضی اللہ عنہ

﴿اہل کفر﴾

شیبہ بن ربیعہ

عتبہ بن ربیعہ

ولید بن عتبہ

قُوّتِ حَیدری

جناب حیدر کرار علیہ السلام اور آپ کے دونوں ساتھیوں کے لئے خداوندِ قدوس کی طرف سے یہ اعزاز معمولی بات نہیں کہ خُود خالق کائنات قیامت تک کے لئے عرش وفرش والوں میں اعلان فرمادے کہ یہ،

بندے مِرے دُنیا سے خفا میرے لئے تھے

بہر حال اِس معرکۂ عظیم کے بعد کفار مکہ کے ڈُوبتے ہوئے دِلوں میں غم وغصہ کی چنگاریاں سی جلنے بجھنے لگیں اور اُنہوں نے لشکرِ اسلام پر عام حملہ کی صورت میں دھاوا بول دیا تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں اگرچہ اہلِ اسلام کے پاس اسلحہ کی انتہائی کمی تھی تاہم ہراول کے دستوں نے جن میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جیسے شیرِ جرّار موجود تھے کفار کے حملوں کا دفاع بھی کیا اور ان پر بڑھ بڑھ کر حملے بھی کئے جناب شیرِ خُدا مُرتضیٰ مُشکِل کُشاء مَولائے کائنات سیدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کی تلوار برق بار دشمنوں کو چیرتی چلی جارہی تھی اوران کے کشتوں کے پشتے لگتے جارہے۔

آپ پُوری قوّت سے دشمنوں پر ٹُوٹ پڑے تھے جو بھی آپ کی تلوار کی زد پر آتا واصلِ جہنّم ہو جاتا جناب علی علیہ السلام کے ذَوقِ شُجاعت نے پورے میدان کو گھیرے میں لے رکھا تھا آپ کسی ایک سمت کا تعیّن کر کے

یاایک جگہ پر کھڑے ہو کر نہیں لڑ رہے تھے بلکہ آپ اس عالم میں بھی اپنی عقابی نگاہوں سے پورے میدان کا جائزہ لے کر جدھر بھی دشمنوں کا دباؤ بڑھ رہا ہوتا اسی طرف آنکھ جھپکنے سے پہلے پہنچ جاتے اور دشمن کی صفیں درہم برہم کر دیتے۔

دادِ شجاعت اور زیارت مصطفےٰ

اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ آپ مسلسل تلوار بھی چلاتے جاتے اور واپس آکر تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی کرتے جاتے

ثقہ روایت کے مطابق آپ خون میں نہائی ہوئی تلوار سمیت تین بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور ہر بار یہ دیکھ کر اطمینان سے واپس چلے گئے کہ آپ سجدہ کی حالت میں ہیں اور شمع رسالت کے پروانوں نے آپ کے گرد اگرد اپنے جسموں کا حصار بنا رکھا ہے اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برہنہ تلوار لئے سائے کی طرح اُن کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

"نقل است کی حضرت ولایت پناہ یعنی مرتضیٰ
علی کرم اللہ وجہہ الکریم گفت سہ بار از معرکہ بیرون
آمدہ بعریش رفتم تا از رسول اللہ خبرے گیرم ہر بار آں
سرور را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در سجود یافتم"

﴿مدارج النبوہ ج ۲ ص ۵۱﴾

تیغِ جوہر دار

بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنگ بدر میں مُسلمانوں کے دِلوں میں سکینہ اُتارنے اور کافروں کے دلوں پر ہیبت طاری کرنے کے لئے فرشتوں کا لشکر جناب جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کی قیادت میں بھیجا تھا اور یہ یقینی بات ہے کہ اس نورانی مخلوق کو دیکھ کر کفار کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے تھے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بڑے بڑے جری ترین صنادید قُریش کی گردنیں اُتارنے کا فریضہ جناب حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تیغ جوہر دار نے ہی ادا کیا۔

اس جنگ میں کفّار مکہ کے کل ستّر آدمی قتل ہوئے جن میں جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کی تعداد اختلاف روایات کے ساتھ ایک تہائی یا نصف ہے۔

جنگِ بدر میں جو مُسلمانوں کو کامل فتح نصیب ہوئی اس میں جناب علی علیہ السلام کا سب سے زیادہ حصّہ ہے یہی وجہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جنگ بدر کے اختتام پر صحابہ کرام سے پُوچھا کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو انہوں نے بیک زبان عرض کیا کہ آپ ہیں۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ انہ قال لجمع من الصحابہ اخبرو نی عن اشجع الناس ؟ قالو انت "

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۹۴﴾

علاوہ ازیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جناب علیؑ کے ہاتھوں قتل ہونے والے معمولی سپاہی نہیں بلکہ جرّی اور بہادر ترین لوگ تھے ان صنادید قریش کی اتنی بڑی تعداد کو ایک ہی معرکہ میں قتل کرنا معمولی بات نہیں جن میں نوفل بن خولید جیسے لوگ موجود تھے۔

جناب رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم کو جب لشکرِ کفّار میں نوفل بن خولید کی موجودگی کی اطلاع ملی تو آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ یا اللہ نوفل سے ہماری کفایت فرما۔

اور جب اللہ تبارکؐ وتعالیٰ نے مُسلمانوں کو شاندار فتح نصیب فرمادی تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو ہمیں نوفل بن خولید کے بارے میں کچھ بتائے۔

جنابِ علی علیہ السلام نے فرمانِ نبوی سُنا تو نہایت اَدب سے عرض کیا ! یارسول اللہ میں نے اُسے قتل کر دیا، یہ سُن کر آپ نے فرمایا !

"اللہ اکبر" اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہماری دُعا قبول فرمائی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

وچوں بمجلس شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم رسید از آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است

دُعا فرمود کہ می گفت ہیچ کس از حال نوفل بن خولید
خبرے دارد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت کہ من اُورا کشتم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر گفت وفرمودہ الحمد
للہ الذی اجاب دعائی۔

﴿ معارج النبوۃ جز ۴ ص ۵۳﴾

عن الزهری قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله
وسلم یوم بدر اللهم اکفنی نوفل بن خولید ثم قال من
له بنوفل فقال علی انا قتلته یارسول الله فکبر وقال
الحمد لله الذی اجاب دعوتی فیه.

﴿ خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۰۵ ﴾

﴿ مغازی الرسول واقدی جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ ﴾

﴿ سیرتِ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ ﴾

مُختصر یہ کہ جنگِ بدر میں جرأت و بہادری کا جو بے مثال مظاہرہ جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا وہ انہی کا حصّہ تھا اور کوئی دُوسرا اس میں شریک نہیں۔

نوفل بن خولید معمولی بہادر تو نہیں ہوگا جس سے عافیّت کے لئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خُود دُعا مانگتے ہیں، ایسے شخص کو قتل کرنا یقیناً ہر کس و ناکس کا کام نہیں تھا اور پھر نوفل جیسے دیگر متعدّد بہادروں کا قلع قمع کرنا یہ زورِ اسد الٰہی کا ہی کام تھا۔

اندازہ فرمائیں کہ جو شخص اکیلا دُشمن کے اتنے آدمیوں کو قتل کر دے جتنے لوگوں کو پُورے جیشِ اسلامی نے مل کر قتل کیا ہو تو اُس کو دُوسروں پر کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے اور اُس پر دُوسروں کو کس طرح قیاس کیا جا سکتا ہے یہ تو قدرت کا انعام ہے جسے ملا مل گیا، اس میں عقل اور فلسفے کو کیا عمل دخل ہے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں بعض روایات ایسی بھی موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ جنابِ علی علیہ السلام اکیلے نے قریش کے ۷۰ میں سے ۳۵، ۳۶ آدمیوں کو قتل کیا۔

تاہم ستّر میں سے ۲۲، ۲۴ آدمی قتل کرنے پر تو سیرت نگاروں کا تقریباً اجماع ثابت ہے بلکہ علاّمہ واقدی نے کہا ہے کہ جنگِ بدر میں مارے جانے والے جن مقتولانِ قُریش کے نام ہم تک پہنچے ہیں اُن کی تعداد اُنچاس ہے اور اُنچاس آدمیوں سے جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام اکیلے نے بائیس آدمیوں کو قتل کیا ہے اور اُن بائیس ۲۲ آدمیوں کے نام جو علاّمہ واقدی نے تحریر کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

﴿۱﴾ حنظلہ بن ابوسفیان

﴿۲﴾ عاص بن سعید

﴿۳﴾ شیبہ بن ربیعہ

﴿۴﴾ ولید بن عتبہ

﴿۵﴾ عامر بن عبداللہ

﴿۶﴾ حارث بن ربیعہ

﴿۷﴾ عقیل بن الاسود

﴿۸﴾ نوفل بن خولید

﴿۹﴾ نفر بن حارث

﴿۱۰﴾ زید بن للیص

﴿۱۱﴾ بنی تیم

﴿۱۲﴾ یزید بن تمیم

﴿۱۳﴾ حرملہ بن عمرو بن عتبہ

﴿۱۴﴾ ابوقیس بن ولید

﴿۱۵﴾ مسعود بن ابی امیہ

﴿۱۶﴾ عبداللہ بن ابی رفاعہ

﴿۱۷﴾ عاجز بن سائب بن موئمر

﴿۱۸﴾ اوس بن مغیرہ

﴿۱۹﴾ منبہ بن الحجاج

﴿۲۰﴾ بنیہ بن الحجاج

﴿۲۱﴾ عاص بن منبہ

﴿۲۲﴾ ابوالعاص بن قیس

﴿مغازی الرسول واقدی صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲﴾

علاّمہ عبدالکریم خطیب مصری اپنی کتاب ''علی بن ابی طالب'' میں لکھتے ہیں۔

مؤرخین کا اس پر اجماع ہے کہ جناب حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ بدر کے دن میں ستر میں سے بائیس صنادید قریش کو واصلِ جہنم کیا۔ عربی متن یہ ہے۔

ویکاد یجمع المؤرخون علی ان قتلی علی فی هذا العدد اثنان وعشرون قتیلا ولا تختلف الروایات کثیرا فی هذا العدد ولا فی اسماء المقتولین المضافین الاعلی.

﴿علی ابن ابی طالب صفحه ۱۳۱ مطبوعه مصر﴾

ذُوالفقار حَیدری

زورِ یداللّٰہی کا کُھلے مَیدان میں یہ پہلا مظاہرہ تھا جس نے دُنیا والوں کو حیران کردیا، جنابِ حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار سے قتل ہونے والے اکیسویں شخص کا نام عاص بن منبہ ہے۔ آپ نے اُسے قتل کرنے کے بعد اُس کی تلوار پر بھی قبضہ کرلیا،

وہ عجیب وضع کی دندانے دار تلوار تھی جنابِ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے وہ تلوار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کردی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہایت پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اُس تلوار کو اپنی

ملکیت میں لیا اور پھر جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی ہبہ کر دی یہی وہ تلوار تھی جس کا نام "ذوالفقار" ہے۔

﴿۱﴾ کان للعاص بن منبه قتله علی صبرا واخذ سیفه ذوالفقار فکان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فوهبه لعلی.

﴿تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحه ۹۲﴾

﴿۲﴾ عن ابن عباس ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تنفل سیفه ذوالفقار یوم بدر.

﴿۳﴾ عن علی قال کان اسم سیف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ذوالفقار کان سیفا منبه بن الحجاج السهمی اتخذه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوم بدر.

﴿الوفا ابن جوزی صفحه ۲۶۷﴾

بعض کتابوں میں آتا ہے ہے کہ وہ تلوار جنابِ حیدرِ کرّار کے ہاتھوں قتل ہونے والے انیسویں شخص منبہ بن الحجاج کی تھی۔ بہر حال مُسلّمہ امر یہی ہے کہ وہ تلوار حضور کی بارگاہ میں جنابِ حیدرِ کرّار ہی لائے تھے۔ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات سے منسُوب ہو کر پھر جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی مل گئی اور اِسی تلوار کا نام "ذوالفقار" ہے۔

علی کے ساتھ مدد دی

اِس جنگ میں جنابِ شیرِ خُدا، اَمیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تبارکؒ وتعالیٰ کی طرف سے جو خاص اِعزاز عطا فرمایا گیا وہ قُرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

هُوَ الَّذِی اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ.

یعنی ﴿محبوب﴾ وہی ﴿اللہ﴾ ہے جس نے زور دیا
اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔

﴿سورۃ الانفال آیت ۶۲﴾

زیرِ آیت مفسّرین کرام نے لکھا ہے کہ عرش کے اُوپر لکھا ہوا ہے کہ

"میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی
شریک نہیں، محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں
میں نے اُنہیں علی کے ساتھ مدد دی۔"

متن ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱﴾ اخرج ابن عساکر عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه مکتوب العرش لااله الا انا وحدی لاشریک لی محمد عبدی ورسولی اید ته بعلی وذالک قوله هوالذی ایدک بنصره وبالمومنین.

﴿تفسیر در منثور ۱۹۹﴾

﴿حلیة الاولیا حافظ ابو نعیم﴾

﴿۲﴾ روی ابن قانع القاضی عن ابی الحمراء قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لااله الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایدته بعلی .

﴿ کتاب الشفاء قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۱۰۴﴾
﴿ جواهر العقدين علامه سمهودی مع ینابیع المودة صفحه ۹۵ حلیة الاولیا﴾

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وہی ہے جس نے زور دیا اپنی مدد کا اور مومنوں کا، مومنوں کی مدد سے مُراد بعض مفسّرین نے انصار بھی مُراد لئے ہیں اور یہ بھی غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب لوگ ہی حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست و بازو تھے اور اگر پہلی روایت کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی ظاہری فتح کا دارو مدار کاملِ طور پر شمشیرِ حیدری پر ہی رکھا جا سکتا ہے، اِنہی الفاظ پر اس عظیم معرکہ اسلام کے واقعات کو ختم کیا جاتا ہے۔

ایک اور اعزاز

روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے وقت ارشاد فرمایا کہ ہمیں پانی کون پلائے گا ؟ تمام لوگوں کو خاموش دیکھ کر میں نے دربار رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا !

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں۔

پھر جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مشک کو کاندھوں پر اُٹھایا اور کنوئیں کے قریب آ گئے اور دیکھا تو کنواں نہایت گہرا اور تاریک تھا لیکن پھر بھی آپ حصولِ آب کے لئے کنوئیں کے اندر اُتر گئے۔

اِدھر آپ کنوئیں میں اُترے اُدھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبریل ومیکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو ارشاد فرمایا کہ ﴿میرے محبوب﴾ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی امداد کرو چنانچہ یہ تینوں مقرّب فرشتے آسمان سے تیزی کے ساتھ نیچے اُتر کر اس کنوئیں پر آئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کیا۔

آسمان سے اُترتے وقت فرشتوں کے پَروں سے پیدا ہونے والی آواز کو جس جس نے بھی سُنا خوفزدہ ہو گیا۔

متن ملاحظہ کریں۔

عن علی قال لما لیلة یوم بدر قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من یسقی لنا من الماء فاحجم الناس فقام علی فاحتضن قربة اتی بیراً بعیدالقعر مظلمه فالحذر فیها فا وصی اللّٰہ عزوجل الی جبریل و میکائیل و اسرافیل تاهبو النصر محمد صلی اللّٰہ

علیـه و آلـه وسلـم و حزبـه فهبطو من السماء لهم

دومئـی ویذهل من یسمع فلما حازر وابالبیئر سلموا

علیه اکراما و تبحیلاً.

﴿مسند احمد بن حنبل﴾

اعنـی الـذی سلم علیـه جبـرائیل

فـی لیلة بـدر میکـائیل و اسـرافیل

﴿ینابیع المودة صفحه ۱۲۲﴾

مولائے کائنات کا اِستفسار

اِس واقعہ کی تائید میں مزید روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اصحابِ شوریٰ سے فرمایا کہ آپ لوگوں میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو میری مثل ہو۔ اور جس پر ایک لحہ میں چاہِ بدر کی رات کو تین ہزار فرشتوں نے سلام کیا جن میں جبریل و میکائیل و اسرافیل ﴿علیہم السلام﴾ بھی موجود تھے۔

﴿ینابیع المودۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۲﴾

علاوہ ازیں اسی کتاب میں کسی شاعر کا ایک شعر بھی لکھا ہے جس کا مفہوم ہے کہ میری مراد اس ذاتِ اقدس سے حضرت علی ہیں جن پر بدر کی رات کو جبریل و میکائیل اور اسرافیل نے سلام کہا۔

بَاب

غَزوۂ اُحُد

اور

حَیدرِ کرّار علیہ السلام

جنگِ اُحد

جنگِ اُحد میں ذوالفقار حیدری کی کاٹ دیکھی تو پردۂ غیب سے سدا اُٹھی۔

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

جنگِ اُحد میں قوتِ حیدری کے کمال دیکھے تو جبریل علیہ السلام دادِ شجاعت دینے کے لئے زمین پر آ گئے،

جنگِ اُحد کی فتح کا سہرا بھی جناب حیدرِ کرار علیہ السلام کے سر پر ہی رہا۔

کھویا بھی اور پایا بھی

غزوۂ اُحد تاریخ اسلام کا درخشندہ مگر دردناک باب ہے اگر چہ یہ جنگ بھی سپہ سالارِ اعظم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت ہی لڑی گئی مگر کچھ لوگوں نے اپنے سپہ سالار کے ایک حکم سے پہلو تہی کر کے جیتی ہوئی جنگ کو ہار دیا یہ الگ بات ہے کہ فتح بالآخر مسلمانوں کو ہی حاصل ہوئی اور کفار کو زبردست ہزیمت اُٹھا کر پیچھے بھاگنا پڑا۔

اِس جنگ میں مسلمانوں کی انتہائی قیمتی متاع لٹ گئی متعدد جانبازوں کو جانوں کی قربانی دینا پڑی یہ وہی جنگ ہے جس میں اللہ و رسول کے شیر

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دردناک موت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خون کے آنسو رلائے۔

یہ وہی جنگ ہے جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ راست اور بہادر چچا جناب حمزہ کو شہید کروانے کے بعد ہندہ زوجہ ابوسفیان نے آپ کی نعش مبارک کا مثلہ کروایا اور آپ کا کلیجہ نکال کر چبایا اسی وجہ سے ہندہ کو "اکلۃ الاکباد" جگر کھانے والی کہا جاتا ہے یہ وہی کربناک اور دل دہلا دینے والی جنگ ہے جس میں تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخِ شمس الضحیٰ زخمی ہوا اور متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین منصبِ شہادت پر فائز ہوئے۔

درّہ کی حفاظت کی ہدایت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو کوہِ اُحد کے واحد وسیع و عریض درّہ پر متعین فرما کر شدید تاکید فرمائی تھی کہ جنگ خواہ کسی بھی مرحلہ میں داخل ہو جائے تم لوگ اس جگہ سے ہرگز ہرگز نہیں ہٹو گے مگر جب کافر زبردست ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو اس درّہ کے محافظوں نے اپنے سپہ سالار کے حکم کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس جگہ کو خالی چھوڑ دیا۔

خالد بن ولید جو ابھی دولتِ اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے اسی

جگہ کے خالی ہونے کی تاک میں تھے جب مُسلمان درّہ کو خالی کر کے مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے تو خالد بن ولید نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اِس مورچہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ساتھیوں سمیت مجاہدین اسلام پر عقب سے حملہ کر دیا۔

قیمت ادا کرنا پڑی

اور پھر اہل اسلام کو اپنے ساتھیوں کی اِس ایک عظیم غلطی کو جو قیمت ادا کرنا پڑی اُس کا تصور کرتے ہوئے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے بھی ایک یا دو آدمی رہ گئے اور منافقین مکہ نے آپ کی شہادت کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔

بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے درّہ کو خالی چھوڑنے والوں کی فاش غلطی کو معاف فرما دیا اور قرآنِ مجید میں اُن کی کوتاہی سے درگزر کی آیات نازل ہو گئیں اِس لئے اب اُن پر کسی قسم کا تبصرہ کرنا اور اُن کی گرفت کرنا عبث محض ہے لیکن یہ سب کچھ اِختصار کے طور پر بتانا بھی ضروری تھا۔

مقابلہ کی تیاری

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں ہم غزواتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی تفصیل بیان نہیں کریں گے بلکہ محض اُنہیں واقعات کا ذکر کیا جائے گا جن کا تعلق بالواسطہ یا بلا واسطہ جنابِ شیرِ خدا سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ذاتِ والا صفات سے ہوگا۔

چنانچہ یہاں پھر اِس اَمر کا اِعادہ کیا جاتا ہے تاہم جنگ کے متعلّق ضروری معلومات فراہم کرنے سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

جنگ احد ۳ھ شوال المکرّم کی ساتویں تاریخ کو مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا سے تین میل دُور جبلِ اُحد کے دامن میں لڑی گئی تین میل کا یہ فاصلہ مسجدِ نبوی شریف سے جبل اُحد تک بنتا ہے کیونکہ اِس وقت مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً و تعظیماً کی آبادی دامن اُحد کے ساتھ ساتھ اطراف و جوانب میں دُور دُور تک پھیل چکی ہے۔

بدر کا بدلہ لینے کی تیاری

اِس جنگ میں جنگِ بدر کا بدلہ لینے کے لئے ابوسُفیان زبردست جنگی تیاریوں کے ساتھ تین ہزار کا لشکر جرّار لے کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تھا واقدی کے مطابق حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے خفیہ طور پر ابوسفیان کی تیاریوں کی اطلاع سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچادی تھی چنانچہ حضور سرورِ کائناتؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے مقابلے کے لئے پورے طور پر تیار ہو چکے تھے۔

منافقین کی سازباز

حالانکہ منافقین مدینہ ابوسفیان سے ساز باز کر لینے کے بعد اہل اسلام کو ہر قیمت پر ہزیمت دینے کے لئے سازشوں کے جال کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتے جا رہے تھے۔

بظاہر وہ مُسلمانوں کے ساتھ تھے اور زبانی طور پر بے پناہ خلوص کا مظاہرہ کرتے تھے مگر بباطن اُن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے شمعِ اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل کر دیا جائے۔

گویا مجاہدین اسلام اِس جنگ میں دوہرے خطرے سے دوچار تھے ایک طرف ابوسفیان کا اِنتقامی جذبہ پوری شدّت سے ٹکرانے آیا تھا اور دوسری طرف مدینہ منورہ کے یہودی النسل منافق گھر کے بھیدی کی صورت میں اپنی شاطرانہ چالوں کو بروئے کار لا چکے تھے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوجی نقطہ نگاہ سے جبل اُحد کے ایک درّہ پر جناب ابن جبیر کی زیرِ قیادت تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرما کر اُنہیں حکم دیا کہ تمہیں ہر حالت میں اِس درّہ کی حفاظت کرنا ہے باقی لشکرِ اسلام خواہ کسی بھی قسم کے حالات سے دوچار ہو تمہیں اس جگہ کو کسی بھی قیمت پر نہیں چھوڑنا ہو گا۔

﴿مغازی الرسول واقدی ج ۱ ص ۱۵۰﴾

یہ انتظام مکمل کر لینے کے بعد آپ نے لشکرِ اسلام کو آراستہ فرمایا

جیشِ اسلامی اِس غزوہ میں غزوۂ بدر کے بالعکس پُورے طور پر مسلّح تھا اگرچہ لشکر کفار کی تعداد اب بھی کافی زیادہ تھی اور ابوسفیان اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے جنگِ بدر سے کہیں زیادہ رجز خوان عورتوں کو ساتھ لے کر آیا تھا۔

چونکہ منافقین کی تمام سازشیں حضور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پورے طور پر بے نقاب ہو چکی تھیں اِس لئے ان کا خاطر خواہ قلع قمع کیا جا چکا تھا تاہم اُن کی طرف سے کسی بھی وقت خطرے کا امکان ابھی بھی موجود تھا۔

علی تلواریوں کرتے طلب ہیں

جنگِ اُحد کو جاتے وقت جناب سیدّہ سلام اللہ علیہا سے تلوار طلب کرتے وقت جناب شیر خدا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔

قربی ذا الفقار فاطم منی
فاخی السیف کل یوم کھیاج
قربی الصارم الحسّام فانی
راکب فی الرّجال نحوا الھیاج
ور دا لیوم نا صحًا یندر الناس
جیوش کالبحر ذی الا مواج
وردو سر عین یبغون قتلی
وابیک محبوبا المعراج
وخراب الإ وطان و قتل الناس
وکل اذا اصبح لاج
سرف ارضی الملیک بالضرب ما
عشت الی این انال مآ اناراج
من ظہور الا سلام اویا تی الموات
شھید من شا خب الادواج

﴿دیوان علی علیہ السلام ص ۲۵﴾

اَے فاطمہ ﴿سلام اللہ علیہا﴾ ذوالفقار کو میرے قریب کر دے کیونکہ جنگ کے دن تلوار میری دوست ہے۔

تیز اور کاٹنے والی تلوار میرے قریب کر دے کیونکہ میں لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر جنگ کرنے جاؤں گا۔

آج لوگوں کو نصیحت فرمانے والے اور عذابِ جہنّم سے ڈرانے والے ﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ سے مقابلہ کرنے کے لئے ایسی افواج آئی ہیں۔

جو جوش مارتے ہوئے بپھرے ہوئے سمندر کی طرح جھپٹ جھپٹ کر مُجھے اور تُمہارے اس والدِ گرامی کو قتل کر دینا چاہتی ہیں جو صاحب المعراج ہے۔

اگر چہ اُن کے ارادے یہ ہیں کہ وہ ہمارے وطن کو ویران کر دیں اور لوگوں کو قتل کر کے خون کی ندیاں بہا دیں مگر جب صبح طلوع ہو گی تو وہ پناہ تلاش کرتے پھریں گے۔

جب تک میری جان میں جان ہے میں جہاد کے ذریعہ سے اپنے مالک کو خوش کرتا رہوں گا حتّیٰ کہ عنقریب میری آرزو پوری ہو جائے۔

یعنی یا تو اسلام کی اشاعت کا فریضہ کامل طور پر ادا ہو جائے یا مُجھے شہادت کی وہ موت نصیب ہو جائے کہ میری گردن سے خُون کے دھارے بہتے ہوں۔

پرچم بردار

کفّار کے لشکر کا پرچم بردار ایک بہادر شخص طلحہ ابن ابی طلحہ تھا جبکہ اِسلامی جیوش کو دربارِ مصطفوی سے تین پرچم عطا ہوئے تھے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حسبِ سابق مہاجرین کا پرچم عطا فرمایا گیا اور اِس جنگ میں بھی اُس کا نام حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "العقاب" ہی تجویز فرمایا۔

وعقد علیہ الصلوٰۃ والسلام ثلاثۃ للوأیۃ لواء المھاجرین بید علی ابن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہ الکریم.

﴿طبقات ابن سعد ج۱ ص ۳۸۹﴾ ﴿الصواعق محرقہ ص۱۲۰﴾

﴿نور الا بصار ۹۷﴾ ﴿معارج النبوۃ ج۲ ص ۸۴﴾

﴿مواھب اللدنیہ ج۱ ص ۷۳﴾ ﴿اسد الغابہ ج۴ ص ۲۰﴾

آغازِ جنگ اور زورِ حیدری

دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سب سے پہلے طرفین نے ایک دوسرے پر تیر برسا کر جنگ کا آغاز کیا اِس بعد لشکرِ کفار کا پرچم بردار طلحہ ابن ابی طلحہ ایک ہاتھ میں پرچم اور دوسرے میں تلوار سنبھالے ہوئے میدان میں آیا اور لشکرِ اسلام کو حقارت سے دیکھتے ہوئے بڑے تفاخر سے کہنے لگا۔

اے اصحابِ محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ تمہارا گمان ہے کہ

تمہاری تلواروں سے قتل ہونے والا جہنّم میں اور ہماری تلواروں سے قتل ہونے والا جنتّ میں جاتا ہے۔

اگر تم میں سے کسی کو جنت میں جانے کا شوق ہو تو مجھ سے مقابلہ کرے تاکہ میں اُسے تمہاری مزعومہ جنت میں پہنچا دوں۔

تیغِ علی کا پہلا شکار

جیشِ اسلامی سے ابھی کسی نے اُس کا جواب نہیں دیا تھا کہ شیرِ خُدا جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پرچم اسلام کو لہراتے ہوئے شمشیر برہنہ اُس کے سامنے پہنچ گئے اور فرمایا ! کہ خدا کی قسم میری تلوار تمہیں ضرور جہنّم رسید کر دے گی اور پھر آپ نے شکوہِ ہاشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چند رجزیہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ ہے۔

میں شیرِ نرُ ہوں اور گوشہءِ چشم سے دیکھنے والا ہوں،

میں وہ شیر ہوں جو طاقت وَر اور آخرِ شب میں اُترنے والا ہے۔

جب شدید جنگ شروع ہو کر سانس پھُولنے لگتی ہے تو میں اُس وقت بھی شدید اور جان لیوا نیزہ پڑنے سے مرعوب نہیں ہوتا۔

انی انا اللیث الھزبز الاشوش

والاسد المستاسد المھرس

اذا الحروب اقبلت تفرس

واختلفت عندالنزال الانفس

ماهاب مبوقع الرماح الاشرش

﴿دیوان علی ص۹۲﴾﴿واقدی ج ا ص۱۲۵﴾

اور پھر آپ نے ذُوالفقارِ حیدری کوحرکت دے کر فضا میں بلند کیا اورؒ زورِ یداللّٰہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس پر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کے سر میں اُتر گئی یہاں تک کہ اس کا سر ٹھوڑی تک دوٹکڑے ہوگیا اور وہ زمین پر گیا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال خرج طلحة يوم احد فكان صاحب لواء المشركين فقال يا اصحاب محمد تزعمون ان الله يجعلنا بائسيافكم الى النار ويجعلكم بائسيافنا الى الجنة فايكم ببرز فبرز اليه على ابن ابى طالب رضى الله عنه وقال والله لاافارقك حتىٰ اعجلك بسيفي الي النار فاختلفا بضربتين فضربه علي رضى الله عنه على رجله فقطعها وسقط الى الارض.

﴿نورالابصار ص۹۷﴾﴿طبقات ابن سعد ج ا ص۳۸۳﴾
﴿مغازی الرسول واقدی ج ا ص۱۲۵﴾﴿معارج النبوة﴾
﴿سیرت حلبیه ج۲ ص۲۰۶﴾ وغیرهم کتب سیر متفق علیه،

جناب مولا مشکل کُشا شیرِ خُدا علیہ السلام اُسے اِسی حالت میں چھوڑ کر واپس لشکرِ اسلام میں تشریف لائے تو بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا علی

آپ نے اس بسمل کا سر گردن سے علیحدہ کیوں نہیں کیا جناب علی علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا کہ وہ جب نیچے گرا تو بے پردہ ہو گیا تھا میری غیرت اور حیأ نے گوارا نہ کیا کہ دوبارہ میری نگاہ اِس حالت میں اُس پر پڑے۔

ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جناب شیر خُدا طلحہ کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے تو پہلے طلحہ نے پُوری قوّت سے آپ پر تلوار کا وار کیا جسے آپ نے اپنی سپر پر روکا اور پھر آپ نے ذُوالفقارِ حیدری کو اُس کی دونوں ٹانگوں کا نشانہ لے کر اس زور سے چلایا کہ اُس کی دونوں ٹانگیں ایک ہی وار میں کٹ گئیں ٹانگوں پر وار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی تیز نگاہوں سے لباس کے نیچے اس کی آہنی زرہ کو دیکھ چکے تھے جو ناف سے بھی نیچے تک اُس کے جسم کو چھپائے ہوئی تھی۔

بہرحال ضربتِ حیدری اپنا کام کر چکی تھی دُشمنوں کا انتہائی شہہ زور پرچم بردار ایک ہی ضرب یداللّٰہی سے واصلِ جہنم ہو چکا تھا،

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلحہ کو قتل ہوتے دیکھا تو اظہارِ مسرّت فرماتے ہوئے نعرۂ تکبیر بلند کیا جواب میں تمام اہلِ اسلام نے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگایا اور کافروں پر عام حملہ کر دیا جس سے اُن کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔

طلحہ کا بھائی قتل ہوتا ہے

اگرچہ اِس زبردست ریلے سے کفّار کے پاؤں اُکھڑ گئے تاہم طلحہ کے بعد ابھی اُن میں سے مزید کوئی آدمی قتل نہیں ہوا تھا کہ وہ دوبارہ سنبھل گئے طلحہ کے بعد لواء مشرکین اُس کے بھائی ابوشیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے اُٹھایا اس کے پیچھے کفار کی عورتیں اسے جنگ پر اُبھار رہی تھیں اور وہ خود یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

پرچم بردار پر حق یہ ہے کہ یا تو اس کا نیزہ خون

آلودہو جائے یا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

اس کے ساتھ مقابلہ کے لئے سیّد الشہداء سیّدنا حمزہ بن عبدالمطّلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ نے اس کے شانہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ شانہ تک ہاتھ کٹ کر زمین پر گر گیا اور تلوارِ ہاشمی اس کا سینہ چیر کر انف تک نیچے اتر گئی حتی کہ اس کا پھیپھڑا کٹ کر باہر آ گیا۔

تیسرا بھائی بھی قتل ہوگیا

پھر یہ پرچم اِن دونوں کے تیسرے بھائی ابوسعید بن ابی طلحہ نے اُٹھایا جسے جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہی تیر نے واصل جہنّم کر دیا حالانکہ وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا صرف اس کی گردن کا حصّہ خود اور زرہ کی قید سے آزاد تھا۔

جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی گردن کو ہی ہدف بنایا اور اسے واصلِ جہنم کر دیا۔

ذُوالفقارِ حیدری کا دوسرا شکار

اب کفّار کا پرچم ارطاس بن شرجیل کے ہاتھوں میں ہے ارطاس سے مقابلہ کرنے کے لئے امیر المومنین سرتاج الاولیاء شیر خدا مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار علیہ السلام تشریف لائے۔

ارطاس علمبرداران کفّار کے بعد دیگرے قتل سے انتہائی مشتعل ہو چکا تھا اور چاہتا تھا کہ اپنے سے پہلے قتل ہونے والوں کا شدید انتقام لے مگر اُس کی یہ حسرت دل ہی دل میں دم توڑ گئی کیونکہ جب مقابلہ ہوا تو وہ شیرِ خدا علیہ السلام کی تلوار کے ایک وار کی تاب بھی نہ لا سکا اور ایک ہی لمحہ میں اپنے ناپاک اِرادوں سمیت واصل جہنم ہو گیا۔

گھمسان کی لڑائی

ارطاس کے قتل ہونے کے بعد اچانک دونوں جانب کے جیوش حرکت میں آ گئے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد انصار و مہاجرین کے چودہ ۱۴ جانبازوں نے گھیرا بنا رکھا تھا جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے داہنے پہلوئے مبارک کے قریب تر رہتے ہوئے ذوالفقارِ حیدری کے جوہر نمایاں کر رہے تھے کفّار کی خواہش

تھی کہ کسی طرح مُسلمانوں کا یہ گھیراؤ توڑ کر ﴿معاذ اللہ﴾ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہید کردیں مگر وہ اپنے ان مذموم ارادوں میں کامیابی حاصل کرنے کی بجائے اُلٹا جہنم رسید ہوتے رہے۔

جو بھی جان نثارانِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و رضی اللہ عنہم اجمعین کی تلواروں کی زد میں آتا فنا ہو کر رہ جاتا ذُوالفقارِ حیدری کُشتوں کے پشتے لگا رہی تھی کفّار کی عورتیں ہندہ زوجہ ابوسفیان کی قیادت میں چیخ چیخ کر رجز پڑھ رہی تھیں جنگ کا زور مسلسل بڑھتا جا رہا تھا اور پھر یہ موت کا کھیل جلد ہی فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گیا۔

کفار کے پاؤں اُکھڑ گئے

مُسلمانوں کے پے در پے حملوں نے کفّار کے حوصلے پست کر دیئے پہلے تو وہ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے مگر اب صرف اپنی مدافعت کرنے تک ہی محدود ہو گئے تھے کافروں کو دِل چھوڑتے دیکھا تو اہلِ اسلام نے آخری ضرب کاری بھی لگا دی یہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ لات وعُزّیٰ کے پُجاریوں کے اوسان ہی خطا ہو گئے اور وہ اپنے چاروں طرف موت کو رقص کرتے دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان کے بڑے بڑے بہادر اور جری لوگ مسخ شدہ لاشوں میں تبدیل ہو چکے تھے ان کے ساتھ ساتھ ان کی رجز خوان عورتیں بھی چیختی چلاتی بھاگ

کھڑی ہوئیں رجز پڑھ پڑھ کر اشتعال دلانے والی ہندہ کی چیلیاں چانٹیاں اُب چیخ چیخ کر اور سر پیٹ پیٹ کر بین کر رہی تھیں۔

موت کے ڈر سے میدان چھوڑ کر بھاگنے والے لوگ اکثر موت کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہی حال کفّارِ مکہ کا ہوا اور وہ لوگ کثیر تعداد میں قتل ہو رہے تھے مگر پیچھے مڑ کر قدم جمانے کی ہمّت ان میں بالکل نہ رہی تھی۔

جنگ جب زوروں پہ تھی

ایک اور شکار

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مقابلہ میں کفّار کا ایک بہادر اسامہ بن زید احور آیا اور آتے ہی اپنی بہادری کی ڈینگیں مارنے لگا جناب حیدر کرار علیہ السلام نے اس کی خرافات کو نا تو اسے قتل کرنے سے پہلے یہ رجزیہ شعر ارشاد فرمائے۔

میں اپنی اس تلوار کے سوا جو میرے ہاتھ میں ہے کسی کو حاکم نہیں مانتا

یہ وہ تلوار ہے جو کاٹنے میں مثلِ بلور کے چمک دار ہے۔

یہ تلوار ہاتھ میں چمکتی ہے اور سخت نقصان پہنچانے والی ہے۔

میرے ساتھ وہ شمشیر براّں ہے جس سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں۔

ہم وہ لوگ ہیں جن کا دِین سچّا ہے۔

اور ہم جنگ میں شدید صبر کرنے والے ہیں۔

لست اریٰ ما بیننا حاکما

الاالذی فی الکف بتار

وصارم ابیض مثل المھا

یبرق فی الراحۃ ضرار

معی صارم قاطع باتر

لتسطع من تضرا بہ النار

انا اناس دیننا صادق

انا علی الرحب لصبار

﴿دیوان علی ص ۴۷﴾

آپ نے یہ شعر پڑھتے ہوئے اُسامہ بن زید احور پر ایک ایسا خوف ناک حملہ کیا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ ایک ہی وار میں جہنّم واصل ہو گیا۔

تعارفِ علی بزُبانِ علی

اسامہ کو قتل کرنے کے بعد آپ نے کفارِ مکہ کو مخاطب کر کے قوّتِ حیدری کا یوں تعارف کروایا۔

سوف یری الجمع ضرب لفا تک اطا لابس

وطعنة قد سدھا لکبرا قفو ارس الیوم اضرا

ضرم نارھا بجذوة لقابس. حتی تری فر سا نھا

تخر للمعاطس.

﴿دیوانِ علی علیہ السلام ص ۹۲﴾

کہ عنقریب لوگ اچانک حملہ آور ہونے والے بہادر کی قوّت کا مشاہدہ کر لیں گے اور اس نیزہ زنی کو دیکھ لیں گے جو بہادروں کو منہ کے بل گرانے کے لئے سخت ہے۔ آج میں جنگ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں آگ کا

ایک اور شُعلہ بلند کروں حتیٰ کہ تُم دیکھو گے کے سوار ناک کے بل گر رہے ہیں۔

اور پھر حیدرِ کرّار نے جو فرمایا تھا پُورا کر دکھایا آپ بڑھ بڑھ کر کافروں کو واصلِ جہنّم بھی کر رہے تھے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا فریضہ بھی ادا کر رہے تھے حتیٰ کہ دشمن کی فوجیں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑی ہوئیں تو اہلِ اسلام نے ان کے مال واسباب پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

درّہ والوں کی غَلطی

اس صورت حال کو وہ لوگ بھی دیکھ رہے تھے جن کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درّہ پر متعین فرما کر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ جنگ خواہ کسی بھی مرحلہ میں داخل ہو جائے تمہیں بہر حالت اسی درّہ کی حفاظت کرنا ہے۔

مگر جب کفار کے لشکر کو شکست ہو گئی اور مُسلمان ان کے غنائم کو جمع کرنے میں مصروف ہو گئے تو ان لوگوں نے ہادیء برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو پس پشت ڈالتے ہوئے درّہ کو خالی چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت لوٹنے والوں میں آ کر مل گئے۔

پانسہ پلٹ گیا

کفّار کا ایک سپہ سالار خالد بن ولید شروع ہی سے اس تاک میں تھا اس نے درّہ کو خالی دیکھا تو اپنے تیر اندازوں کا دستہ لے کر مُسلمانوں پر عقب سے اس وقت حملہ آور ہوا جب وہ جنگ وغیرہ سے بے نیاز ہو کر صرف سامان اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔

خالد کا یہ حملہ انتہائی شدید اور بلائے ناگہانی ثابت ہوا۔

ابوسفیانؔ کی قیادت میں دوڑنے والے کفّار نے جب پیچھے مڑ کر حالات کا جائزہ لیا تو انہیں بھی جلد ہی صحیح صورت حالات کا اندازہ ہو گیا اور وہ بھی آگے بھاگنے کی بجائے غضب ناک ہو کر واپس پلٹے اور اہل اسلام پر حملہ آور ہو گئے اَب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا اور مسلمانوں کی بجائے اب میدان کافروں کے ہاتھ میں تھا۔

مگر علی بھی تھے

روایات میں آتا ہے کہ جب مُسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ مذکورہ بالا حالات کے مطابق شکست میں تبدیل ہونے لگی تو لشکرِ اسلام کا شیرازہ منتشر ہو گیا مجاہدینِ اسلام اگرچہ مصروف جنگ تھے مگر اس جنگ کا زیادہ تر انحصار محض اپنی اپنی ذات کے دفاع تک محدود تھا ہر طرف عجیب طرح کی اضطراری سی کیفیّت طاری تھی اِنتہا یہ کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا محافظ دستہ بھی تتر بتر ہو گیا۔

جلالِ رسالت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ تنہائی محسوس کی تو آپ کو جوش آ گیا۔

جمالِ رحمت جلالِ رسالت میں تبدیل ہو گیا غضب ناک ہونے کی وجہ سے آپ کی جبینِ اقدس پر موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے پسینے کے قطرات نمودار ہو گئے آپ اپنے ساتھیوں کو آوازیں دے رہے تھے مگر آپ کی آوازیں شاید ان تک پہنچ ہی نہیں رہی تھیں اِسی عالم میں آپ نے داہنے پہلوئے اقدس کی جانب چشمِ رحمت کو پھیرا تو دیکھا کہ جناب شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو مبارک میں شمشیر برہنہ لئے اِیستادہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو کھڑے دیکھ کر کمال شفقت سے پُوچھا علی تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے تو جوابًا جناب حیدر کرّار کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایمان لانے کے بعد انکار نہیں اور میرے لئے تو اقتداء ہی کافی ہے۔

کفار کا حملہ

اِتنے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامنے کی طرف اِلتفات فرمایا تو دیکھا کہ کافروں کا ایک گروہ تلواریں لہراتا ہوا آپ کی طرف بڑھ رہا ہے شیطانوں کے اس گروہ کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر جناب شیرِ خُدا علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علی ان لوگوں سے میری حفاظت کرنا اور
نُصرت وحمایت اور خدمت کا حق بجالانا کیونکہ یہی
موقع نُصرت وحمایت اور خدمت کرنے کا ہے۔

اللہ کے شیر نے فرمانِ محبوب سنا اور سامنے کی طرف سے بڑھتے ہوئے گروہِ شیاطین کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں خُون اُتر آیا سر جھکا کر محبوب کو سلامی دی اور چشمِ زدن میں کافروں کے سامنے آ گئے خُونِ ہاشمی مشتعل تو ہو ہی چکا تھا آپ بھُوکے باز کی طرح جھپٹے اور گدھوں کے اس ریلے کا تہس نہس کر دیا۔

ضربتِ حیدری کی تاب کون لاسکتا تھا چند ہی لمحوں میں فیصلہ ہو گیا ذُوالفقارِ حیدری نے دشمنوں کو گاجر مُولی کی طرح کاٹ رکھ دیا بمشکل تمام چند لوگوں کو جانیں بچا کر بھاگ نکلنے میں عافیت نظر آئی۔

لافتیٰ الا علی

جناب مولا مُرتضیٰ شیرِ خُدا علیہ السلام کی اس جرأت و بہادری کو دیکھا
تو سدرہ نشین چشم زدن میں زمین پر آ گیا۔ اور بارگاہِ مُصطفوی میں حاضر ہو کر
سلام کہا مبارک باد پیش کی اور جرأت و جواں مردیٔ حیدر کرّار کا اظہار کرتے
ہوئے عرض کیا۔

یا رسول اللہ علی رضی اللہ عنہٗ نے کمال جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا
ہے آپ نے فرمایا اے جبریل،
یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔
جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ ! میں آپ دونوں سے ہوں۔

انہ منی و انا منہ فقال جبریل و انا منکما.

﴿مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۴۲۶﴾

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ صدائے سروش بلند ہوئی علی کے سوا
کوئی جواں مرد نہیں اور ذُوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔

﴿گوئیند می گوید گوید لا فتیٰ الا علی لا
سیف الا ذو الفقار

﴿معارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۵﴾

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

تواریخ و سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ اس غیبی آواز کو تمام لوگوں

نے سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کے فرمایا! یا علی تم نے بھی اپنی تعریف سُنی جو رضوان فرشتہ آسمان سے کر رہا تھا کہ،

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اگرچہ غزوہ اُحد میں دیگر مجاہدینِ اسلام نے بھی اِنتہائی شجاعت کے جوہر دکھانے خاص طور پر سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب جناب سعد بن ابی وقاص حضرت قزمان وغیرھم رضی اللہ عنہم اجمعین نے تو بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کیا تاہم جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس قدر انتہائی حیرت انگیز اور محیّر العقول کارنامے سرانجام دیئے کہ رُوحِ فِطرت بھی جُھوم اُٹھی اور رضوانِ آسمان پکار اٹھا کہ،

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اب تک کے پیش کردہ واقعات کا خلاصہ تاریخ کی مشہور اور ثقہ کتاب تاریخ کامل مؤلفہ علامہ ابنِ اثیر الجزری کے چند اِقتباسات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

واقتل الناس قتال شدیدا و امعن فی الناس حمزة وعلی و ابو دجانة رجال من المسلمین و انزل اللّٰہ نصرہ علی المسلمین و کانتا العزیمة علی المشرکین.

﴿الکامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۰۲﴾

و كان الذی قتل اصحاب اللواء علی قا له ابو رافع قال فلما قتلهم ابصرا لنبی صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم جماعة من المشر کین فقال لعلی احمل علیهم ففر قهم وقتل فیهم ثم ابصر جماعة اخری فقال له احمل علیهم فحمل علیهم و فرقهم و قتل فیهم فقال جبریل یا رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم هذه المواساة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم انه منی وا نا منه فقال جبریل و انا منکما قال فسمعوا صوتا لاسیف الا ذو الفقار ولا فتی الا علی.

﴿ابن اثیر ج ۲ ص ۱۰۷﴾

اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم اللواء علی.

﴿ابن ابی طالب ج ۲ ص ۱۰۷﴾

یہ واقعہ وضعی ہے

بعض سیرت نگاروں نے تو سرے سے یہ واقعہ نقل کرنے سے ہی احتراز کیا ہے اور بعض نے نقل کرنے کے بعد یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ فلاں شخص نے اس قصّہ کو وضعی قرار دیا ہے۔

بالخصوص صاحب سیرتِ حلبیہ نے تو کمال ہی کر دیا ہے وہ فرماتے

ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ سب کی سب روایات وضعی ہیں کیونکہ بقول ان کے امام ابن تیمیہ نے ان کو وضعی قرار دیا ہے۔

جہاں تک ان روایات پر مکمل بحث کا تعلق ہے وہ تو انشاء اللہ العزیز اپنے مقام پر قارئین پڑھ ہی لیں گے یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ کم از کم صاحبِ سیرت حلبیہ کو کسی راویت سے اِنکار کرنے کے لئے ابنِ تیمیہ جیسے متعصّب متشدّد شخص کا سہارا نہیں لینا چاہئے تھا کیونکہ ابنِ تیمیہ کو معیار بنانے کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ تیرہ صد صفحات پر پھیلی ہوئی پوری کی پوری کتاب سیرتِ حلبیہ کو مضوعات کا پلندہ ثابت کر دیا جائے اس لئے کہ ابن تیمیہ کی تحقیق کے مطابق اس کتاب کی اسی فی صد روایات غلط محض ثابت ہوں گی۔

اِحتراز کیوں کیا گیا

یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ بعض سیرت نگاروں نے یہ واقعہ نقل کرنے سے محض اس لئے احتراز کیا ہے کہ اس میں ایک تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ جانے کا ذکر ہے اور دوسرا جناب علی علیہ السلام کا یہ فرمان موجود ہے کہ،

لا کفر بعد الایمان حالانکہ ان دونوں باتوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور کے

ساتھ حق رفاقت ادا نہیں کیا۔

کیونکہ اس جنگ میں جن حضرات نے صریحاً حُکمِ رسول سے نا فرمانی کی تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو ان سب کو بھی معاف فرما دیا تھا جس پر آیات قُرآنیہ شاہدِ عدل ہیں اور دُوسری بات یہ ہے کہ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی رہ گئے تھے اس وقت جنگ ایک ایسے انتہائی خوفناک مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی کہ کسی کو بھی سر پیر کا ہوش نہیں تھا لہٰذا آپ کے محافظ دستہ کا یُوں بکھر جانا قطعی اضطراری فعل قرار پائے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ مولائے کائنات جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خود بھی کچھ وقت کے لئے اس افراتفری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے علیٰحدہ ہو گئے تھے جس کی تصدیق درج ذیل واقعہ سے ہوتی ہے۔

میں شہید ہو جاؤں

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جب کفّار نے عقب سے حملہ کر دیا تو میں شدید قتال سے دوچار ہو گیا اور جنگ کرنے میں اس قدر محو ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اچانک مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خیال آیا اور پھر جب آپ مجھے نظر نہ آئے تو میں انتہائی پریشانی کے عالم میں آپ کو تلاش کرنے لگا پھر میرے

دل میں یک لخت یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا تو قطعی طور پر ناممکن ہے کہ حضور نے میدانِ جنگ سے رُوگردانی کر لی ہو کیونکہ آپ ایسے نہیں ہیں ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کے درّہ خالی کر دینے کے فعل پر ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اُٹھا لیا ہو پھر میں نے آپ کو مقتولین اور شہداء میں تلاش کیا مگر آپ نہ مل سکے تو میں نے دل کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ اب شدید ترین قتال میں مصروف ہو جاؤں۔

حتیٰ کہ کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں اور پھر میں کافروں پر حملہ آور ہو گیا اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا بچے کھچے کفّار کائی کی طرح پھٹ کر ادھر اُدھر ہو گئے میدان صاف ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے کھڑے ہیں میں تیزی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا علی مسلمانوں نے یہ کیا کر دیا ہے۔

بہر حال جیت کر ہاری ہوئی جنگ کو دوبارہ جیتنے کے لئے مجاہدینِ اسلام کو ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑا۔

جانبازوں کی شہادت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام جاں باز سپاہی اپنے اپنے مقام پر جم کر لڑے اور حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدّد بے مثال شہکار جامِ شہادت نوش فرما گئے جن میں سب سے دردناک موت

سید الشہداء حمزہ ابن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی آپ کی تدفین کی گئی تو جناب حیدر کرار علیہ السلام نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ دیگر رُفقاء کو ساتھ لے کر آپؑ کو قبر میں اتارا ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ﴾

آپ نے کمال جُرأت و جوانمردی سے دشمنوں کے متعدّد بہادروں کو موت کی نیند سلا دیا تھا مگر ہندہ زوجہ ابوسفیان کے غلام وحشی بن حرب نے دھوکہ سے آپ کو ایک گڑھے میں گرا کر شہید کر دیا۔

سرکار زخمی ہوگئے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چند بدنہاد اور شریر کافروں نے پتھر برسائے آپ کے غلاموں کا گھیرا ٹوٹ جانے کی وجہ سے کچھ پتّھر آپ کے چہرۂ انور پر لگے جس سے آپ کے خود کی زنجیریں آپ کے منوّر اور نرم و نازک رُخساروں میں دھنس گئیں اور خُون کا فوّارہ پھوٹ نکلا ان چوٹوں کی وجہ سے آپ کے دندان مبارک بھی مضروب ہوئے لیکن دندان مبارک کے شہید ہو جانے کی روایت واہی اور وضعی ہے کیونکہ آپ کے دندان مبارک آخر تک پوری دلکشی اور تابانی کے ساتھ موجود تھے اسی طرح جناب اویس قرنیؒ کا اپنے سارے دانت نکال دینے کا واقعہ بھی مستند نہیں۔

از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت

چوں مشرکاں بر اہل اسلام غلبہ کردند و شکست صوری

بحال مومنان راہ یافت چنداں حزن و ملال و جزع بر من استیلا یافت کہ عنان تمالک ار دست دادم دور پیش۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساعتے با کفار مقاتلہ کردم و چوں در عقب خود دیدم آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازاں قبیل نیست کہ از صفت قتال روئے گرداند درمیان کشتگان نیز طلب کردم نیافتم گفتم بجہت افعال ناشائستہ ما غضب الٰہی متوجہ قوم گشتہ و رسول خود را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بآسمان بردہ آ نگاہ گفتم کہ ہیچ بہ ازاں نیست کہ با کفار مقاتلہ می کنم تا کشتہ شوم پس شمشیر بر مخالفاں حملہ کردم چوں مخالفاں متفرق گشتند آں حضرت را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحبہ وسلم درمیان ایشاں سالم و صحیح باز یافتم۔

﴿معارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۵ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۶﴾

فضیلت علیؑ

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس قوت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و حمایت کا

حق ادا کر دیا تو جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا! کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کمال جُرأت وجوان مردی کا مظاہرہ کیا ہے۔

جبریل علیہ السلام سے یہ کلام سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ کیوں نہ ہو وہ مُجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور یہ کنایہ ہے جو کمال اِتّحاد و اخلاص اور یگانگت کو ظاہر کرتا ہے۔ بہر حال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی! یارسول اللہ میں آپ دونوں سے ہوں اور فرماتے ہیں کہ غیب سے ندا آئی کیوں تلوار نہیں مگر ذُولفقار اور کوئی بہادر نہیں مگر علی ﴿ کرم اللہ وجہہ الکریم ﴾

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اور یہ واقعہ معارج النبوۃ اور کشف الغُمّہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے اور آخر پر آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا! کہ یا علی کیا تم نے اپنی یہ تعریف نہیں سنی جو رضوان نامی فرشتہ نے آسمان پر تمہارے لئے کہا۔

لَافتیٰ اِلَّا عَلی لَا سَیف اِلَّا ذُولفِقَار

میگویند کہ چوں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

این مردانگی کرد و نصرت داد جبریل باںحضرت فرمود کہ

این کمال مواسات جوان مردی است کہ علی مرتضٰی کرم

اللہ وجہہ تو می برد آں حضرت فرمودانہ منی و انا منہ یعنی

بدرستی علی از من است و من از وے ام کنایت از کمال و

اتحاد و واکلاص و یگانگی در

اپنی اپنی رائے

اس کے بعد شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں دو قول نقل فرماتے ہیں جن میں ایک قول تو مشہور سیرت نگار اور محدّث سیّد جمال الدین محدث قدس سرہٗ العزیز صاحب روضۃ الاحباب کا ہے جن کی سیرت کی اس عظیم کتاب روضۃ الاحباب کے اکثر ماخذ حضرت شاہ عبد شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدارج النّبوۃ

آمدہ است کہ چوں آں حضرت ایں کلمہ فرمود جبیرل گفت وانا منکما من از شاہر دوام و گویند آواز سے شنیدند کہ گویند ہ غیبے می گفت لا فتــیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار.

در معارج النبوۃ می آرد و کشف الغمہ مثل ازیں واقعہ آوردہ مبسوط تر ازیں و در آخر آوردہ کہ آں حضرت فرمودا ے علی می شنوی مدح خودؓ را کہ ملکے کہ نام او رضوان است در اسمان می گوئید۔ لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذو الفقار۔

﴿مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۲۲﴾

شریف میں درج کئے ہیں اور جن کے متعلق حاجی خلیفہ "کشف الظنون" میں فرماتے ہیں۔

روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی و آل و لا صحاب

فارسی بجمال الدین عطاء اللّٰہ بن فضل اللّٰہ

المتوفی فی مجلدین.

صاحبِ حدائق الحنفیہ آپ کے متعلق رقم طراز ہیں،

جمال الدین عطا اللہ صاحب روضۃ الاحباب آپ اعاظمِ اولادو امجادِ خیر الانام سے ہیں جملہ اقسامِ علومِ دینیہ اور اصنافِ فنونِ یقینیہ خصوصاً علمِ حدیث وسیر میں بے عدیل اور عدیم التمثیل تھے۔

کشافِ اسرارِ تنزیل اور حلال معضلاتِ موافقِ تاویل تھے آپ کی تصنیفات سے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی و آلِ والاصحاب ایسی عمدہ اور معتبر اور مشہورِ آفاق ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتی،

﴿تاریخ احمدی ص ۱۰﴾

اور دوسرا قول علاّمہ ذہبی کا ہے جو اگرچہ جرح وتعدیل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور محدثین کے نزدیک ایک معیار کی حیثیت رکھتے ہیں تاہم ابن حزم وغیرہ کی ہمنوائی میں تحکم وتعصب سے گریز نہیں کرتے۔

لا فتیٰ الا علی حدیث نہیں

غزوہ احد میں شیر خدا غالب علیٰ کل غالب امام الاشجعین سیدنا حیدر

کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واضح ترین جرأت و جوانمردی بے مثال شُجاعت و بہادری اور بے نظیر عزیمت و استقامت کے واقعات کا روایت صحیحہ اور نصوصِ صریحہ کی صورت میں موجود ہونے کے باوجود اس کے برعکس تاثر دینے کے لئے بعض لوگوں کا تحقیق کے نام پر اپنے قلبی تعصّب کا اظہار کسی بھی صُورت میں راہِ صواب اور صراطِ مستقیم قرار نہیں پا سکتا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وطیرہ اختیار کر چکے ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے شان حیدر کرار علیہ السلام میں آنے والی روایات میں جھول پیدا کرنے کی کوشش کر ڈالی جائے خواہ وہ روایات اِجتماعی طور پر بھی تواتر کا درجہ حاصل کر چکی ہوں۔

چنانچہ جہاں کہیں کسی روایت کو بیان کرنے والوں میں سے کوئی راوی کمزور نظر آیا اس قسم کے لوگوں کا ضعفِ بصیرت و بصارت اپنے عروج پر پہنچ گیا اور فوراً ہی پہلے تو راوی کی تضعیف کر کے روایت کو ضعیف قرار دینے کی کوشش شروع کر دی اور پھر معاً ایک قدم اور آگے بڑھا کر راوی کی تکذیب کر ڈالی اور روایت کو موضوع بناوٹی اور لا اصل قرار دے دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

کیا یہ خاص واقعہ نہیں؟

حیرت تو اس بات کی ہے کہ جس جنگ کی ہولنا کیوں نے حضرت

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر شخص کو میدانِ کارزار سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا ہو اور دیگر بڑے بڑے شجاع ترین اور جلیل القدر صحابہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچّے جانثار ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکیلا اور تنہا چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے ہوں۔

اس خوفناک ٹکراؤ اور ہولناک جنگ میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بن کر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر پورے عزم واستقامت سے محو کارزار رہنا انتہائی غیر معمولی اور خاص واقعہ کیوں متصور نہیں کیا جاتا۔

ان مخصوص حالات میں خاص قسم کی داد شجاعت دینے پر اگر اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم پروانہ شمعِ رسالت سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کو کسی مخصوص اور اخص الخاص اعزاز وانعام سے نواز دے تو اس میں پریشان ہونے کی آخر وجہ کیا ہے؟

اندازہ فرمائیں کہ جب کفّار مشرکین کے پُورے لشکرِ جرّار سے صرف ایک ہی شخص نبرد آزما ہو اور وہ شخص علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہو تو صدائے سروش سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ،

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار

یعنی کوئی بہادر جوان نہیں سوائے علی کے۔

اور جب کفار و مشرکین کی سینکڑوں تلواروں سے ٹکرانے والی صرف ایک ہی تلوار ہو جو بجلی کی طرح کوندتی ہوئی نظر آئے اور اس تلوار کا نام ذوالفقار ہو تو غیبی فرشتہ کی صدا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی کہ،

لا سیف الا ذوالفقار

اور کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے۔

نُصرتِ رسول کی اہمیّت

جنگِ اُحد میں پیش آنے والے حالات کا اگر بغور جائزہ لیا جائے اور اس بات پر مکمل طور پر ایمان اور یقین ہو کہ ان حالات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسولِ معظّم کی حفاظت وصیانت کرنا خدا تعالیٰ کے نزدیک خاص الخاص اہمیت کا حامل ہے تو پھر قلم کے زور پر روایت کو کمزور کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور سیدنا جعفر طیار جیسے لوگوں کی مثالیں سامنے لانا پڑتی ہیں۔

مقصد براری کا طریقہ

ناقدین رجال نے عام طور پر اپنی مقصد براری کا ایک طریقہ بھی وضع کر رکھا ہے کہ چونکہ فلاں روایت کُتبِ حدیث کی بجائے کتب سیر میں نقل کی گئی ہے لہٰذا اس کی صحت نا قابل یقین ہے حالانکہ انہی سیرت نگاروں نے کتب حدیث و تفسیر کو بھی مرتب کیا ہے اس قسم کی سینکڑوں مثالیں

امام بخاری ابنِ حجر عسقلانی ابنِ کثیر ابنِ جریر شاہ عبدالحق محدث دہلوی ودیگر محدثین کرام کی کتابوں میں موجود ہیں کہ کوئی ایک ایسی روایت جو سیرت کی کتاب میں اس کے موقع و محل پر نقل کر چکے ہیں حدیث کی کتاب میں اسے دوبارہ نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔

حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق یہ ارشاد فرمانا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں متعصّبین کے نزدیک بھی ثقہ ترین کتاب بخاری شریف میں بھی موجود ہے پھر اگر اس حدیث مصطفےٰ میں جبریل کا یہ عرض کرنا کہ میں تم دونوں میں سے ہوں تعجب انگیز کیوں نظر آتا ہے جبکہ جبریل علیہ السلام پیدا ہی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ مبارک سے ہوئے ہیں،

ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کی نصوص صریحہ وقطعیہ میں کسی ایک راوی کی تکذیب وتضعیف سے حاصل کیا ہوگا اور اس کے ساتھ ہی **لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار** کو صدائے سروشِ تسلیم کر لینے سے کیا قیامت لازم آتی ہے جبکہ یہ جملہ صدیوں سے زباں زدِ خاص وعام ہونے کی وجہ سے زبانِ خلق نقارۂ خدا کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔

جبریل محافظ علی

علاوہ ازیں اس روایت کو متشددین بھی بغیر کسی حیل وحجت کے تسلیم

کرنے پر مجبور ہیں کہ جناب شیرِ خدا علیہ السلام جب دُشمنوں کے پرے کے پرے الٹتے وقت شدید مزاحمت کی وجہ سے زمین پر گر جاتے تھے تو فوراً جبریل امین علیہ السلام آپ کو سہارا دے کر کھڑا کر دیا کرتے تھے، اور دوبارہ شدّت مصروفِ جہاد ہونے کی ترغیب بھی دیتے جا رہے تھے۔

کیا جنابِ شیر خدا علیہ السلام کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے جبریل علیہ السلام کا آپ کے ساتھ ساتھ مَیدانِ کارزار میں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر چکر کاٹتے پھرنا تعجب انگیز معلوم نہیں ہوتا؟

بہر حال جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ متنازعہ فیہ روایات پر مکمل طور پر بحث مباحث کے لئے مخصوص کردہ باب میں کی جائے گی فی الحال آپ یہاں سرتاج المُحدّثین شاہ عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہٗ العزیز کے نقل فرمودہ دونوں قول اور آپ کی اپنی رائے جو آپ نے اس واقعہ کے متعلق نقل فرمائی ہے ملاحظہ کریں۔

صاحب روضۃ الاحباب کا قول

روضۃ الاحباب میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بعض اکابر محدثین اور اہل سیر نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔

علامہ ذہبی کا قول

لیکن ذہبی جو رجال کی کسوٹی ہے میزان الاعتدال میں اس روایت

کے راوی کی تکذیب وتضعیف کرتے ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

محدث دھلوی کا اپنا فرمان

بندہ مسکین ﴿شاہ عبدالحق محدث دہلوی﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے مزید یقین کے لئے مخصوص فرمائے کہ یہ واقعہ واضح طور پر نادِ علیاً مظہر العجایب میں پورے واقعات اور معرکہ ساتھ موجود ہے مگر کتبِ حدیث میں اس کا کچھ ذکر نہیں کیا گیا ﴿واللہ اعلم﴾ اور بالجملہ جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق مبارزت ومحاربت اور جلادت وشجاعت ادا فرمایا وہ اس قدر عظیم اور بلند وبالا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ حضرت قیس اپنے باپ سعد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے سنا کہ مجھے اُحد کے دن سولہ شدید ضربات آئیں جن میں سے چار ضربات اِسقدر سخت اور شدید ترین تھیں جو مجھے زمین پر گرادیتی تھیں مگر جب میں گرتا تو ایک نہایت خوش رو اور خوش بو شخص میرا بازو پکڑ کر اٹھنے میں مدد دیتا اور کہتا تھا کہ کافروں کے قتال میں مصروف ہو جایئے آپ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں ہیں وہ اللہ اور رسول دونوں آپ سے خوش ہیں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا علی جانتے

ہو وہ کون شخص تھا؟

میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﴿صلی اللہ علیک وسلمہ﴾ داعیہ کلبی کے مشابہ تھا تو آپ نے فرمایا اے علی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری آنکھیں روشن فرمائے وہ جبریل تھا۔

وودر روضۃ الاحباب میگوئید کہ ایں حدیث رابایں طریقہ بعضے از اکابر محدثان واہل سیر در کتب خیش آوردہ اند ولیکن ذہبی کے محک رجال است در میزان الاعتدال ضعیف وتکذیب راوی نمودہ است واللہ اعلم۔

گفت بندۂ مسکین خصۃ اللہ بمزید الیقین کہ ظاہرا قصہ نادعلیا مظہر العجائب ہمدریں معاملہ ومعارکہ واقع شدہ است اما در کتب حدیث ہیچ ذکر آں نہ کردہ اند واللہ اعلم۔

وبالجملہ حق مبارزت ومحاربت وجلادت و شجاعت بجائے آورد کہ فوق آں تصور نتواں کرد روایت است از قیس کہ وے از پدرش سعد روایت کرد کہ گفت از علی مرتضیٰ شنیدم کہ فرمود در روز احد شانزدہ ضربۃ بمن رسید در چہار ضربت ازاں برزمین افتادم و

ہر بار کہ افتادم مردے خوش روئے وخوش بوے بازو
مرامی گرفت ومرا بر پا می کرد دمی گفت متوجہ کافران شو
کہ تو در طاعتِ خدا ورسول وے است وایشاں ہر دو
از تو راضی اند بعد از فراغِ جنگ واقعہ را بحضرت
رسالت عرض کردم آں سرور ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم﴾ فرمود کہ تو اورا می شناسی؟ گفتم نے اما وحیہ کلبی
مشابہ آں است فرمود اے علی خدائے تعالیٰ چشم نزار
روشن کناز آں جبرئیل بود علیہ السلام۔

﴿مدارج النبوة جلد دوم ص ۱۲۲﴾

قال ابن اسحق كان الفتح يوم احد بصبر علي
رضى الله عنه روى الحافظ محمد بن عبدالعزيز
الجنابذى مرفوعا الى قيس بن سعد عن ابيه انه
سمع عليا رضى الله عنه بقول اصابتني يوم احد
ست عشرة خسربة سقطت الى الارض فى اربع
منهن.

﴿نورالابصار ص۹۷﴾ ﴿معارج النبوة ج۲ص۸۶﴾
﴿مدارج النبوة ج۲ص۲۲۶﴾ ﴿صواعق محرقه ص۱۲۰﴾

عن سعيد بن المسيب قال لقد اصابت عليا يوم
احد ست عشره ضربة كل ضربة تلزمه الارض

فما کان یرفعه الا جبریل.

﴿اُسد الغابہ ج۲ ص۲۰﴾

خُون کے آنسو

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر کے لئے ساتھیوں سے علیٰحدہ ہو گئے تو منافقین مدینہ نے یہ افواہ پھیلا دی کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اس جانکاہ واقعہ کے سننے سے مدینہ منوّرہ کے گلی کوچوں میں مسلمان عورتوں نے جو کہرام بپا کیا وہ بیان سے باہر ہے۔

شہزادئ مصطفےٰ کی حالت

شہزادئ مصطفےٰ سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے جب یہ خبر سنی تو آپ پہ غشی طاری ہوگئی جب عورتیں آپ کے رخِ انور پر پانی کے چھینٹے مار کر آپ کو ہوش میں لائیں تو آپ چادر اوڑھ کر عورتوں کے اس جھرمٹ میں آہ وفغاں کرتی ہوئیں میدانِ اُحد میں پہنچ گئیں وہاں پہنچ کر جلد ہی معلوم ہو گیا کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں تو آپ کی جان میں جان آئی مگر جب آپ نے سامنے جا کر اپنے والدِ گرامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور سے کی خون کی دھاریں بہتی دیکھیں تو آپ پھر بے تاب ہو گئیں۔

اتنے میں جناب حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پانی کا برتن

سر پر اٹھائے آپہنچے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے مقدس باپ ﷺ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﷺ) کے زخموں کو دھونا شروع کر دیا جناب حیدر کرّار علیہ السلام پانی ڈالتے جاتے تھے اور شہزادیٔ رسول سلام اللہ علیہا زخموں کو دھوتی جاتی تھیں مگر باوجود اس کے خون بند نہ ہوا تو بنت رسول مضطرب ہو گئیں۔

پھر اچانک آپ کو کچھ یاد آ گیا تو آپ نے عجلت کے ساتھ کپڑا وغیرہ جلا کر اس کی راکھ بنائی اور خاکستر آپ کے زخموں میں بھر دی جس سے فی الفور خون بہنا بند ہو گیا۔

سیّدہ کا جہاد میں حصّہ

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تاجدار ھل اتیٰ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خُون آلودہ تلواریں جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حوالے کر کے فرمایا کہ انہیں دھو ڈالئے بنت رسول نے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شوہر نامدار جناب حیدر کرار کی تلواروں کو لیا اور باقی ماندہ پانی سے اچھی طرح غسل دے ڈالا اس جگن میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار کافروں کی صفوں میں گھس جانے کی وجہ سے آپ کے جسم انور پر سولہ ضربیں آئیں اور چار زخم تو اس قدر شدید تھے کہ جن کی وجہ سے آپ چار بار زمین پر گرے اور پھر اُٹھتے ہی زخمی شیر کی طرح دشمنوں کے پرخچے اڑاتے رہے۔

فما كان يرفعه الا جبريل۔

﴿أسد الغابه ج ۴ ص ۲۰﴾

خُون کے آنسو

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر کے لئے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گئے تو منافقین مدینہ نے یہ افواہ پھیلا دی کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اس جانکاہ واقعہ کے سننے سے مدینہ منوّرہ کے گلی کوچوں میں مسلمان عورتوں نے جو کہرام بپا کیا وہ بیان سے باہر ہے۔

شہزادیٔ مصطفٰے کی حالت

شہزادیٔ مصطفٰے سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے جب یہ خبر سنی تو آپ پہ غشی طاری ہو گئی جب عورتیں آپ کے رخِ انور پر پانی کے چھینٹے مار کر آپ کو ہوش میں لائیں تو آپ چادر اوڑھ کر عورتوں کے اس جھرمٹ میں آہ وفغاں کرتی ہوئیں میدانِ اُحد میں پہنچ گئیں وہاں پہنچ کر جلد ہی معلوم ہو گیا کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں تو آپ کی جان میں جان آئی مگر جب آپ نے سامنے جا کر اپنے والدِ گرامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور سے کی خون کی دھاریں بہتی دیکھیں تو آپ پھر بے تاب ہو گئیں۔

اتنے میں جناب حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پانی کا برتن

سر پر اٹھائے آ پہنچے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے مقدس باپ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ﷺ کے زخموں کو دھونا شروع کر دیا جناب حیدر کرّار علیہ السلام پانی ڈالتے جاتے تھے اور شہزادیٔ رسول سلام اللہ علیہا زخموں کو دھوتی جاتی تھیں مگر باوجود اس کے خون بند نہ ہوا تو بنت رسول مضطرب ہو گئیں۔

پھر اچانک آپ کو کچھ یاد آ گیا تو آپ نے عجلت کے ساتھ کپڑا وغیرہ جلا کر اس کی راکھ بنائی اور خاکستر آپ کے زخموں میں بھر دی جس سے فی الفور خون بہنا بند ہو گیا۔

سیّدہ کا جہاد میں حصّہ

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تاجدار ھل اتی جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خُون آلودہ تلواریں جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حوالے کر کے فرمایا کہ انہیں دھو ڈالئے بنت رسول نے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور شوہر نامدار جناب حیدر کرار کی تلواروں کو لیا اور باقی ماندہ پانی سے اچھی طرح غسل دے ڈالا اس جگن میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار کافروں کی صفوں میں گھس جانے کی وجہ سے آپ کے جسم انور پر سولہ ضربیں آئیں اور چار زخم تو اس قدر شدید تھے کہ جن کی وجہ سے آپ چار بار زمین پر گرے اور پھر اُٹھتے ہی زخمی شیر کی طرح دشمنوں کے پرخچے اڑاتے رہے۔

اہلِ نظر جانتے ہیں کہ اللہ کے شیر کا زخمی ہو جانا بھی محض سنّت محبوب منانے کے لئے ہی تھا قدرت کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ علی کے محبوب کا چہرۂ انور زخمی ہو اور علی کو ایک بھی زخم نہ آئے۔

بہر حال سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جنگِ اُحد کی کامیابی کا انحصار کامل طور پر ضربت حیدری اور زور ید اللّٰہی پر ہی کیا جا سکتا ہے۔

لما جرح رسول اللّٰہ جعل علی ینقل الماء فی ورقة من اطهراس و یغسله فلم ینقطع الدم فاتت فاطمة وجعلت تعانقة وتبکی و اعرقت حصیرا و جعلت علی الجرح من وما وہ فانقطع الدم.

﴿کامل ابن اثیر ج۲ ص ۱۱۰﴾ ﴿طبقات ابن سعد ج۱ ص ۳۹۱﴾

﴿مدارن النبوة ج۲ ص ۲۲۷﴾ ﴿سیرت ابن هشام ج۲ ص ۴۵﴾

باب ۷

غزوۂ بنی نضیر
اور
حیدرِ کرّار علیہ السلام

غزوۂ بنو نضیر کا پس منظر

ثقہ کتب کے مطابق اِس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ ۴ھ کی ابتداء میں حضور سرور کائنات امام الانبیاء تاجدارِ مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام میں ستر جلیل القدر اور زہاد صحابہ کی ایک جماعت کو متدر بن عمر و ساعدی کے زیرِ قیادت اہلِ نجد کو تبلیغ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

مبلّغین اسلام کا یہ نورانی قافلہ مقام بیرِ معُونہ پر پہنچا تو یہودیوں کے ایک سردار عامر نامی ملعون نے اپنے مسلح ساتھیوں کو ساتھ لے کر سب کو گھیرے میں لے لیا چنانچہ اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لاتے ہوئے سوائے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے تمام کے تمام صحابہ کرام شہید ہو گئے حضرت عمرو بن امیہ ضمری نے اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائی تو آپ کو اس قدر انتہائی صدمہ اور تاسف ہوا کہ آپ نے ان صحابہ پر حملہ کرنے والے عامر ملعون کے لئے بددعا فرمائی چنانچہ عامر مردود اسی روز گھوڑے سے گر کر واصل جہنم ہو گیا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنے ساتھیوں کی

شہادت کا شدید صدمہ تھا چنانچہ انہوں نے انتقامی طور پر عامر کے قبیلہ کے دو اشخاص کو اس وقت قتل کر دیا جب وہ چین کی نیند سو رہے تھے۔

حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری نے حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنا یہ کارنامہ بیان کیا تو آپ کو مزید قلق اور افسوس ہوا کیونکہ عمرو بن اُمیہ ضمری کے ہاتھوں قتل ہونے والے وہ دونوں مشرّف بہ اسلام ہو چکے تھے واقدی نے لکھا ہے وہ لوگ ذمی تھے اور ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ تھی کم از کم مسلمان انہیں قتل نہیں کر سکتے تھے۔

﴿مغازی الرسول واقدی ص ۱۹۲﴾

چونکہ عمرو بن امیہ سے یہ غلطی سہواً سرزد ہوئی تھی اس لئے ان کو تو معاف فرما دیا گیا مگر اس کے ساتھ ہی حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ قتل ہونے والوں کے ورثاء کو قصاص ضرور ادا کیا جائے اور یہ قصاص بھی بیت المال سے ادا کیا جائے اور واقدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ان کے قبیلہ والوں نے آپ سے قصاص طلب کیا تھا بہر حال جو بھی تھا قصاص دینا ضروری تھا اور اسلام کی غُربت کے اس دور میں اتنی رقم بیت المال میں موجود ہی نہ تھی اس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ رقم بنو نضیر کے یہودیوں سے حاصل کرنے کا فیصلہ فرمایا کیونکہ ان لوگوں سے پہلے ہی یہ معاہدہ طے پا چکا تھا کہ اگر تم لوگ مدینہ منوّرہ کے قرب وجوار میں رہنا چاہتے ہو تو تمہیں مسلمانوں کی ہر ضرورت کے وقت مکمل طور

پر معاونت کرنا ہوگی۔

الطبقات ابن سعد

سیرت کی مشہور کتاب طبقات ابن سعد میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ کے روز مسجد قبا میں تشریف لائے اور مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور پھر ان تمام اصحاب کو ساتھ لے کر بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے ﴿معاہدہ کی رو سے﴾ ان دو کلابیوں کے قصاص کے سلسلہ میں مدد طلب فرمائی جنہیں ﴿غلطی سے﴾ حضرت عمر بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کر دیا تھا۔

بنو نضیر کے یہودیوں نے کہا اے ابوالقاسم ہم لوگ اپنے عہد پر قائم ہیں اور آپ جو چاہتے ہیں کرنے کو تیار ہیں۔

بظاہر تو انہوں نے آپ کو اس طریقہ سے مطمئن کر دیا مگر اندرون خانہ کچھ لوگوں نے مشورہ کیا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے چنانچہ عمرو بن حجاش بن کعب بن بسیل النضری نے کہا کہ میں مکان کی چھت پر چڑھ کر آپ پر ایک پتھر لڑھکا دیتا ہوں سلام بن مشکم نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اس مذموم اور ناپاک سازش

اور بدعہدی کا پتہ چل گیا چنانچہ آپ تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسی وقت مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی آپ کے بعد صحابہ کرام کی جماعت بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی آپ تک آ پہنچی اور بعض صحابہ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اچانک کیوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے حتیٰ کہ ہمیں بھی معلوم نہ ہوسکا؟

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں ان کی بدعہدی اور سازش کی اطلاع ہوگئی تھی۔

﴿ماخوذ طبقات ابن سعد اول ص ۴۰۰﴾

انتخاب حیدرِ کرار

تفسیر مظہری میں اس واقعہ کو بالوضاحت بیان کیا گیا ہے۔

مُسلمانوں سے بنی سلیم کے دو آدمی غلطی سے قتل ہوگئے کیونکہ ان میں صلح کا معاہدہ ہو چکا تھا چنانچہ وہ اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کے لئے بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہوئے ان کا قصّہ نپٹانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کعب بن اشرف یہودی اور بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس صحابہ کی جماعت کو ساتھ لے کر جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی شامل تھے تشریف لے گئے کیونکہ ان یہودیوں نے آپ سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ بوقت ضرورت وہ روپے پیسے سے مُسلمانوں کی مدد کریں گے۔

چنانچہ جب آپ اُن یہودیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے نہایت

خندہ پیشانی سے آپ کا استقبال کیا اور کہا کہ ہم حسبِ وعدہ اس معاملہ میں آپ کی ضرور مدد کریں گے مگر پہلے آپ ہماری دعوت قبول کریں اور کھانا کھالیں۔

پھر آپ کو ایک جگہ بٹھا کر اپنی منافقانہ روش کے مطابق یہ مشورہ کیا کہ قربت کا اس سے بہتر موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا لہٰذا ایک شخص کوٹھے کی چھت پر چڑھ کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بڑا سا پتھر گرا دے تو ہمیں مسلمانوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی ان میں سے ایک شخص عمرو بن حجاش نے کہا کہ یہ کام میں کروں گا چنانچہ وہ بڑی چکی کا پاٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گرانے کے لئے کوٹھے پر گیا۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اس مکاری کا پتہ چل گیا اور اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ہاتھ باندھ دیئے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کرسکیں۔

اِسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر صحابہ میں سے کوئی ہمارے متعلق پوچھے تو انہیں بتا دینا کہ آپ مدینہ منوّرہ کو واپس تشریف لے گئے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمانے کے بعد آپ مدینہ منوّرہ واپس تشریف لے آئے ارشاد مصطفوی کے مطابق حضرت علی شیر

خدا کرم اللہ وجہہ الکریم اس مقام پر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ تمام صحابہ کرام ایک ایک کر کے آپ کے پیچھے پیچھے نکل گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَـآ اَيُّهَـا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَـمَّ قَـوْمٌ اَنْ يَّبْسُـطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ.

﴿سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۱﴾

تفسیر مظہری کی اس عبارت سے یہ دو باتیں صاف طور پر واضح ہوتی ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری جماعت میں صرف جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایک وہ مخصوص ہستی تھے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا راز افشا فرمایا۔

﴿تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۱۷﴾

حکمت کیا تھی

اور دُوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی اِس ناقابلِ تسخیر قوّت کے مالک ہیں جو اکیلے اور تنہا رہ جانے کی صورت میں بھی یہودیوں کی پُوری جماعت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

قارئین اگر اِس واقعہ کا بنظرِ غائر مطالعہ کریں تو قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام کا یہودیوں کی سازش پر پوری طرح مطلع

ہو کر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہاں سے نکال دینا اور خود اُن کے نرغے میں اس وقت تک موجود رہنا جب تک کہ آخری صحابی بھی وہاں سے روانہ نہیں ہو گیا نہ صرف حیدرِ کرار علیہ السلام کی بے مثال جراَت و جوانمردی کی ناقابلِ تردید دلیل ہے بلکہ آپ کے اِیثار اور قربانی کی بھی ایسی درخشاں مثال ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَحکام کو ہمہ وقت اپنی زندگی پر ترجیح دینے کی جو مثالیں تاریخ اسلام میں جناب شیر خدا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے قائم فرمائی ہیں ان میں آپ کا شریک و سہیم تلاش کرنا ناممکن الامر اور قطعی طور پر محال ہے۔

انتباہ

رسولِ غیب دان تاجدار مدینہ حضور رسالت مآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کی اِس بدعہدی اور مذموم سازش کے پیشِ نظر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہٗ کی معرفت ان لوگوں کو پیغام ارسال فرمایا کہ تمہاری سازش اور بے ایمانی پر ہمیں خدا تعالیٰ نے مطلع فرما کر ہماری تو حفاظت فرما دی مگر تم لوگ اب دس دن کے اندر اندر مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا کی اِس نواحی بستی کو خالی کر کے کہیں دُور نکل جاؤ کیونکہ معاہدہ کی رو سے عہد شکنی کے جرم میں تم اِس اَمر کے پابند ہو اور اگر تم میں سے دس دن کے بعد یہاں کوئی شخص موجود پایا گیا تو

اسے قتل کر دیا جائے گا بنو نضیر کے لوگوں کو جب اس امر پر اطلاع ہوئی تو وہ انتہائی خوفزدگی اور سراسیمگی کے عالم میں بستی کو خالی کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

اِسی اثناء میں یہودانِ بنو قریضہ نے بالعموم اور عبد اللہ بن ابی بن سلول نے ان کے سردار حیَ بن اخطب وغیرہ کو یہ مشورہ دیا کہ تم آرام سے بیٹھے رہے ہو ہم لوگ تمہارا پورا پورا ساتھ دیں گے۔

لہٰذا مسلمانوں سے اس قدر خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ عبد اللہ بن ابی نے کہا کہ میرے ساتھ یہودیوں کا دو ہزار کا ایک ایسا لشکر بھی موجود ہے جو فن سپہ گری میں اپنی مثال آپ ہے اور ہم سب لوگ تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے حیَ بن اخطب نے اس مشورہ کو فوراً قبول کر لیا کیونکہ وہ حضور رسالت مآب کے سخت ترین دشمنوں میں سے ایک تھا چنانچہ سب لوگ آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے،

دس دن کے بعد

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اِنخلاء کے لئے ملنے والی مہلت سے یہودیوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ جنگ کرنے پر آمادہ ہو کر تیاری کرنے لگے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کچھ لوگوں کو مدینہ منوّرہ ہی میں قیام کرنے کا حکم فرمایا اور کچھ لوگوں کو

یہودیوں پرحملہ کرنے کی تیاری کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

جلد ہی جب سپاہِ اسلام تیار ہوگئی تو آپ نے مدینہ منوّرہ میں حضرت عبداللہ ابنِ مکتوم کو اپنا جانشین مقرّر فرمایا اور سیّدنا و مُرشدنا اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو اسلام کا پرچم عطا فرما کر ارشاد کیا کہ عصر کی نماز بنونضیر کی بستی کے قریب ادا کی جائے گی۔

پس ابن مکتوم را در مدینہ ساخت ولوائے قد

بعلی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم داد واز مدینہ مطہرہ بیرون آمد ونماز دیگر درفضائے منازل بنی نضیر گذارد وایشاں از مدینہ منورہ نزدیک است۔

فخرج الیھم و علی یحمل رایته

﴿الوفا ابن الجوزی ص ۶۸۹﴾

تلوار؟

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے بنی نضیر کی سرکوبی کے لئے تلوار طلب کرتے ہوئے کہا۔

اے فاطمہ علیہا السلام میری تلوار لاؤ کیونکہ وہ مذمت کے قابل نہیں اور میں تھکنے والا اور کمینہ نہیں ہوں۔

اے فاطمہ ﴿سلام اللہ علیہا﴾ میں نے آپ کے والد گرامی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد و نصرت کے لئے اور اس خدا تعالیٰ کی

خوشنودی کے لئے جو اپنے بندوں کو پالنے ولاا اور مہربان ہے دشمنوں کے ساتھ خوب زور آزمائی کی ہے۔

میں سوائے خدا تعالیٰ کے اجر کے اور جنّت ونعمت میں اس کی رضا مندی کے سوا اور کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا۔

میں وہ شخص ہوں جو اس وقت بلند تر ہونا چاہتا ہوں جب جنگ آستین چڑھا کر مسلّط ہو جاتی ہے اور میں بغیر کسی ملامت کے سر بلندی کا مستحق قرار پاتا ہوں۔

میں نے ابن عبدالدّار کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ چمکتی ہوئی تلوار سے اس کی ہڈی کو بھی کاٹ دیا جس پر زندگی کا دارومدار ہے اسے قتل کرنے کے بعد میں نے اسے چٹیل میدان میں چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ منتشر ہو گئے اور اس کے ساتھیوں کی جماعت ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو مایوس اور زخم خوردہ ہے۔

میری تلوار میرے ہاتھ میں ہے میں اس کو شعلہ کی طرح حرکت دیتا ہوں اور اس کے ساتھ کندھے اور ریڑھ کی ہڈی کو کاٹ ڈالتا ہوں پس میں نے یہاں تک دشمنوں سے قتال کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی جماعت کو پراگندہ منتشر کر دیا اور میں نے ان سے ہر حلم والے کے سینے کو شفا دی ہے۔

افـــا طـــم هـک السیف غیـــر ذمیـــم

فــلـســـت بــو عـــدیـد ولا بــلیـــئـم

افاطم قد ابلیت فی نصر احمد
ومرضات رب بالعباد رحیم
ارید ثواب اللّٰہ ھلا شی غیرہ
ورضوان فی جنۃ و النعیم

سپہ سالار و پرچم بردار

صحیح روایت کے مطابق اس لشکر کا سپہ سالار بھی تاجدارِ ہل اتیٰ شیر خدا سیدّنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ہی مقرر فرمایا گیا تھا۔

تاہم ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ سالار لشکر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بنایا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ جب لشکر اسلام بنونضیر کی بستی کے قریب پہنچا تو یہودیوں کے یہودی حلیف بنو قریضہ نے بھی ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور عبداللہ بن ابی منافق بھی اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا چنانچہ یہودانِ بنونضیر نے انتہائی اضطرار میں اپنی قلعہ نما بستی میں خود کو محصور کر لیا اور تیر وغیرہ چلانے کے لئے قلعہ کی فصیل کے سوراخوں کا سہارا تلاش کرنے لگے اسلامی لشکر نے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمہ بنی خطمہ کے گھروں کے قریب لگا دیا گیا۔

غرور کا غرور کس نے توڑا؟

ایامِ محاصرہ میں یہودیوں کے ایک تیر انداز نے جس کا نام غرور تھا سپاہ اسلام پر تیر چلایا تو وہ تیر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمۂ اطہر میں پیوست ہو گیا چنانچہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمۂ اقدس کی جگہ تبدیل کر دی گئی۔

غرور پُر غرور کی یہ جرأت دیکھی تو اُمیر المومنین اِمام الاشجعین ولایت مآب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہا اس کی گھات میں بیٹھ گئے حتیٰ کہ رات کے وقت غرور ملعون اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ننگی تلوار لئے لشکر اسلام کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک شیرِ خُدا علیہ السلام کی نظر اُن پر پڑ گئی اور پھر آپ نے چند ہی لمحوں میں غرور اور اس کے دونوں ساتھیوں کے ناپاک سر اُن کے پلید جسموں سے ایک ہی حملہ میں الگ کر دیئے اور پھر یہ تینوں کٹے ہوئے سر لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

چوں یہود سپاہ اسلام دیدند ابواب قلاع بستہ
دست بسنگ و تیر کشادند و تا بوقت عشاء جنگ کروندو
چوں بمومناں نماز عشا گزار دند حضرت با چند کس
بمنزل شریف تشریف آوردند سائر صحابہ کہ سرداراِیشاں

ابو بکر بود یا علیؑ علیٰ اختلاف الروائتیں تا بوقتِ صبح بمحاصرہ یہود اشغال نمودند و آوردہ اند کہ خیمۂ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در فضائے بنی خطمہ زدہ بودند،

غزورا کہ یکے از تیرا ندازانِ یہود بود تیرانداخت تیرے بخیمۂ آں حضرت رسیدہ ازاں جا خیمہ رابجائے دیگر زدند امیر المومنین علی در کمین او بود ناگاہ دید کہ شمشیر برہنہ در دست با دو کس دیگر بیرون آمد علی مرتضٰی بروے حملہ کردو سرِ شوم اورا از تنِ پلیدش جدا کردہ پیش آں حضرت آورد آں سرہائے ایشاں را نزد آں حضرت آوردند۔

﴿مدارج النبوت مولفہ شاہ عبد الحق محدث دھلوی جلد اول ص۱۲۷﴾

تمہارے ہی کام کو گئے ہوں گے

معارج النّبوۃ میں معمولی اِختلاف کے ساتھ یہ روایت مزید وضاحت کے ساتھ مرقوم ہے جو اس طرح ہے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمۂ اطہر قبیلہ خطمہ کے نواح میں ایستادہ کیا گیا تھا چنانچہ یہودیوں کے تیراندازوں میں سے غزور نامی یہودی نے تیر چلایا تو وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خیمہ اطہر کو جا لگا چنانچہ اسی وقت آپ کا خیمہ انور کسی دوسری محفوظ جگہ پر منتقل کر دیا گیا جب رات کا وقت ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خاموشی کے ساتھ لشکر گاہ سے باہر تشریف لے گئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور سیدِ عالم تاجدار عرب و عجم سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابن طالب لشکر میں موجود نہیں ہیں؟

صحابہ کی اس اطلاع کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے ہی کام کو گئے ہونگے پھر جب حضرت علی آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علی اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کرو ارشادِ مصطفیٰ کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے وقت اس کی تیر چلانے کی جرأت کے پیشِ نظر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بہادر شخص ہے اور ممکن ہے وہ اس جرأت سے کام لے کر رات کے وقت ہمارے لشکر کی طرف آئے اور کسی مسلمان کو غافل پا کر قتل کر دے۔

چنانچہ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا اور میرا اندازہ بھی درست ہی ثابت ہوا کیونکہ میں نے اچانک دیکھا کہ وہ ہاتھ میں ننگی تلوار پکڑے ہوئے اپنے نو دیگر ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر کی طرف بڑھ رہا ہے چنانچہ جب وہ میری زد پر آیا تو میں نے یک لخت اس پر حملہ کر دیا اور نتیجۃً اس ملعون کا کٹا

ہوا ناپاک سر آپ کے سامنے ہے۔

علاوہ ازیں اس کے دوسرے ساتھی بھی ابھی دور نہیں گئے ہوں گے چند لوگوں کو میرے ساتھ بھیج دیجئے تو ان پر بھی آسانی سے فتح حاصل کر لوں گا۔

باقی بھی گئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو قبول فرماتے ہوئے اسی وقت آپ کے ساتھ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اور سہیل بن حنیف کو مع دیگر سات صحابہ کے غرور کے مغرور ساتھیوں کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا۔

جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جاتے ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ غرور کے ساتھیوں کو گھیرے میں لے لیا اور پھر ذوالفقار حیدری نے چند ہی لمحوں کی برق پاشی کے بعد ان سب کو جہنم رسید کر دیا اور ان کے کٹے ہوئے سر صحابہ کرام نے اٹھا لئے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معلونوں کے یہ کٹے ہوئے سر بنو خطمہ کے دروازہ پر لٹکا دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا

واقعہ کے حوالہ جات

مندرجہ بالا واقعہ متعدد دیگر کتب سیر میں بھی معمولی تغیرِ لفظی کے ساتھ موجود ہے چونکہ پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ قارئین کرام پڑھ چکے ہیں اس لئے یہاں صرف سیرتِ حلبیہ کا عربی متن اور دیگر چند کتابوں کے نام اور صفحات وغیرہ لکھنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

صاحب سیرتِ حلبیہ نے غرور نامی یہودی کا نام غزول لکھا ہے ہوسکتا ہے کتابت کی غلطی سے ایسا ہو گیا ہو ﴿واللہ اعلم﴾ بہر حال یہودانِ بنی نضیر کا محاصرہ کئے ہوئے پندرہ روز گزر گئے اور ان کے لئے مزید کچھ وقت کے لئے محصور رہنا مشکل ہو گیا تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم اپنی غلطی پر نادم ہیں لہٰذا اب ہمیں باہر نکلنے کی اجازت دے دی جائے تو ہم بستی خالی کر کے شہر بدر ہونے کو تیار ہیں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ! اب یوں ہی نکل جانے کا موقع گزر گیا ہے تاہم اگر تم فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اب اپنا تمام قسم کا مال واسباب واسلحہ وغیرہ چھوڑ کر خالی ہاتھ جاسکتے ہو چنانچہ یہودی تمام مال واسباب چھوڑ کر بنو قریضہ اور خیبر وغیرہ کی بستیوں کی طرف منتشر ہو گئے۔

متون ملاحظہ فرمائیں !

گویند کہ خیمۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

در فضائے خطمہ زدہ بودند یکے از تیراندازاں کہ بغرور

را موسوم بود تیرے انداختہ بخیمۂ آں حضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم رسید لاجرم خیمہ راازاں محل مقام

دیگر انتقال نمودند وچوں شب درآمد لشکرگاہ را از علی

مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ خالی دیدند بحضرت عرض کردند

فرمود غالباً بجہت مہمے،،

از مہمات شما بیرون آمد ہماں ساعت امیر رضی

اللہ عنہ حاضر شدو سرِ غرور رابرزمیں افگند وگفت

یارسول اللہ ایں سرِ آں ملعون است کہ بجانبِ خیمۂ تو

تیرانداختہ بود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از

کیفیت حال اُو استعلام نمود ''مرتضیٰ'' علی گفت رضی

اللہ عنہ کہ من اور شجاع یافتہ بخاطرم گذشت کہ شائد

جرأتش برآں دارد کہ شب بیرون آئید وہر کرا غافل

یابد بربائید درکمین گاہِ او بودم۔ ناگاہ دیدم کہ شمشیرے

برہنہ در دست بانہہ کس دیگر می آئید من بروے حملہ

کردم وسروے از بدن جدا ساختم ویارانِ وے چناں

نزدیک اند کہ اگر جمعے رابرمن فرستی برایشاں

ظفر مایہم ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابودجانہ و
سہیل بن حنیف را با ہفت نفر دیگر از مردان مردانہ
مصحوب علی رضی اللہ گردانید، حیدر کرار بادہ
نفر از مردانِ جرار مہاجر و انصار در عقب یاران غرور
اشتافت وآں جماعت را در بیرون حصار یافتہ ہمہ را
بقتل رسانیدند و سرہائے ایشاں نزد حضرت رسالت
پناہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود تا سر شوم آں یہود
مظلوم ابر سرہائے بنی خطمہ بیاویختند،،

﴿معارج النبوۃ رکن چھارم ۱۰۹﴾

فلما اجتمع الناس خرج رسول اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم بھم واستعمل علی المدینہ
ابن مکتوم وحمل رائیتہ علی بن ابی طالب کرم
اللّٰہ وجھہ واستعمل علی العسکر علی بن ابی
طالب ویقال ابا بکر، فدخل صلی اللّٰہ علیہ وسلم
فیھا وکان رجل من یھود یقال لہ غزول وکان
اعسر رامیا یبلغ نبلہ ما لا یبلغہ نبل غیرہ فوصل
نبلۃ تلک القبۃ فامر بھا فحوت،
وفی لیلۃ من اللیالی فقد علی رضی اللہ عنہ قرب العشاء
دعوہ ای اترکوہ فانہ فی بعض شأنکم فعن

قلیل جاء براس الرجل الذی یقال له غزول الذی
وصـل نبلة قبة ﴿صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم﴾ مع
عـلـی ابا دجانہ وسہیل بن حنیف فی عشرۃ فادر
کـوا اولئک الجماعۃ الذین مع غزول وفروا من
علی فقتلوہم“

﴿سیرت حلبیہ ج۲ص۵۶۲،مطبوعہ مصر﴾
﴿تواریخ حبیب الیسر ج۱ ص۲۲﴾﴿روضۃ الصفاء ج۱ ص۱۰۸﴾

باب ۷

غزوۂ احزاب ۷

اور

حیدرِ کرّار

کفّارِ مکّہ کی آخری ضرب

غزوۂ احزاب یعنی جنگِ خندق کو جنگِ ابوسفیان بھی کہا جاتا ہے کفار ومشرکین کی اہلِ اسلام پر یہ آخری اور شدید ضرب تھی مسلمانوں سے پے در پے شکستِ فاش اٹھانے کے بعد عصبیّت زدہ کفارِ قریش کا خون کھول اُٹھا تھا جنگِ بدر کی ذِلت آمیز شکست اور جنگِ اُحد کی وقتی اور عارضی فتح کے بعد شرمناک ہزیمت میں تبدیل ہو جانا ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں پر بجلی بن کر گرا تھا۔

چنانچہ کفار ومشرکین مکہ نے ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا اور قریش مکہ کے علاوہ مجاز میں بسنے والے دیگر متعدّد شعوب وقبائل جن میں یہودی بھی تھے اس جگن میں جھونک دیئے۔

کفار کی طرف سے اِس جنگ میں حصّہ لینے والے قبائل کے نام یہ ہیں۔

﴿۱﴾ قبیلہ غطفان ﴿۲﴾ قبیلہ سلیم ﴿۳﴾ قبیلہ اشجع ﴿۴﴾ قبیلہ اسد ﴿۵﴾ قبیلہ قریظہ ﴿۶﴾ قبیلہ نضیر

ساتواں قبیلہ خود قریش مکہ کا تھا تمام قبائل کے سردار اپنے اپنے قبیلہ کی کمان کر رہے تھے جبکہ ان سب کا سپہ سالار ابوسفیان خود تھا۔

کفّار و مشرکین کے اس ٹِڈی دَل لشکر کی تعداد چوبیس ہزار تھی اور ابوسفیان نے اس میں جنگ بدر کی ہی طرح عمرو بن عبدود جیسے جری اور جنگجو لوگوں کو بھرتی کیا ہوا تھا جبکہ اس کے مقابلہ میں آنے والے جیشِ اسلامی کی تعداد تین ہزار مجاہدین اسلام پر مشتمل تھی۔

عمرو بن عبدود اپنی جسامت کے لحاظ سے بنی نوع انسان سے قومِ جنّات کا فرد زیادہ معلوم ہوتا تھا اور عرب میں اس کے متعلق عام طور پر مشہور تھا کہ وہ اکیلا ایک ہزار بہادروں پر بھاری ہے۔

ابوسفیان نے ظاہر طور پر اس قدر جنگی قوت تیار کر لینے کے ساتھ ساتھ اپنی مکارانہ اور عیّارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے منافقین مدینہ سے بھی گٹھ جوڑ کر رکھا تھا مگر منافقینِ مدینہ علمِ رسالت کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی تمام تر عیّاریوں سمیت بے کار محض ہو کر رہ گئے۔

کُفّار کی آخری کوشش

بہر حال کفارِ عرب کی یہ آخری اور فیصلہ کُن ضرب تھی جس سے ان کی دانست میں اسلام پاش پاش ہو کر رہ جاتا مگر وہ لوگ جس نُور کو ختم کر دینا چاہتے تھے مشیتِ الٰہیہ سے پُورا فرمانے کا ارادہ فرما چکی ہے۔

فانُوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بُجھے جسے روشن خُدا کرے

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کفّار و مشرکین کے حملہ کی تیاریوں کا علم قبل از وقت ہی ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے اس بلائے ناگہانی سے عہدہ برآء ہونے کے لئے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو بعض نے مدینہ منورہ کی حدود میں رہ کر ہی مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا جبکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے یہ مشورہ دیا کہ شہر سے باہر ایک خندق کھودی جائے اور خندق کے اس پار رہ کر حملہ آوروں کا انتظار کرنا چاہیئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مشورہ کو بے حد پسند فرمایا اور ان کو فرمایا کہ سلمان اھل البیت منا یعنی سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔

سپہ سالار اعظم

اِس مشورہ کے بعد دُنیا کے سب سے بڑے اور عظیم سپہ سالار حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جبلِ سلع کی چوٹی پر ایک فوجی چھاؤنی قائم فرمائی جو آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود مدینہ منوّرہ زاد اللہ تشریفاً و تکریماً میں فوجی نوعیت کا واحد عظیم مرکز ہے اِس فوجی کینٹ کو دیکھنے سے تاجدارِ دو عالم علیہ التحیۃ والتسلیم کی فنِ سپہ گری میں مہارتِ تامہ اور آپ کی عسکری صلاحیتوں کا کامل طور پر اظہار ہوتا ہے۔

جبلِ سلع پر فوجی چوکی قائم فرمانے کے بعد حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے مشورہ پر عمل فرماتے ہوئے آپ نے خندق کی کھدائی کا کام شروع کروایا انصار کے مختلف قبائل پر اس جگہ کو تقسیم فرمادیا جہاں خندق تیار کرنا تھی تاکہ اپنے اپنے حصہ کا کام جلد از جلد نپٹایا جا سکے۔

پتّھر پاش پاش ہو گیا

آپ نے انصارِ مدینہ کی معاونت کے لئے مہاجرین کی امدادی پارٹیاں بھی مقرر فرمادیں بلکہ آپ خود بہ نفسِ نفیس بھی اِس مشقت بار صبر آزما اور کٹھن کام میں مصروف ہو گئے ایک روز ایک بہت بڑا پتھر جسے صحابہ کرام توڑنے میں ناکام رہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوتِ رسالت سے تین ضربوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہر ضرب پر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے فلاں ملک کو فتح فرمادیا۔

ایک روز چند صحابہ کرام نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر باندھا ہوا ایک ایک پتھر دکھایا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شکم اطہر سے کپڑا اٹھا دیا آپ کے شکم انور پر تین پتھر بندھے ہوئے تھے۔

اس شدید اور تھکا دینے والی مہم میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کے ساتھ برابر اور مُسلسل کام کرتے رہے حتیٰ کہ خندق تیار ہو گئی یہ خندق کتنے عرصہ میں مکمل ہوئی اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے بعض نے چھ دن اور بعض نے بیس روز تک پایہ تکمیل کو پہنچنا لکھا ہے اکثر

روایات کے مطابق اس عظیم کام کو پندرہ سے بیس روز کے اندر اندر ختم کیا گیا تھا۔

بہر حال کفاّر و مُشرکین کے لشکر کی آمد سے پہلے پہلے یہ کام مکمل ہو چکا تھا اور جب کافروں کا لشکر خندق کے کنارے پر پہنچا تو مسلمانوں کی اس جدید قسم کی ناکہ بندی کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور ان شیطانی افواج کو خندق کے ساتھ ساتھ پڑاوُ ڈالنے پر مجبور ہونا پڑا تاہم انہوں نے محاصرہ شروع کر دیا جو تقریباً دو عشرے جاری رہا۔

علی کا پہلا شکار

ایک روز اچانک کافروں کی طرف سے نوَفل نامی ایک سر پھرا گھوڑے پر تازیانے برساتا ہوا خندق میں اتر گیا وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد خندق عبور کر کے مُسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہو جاؤں مگر خندق کے دوسری سمت پر متعین اسلامی سپاہ نے اس پر پتھر برسانا شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں وہ گھوڑے سمیت خندق میں گر گیا مُسلمان سپاہیوں نے اس پر مزید تیزی سے سنگ باری شروع کر دی تو وہ پتھروں کی تاب نہ لاتے ہوئے یوں چلانے لگا کہ اے گروہ عرب اس طرح پتھّر مارنے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو۔

اس کی یہ چیخ و پکار سن کر جناب شیرِ خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ

عنہ، خندق میں اتر گئے اور ذُوالفقارِ حیدری کے ایک ہی وار سے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

وا ما نو فل بن عبد اللّٰہ فضرب فر سہ لید خل الخندق فو قع فیہ مع فر صہ متحطما جمیعا وقیل رمی بالحجا رۃ فجعل یقول قلتہ احسن یا معشر العرب فنزل الیہ علی کرم اللّٰہ وجھہ الکریم فقتلہ ای ضرب بسیف فقطعہ نصفین وکبر ذالک علی المشر کین.

﴿مغازی الرسول واقدی ج۱ ص ۴۷۰﴾

﴿سیرت ابن ہشام ج۲ ص ۱۹۲﴾

﴿سیرت حلبیہ ج۲ ص ۲۳۷﴾

نوفل کی زندگی کا بھی ڈراپ سین ہوا ہی تھا کہ جانبین کی افواج کی آنکھیں ایک اور عجیب وغریب منظر دیکھ رہی تھیں۔

عفریت میدان جنگ میں

ہوا یہ کہ قوی ہیکل اور دیو صورت عمرو بن عبدوُدّ اپنے بیٹے حنبل کے ساتھ خندق کو پھاند کر دوسری طرف در آیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ انتہائی طاقت ور اور برق رفتار گھوڑے پر سوار تھا جو ایک ہی چھلانگ میں خندق کے اس پار آ گیا تھا۔

بہر حال اِس شیطان کے متعلق اگر ایک ہزار بہادروں پر بھاری

ہونے کا گمان کیا جاتا تھا تو وہ درست ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک عام انسان ہرگز یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ اکیلا تین ہزار کے لشکر جرّار کے نرغے میں آکر للکار سکے حالانکہ اُس وقت اُس کی عمر نوّے سال تھی۔

عمرو بن عبدود نے لشکرِ اسلام کو للکارتے ہوئے کہا کہ ہے کوئی جو میرا مقابلہ کرنے کی جرأت کرسکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شیر جرار جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چلّاتے ہوئے دیکھا تو کھڑے ہوکر بارگاہِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کی یارسول اللہ میں اس کا مقابلہ کروں گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا! علی بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن عبدود ہے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد تھا کیسے تعمیل نہ ہوتی جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوکر بیٹھ گئے۔

اتنے میں عمرو ابن عبدود پھر لشکرِ اسلام کو للکارتے اور مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہوئے چلّایا کہ کہاں ہے تمہاری جنت جس کا تم گمان کرتے ہو آؤ میرے مقابلہ میں تمہیں قتل کرکے وہاں پہنچادوں مگر تم میں ایسا کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کرسکے۔

وکان عمر بن عبدود عمره اذ ذاک تسعین سنة

فقال من یبارز؟ فقام علی کرم اللہ وجهه وقال انا

له یا نبی اللہ فقال صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم له

اجلس انه عمرو بن عبدود .

ثم كرر عمرو النداء وجعل يو نج المسلمين و

يقول اين جنتكم التى تذ عمون انه من قتل منكم

دخلها افلا تبرزن فى رجلا.

﴿سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۱۹۱ ﴾﴿سیرت حلبیه ج دوم ص ۶۴۱﴾

﴿روض الانف ج ۲ ص ۱۹۲﴾﴿نور الا بصار ص ۹۸﴾

جناب حیدر کرّار کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب اس دُشمنِ خدا کی خرافات کو سنا تو ضبط نہ ہوسکا بے اختیار پھر کھڑے ہو گئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے مقابلہ کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب سابق ارشاد فرمایا علی بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن ابن عبدود ہے۔

فقام علي كرم الله وجهه انا له يا رسول الله فقال

اجلس انه عمرو ابن عمرو ابن عدود .

﴿سیرت حلبیه ج ۲ ص ۶۴۱﴾﴿ معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۸ ﴾

﴿ سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾﴿ روض الانف ج ۲ ص ۱۹۱﴾

شیرِ خدا عفریت کے سامنے

لشکرِ اسلام میں سے کسی کو مقابلہ پر نہ آتے ہوئے دیکھ کر وہ تیسری بار چیخا کہ ھل من مبارز ہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے اِس کا نازو

نخوت میں ڈوبا ہوا چیلنج سنتے ہی پھر اللہ کے شیر اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپاہی جناب حیدرِ کرار علیہ السلام کی حمیّت وغیرت ہاشمی کو جوش آ گیا آپ دیوانہ وار پھر کھڑے ہو گئے اور اپنے آقا و مولا کے حضور میں درخواست پیش کی یارسول اللہ مجھے اِس کے ساتھ مقابلہ کی اجازت مرحمت فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کی طرح پھر یہی ارشاد فرمایا۔

کہ علی بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن عبدود ہے عرض کی حضور پھر کیا ہوا اگر عمرو ہے تو ہونے دیں۔

ثم نادی الثالثہ، فقام علی کرم اللّٰہ وجھہ الکریم فقال انہ عمرو فقال وان کا عمرا ،فاذن لہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم.

﴿سیرت ابن ھشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۲۱﴾ ﴿معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۸﴾

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیرِ خدا علیہ السلام کی درخواست قبول فرماتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اجازت ہی مرحمت فرمائی بلکہ اپنی دستارِ مقدّس حیدر کرار کے سرانور پر سجا کر اپنی زرہ مبارک آپ کے زیبِ تن فرمائی اور پھر خود ہی ذوالفقار حیدری جناب حیدر کرار کے ہاتھ میں دے کر بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کی۔

وفی روائۃ انہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عطاه سیف ذو الفقار والبسه ورعه الحدید وعمه بعمامة .

﴿سیرت حلبیه ج۲ص ۶۲۱﴾ ﴿معارج النبوت ج۳ص۱۲۸﴾
﴿ینابیع المودة ج ۱ص۱۹۶﴾ ﴿سیرت ابن هشام ج۲ص۱۹۶﴾
﴿روض الانف ج۲ص۱۹۶﴾

الٰہی اس کی مدد فرما! یا اللہ یہ میرا بھائی اور ابنِ عمّ ہے مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو ہی بہتر نگہبان ہے۔

وقال اللهم اعنه علیه ای وفی لفظ اللهم هذا اخی وابن عمی فلا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین .

﴿سیرت حلبیه ج۲ص ۶۲۱﴾ ﴿معارج النبوة ج۳ص۱۲۸﴾
﴿ینابیع المودة ج ۱ص۹۶﴾

الٰہی تو نے مجھ سے بدر کے دن عبیدہ اور اُحد کے دن حمزہ کو لے لیا اور یہ میرا بھائی اور ابن عم ہے۔

زاد فی روایة انه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم رفع عمامته الی السماء وقال المعی اخذت عبیدة منی یوم بدر وحمزة یوم احدو هذا علی انی وابن عمی . ﴿الحدیث﴾

﴿سیرت حلبیه ج۲ص۶۲۲﴾
﴿علی ابن ابی طالب مولفه عبدالکریم خطیب مطبوعه مصر ص ۱۲۱﴾

یا اللہ مجھ کو اکیلا نہ چھوڑنا اس کی آگے پیچھے دائیں بائیں اور فوق تحت

سے حفاظت فرما۔

وقال لا تذرنی فردا اللهم احفظه من بین یدیه ومن خلفه وعن یمینه وعن شماله ومن فوق ولیه وتحت قدمیه .

﴿ینابیع المودة ج ا ص ۹۶﴾

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبّت وشفقت میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کے جھرمٹ میں اللہ کا شیر اور محمد عربی کا پہلوان ہاشمی شکوہ وتمکنت کے ساتھ جب شیطانِ عفریت عمرو ابنِ عبدود سے مقابلہ کے لئے میدان کی طرف چلا تو زمین تھرا کر رہ گئی ساکنانِ افلاک وعرش دم بخود ہو کر زمین کی طرف دیکھنے لگے حوریں یہ عجیب منظر دیکھنے کے لئے جنت کے دروازوں پر آ کر کھڑی ہو گئیں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جبریل تیار ہو جاؤ تم ہماری طرف سے ابن ابی طالب کے لئے تمغۂ جرأت لے کر جاؤ گے۔

پورا ایمان پورا کفر

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام کو مخاطب کر کے شیرِ خدا کو اس جنگ کا پہلا اعزاز یہ عطا فرمایا۔

پورا ایمان پورے شرک سے ٹکرانے والا ہے۔

برز الا یمان کله الی الشرک له.

﴿ینابیع المودۃ ج ا ص ۹۳﴾ ﴿معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۸﴾

ادھر حضور یہ اعزاز عطا فرما رہے تھے اور ادھر امیر المومنین امام المجاہدین قاتل الکفار شیر جرار حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذو الفقار حیدری کو ہلا دیتے اور لہراتے ہوئے پورے شکوہ و دبدبہ کے ساتھ عمرو بن عبدود کے سامنے پہنچ گئے۔

ابنِ عبدِود کا تفاخر

ابن عبدود نے ایک نوخیز جوان کو اپنے مقابلہ میں دیکھا تو حیرت و استعجاب کی تصویر بن گیا اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ چھوٹے سے قد کا یہ جوان بھی اس سے مقابلہ کرنے کے لئے آ سکتا ہے اسے اپنی قوّت اور بہادری پر ناز تھا اسے اپنے فنِ سپہ گری اور تجربے پر فخر تھا اسے اپنے دیو قامت اور لحیم و شحیم ہونے پر غرور تھا اور وہ یہ فخر و تکبر کرنے میں حق بجانب بھی تھا وہ اکیلا ایک ہزار بہادروں پر بھاری تھا بڑے بڑے جوان مردوں کا تو اس کا ڈیل ڈول دیکھ کر ہی زہرہ آب ہو جاتا تھا اسے یقین تھا کہ اس کی للکار کا جواب دینے والا لشکر اسلام سے کوئی شخص بھی میدان میں آنے کی جرأت نہیں کرے گا جبھی تو وہ اس قسم کے رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

ولقد بحجت من النداء

بجمعکم ھل من مبارز!

ووقف اذا وقف الشجاع

مواقف القرن المناجز

وكذالک انی لم ازل

متبرعا قبل الهزامز

ان الجشاعة فی الفتی

والجود من خیر الغرائز

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۲﴾

﴿نور الابصار ص ۹۸﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۲۱﴾

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾

مُسلمانوں کی جماعت کو پکارتے پکارتے میری آواز بھی بیٹھ گئی کہ کوئی جنگجو میرے مقابلہ کو نکلے۔

جب بہادر پامردی کو چھوڑ دیتا ہے تو میں بہادروں کی صف میں کھڑا ہوتا ہوں اور میں ہمیشہ اسی طرح لوگوں کی طرف دوڑتا ہوں۔

کیونکہ جوان مرد اور بہادر کے لئے شجاعت ہی سب سے اچھی چیز ہے۔

مگر اب تو اس کی للکار کا جواب اس کے سامنے تھا ہاشمی وقار کی تصویر اس کے سامنے جلوہ فگن تھی جرأت و شجاعت کا پیکر اور زورِ یداللّٰہی کا مجسمہ مولا مشکل کشا شیرِ خدا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب اس کے سامنے پورے

اطمینان کے ساتھ اس کے شعروں کا جواب ان فی البدیہہ اشعار کی صورت میں دے رہا تھا۔

لا تعجلن فقد اتاک

مجیب صوتک غیر عاجز

ذونیة وبصیرة

والصدق منجی کل فائز

انی لا رجوان اقیم

علیک نائحة الجنائز

من ضربة نجلاء یبقی

ذکرها عند الهزامز

﴿سیرت ابن هشام ج۲ص۱۹۱﴾﴿طبقات ابن سعد ج۱ ص۲۶۰﴾

﴿نور الابصار ص۹۸﴾﴿سیرت حلبیه ج۲ ص۲۴۲﴾

﴿علی ابن ابی طالب مؤلفه عبد الکریم خطیب ص۱۴۱﴾

اے عمرو تجھ پر افسوس ہے کہ تو ایسی بڑیں ہانک رہا ہے یاد رکھ اور خُوب غور سے سن کر تیری للکار کا جواب دینے کے لئے وہ شخص میدان میں آ گیا ہے جو صاحبِ بصیرت ہے اور تیری آواز کا جواب دینے میں ہرگز عاجز نہیں۔

عمرو نے شیرِ خُدا کے یہ اشعار سنے تو حیران ہو کر پوچھنے لگا نوجوان تمہارا کیا نام ہے۔؟

جناب حیدر کرّار علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا علی ابن ابی

طالب،

عمرو نے کہا! نوُجوان تم ابوطالب کے بیٹے ہو اور ابوطالب میرے

دوست تھے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ تم قتل کئے جاؤ اور میں تمہارا خون

بہاؤں۔

فقال غیرک یا ابن اخی من اعما مک من هوا

شد منک فا نی اکره ان اهریق ای اسیل دمک

فان ابا ک کان لی صدیقا فقال علی و انا و لاله

ما اکره انِ اهریق دمک.

﴿سیرت حلبیه ج۲ ص ۱۴۲﴾ ﴿سیرت ابن هشام ج۲ ص ۱۹۱﴾

﴿معارج النبوة ج۲ ص ۱۳۱﴾

جناب حیدر کرار نے فرمایا مگر میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں قتل کر

دوں۔

عمرو آپ کی جراُت مندانہ گفتگو سن کر حیرت کے عالم میں ڈوب گیا

اور پھر پوچھنے لگا نوجوان تم کیا چاہتے ہو؟

جناب حیدر کرار علیہ السلام نے فرمایا! کیا تم نے یہ عہد کر رکھا ہے

کہ اپنے مقابل کی دو باتیں ضرور تسلیم کروں گا۔

عمرو نے کہا! ہاں کہو کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا کہ میں تجھ سے یہ چاہتا ہوں کہ تو اسلام قبول کر کے

اس بات کی گواہی دے دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

عمرو نے کہا! مجھے اس بات کی ضرورنہیں۔

جناب حیدر کرار نے فرمایا پھر تم ایسا کرو کہ اپنے علاقہ کو واپس چلے جاؤ اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظفّر و منصور اور کامیاب و کامران ہو گئے اور سچے ہوئے تو ان کی معاونت اور امداد کرنا اور اگر اس کے برعکس ہوا تو پھر تمہارا مقصد بغیر لڑے بھی پورا ہو جائے گا۔

فقال لہ علی یا عمرو انک عاھدت ان لا یدعوک رجل من قریش الا خصلتین الا اخذت احدا ھما قال اجل قال لہ علی فانی ادعوک الی اللّٰہ والاسلام قال لا حاجۃ لی.

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج۲ ص ۱۲۴﴾ ﴿معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۲۴﴾
﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۲۲﴾ ﴿نور الابصار ص ۹۸﴾
﴿سیرت ابن ھشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾

عمرو بن عبدود نے کہا کہ میں یہ کام بھی ہرگز نہیں کر سکتا کہ میدانِ جنگ سے خالی ہاتھ واپس جا کر زنانِ قریش کے طعنے سنوں اِس کے علاوہ کوئی اور بات کرو۔

قال و اخری ترجع الی بلادک فان یک محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم صادقا کنت

اسعد الناس به وان یک کا ذبا کان الذی تر ید

قال هذا ما لا تتحدث به نساء قریش ابدا.

﴿سیرت حلبیه ج ۲ ص ۶۴۲۔ معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۳۹۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱۔ روض الانف ج ۲ ص ۱۹۱﴾

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا! اگر تمہیں یہ دونوں باتیں نا منظور ہیں تو پھر آخری بات یہ ہے کہ مجھ سے مقابلہ کی تیاری کرو عمرو ابن عبدود نے فرمانِ مرتضائی سنا تو مضحکہ اُڑانے کے انداز سے ہنسنے لگا اور پھر آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا نوجوان جاؤ واپس چلے جاؤ تم میرے مقابل کے آدمی نہیں ہو اس لئے میں تمہیں قتل کرنا پسند نہیں کرتا اور میرا مقابلہ تو پورے عرب میں کوئی نہیں کرسکتا۔

جناب مولا مشکل کشا علیہ السلام نے اس کے تفاخر کو توڑتے ہوئے فرمایا تو مجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا لیکن خدا کی قسم میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں حضرت علی علیہ السلام کے یہ الفاظ عمرو پر بم بن کر گرے وہ ایک دم مشتعل ہو گیا اور گھوڑے سے چھلانگ لگا کر نیچے اُتر آیا۔

آمنا سامنا ہوا تو نگاہِ افلاک متحیّر رہ گئی ابن عبدِ ود جسمانی ساخت کے اعتبار سے جناب مولا مرتضیٰ شیرِ خدا سے کئی گنا بڑا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ جناب شیر خدا کو اپنا مدِ مقابل سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا اب جو اشتعال میں آ کر اُس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر وار کیا تو یوں معلوم ہوا کہ اُس

کی تلوار نہیں بلکہ آگ کا لپکتا ہوا شعلہ ہو۔

فضحک عمرو وقال ان هذه الخصلة ما كنت اظن ان احد امن العرب يرو عنى لبها ثم قال له عنه طلب المبارزة لم يا ابن اخى فوا لله ما احب ان اقتلك فقال على كرم الله وجهه الكريم ولكنى والله احب ان اقتلك فحمى عمرو عند ذالک ای اخذته الحمية فا قتحم عن فرسه وسل سيفه كانه شعلة نار فعقر فرسه وضرب وجهه واقبل على على كرم الله وجهه فاستقبله على بدر قته فضربه عمرو فيها واثبت السيف وأصاب راسه فشجه فضربه على كرم الله وجهه على حبل عاتقه اى وهو موضع الرواء من العنق فسقط وكبر المسلمون فلما سمع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم التكبير عرف ان عليا كرم الله وجهه قتل عمر العنه الله.

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج۲ص۱۴۲﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج۲ص۲۴۲﴾
﴿معارج النبوت ج۳ص۱۲۹﴾ ﴿نورالابصار ص۹۸﴾
﴿سیرت ابن ھشام ج۲ص۱۹۱﴾ ﴿روض الانف ج۲ص۱۹۱﴾

اس کا وار اس قدر زوردار تھا کہ اگر سامنے پہاڑ بھی ہوتا تو کٹ کر رہ جاتا مگر قربان جائیں زورِ یداللّٰہی کے اور سلام ہو اُس قوتِ حیدری کو جس پر

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ناز تھا آپ نے کمال جرأت و جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دُشمن کے کوہ شکن وار کو اپنی پوری قوت سے اپنی ڈھال پر روک لیا عمرو نے آپ کے سر پر وار کیا تھا جسے جناب حیدرِ کرار اپنے بازوں کے زور پر روکنا چاہتے تھے مگر حملہ اِس قدر شدید تھا کہ تلوار کے دباؤ کا مقابلہ کرتے کرتے سپر سر مبارک کے قریب آگئی جس کی وجہ سے آپ کے سرِ اقدس پر کسی قدر زخم آگیا۔

مگر اِس زخم نے تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو شعلۂ جوالہ بنا کر رکھ دیا تھا آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور زخمی شیر کی طرح غضب ناک ہو کر دُشمن پر حملہ آور ہو گئے۔

ذوالفقارِ حیدری عقاب کی طرح لہراتی ہوئی فضا میں بلند ہوئی اور

معارج النبوت وغیرہ میں ہے عمرو بن عبدود کو قتل کرنے کے بعد جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ہی نعرۂ تکبیر بلند فرمایا تھا چنانچہ لکھا ہے۔

آں گاہِ حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ بیک ضرب ذوالفقار بدن آں معلون خاکسارا، از بار سر سبکسار گردنید وفی الفور باواز بلند تکبیر بگفت وچوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آوازِ تکبیر علی شنید دانست کہ عمرو ملعون مقتول گشت۔

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۲۹﴾

بجلی کی طرح تڑپتی ہوئی عمرو ابنِ عبدود پر اس طرح گری کہ چشمِ زدن میں گردن کے قریب سے اُس کا فولادی شانہ الگ کردیا اور عمرو زمین پر گر کر تڑپنے لگا یہ دیکھ کر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کردیا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اِس غزوہ میں ایسا مقابلہ اور مقاتلہ کیا جو عقل و فہم کی حدود سے ماورئی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے لئے دُعا بھی فرمائی اور اپنی تلوار بھی عطا فرمائی۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ص ۲۹۷﴾

متعدد کتب تواریخ وسیر میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہوسکا کہ ایک ہزار بہادروں سے مقابلہ کرنے والا ابنِ عبدود قتل کس طرح ہوگیا بس ہم نے نعرۂ تکبیر بلند ہوتے ہوئے سنا اور پھر اُس کو زمین پر کٹا ہوا پایا۔

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ص ۲۱۲﴾﴿انوار محمدیہ من المواھب ص ۸۴﴾
﴿زرقانی علی ﴿المواھب ج ۲ص ۱۱۲﴾

دوسرا عفریت جہنم میں

بہرحال جب جنابِ حیدرِ کرار شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو کو قتل کردیا تو عمرو ابن عبدود کا بیٹا حنبل جو اپنے باپ کی معیّت میں خندق عبور

کر کے اُس پار آ گیا تھا غُصّہ سے پاگل ہو کر جناب حیدرِ کرارؑ پر حملہ آور ہو گیا حنبل اپنے باپ ہی کی طرح دکھائی دیتا تھا اور پھر اُس کا خُون بھی ابھی جوان تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ باپ کے قتل نے اُسے انتہائی حد تک مشتعل کر دیا تھا ان حالات میں اُس کا حملہ کس قدر خوفناک ہو سکتا ہے قارئین بخوبی سمجھ سکتے ہیں مگر حملہ روکنے والا تو اسد اللہ تھا جراُت و بہادری کا ناقابلِ شکست مجسمہ قوت و شجاعت کی منہ بولتی تصویر افواجِ اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ عمرو کے بیٹے کے شدید حملے کو آپ نے ایک ہی جھٹکے میں روکا بھی اور اُسے ذوالفقارِ حیدری کی ایک ہی ضرب سے واصلِ جہنم بھی کر دیا حنبل کا ایک اور ساتھی سامنے آیا تو اُس کا بھی وہی انجام ہوا جو پہلے دو عفریتوں کا ہوا تھا اُسے کسی دوسرے مسلمان نے قتل کر دیا۔

وقتل مع عمرو رجلان قتل علی احدھما .

﴿تاریخ کاملِ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۲۴﴾

ثم رکب علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فرسہ

و کر علی ابنہ حنبل فقتلہ ایضاً .

﴿نور الابصار ص ۹۸﴾

کافروں کے تین شہ زور نارِ سقر میں پہنچ چکے تھے اَب مَیدان صاف تھا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورے جاہ و جلال حیدری کے ساتھ ایک بار خندق کے اِس پار کفار کی فوج کے اضطراب کو دیکھا اور سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچنے کے لئے مراجعت فرمالی۔

اللہ کی طرف سے علی کو تمغہ

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں اس شان کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آپ کی تلوار سے خُون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا تو بارگاہِ ربّ العزّت میں عرض کی الٰہی علی کو وہ اِکرام وفضیلت عطا فرما جو نہ پہلوں میں سے کسی کو ملی ہو اور نہ بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو نصیب ہو۔

ابھی دعا جاری تھی کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور علی علیہ السلام کے لئے یہ تحفہ بھیجا ہے۔

اور پھر ایک جنّت کا صندوقچہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب وہ صندوقچہ علی کے ہاتھ میں دیا تو وہ خُود بخود کھل گیا اس میں سبز رنگ کا ایک ریشمی کپڑا تھا جس پر دو سطروں میں تحریر تھا طلاب غالب کا تحفہ علی ابن طالب کی طرف۔

اخرج الفردوس الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال لما قتل علی عمرو ابن

عبدود العامری و جاء عند النبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم و سیفہ یقطعر دما فلما رای علیا قال
اللھم اعط علیا فضیلۃ لم تعطھا قبلہ ولا بعدہ
فھبط جبریل و معہ اترجۃ الجنۃ فقال ان اللہ
یقرئک السلام و یقول فی ھذۃ علیا فد فعھا الیہ
فا نفلقت فی یدہ فلتبثین فا ذا فیھا حریرۃ خضراء
مکتوب فیھا سطران تحفۃ الطالب الغالب الی
علی ابن ابی طالب .

﴿ینا بیع المودۃ ج ۱ ص ۹۵﴾

یہ حدیث

شیخ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف لطیف مظہر الصفات میں نقل فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیرومرشد سیّدی وسندی نجم الدّین کُبریٰ قُدّس سرّہ العزیز کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا تو آپ نے یہ حدیث مُبارک مُجھ سے بیان کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنگِ احزاب کے موقعہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تحفہ عطا فرمایا تھا آپ ارشاد فرما ہی رہے تھے کہ آپ پر وجد وحال کی کیفیّت طاری ہوگئی اور پھر آپ کی کیفیّت وحالت مجھ پر بھی اثر انداز ہوگئی اور میں بھی آپ کے ساتھ آہ وزاری کرنے لگا اور دُنیا ہماری نظروں سے اِس قدر حقیر ہوگئی کہ ہم نے دُنیا کی محبّت کو اپنے دلوں سے

بالکل ہی نکال دیا۔

قال الشیخ العطار فی کتابہ "مظھر الصفات" کنت عند شیخی و سندی الشیخ النجم الدین الکبریٰ قدس سرہ فحدثنی ھذا الحدیث فغلب علیہ الوجد الحال القویٰ فبکیت معہ فحقرت الدنیا اعننا وقطعنا حب الدنیا عن قلوبنا.

﴿ینابیع المودۃ جلد اول ص ۹۵﴾

اہلِ باطن اور اہلِ ظواہر کا فرق

یہی فرق ہے اہلِ باطن ہے اہلِ باطن اور ظاہر بینوں کا اہلِ باطن ہر واقعہ کا دل کی آنکھوں سے بھی مشاہدہ کر لیتے ہیں جبکہ اہلِ ظاہر اُسے پہلے تو عقلِ ناقص کے ترازو پر وزن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اپنے ہی بنائے ہوئے معیارِ اسناد پر جانچنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اِس طریقۂ کار پر وہ خود بھی مکمل طور پر مطمئن نہیں ہوتے۔

چونکہ اس مقام پر ہمیں ہر قسم کی مباحث سے الگ تھلگ رہ کر محض زور یداللٰہی کے چند مناظر قارئین کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہیں اِس لئے پھر اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جنگِ احزاب میں جرأت وجوان مردی کا بے مثال مظاہرہ کرنے کے سلسلہ میں

تاجدارِ اولیاء شیرِ خدا سیدّنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مزید کون کون سے تمغہ ہائے جرأت بارگاہِ خدا اور رسول سے حاصل ہوئے۔

دُوسرا تمغہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جرأت حیدری پر جو دوسرا تمغہ عطا فرمایا اس کا ذکر قرآن مجید فرقان حمید میں اس طرح آتا ہے۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَال

﴿سورۃ احزاب آیت ۲۵﴾

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنگِ احزاب میں مؤمنین کو لڑائی کی کفائت فرمادی جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ اس معرکہ میں کفارِ عرب ابوسفیان کی قیادت میں زبردست تیاری کر کے آئے تھے مگر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عمرو بن عبدوُد کو قتل کر دیا تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن پر آندھی کا ایسا زبردست طوفان مسلط کر دیا جس سے اُن کے حواس قطعی طور پر ساتھ چھوڑ گئے اُن کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں اُن کے گھوڑے جدھر جی چاہا بھاگ اُٹھے حتیٰ کہ گرد وغبار کی شدت نے وقتی طور پر اُن کی آنکھوں کو بینائی سے بھی محروم کر دیا اور پھر اُنہیں اِسی میں عافیت نظر آئی کہ جس قدر جلد ممکن ہو اِس علاقہ سے نکل بھاگیں اور یوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو بغیر باقاعدہ طور پر قتال کیئے فتح نصیب فرمائی۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ نے اِن دونوں صورتوں کو ہی بیان کر دیا

ہے۔

﴿۱﴾ مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو ابن عبدود اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے کفّار کے حوصلے پست کر دیئے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قتال سے بچالیا۔

﴿۲﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس کے بعد کفّار پر تیز آندھی مسلّط فرمادی جس کی شدت کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے وہ ہی محاصرہ توڑ کر دیوانوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابنِ مسعودؓ کا قول

پہلی وجہ یعنی صورت نمبر ایک کے متعلق خاتم حفّاظ مصر امام جلال الدّین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابنِ ابی حاتم ابنِ مردویہ اور ابن عساکر بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ آیت وکفی اللہ المومنین القتال تلاوت فرماتے تو آخر پر فرماتے ہیں بعلی بن ابی طالب یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے جنگ کرنے سے بچالیا۔

واخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کان یقرا ھذا الحرف عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کان یقرا حذا الحرف واکفی اللہ المومنین

القتال بعلی ابن ابی طالب.

﴿تفسیر در منثور ج ۵ ص ۱۹۲﴾ ﴿ینابیع المودۃ جلد اول ص ۹۴﴾

سیدّنا حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے علاوہ حبر الامّت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اِس آیت کریمہ کو تلاوت فرماتے تو آپ بھی ساتھ ہی یہ جُملہ ادا فرماتے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے چنانچہ عبدالکریم خطیب مشہور مؤرخ اور محدّث علاّمہ جاحظ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگِ احزاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے جنگ وجدال سے بچالیا۔

وقال ابن عباس فی قوله تعالیٰ: "وكفى الله المومنين القتال" بعلی بن ابی طالب.

﴿رسائل الجاحظ ص ۶۰﴾ ﴿نور الابصار ص ۹۸﴾

﴿علی ابن ابی طالب مؤلفه عبد الکریم خطیب ص ۱۲۵﴾

عبداللہ ابن مسعود رضی الہ تعالیٰ عنہٗ برخواست و بر خواند کہ وکفی اللہ المؤمنین القتال بعلی وکان اللہ عزیزاً حکیما۔

﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۳۰﴾

سب سے الگ اعزازات

یہ شان ہے مولا مرتضیٰ، مشکلکشاء علیہ السّلام کی آپ کو ہر جنگ میں

جرأت و بہادری کی مثال قائم کرنے کے لئے وہ بیش بہا مواقع نصیب ہوئے جو کسی دُوسرے کے حصے میں نہیں آئے۔ دُنیا میں محاذِ جنگ پر بہادری کے کارنامے دِکھانے والوں کو بھی سربراہانِ مملکت کی طرف سے تمغے دیئے جاتے ہیں انہیں بڑے بڑے اعزازات سے نوازا جاتا ہے مگر دُنیا میں کون ایسا ہے جسے معیّن و مخصوص کر کے اللہ اور اُس کا رسول تمغات و اِعزازات عطا فرمائیں۔

خالقِ کائنات کی طرف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنگِ بدر کے موقع پر جن جن اِعزازات سے نوازا گیا اُن کی تفصیل آپ سابقہ اَوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اُن میں ایک اعزاز یہ بھی تھا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ

یعنی اے محبوب ! اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہی ذات پاک ہے جس نے آپ کو اپنی اور مُسلمانوں کی مدد کا زور عطا فرمایا۔

﴿سورۃ الانفال آیت ۶۲﴾

اور پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس کی وضاحت بھی فرمادی کہ اِس سے مُراد وزیرِ یدُ اللّٰہی اور قوتِ اسدُ اللّٰہی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُعا بھی تو یہی تھی کہ یا اللہ ! تُو نے مُوسیٰ علیہ السلام کی امداد کے لئے اُس کے بھائی ہارون کو مقرر فرمایا اور میری امداد کے لئے

میرے برادر علیؑ کو مقرر فرما۔

نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کس طرح مُسترد ہو سکتی ہے اُسے تو بہر حال قبول ہونا تھا اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا تعالیٰ سے کچھ طلب کرنا بھی تو منشاء ایزدی کے مطابق ہی تھا کیونکہ آپ اپنی مرضی سے تو کچھ بولتے ہی نہ تھے اور پھر یہ دُعا تو آپ نے نُصرتِ حیدری کا مُشاہدہ کر کے مانگی تھی۔

حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ اور بے مثال تالیفِ مُبارکہ ''کتاب الشفاء'' میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراجِ مبارکہ کے باب میں نقل فرماتے ہیں کہ۔

ابن قانع قاضی، ابی الحمراء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات کو جب ہم نے آسمانوں سے گذر کر عرش کی طرف سفر کا آغاز فرمایا تو عرش کے اُوپر لکھا ہوا دیکھا ''لَااِلٰہَ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' اور یہ کہ میں نے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو علیؑ کے ساتھ نُصرت وامداد دی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

روی ابن قانع القاضی عن ابی الحمراء

قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم
لما أسری بی الی السماء اذا علی العرش
مکتوب(لا الہ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ) ایدتہ
بعلی.

﴿کتاب الشفاء مطبوعہ مصر عربی صفحہ ۵۲﴾
﴿کتاب الشفاء اُردو ترجمہ صفحہ ۱۵۵﴾
﴿ینابیع المودۃ صفحہ ۹۵﴾
﴿نسیم الریاض شرح شفاء جلد اول صفحہ ۲۱۲﴾

اِسی طرح زیرِ آیت "هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ" حلیۃ الاولیاء کی یہ روایت آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے عرش کے اُوپر لکھا ہوا ملاحظہ فرمایا کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے بندے اور رسول ہیں میں نے انہیں علی ابن ابی طالب کے ساتھ مدد اور نصرت فرمائی۔

قال رأیت مکتوبا علی العرش لا الہ الا
اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ محمد عبدی ورسولی
ایدتہ ونصرتہ بعلی ابن ابی طالب.

اِس ضِمن میں اور بھی بہت کچھ پیش کیا جا سکتا ہے تاہم بخوفِ طوالت دیگر کئی روایات کو قلم انداز کرتے ہوئے، اب اُن چند اعزازات کا

ذکر کیا جاتا ہے جو عمرو ابن عبدود کے قتل کے سلسلہ میں سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدرِ کرار علی المرتضیٰ مشکلشاء شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمائے۔

اعزاز نمبر ۱

اِس کے متعلق ہم مختصر عرض کر چکے ہیں کہ جب جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرو ابن عبدود کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے تو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا !

"سارا ایمان سارے شرک کے ساتھ ٹکرا گیا"

بعض روایات میں ایمان کی بجائے "اسلام" کا لفظ بھی آیا ہے یعنی یہ کل ایمان کی کُل شرک کے ساتھ جنگ ہے۔

ویروی أن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
حین رأی علیاً وقد اسرع نحو عمرو بن عبد ود
قال ! "الآن برزا الاسلام کلہ للشرک کُلہ."

﴿علی ابن ابی طالب صفحہ ۱۲۵﴾

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کلِ ایمان یا کلِ اسلام کے لقب سے ملقب فرمانا اور عمرو بن عبدِ ود کو کُل شرک کے نام سے موسوم کرنا غیر معمولی بھی ہے اور نا قابلِ تردید حقیقت بھی۔

ہم نے اہلِ ظواہر اور خوارج وغیرہ کی متعدّد ایسی تحریریں بھی دیکھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں تاجدارِ انبیاء سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان انتہائی ناگوار گذرا ہے اِن ناعاقبت اندیش مبغوض لوگوں نے اِس روایت کی اسناد کو کمزور بتانے کے ساتھ ساتھ منطقی طور پر بھی ناقابلِ یقین اور وضعی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ وہ اِس حقیقت کو جُھٹلانے میں بھی قطعی طور پر ناکام ہوئے ہیں اور اپنے ایمان کا بھی جنازہ نکلوا بیٹھے ہیں۔

چند منطقی دلائل

پہلی دلیل یہ ہے کہ کفّار کے پُورے کے پُورے لشکر میں ایک شخص بھی عمرو بن عبدود کی ٹکر کا بہادر موجود نہیں تھا اور اگر ہوتا تو وہ بھی اِن دونوں باپ بیٹے کی طرح خندق عبور کر کے مسلمانوں کے لشکر کے سامنے آجاتا لہٰذا ابوسفیان کی فتح وشکست کا مکمل طور پر انحصار صرف اور صرف عمروابن عبدود پر تھا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اصولِ جنگ کے مطابق سب سے پہلے ایک شخص کو ایک شخص سے مقابلہ کرنا تھا اگر عمرو خدانخواستہ اسلام کے چند جانبازوں کو میدانِ جنگ میں بلا کر شہید کر دیتا تو پھر مسلمانوں کا جنگ اُحد سے بھی زیادہ نقصان ہونے کا احتمال تھا کیونکہ یہاں جبلِ اُحد جیسی قدرتی فصیل قائم نہیں تھی صرف ایسی خندق تھی جسے اُس وقت عبور کر لینا مشکل نہیں

تھا جب اہل اسلام کی توجہ اس طرف سے ہٹ کر عمرو سے نبرد آزما ہونے کی طرف مبذول ہوتی،

عن ابی مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ قال لما برز علی الی عمرو بن عبدود قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم برز الا یمان کلہ الی الشرک کلہ فلما قتلہ قال ابشر یاعلی فلو وزن عملک الیوم بعمل امتی لرجح عملک بعملھم۔

دلیل نمبر ۳ دو یہ ہے کہ اگر کفار اپنی جنگی قوت کا مظاہرہ کیے بغیر محض خوفناک آندھی کی وجہ سے میدان جنگ کو چھوڑ کر فرار ہو جاتے تو اسے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم تو کہا جا سکتا تھا مگر واضح فتح کا نام نہیں دیا جا سکتا تھا اور اِس سے کفار کے حوصلے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پست نہ ہوتے بلکہ اسے وہ ایک عام حادثہ قرار دے کر دوبارہ اپنی قوت کو مجتمع کر کے حملہ آور ہونے کی کوشش ضرور کرتے خواہ پھر بھی اُنہیں شکست سے ہی دوچار ہونا پڑتا۔

دلیل نمبر تین یہ ہے کہ اگر عمرو ابن عبدود کے بار بار ھَل مِن مُبَارز پکارنے پر لشکرِ اسلام سے کوئی بھی اس کے مقابلہ میں نہ جاتا تو یہ براہِ راست اہلِ اسلام کی واضح شکست کے مترادف تھا خواہ وہ بغیر لڑے ہی میدان میں للکار للکار کر واپس چلا جاتا۔

دلیل نمبر چار یہ ہے کہ عمرو فی الواقع ایک کوہِ گراں تھا جسے تسخیر کر لینا ہر شخص کا کام نہیں تھا خود امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِسی موقع پر حضور کی خدمت میں ایک واقعہ عرض کیا تھا کہ کس طرح اکیلے عمرو نے ایک ہزار بہادر لٹیروں کے ساتھ مقابلہ کر کے فتح حاصل کی تھی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین می گفت
روزے بہ ہمراہی طائفہ از قریش کہ عمرو بن عبدود
درمیان ایشان بود بر ہم تجارت با مال بسیار عزیمت
شام کردہ بودیم کہ ناگاہ قریب ہزار کس از قاطعان
طریق بر ما سر راہ برگرفتند اہل کاروان از مال بلکہ جان
ودل برکندند دریں اثناء عمرو عبدود تیغ از نیام برکشید و
مانند شیر ژیان وپیل دمان بر مخالفان حملہ آورد آں
جماعت بجرد توجہ او بایشاں روے بہزیمت آوردند دراہ
فرار پیش گرفتند۔

﴿معارج النبوۃ رکن چھارم ص۱۲۸﴾

دلیل نمبر پانچ یہ ہے کہ لشکرِ اسلام میں سے کوئی کوئی شخص بھی اس کے بار بار للکارنے کے باوجود اُس کے مقابلے کے لئے جانے کو تیار نہ تھا چنانچہ سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب عمرو ابن عبدود بار بار مقابلہ کی دعوت دے رہا تھا تو سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کسی شخص نے بھی نہ تو

اس کا چیلنج قبول کیا اور نہ ہی اٹھا۔

وروی سھیلی عن ابن اسحق ابن عمرو دعا المسلمین للمبارزۃ و عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الامر ثلاث مرات ولا یقول الا علی کرم اللہ وجھہ الکریم.

﴿حاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر ج۲ ص ۱۲۴﴾

﴿معارج النبوۃ ج۴ ص ۱۲۹﴾

اِن حالات میں اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ایمان کُل اور اسلام کُل نہ کہا جاتا تو کیا کہا جاتا ہم گم کردہ راہ منطق دانوں پر سوال کرتے ہیں کہ اگر علی بھی اُس وقت خاموشی سے بیٹھے رہتے تو اسلام کا وقار خطرے میں تھا یا نہیں؟

ایسی قوم جسے ساری کائناتِ ارضی پر ایک فاتح قوم کی حیثیت سے نمودار ہونا تھا وہ اپنے سپہ سالارِ اعظم کی موجودگی ہی میں اعترافِ شکست کر لیتی تو تاریخ اسلام کی تابندگی کا کون اعتراف کرتا۔

اپنی ناقص عقل کے ترازو پر مقاماتِ علی کو وزن کرنے والو یہ تو سوچو کہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عمرو ابن عبدود کی شجاعت اور بہادری کو پورے طور پر جانتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب علی کرم اللہ وجہہ الکریم اُس سے مقابلے کے لئے اجازت طلب کرتے تو آپ فرماتے علی بیٹھ جاؤ

یہ عمرو ابن عبدود ہے،

اندازہ تو کرو کہ یہ مقابلہ کس قدر شدید اور کس قدر اہم تھا دیوانو!

علی نے تو اُس کا مقابلہ کر کے اسلام کو وہ شوکت عطا فرمائی ہے جو لوحِ تاریخ پر تا ابد الآباد چمکتی رہے گی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت عَمرو ابنِ عَبدوُدؒ کی فتح پورے شرکستان کی فتح اور اُس کی شکست پورے شرکستان کی شکست اور ہزیمت تھی اور اِس کے ساتھ ہی ساتھ جناب حیدرِ کرّار کی فتح پورے ایمان اور اسلام کی فتح اور کامرانی کے مترادف تھی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے علی کو مکمل ایمان اور عَمرو کو مکمل کُفر اور شرک کے نام سے موسوم کیا، نادانو! کیا تمہاری ناتمام عقلیں اور فرسُودہ اذہان عقلِ رسالت کا مقابلہ کر سکتی ہیں؟ اور پھر علی کے پورا ایمان اور پورا اسلام ہونے پر تو سینکڑوں دیگر شہادتیں بھی دامانِ احادیث رسول میں موجود ہیں۔

دربارِ مصطفےٰ سے دوسرا اعزاز

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عَمرو ابن عبدوّد اور اُس کے بیٹے کو قتل کرنے کے بعد قطراتِ خون ٹپکاتی ہوئی تلوار سمیت سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے بے پناہ مسرّت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

علی کا یومِ خندق میں جنگ کرنا میری تمام اُمّت کے قیامت تک

کے اعمال سے بہتر ہے۔

لمبارزة علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال اُمتی الی یوم القیامة.

جناب مولا مشکل کُشا علیہ السلام کے متعلّق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اگر اس ایک فرمان کو ہی پیش نظر رکھ لیا جائے تو دشمنانِ حیدر کرار آپ کی شان میں کسی قسم کی گُستاخی کا اِرتکابِ جرم نہیں کر سکتے مگر جس کی قسمت میں اَزلی شقاوت ہے اسے کون تبدیل کر سکتا ہے۔

بہر حال مندرجہ بالا روایت بعض کُتب میں اس طرح ہے کہ،

علی کی یومِ خندق کی ایک ضرب میری اُمّت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے۔

عن حذیفة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ ضربة علی فی یوم الخندق افضل من اعمال اُمتی الی یوم القیامة.

﴿مقتل خوارزمی ص۴۵۔ ینا بیع المودة ص۹۵﴾

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز در بارہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ چنین فر مود کہ مبارزة علیا بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال اُمتی الی یوم القیامة۔ یعنی مبارزت علی در روز

خندق فاضل تر است از اعمالِ اُمت من تا بروز قیا
مت و امیر المومنین ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ مجلس بودند کہ ولے در آمد ہر دو برخاستند و
فرق مبارک را بوسیدند۔

﴿معارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۰﴾

روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متذکرہ بالا اعزاز جنابِ حیدرِ کرار کو عطا فرمایا تو جناب ابو بکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نے اُٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سرِ اقدس کو چوم لیا۔

دَربارِ مصطفےٰ سے تیسرا اعزاز

اِن کے علاوہ جب شیرِ خدا سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارا شگاف ذوالفقار سے عمرو ابن عبدود کو واصلِ جہنم کر کے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متبسّم ہو کر فرمایا یا علیؑ تمہیں بشارت ہو کہ اگر آج کے تمہارے اِس عمل کو محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کی تمام اُمّت کے اعمال سے وزن کیا جائے تو تمہارا عمل پھر بھی زیادہ وزنی ہو گا۔

قال البشر یا علی فلو وزن الیوم عملک بعمل
امة محمد لرجح عملک بعملھم.

﴿ینا بیع المودة ص ۹۶﴾

دربارِ مصطفےٰ سے چوتھا اعزاز

علاوہ ازیں تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اس جرأت و بہادری کا ایک تمغہ یہ بھی عطا فرمایا کہ۔

علی کی عمرو بنِ عبدود کو قتل کرنے کی نیکی جنوں
اور انسانوں کے اعمال سے افضل ہے۔

وذکر بعضھم ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
عند ذالک قال قتل علی لعمرو بن عبدود،
افضل من عبادة ثقلین.

﴿سیرتِ حلبیہ ج ۲ ص ۲۴۲﴾

خوارج کا اِعتراض

جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے والے اِن اعزازات میں آخری اعزاز پر اعتراضات کا دائرہ عمل نسبتاً وسیع ہو جاتا ہے اور خارجی اپنے پیش رؤوں کی پیدا کردہ منطقی تاویلوں میں استہزاء و تمسخر کی مزید رنگ آمیزیاں کر کے عوام النّاس کو گمراہ اور تباہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ شانِ حیدر کرّار رضی اللہ عنہ میں پیش کی جانے والی متنازعہ فیہ عبارات پر بحث کے لئے ہم نے ایک مستقل باب لکھا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اِس باب میں اُن تمام اعتراضات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

یہاں ہم اپنے قارئین پر صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ خارجیوں نے اس روایت پر اعتراضات کے لئے جو تانا بانا تیار کیا ہے اُس کی ابتداء اُن کے آقائے نعمت ابن تیمیہ نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب منہاج السنۃ میں اِس طرح کی ہے۔

وھذا من الاحادیث الموضوعة التی لم تروفی شیء ومن الکتب التی یعتمد علیها ولا بسند ضعیف وکیف یکون قتل کا فرا فضل من عبادة الثقلین الانس والجن ومنهم الانبیاء قال بل ان عمرو ابن عبدود ھذا لم یعرف له ذکر الا فی ھذه الغزوة.

﴿منهاج السنة ابن تیمیه﴾

اور یہ روایت اُن موضوع احادیث میں سے ہے جنہیں معتبر کتب نے بیان ہی نہیں کیا اور نہ ہی یہ کسی ضعیف سند سے ثابت ہوتی ہے اور یہ کیسے دُرست اور ممکن ہے کہ ایک کافر کو قتل کرنے کی نیکی ثقلین کی یعنی جنوں اور انسانوں کی عبادت سے افضل قرار پائے جبکہ ان میں انبیاءؑ بھی شامل ہیں

بلکہ عمرو ابن عبدود کا تو سوائے اس جنگ کے کہیں ذکر ہی موجود نہیں اور نہ ہی اُسے کوئی جانتا ہے۔

ابن تیمیہ خود بھی ابتداء میں اس روایت کو شیعوں کی من گھڑت اور وضعی قرار دیتا ہے اور اُس کی ذُریت نے تو اُس پر ایسی ایسی حاشیہ آرائیاں کی ہیں کہ پناہ بخدا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان لوگوں پر اس شِدّت سے دیوانگی کے دورے کیوں پڑتے ہیں اور ان کی بصارت و بصیرت پر تعصّب کے پردوں کی تہیں دبیز سے دبیز تر کیوں ہوتی ہیں کہ انہیں سوائے اپنے باپ داداؤں کی من گھڑت تاویلات کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

حالانکہ تواریخ و سیر کی ثقہ ترین کتب میں عمرو بن عبدود کے متعلق بالوضاحت تحریر ہے کہ وہ جنگ بدر میں بھی کفار و مشرکینِ مکّہ کے ساتھ تھا اور زخمی ہونے کی وجہ سے اپنی قوّت کے جوہر نہ دکھا سکا لیکن روایت کو کمزور کرنے کے لئے اس قدر ڈھٹائی سے کام لینا کہ جنگِ احزاب کے علاوہ اُس کا کہیں تذکرہ ہی موجود نہیں انہی کا کام ہوسکتا ہے جو پُورے طور پر ابلیس کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔

بہرحال جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے اس روایت کی ثقاہت کے بارے میں پوری تفصیل مباحث کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ اگر اللہ تعالٰی اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو کوئی اعزاز عطا فرمادیں تو کوئی دوسرا اُنہیں چھین سکتا ہے

یا نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہو ہے تو دشمنانِ حیدر کرار کو شرم آنی چاہئے کیونکہ جناب علی علیہ السلام کو بارگاہِ خدا اور رسول سے ملنے والے اعزازات و انعامات نہ تو قلم کے زور سے چھینے جا سکتے ہیں اور نہ ہی منطقی تاویلیں اُنہیں واپس لینے پر قادر ہو سکتی ہیں۔

انعام یافتہ کی گواہی

اگرچہ قارئین کرام جناب شیرِ خدا غالبِ علیٰ کل غالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ خداوندی سے ملنے والے تمغات اور دربارِ رسول سے ملنے والے اعزازات کے متعلّق بالوضاحت ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ شانِ مرتضائی کی رفعتوں کو دیکھ کر چیں بجبیں ہونے والے لوگ کس کس طریقہ سے رویات کو کمزور کرنے کے لئے زور صرف کرتے ہیں لہٰذا اس مقام پر سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

پسند اپنی اپنی مقام اپنا اپنا
کیئے جا وُ میخوارو کام اپنا اپنا

تاہم آخر میں خود جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ضمن میں چند اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے جن میں آپ نے غزوۂ احزاب میں ملنے والے عظیم ترین انعامات کا انتہائی غیر محسوس طریقہ

سے واضح ترین ذکر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں۔

تمام تعریفیں اُس اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہیں جو فضل فرمانے والا اور جمیل ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اتمام نعمت کرنے والا اور بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

اُس خُداوندِ قدوس کا شکر ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نُصرت و تائید فرما کر جاہل سرکشوں پر قابو حاصل کرنے کی توفیق بخشی۔

اگرچہ میں اپنی زبان کی پُوری قوّت بھی صرف کر دوں تو میں اُن بے شمار ملنے والی نعمتوں کو بیان نہیں کر سکتا جنہیں میں اپنی کوشش سے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

خُدا کی قسم! اِس صُبح مجھ پر ہونے والا اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ظاہر ہو گیا خواہ میں کچھ طلب کروں یا نہ کروں۔

گروہِ کُفّار نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج اور آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی نُصرت و امداد کا مشاہدہ کر لیا ہے

جس میں غور کرنے والے کے لئے نصیحت ہے خواہ وہ

عقلمند ہو یا نا سمجھ۔

عمرْو ابنِ عَبدُودّ نے جب اپنی بات پر اُڑنے کی کوشش کی تو جنابِ

شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔

اَے عمر ابنِ عَبدُود تو ایک ایسا بہادر سوار ملا ہے

جو بار بار جنگ میں پیش قدمی کرتا ہے۔

مگر وہ سوار تجھے ہدایت اور شرائع اسلام کی

طرف بُلا کر خدا کے دین کی امداد کرنے کی دعوت دیتا

ہے جو آلِ ہاشم کے لوگوں سے ہے ہم وہ لوگ ہیں جو

مہذّب شریف النّفس اور صاحبِ تاجِ کرامت ہیں

اور ہم وہ ہیں جن کی روشنی غالب آنے والی اور عالمگیر

ہے۔

اور تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں اس ہندی

شمشیر براں کے ذریعے سے جس کی دھار انتہائی

باریک ہے اور یہ آبدار قاطعِ شمشیر پشت کی ہڈیوں کو

کاٹنے والی ہے۔

اور ہم میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہیں کہ آپ کی جبینِ اقدس

اس طرح چمکتی ہے جس طرح بادل کے درمیان آفتاب چمکتا ہے۔

الحمد للّٰه الجميل المفضل

المسبغ المولی العطاء المجدل

شکر علیٰ تمکینه لرسوله

بالنصر منه علی الغواة الجهل

کم نعمة لا استطیع بلوغها

جهدا ولو اعملت طاقة المقول

للّٰه اصبح فضله متظاهرًا

منه علی سئالت ام لم اسئل

قد عائن الاحزاب من تائیده

جد النبی و ذی البیان المرسل

ما فیه موعظة لکل مفکر

ان کان ذاعقل وان لم یعقل

﴿دیوانِ علی علیه السلام ص۱۲۵﴾

اور خدا ہی اپنے دین اور پیغمبر کا مددگار ہے اور پیش قدمی کرنے والے توحید پرست کا حامی وناصر ہے۔

قریش اور تمام شعوب وقبائل والے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اور اس امر پر گواہ ہیں کہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو میرا ہمسر اور قائم مقام ہو،

یاعمرو قد لاقیت فارس بهمة

عند اللقاء معاودا الاقدام

من آل هاشم من سناءٍ باهر

ومهند بين متوجين كرام

يدعو الى دين الاله و نصره

والى الهدىٰ و شرائع الاسلام

بمهندٍ عضبٍ رقيق حدّهٗ

ذي رونق يفري الفقار حسام

و محمد فينا كان جبينه

شمس تجلت من خلال غمام

والله ناصر دينه و نبيه

ومعين كل موحدٍ مِعدام

شهدات قريش و القبائل كلها

انْ ليس فيها من يقوم مقامي

﴿ديوان علی عیله السلام ص ۱۲۹﴾

ابنِ عبدود کی ہلاکت کے بعد

جناب حیدر کرار سیدنا علی علیہ السلام نے عمرو بن عبدود کا سر قلم کرنے کے بعد فرمایا کیا سوار مجھ پر اس طرح حملہ آور ہوں گے؟ اے میرے ساتھیو! ان کو مجھ سے اور دوسرے مسلمانوں سے پیچھے ہٹا دو آج میری غیرت اور کھوپڑی تک پہنچنے والی اور نہ اُچٹنے والی میری تلوار بھاگنے سے روکتی ہے حملہ کرنے والے ابن عبدود نے قسم کھائی ہے اور لوگوں نے اس کا ذب کے حلفیہ بیان کو سنا ہے کہ وہ نہ اسلام قبول کرے گا اور میں نے قسم کھائی ہے اور

پھر ہم دونوں پوری قوت سے ٹکرا گئے اور پورے طور پر لڑے اور پھر میں نے اسے ریگزاروں میں چٹانوں کے درمیان درخت کے تنا کی طرح کٹا ہوا پایا تو میں رک گیا اور اسے برہنہ کرنے سے باز رہا لیکن اگر میں شکست کھا جاتا تو وہ کپڑے بزدل چھین لیتا۔

ابنِ عبدود اپنی ناقص عقل کی وجہ سے پتھروں کو پوجتا رہا اور میں صائب الرائے اور صاحبِ شعور ہونے کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب جل وعلا کی پرستش کرتا رہا۔

ابنِ عبدِود نے جب میری خار اشگاف تلوار کو حرکت میں دیکھا تو اُسے معلوم ہو گیا کہ یہ محاربہ کھیل تماشہ نہیں۔

ابن عبدود کو میں نے مصفّا لوہے کی پاکیزہ تلوار سے اس وقت قتل کیا جب اس نے بغاوت کی۔

اُے گروہِ کفّار! خُدائے رحمٰن کے متعلّق یہ گمان نہ کرو کہ وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر انداز کر دے گا۔

بَابْ ۷

غَزوۂ بنیِ قَریظہ

اور

حَیدرِ کرّار علیہ السلام

غزوۂ بنو قریظہ

پسِ منظر

جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں یہودیوں کی بد عہدی کے متعلق ایک واقعہ بیان کر چکے ہیں ایسے ہی یہودیوں نے اپنی شیطنت اور فطری جبلّت کا مظاہرہ کرتے ہوئے متعدد بار دیگر بھی کئی ایک بد عہدیاں کیں حتیٰ کہ غزوۂ احزاب میں بھی مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف متعدد قسم کی ناپاک سازشیں کیں۔

سپہ سالارِ اعظم تاجدارِ عرب وعجم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ احزاب سے کامیاب وکامران ہو کر مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو آپ نے اسلحہ وغیرہ اُتار کر غسل فرمایا اور ظہر کی نماز ادا فرمائی،

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ واپسی پر اُم المومنین سیّدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے حُجرہ مبارکہ میں تھے کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ ! اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، آپ نے

اسلحہ وغیرہ اُتار بھی دیا ہے حالانکہ فرشتوں نے ابھی تک اپنا اسلحہ نہیں اُتارا۔ لہٰذا آپ تیاری فرمایئے اور یہودیوں سے ان کی بدعہدیوں کا بدلہ لیں چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عَلَم عطا فرما کر یہودانِ بنونضیر کی طرف روانہ فرمادیا اور اُن کے عقب میں چلنے کی خود بھی تیاری شروع فرمادی۔

مواہب اللدنیہ وغیرہ میں ہے کہ آپ نے مقدّمہ کے طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عَلَم عطا فرما کر یہودانِ بنوقریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور پھر بہ نفسِ نفیس خود بھی تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکرِ اسلام کے ساتھ یہودیوں کی بستی کا محاصرہ کرلیا۔

لما رجع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وضع السلاح واغتسل اتاہ جبریل فقال قد وضعت السلاح واللّٰہ ما وضعنا اخرج الیھم واشار الی بنی قریظہ فانی عامد الیھم فمزلزل بھم فامر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم موذنا فاذن فی الناس من کان سامعا مطیعا فلایصلین العصر الافی .

بنی قریظہ وبعث منادیا ینادی یاخیل اللّٰہ ارکبی وبعث علیاً رضی اللّٰہ عنہ علی المقدمۃ ثم سار فی المسلمین وھم ثلاثۃ آلاف والخیل ستۃ

وثلاثون فرساو حاصرهم علیه الصلوٰۃ والسلام

خمس و عشرین لیلۃ.

﴿انوارِ محمدیہ من المواھب اللدنیہ مطبوعہ مصر ۸۷﴾

سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنگ خندق ﴿احزاب﴾ سے واپس تشریف لائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو علم عطا فرما کر "بنوقریظہ" کی طرف روانہ فرمادیا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ گھر تشریف لانے سے پہلے ہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پرچم عطا فرمایا اور بنوقریظہ کی طرف روانہ فرمادیا۔

وقدم رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ الکریم وجھہ برأیتہ الی بنی قریظہ ، ای وفی روایۃ دفع الیہ لوائہ علی حالہ لم یحل من مرجعۃ من الخندق ومر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنفرمن بنی النجار قد بسوا السلاح.

﴿سیرتِ حلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۹﴾

حضور کہاں تھے؟

سیرت کی مشہور کتاب "معارج النبوت" میں بھی یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے چنانچہ مُلّا مُعین کاشفی یہ روایت مزید بیان فرماتے

ہیں کہ جب جبریل امین علیہ السلام نے یہودیوں کی بستی پر حملہ کرنے کے لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو آپ اس وقت خاتونِ جنت سیّدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر تشریف فرما تھے اور یہی روایت درست اور قرینِ صحت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ثقہ روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادتِ شریفہ ہی یہ تھی کہ آپ جب بھی کسی سفر یا غزوہ وغیرہ سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے اپنی عزّت مآب صاحبزادی سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دولت کدہ پر تشریف لاتے،

چنانچہ صاحب معارج النّبوۃ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سیّدۃ النساء العالمین، شہزادیٔ کونین سیّدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے بیت الشرف میں تشریف فرما تھے اور غسل مبارک فرمانے کے بعد آپ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور خود کو معطّر فرمانے کے لئے وہ انگیٹھی طلب فرمائی جس میں خوشبوئیں وغیرہ سلگائی جاتی ہیں اور پھر آپ نے سفید براّق دستار مبارک سرِ انور پر باندھی اِسی اثناء میں ایک ناقہ سوار نے حاضر ہو کر گزارش کی کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، آپ نے خود کو غیر مسلّح فرما لیا ہے حالانکہ ملائکہ ابھی تک مسلّح حالت میں ہیں۔

آپ بھی جلدی سے دوبارہ اسلحہ زیب تن فرمالیں اور بنوقریظہ کی طرف متوجہ ہو جائیں خدا کی قسم میں اُن کی طرف جارہا ہوں تا کہ میں اُن کے قِلعہ کو اس طرح توڑ کر ریزہ ریزہ کردوں جس طرح مرغی کا انڈہ پتھر سے پاش پاش کردیا جاتا ہے۔

بلال نے اعلان کیا

یہ خبر سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا تعظیماً و تکریماً میں منادی کردیں کہ اے لشکرِ خدا اپنی سواریوں پر سوار ہو جاؤ اور جو مطیع و سمیع یعنی فرماں بردار اور اطاعت گزار ہے وہ عصر کی نماز مدینہ منورہ کی بجائے بنو قریظہ کی بستی میں پڑھے۔

حضرت علی کی روانگی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اِرشاد فرمانے کے بعد آپ نے تاجدارِ ہل اتی شیرِ خدا سیّدنا حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور اُن کو پرچم اسلام تفویض فرما کر ہراول کے طور پر بنوقریظہ کی طرف روانہ فرمادیا اور خود زِرہ مبارک زیب بدن فرمائی ڈھال مبارک کو شانۂ اقدس پر لٹکایا اور دست یداللہ میں نیزہ پکڑ کر طیفا نامی گھوڑے پر سوار ہو گئے اور دوسرے گھوڑے کو آراستہ فرما کر حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ

منورہ میں خلیفہ مقرر فرما کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔

بروائت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنکہ درخانۂ فاطمہؓ بود بعد از غسل نماز پیشین ادا کردہ مجمر طلبیہ تا خودرا معطر و مطیّب سازد و دستار سفید از استبرق بر سر بستہ بود و بر اشترے سوار گفت یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدائے از تو عفو کناو کہ سلاحِ از خود باز کردی و حال آنکہ ملائکہ ہنوز سلاح از خود باز نہ کردہ اندہ زود برخیز و سلاح پوش و بجانب بنی قریضہ متوجہ شو۔ واللہ کہ من می روم تا قلعہ ایشاں را بکوبم و خود دگروانم چنانکہ بیضۂ مرغ را بر سنگ پس حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلالؓ را طلبید و فرمود کہ تا ندا کرد در مدینہ کہ یا خیل اللہ سوار شوید کہ ہر سمیع و مطیع است یعنی فرمانبردار نماز دیگر نگذارد مگر در بنی قریضہ و علی کرم اللہ وجہہ را طلب کرد و علم بدست اُو داد وے را از پیش فرستاد و خود زرہ بپوشید سپر بر دوش کشید و نیزہ در دست گرفتہ بر اسپ خود طیقاً سوار شد و اسپ دیگر جنیت و عبداللہ ابن مکتوم را در مدینہ خلیفہ ساخت و از عقب علی

رضی اللہ عنہ روان شد۔

﴿معارج النبوت للعلام معین کاشفی ج۲ص۱۳۶﴾

شیخ محققؒ فرماتے ہیں !

ودر روایت آمدہ کہ درخانہ طیبہ فاطمۃ الزہرا بود رضی اللہ عنہا عادت شریفہ بران رفتہ بود کہ چون از غزوہ یا سفرے باز گشتے بخانۂ فاطمہ رضی اللہ عنہا آمدے وسرِ مبارک اُورا بوسیدے وبہر تقدیر ناگاہ مردے بیرون از خانہ سلام کرد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برخاست و بیرون رفت ومن نیز از عقب تادرخانہ رفتم داحیہ کلبی بود کہ غبارے بر روئے وبردندان ہائے پیش وے نشستہ وبراشتر سفید سوار بود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برردائے مبارک خویش غبار از مرد روئے اوپاک میکرد وباں سرور گفت چوں بخانہ درون آمد فرمود ایں جبریلؑ است۔

﴿مدارج النبوت ج۲ص۱۷۵﴾

یہودی کانپ گئے

حضرت امیر المومنین امام الاشجعین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم بنو قریظہ کے قلعہ کی فصیل کے قریب پہنچے تو قلعے کے اوپر کھڑا ایک یہودی پکار اُٹھا کر بیشک عمرو ابن ود کو قتل کرنے والا علی آ گیا۔

پہلے یہودی کی یہ پکار سنی تو دوسرا یہودی چلانے لگا۔

علی نے عمَرو ابنِ وُدّ کو قتل کیا ہے۔

علی ہمیں شکار بنا کر چیر دینے والا ہے۔

علی ہماری باتیں ظاہر کرنے والا ہے۔

علی ہمیں غمزدہ کرنے اور مضبوط کام کرنے والا ہے

علی ہمارے بھید کو ظاہر کرنے والا اور ہمیں رُسوا کرنے والا ہے۔

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ان دونوں یہودیوں کی لرزتی ہوئی آوازیں سنیں تو کہا کہ۔

تمام تعریفیں ہیں اس ذاتِ کریم جل جلالہ کے لئے جس نے اسلام کا غلبہ ظاہر فرمایا اور شرک کو تباہ و برباد کیا۔

نقل است کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

الکریم فرمود کہ چوں نزدیک حصار بنی قریظہ رسیدیم

شخصے ازاں قوم کہ بالائے قلعہ بود مرا دیدو ندا کرد کہ قد

جاءکم قاتل عمرو دیگرے گفت قتل علی عمرا وصار علی صقرا

قصمھم علی ظھرا برم علی ا ر [illegible] علی سرا عنہ [illegible] گفتم

الحمد للہ الذی ظہر الاسلام وقمع الشرک۔

﴿معارج النبوت ص ۲ ص ۱۲۷﴾

غیرتِ ہاشمی

معمولی تغیر لفظی کے ساتھ یہ روایت متعدد کتب سیر میں موجود ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسلامی پرچم کو یہودیوں کے قلعہ کی بنیاد کے قریب گاڑ دیا تو اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی آپ سے ملی۔

مسلمانوں کی مسلح افواج کو آتے دیکھ کر یہودیوں نے بھی قلعہ کی فصیل پر جمع ہونا شروع کر دیا اور پھر اچانک ان ملعونوں نے حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ازواج مطہرات کی شان میں گستاخانہ کلمات بکنا شروع کر دیئے۔

مسلمانوں نے جب ان کی خرافات کو سنا تو پہلے خاموشی اختیار کی اور پھر کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی جناب شیرِ خدا شاہ مرداں قوت پروردگار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گوش ہائے مبارک میں جب ملعون و مردود یہودیوں کی رسول اللہ پر کی جانیوالی دُشنام طرازی کی آواز پڑی تو آپ کا خون کھول اُٹھا غیرتِ ہاشمی جوش میں آکر فیصلہ کُن مَرحلے میں داخل ہو کر اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے بے تاب ہو گئی۔

حضرت علی خدمتِ سرکار میں

تاہم غالب علی کل غالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کمال بصیرت سے کام لیتے ہوئے جوش کو ہوش پر غالب نہ آنے دیا اور پرچم اسلام کو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت میں چھوڑ کر نہایت تیزی سے اس راستہ کی طرف روانہ ہو گئے جس سمت سے تاجدار انبیاء سید المرسلین اصلِ کائنات فخر موجودات حضور رحمتِ دو عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع دیگر مجاہدین اسلام کے تشریف لا رہے تھے۔

ابھی جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاہراہ پر تشریف لائے ہی تھے کی حضور رسالت پناہ علیہ التحیۃ والثناء کا رُخِ انور نظر آ گیا آپ جلدی سے حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کچھ وقت کے لئے یہیں قیام فرمائیں اور خبیث یہودیوں کے قلعہ کے قریب تشریف نہ لے جائیں حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں ذلیل ورسوا کر کے تباہ وبرباد کر دے۔

رسولِ غیب دان حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِستفسار فرمایا علی کیا تم نے کچھ ایسی باتیں سنی ہیں جو ہمارے لئے تکلیف اور ایذاء کا باعث ہوں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ایسا

ہی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! علی تم کچھ غم نہ کرو جب ہم اُن کے پاس پہنچیں گے تو انہیں کسی قسم کی بکواس کی جرأت نہیں ہو گی چنانچہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے جب ملعون یہودیوں کے قلعہ کے قریب تشریف لائے تو آپ نے آتے ہی ان کو فرمایا اَرے بندروں اور سوٗروں کے بھائیو خدا اور رسول کے حکم سے نیچے آجاؤ۔

نقل است کہ چوں شاہ مرداں علم بپائے قلعہ بنی قریضہ برزمین زد یہوداں از اب لائے حصار زبان سبب و دشنام حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکشادند و علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم ابو قتادہ را بمحافظت رایت گذاشتہ و بر سر راہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدہ گفت یارسول اللہ نزدیک بقلعہ یہوداں مروزدو باشد کہ اللہ تعالٰی ایشاں را رسوا گرداند حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ چیزے از ایشاں در بارۂ من شنیدۂ؟ گفت آرے آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود چوں مرا بہ بیند آں نتوانند گفت چوں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحصار ایشاں نزدیک رسید فرمود

یا اخوۃ القردہ والخنازیر فرددآئید بحکم خداورسول۔

﴿معارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ص۱۳۷﴾

ایک روایت کے مطابق حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا اے بندروں اور سوروں کے بھائیو اور طاغوت کے بندو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو تم پر عذاب نازل فرما کر ذلیل اور رسوا کر دیا تھا اور تم مجھ گالیاں دیتے ہو۔

فلما دنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ الکریم من الحصن ای و معه نفر من المھا جرین والا نصار و عزز اللواء عند اصل الحصن سمع من بنی قریظة مقا لة قبیحة فی حقه صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم ای و حق ازواجه.

ای فسکت المسلمو ن قالوا السیف بیننا وبینکم فلمارا علی کرم اللہ وجھه الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مقبالأامرا باقتادہ الا نصاری رضی اللہ عنه ان یلزم اللواء ورجع الیه رسول اللہ علیه وسلم، فقال یارسول اللہ لاعلیک ان لا تدلو من ھولاء الا خابث قال لعلک سمعت منھم لی اذی قال نعم یارسول اللہ قال لو راونی لم یقولوا من ذالک شیئا.

فلما دنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ
وسلم منْ حصونهم ، قال یاخوان القردة هل
اخزاکم اللّٰہ وانزل لقمة ؟ وفی روایة نادی بأعلٰی
صوته نفرا من اشرافهم حتی اسمعهم وقال ،
اجیبوا یا اخوة القردة والخنازیر وعبدالطاغوت.
وانما قال لهم یااخوان القردة والخنازیر ، لا ن
الیهود ومسخ شبانهم قردة وشیرخهم خنازیر
عند اعتدائهم یوم السبت بصید السمک.

﴿سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر جلددوم صفحہ ۲۶۰﴾

بہرحال ! سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآن مجید میں نازل ہونے والے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کے مذہب کا ابطال اوران کے کرتوتوں کا اظہار فرمایا تھا۔

بہرحال ! یہ بات تو برسبیلِ تذکرہ ضمناً سامنے آگئی بتانا یہ تھا کہ جنابِ مُرتضٰی مشکل کشاء شیرِ خدا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہودیوں کی بکواس سنی تو اس سے پہلے کہ آپ انہیں ان کی خرافات کا جواب تلوار سے دیتے اس اَمر کو ضروری خیال فرمایا کہ جس قدر جلدی ممکن ہو سکے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوکر آپ کو یہودیوں کے قریب آنے سے روک دیا جائے تاکہ آپ کی شان میں کی جانے والی گستاخانہ گفتگو آپ کے لئے باعثِ آزار وتکلیف نہ ہو۔

اور میں آپ کو ان کی آوازوں سے دُور رکھ کر شجاعت کے وہ جوہر دکھاؤں جو ان کی نسلوں کے لئے بھی باعثِ عبرت ہوں اِن تمام امور کی نشاندھی آپ کے صرف اس ایک جُملہ ہی سے ہو جاتی ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ قلعہ کے قریب تشریف نہ لے جائیں حتّٰی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں ذلیل ورُسوا اور تباہ و برباد کر دے۔

گزشتہ سے پیوستہ:۔

وانما قال لهم يا اخوان القردة والخنازير

لان اليهود مسخ شبانهم قردة وشيوخهم خنازير

عند عتد انهم يوم السبت بصيد السمّک.

﴿سیرت حلبیه مطبوعه مصر ج ۲ص ۲۲۰﴾

یھودیوں کا محاصرہ

مختصر یہ کہ جب تاجدارِ انبیاء وَالمُرسلین حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان اِنسان نُما شیاطین یہود کے آبا وَاجداد کے مُعذّب ہو کر بندر اور سوّر بننے کے واقعہ کو یاد دلا کر انہیں اِخوان القِردۃ والخنازِیر کہا تو یہودیوں نے آپ کے اخلاقِ کریمانہ کی آڑ لیتے ہوئے یہ تیر پھینکا کہ۔

ويقولون يا ابا القاسم ما كنت جهولا وما كنت فاحشاء.

﴿سیرت حلبیه ج ۲ص ۲۲۰﴾﴿طبقات ابن سعد ج ۲ص ۲۲۱﴾

﴿سیرت ابن هشام ج ۲ص ۱۹۵﴾

یعنی اَے ابوالقاسم آپ نے اس سے قبل تو اس قسم کی سخت اور بعید از اخلاق گفتگو کبھی نہیں فرمائی آج آپ کو کیا ہوگیا ہے حالانکہ آپ نے یہودیوں کے ساتھ پیش آنے والے دُرست اور صحیح واقعہ کو دُہرانے پر ہی اکتفا فرمایا تھا اور یہ بَدطینت اور بَدگو یہودی خُود اِس سے قبل حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں خرافات بَک چکے تھے جو نگاہِ رسالت سے بھی پوشیدہ نہیں تھی اور تاجدارِ ولایت جناب شیر خدا علیہ السلام کی نا قابل تردید گواہی بھی اس پر موجود تھی مگر جن کے اخلاقِ حسنہ کے بدترین دشمن بھی مُعترف تھے اور یہ اعتراف مذکورہ بالا گفتگو میں بھی واضح طور پر موجود ہے۔

آپ یہودیوں کے اس فقرہ سے ہی پریشان ہوگئے اور آپ پر اس قدر حیا کا غلبہ ہوا کہ آپ کے شانۂ اقدس سے رِدائے انور ڈھلک کر زمین پر گر پڑی اور دستِ اقدس سے تازیانہ نیزہ چھُوٹ کر گر پڑا اور آپ چند قدم واپس تشریف لا کر رُک گئے۔

"ازیں جہت حضرت را صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
حیا دست داد چند قدم باز پس گشت و گویند از ہمرا ایں سخن
بمرتبہ متاثر گشت کہ تازیانہ در دست داشت بیفتا دور دا
از دوش مبارکش برزمین آئید۔

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۲۷﴾

بہرحال آپ چند قدم واپس تشریف لا کر رُک گئے تو آپ کی طرف

سے اسیدؓ بن حضیر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اَے دشمنانِ خدا ہم تمہارے اس قلعہ کا محاصرہ اس وقت تک نہیں توڑیں گے جب تک کہ تُم لوگ بُھوک سے تڑپ تڑپ کر نہ مر جاؤ اور تُم اُس مکّار لومڑی کی طرح رہو گے جو سُوراخ سے سر باہر نہ نکال سکے۔

اسید بن حضیر رضی الله عنه فقال لهم يا اعداء اللّٰه لا تبرحوا من حصنكم حتى تموتوا جوعا انما انتم بمنزلة ثعلب في الجحر .

یہودیوں نے اِس کے بعد کافی کوشش کی کہ کسی طرح اپنی شاطرانہ اور مکّارانہ گفتگو سے کام چلالیں مگر خُدا تعالٰی کا وعدہ پُورا ہونے والا تھا اور حضور رحمت للعلمین فرمانِ خُداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں بہر صورت واصل جہنّم کر دینا چاہتے تھے چنانچہ اُن کی بستی کو چاروں طرف سے محاصرہ میں لے لیا گیا۔

یہودیوں کی گرفتاری

جب یہودیوں کا محاصرہ کئے بقول بعض بیس یا پچیس روز اور صحیح روائت کے مطابق پندرہ شب و روز گزر گئے اور اس عرصہ میں رَسد و کمک کسی صُورت بھی اُن تک نہ پہنچ سکی تو انہوں نے تَن بہ تقدیر اپنے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ طلب کیا آپ نے فرمایا تُم خُود ہی کوئی ثالث مقرر کر لو چنانچہ انہوں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالت بنانے کی درخواست

پیش کی جسے قبول فرماتے ہوئے آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے طلب فرمالیا اور تمام صورتِ حال سے آگاہ فرمادیا۔

سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ ان یہودیوں کے مردوں کو قتل کردیں اور ان کی عورتوں اور بچّوں کو چھوڑ دیں حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سعد کا فیصلہ وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے آسمانوں پر فرمایا ہے۔

﴿طبقات ابن سعد ج ص ۲۱۲﴾

چنانچہ تمام یہودی باہر نکل آئے اور ان میں سے مردوں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے اور مدینہ منوّرہ میں لاکر حضرت اُسامہ بن زید کی سرائے میں محصور کردیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو رملہ بنتِ حارث کے گھر میں جمع کردیا گیا اور انہیں کھانے کے لئے کھجوریں وغیرہ بھی دی گئیں۔

یہودیوں کی موت

بعد ازاں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نالہ نما خندق کھودنے کا حکم فرمایا خندق تیار ہوگئی تو آپ نے حضرت مولائے کائنات امیر الاشجعین امام الاولیاء شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرمایا کہ اپنی تلواریں بے نیام کرلو اور جیسے جیسے تمہارے پاس اِن یہودیوں کو لایا جائے اِن کی گردنیں کاٹ کاٹ کر اس نالے میں پھینکتے جاؤ۔

بعد ازاں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تا در

رجال بنی قریضہ را دست ہائے بستہ بمدینہ بردند و در
سرائے اسامہ بن زید محبوس گردانیدند کو دکان ایشاں را
در خانۂ رملہ بنت حارث کی ضعیفہ بود از بنی النجار و
مضبوط ساختند و چند خرد از خرما را بدہان می خوردند و در
شب آں روز کہ براہ عدم می خواستند رفت تا صبح بہ
درس توریت اشتغال می نمودند یک دیگر را بثبات
وصیت می کروند و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمان
داد کہ در موضع مناسب خندق بکنند و فوج را از خانہ
اسامہ بیرون می آوردند علی و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
بفرمودہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تیغ ہا کشیدہ
گردن ہائے ایشاں را می زدند و خون ہائے ایشاں
را بخندق رواں می ساختند۔

چنانچہ ان کمینہ خصلت اور شر انگیز یہودیوں کی ایک ایک جماعت کو حضرت اُسامہ بن زید کے گھر سے لایا جاتا اور شیرِ خُدا سیّدنا حضرت حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہٗ کے سپرد کر دیا جاتا۔

چنانچہ یہ سلسلہ سارا دن جاری رہا اور یہودی قتل ہو ہو کر واصلِ جہنّم ہوتے گئے حتیٰ کہ خندق نما نالہ اُن کے ناپاک خُون سے نہر کی طرح بہنے لگا۔

رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو مشعلیں روشن کر دی گئیں اور سیف

حیدری نے پھر اپنا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔

شیطان بدکردار زیرِ ذوالفقار

جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ بنونضیر کے یہودیوں کا شیطان صفت سردار حُیی بن اخطب انتہائی شاطر اور چالاک ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ اور بدترین دشمن تھا بنونضیر کی بستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر گرانے کا مشورہ بھی اسی شَیطان نے دیا تھا اور پھر جب بنونضیر کے لوگوں کو شہر بدر کر دیا گیا تو اُس نے بنوقریضہ کے پاس پناہ لے لی اور یہیں سے مکہ معظّمہ میں جا کر ابُوسفیان کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور بنوقریضہ والوں کی اس جنگ میں پوری پوری معاونت کا یقین دلایا حالانکہ بنوقریضہ والوں کو اس کا مشورہ مان کر ابو سفیان وغیرہ کا ساتھ دینے اور مُسلمانوں سے بدعہدی کرنے کا صلہ دینا پڑ رہا تھا بہرحال دُوسرے لوگوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہو کر آیا تھا اور اَب ذوالفقار حیدری کی زَد میں آ کر اپنے انجام کو پہنچتے وقت حضرت علی علیہ السلامؑ کی خدمت میں ملتمس ہوا کہ میری ایک آخری آرزو ہے کہ مجھے برہنہ نہ کیا جائے۔

جناب شیرِ خُدا نے فرمایا ہم تُمہاری اِس استدعا کو قبول کرتے ہیں کیونکہ یہ بات تُمہارے قتل کرنے کے معاملہ میں انتہائی معمولی اور خفیف ہے

لہذا سر کٹوانے کی تیاری کرو۔

تو ذوالفقار حیدری یوں منتقمانہ انداز میں اس پر بجلی بن کر گری جیسے عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بدترین اور شدید جانی دُشمن بھی جناب شیرِ خُدا علی علیہ السلام کے ہاتھوں ہی واصل جہنّم ہو کر اسفل السافلین میں جا پہنچا۔

گوئیند کہ چوں حیدرِ کرار برائے قتلِ حُیّ بن
اخطب ذوالفقار کشید حی گفت التماس من آں است
کہ جامہ از من بیرون نہ کنی علی رضی اللہ عنہ فرمود کہ معنی
نزدمن از آسان است از کشتن یعنی گردن زدنی بعد
ازاں حُیّ گردن برکشید تا امیر کرم اللہ وجہہ تیغِ تیز
بروئے حکم ساخت و باسفل السافلین فرستاد۔

﴿مدارج النبوت ج۲ص۱۸۰﴾

مقتولوں کی تعداد

معارج النبّوت“ میں آتا ہے کہ قتل ہونے والوں کی تعداد میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی بعض میں ہے کہ چھ سو تھی اور بعض میں ان کی تعداد نو سو لکھی ہے۔

ایشان چار صد نفر بودند و گویند کہ شش صد نفر بودند وگروہے گویند کہ نہہ صد بوند ﴿واللہ اعلم﴾

وآں روز تا شب علی کرم اللہ وجہہ و زبیر رضی اللہ عنہ بقتل بنی قریضہ مشغول بودند چوں شد بقیہ ایشاں اور روشنائی مشعل کشتند ومی گوئند مجموعہ شاں چہار صد نفر بودند وفرقہ سے صد گفتند وجمعے گوئند ہفت صد بودند۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ص ۱۸۰﴾

﴿معارج النبوت ج ۲ص ۱۴۰﴾

دیگر متعدد کتب میں بھی اس تعداد میں اختلاف موجود ہے تاہم صحت کہ قریب جو روائت ہے وہ یہ ہے کہ ان جہنم رسید ہونیوالوں کی تعداد سات سو یا سات سو پچاس تھی ﴿واللہ اعلم﴾

غزوہ بنو قریضہ میں قید ہونیوالے یہودیوں کے سات سو پچاس آدمی قتل کیے گئے۔

﴿التبنیہ والا شراف مسعودی ص ۷۱﴾

قارئین اندازہ فرمائیں کہ ایک یا دو آدمیوں کا مسلسل ایک ہی دن میں سات سو آدمیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کاٹ کر پھینکتے رہنا معمولی

بات نہیں مسلسل اتنی ضربات لگاتے رہنا اسی قوت ید اللٰہی کا کام ہے جسے لافتیٰ کہا گیا ہو اور اس قدر تیزی سے وہی تلوار کاٹ سکتی ہے جس کا نام ذوالفقار ہو۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر مناسب خیال فرماتے تو مزید بھی سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مامور فرما سکتے تھے جو سب مل کر ایک ہی وقت میں اِن غیر مسلح اور جکڑے ہوئے ملعونوں کو تہہ تیغ کر دیتے مگر مشیّت تو لوگوں کی قوتِ حیدری کا مشاہدہ کرانا چاہتی تھی اور بتانا چاہتی تھی۔

شَاہِ مَرداں شیرِ یزداں قوّتِ پروردگار
لَا فتیٰ اِلاَّ علیؑ لَا سَیفَ اِلاَّ ذوالفقار

فدک کیسے فتح ہوا؟

اِسی سال حضور سیّد المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیرِ جرار حیدرِ کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبیلہ سعد بن بکر کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا اور آپ کے زیرِ قیادت صرف ایک صد افراد پر مشتمل سپاہِ اسلام کو بھیجا اور اس حملہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعتِ ہمایوں تک یہ اطلاع پہنچی کہ یہودانِ قبیلہ سعد بن بکر لشکر جمع کر رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں سے امداد حاصل کر کے متفقہ طور پر اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ زاد

اللہ شر فہا پر حملہ آور ہوں چنانچہ یہودیوں کی ان تخریب کاریوں کا قلع قمع کرنے کے لئے لشکر کُش وصفدر کُش تاجدارِ ہل اتی شیرِ خدا غالب علیؑ کُلِّ غالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مختصر کرار رفع نشان لشکر کو لے کر یہودیوں کے پورے قبیلہ کے ساتھ ٹکرانے کے لئے تشریف لے گئے۔

چنانچہ آپ دن کا وقت کہیں گزارتے اور رات کے وقت سفر شروع فرما دیتے اور یوں ہی قطع مسافت کرتے ہوتے ہمج نامی ایک قصبہ میں پہنچ گئے وہاں آپ نے ایک مشرک کو دیکھا اور پکڑ کر اُس سے مخالفین کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔

اس شخص نے بتایا کہ میں آپ کو یہودیوں کے لشکر کے سروں پر لے جاسکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ آپ مجھے امان دینے کا وعدہ فرمائیں۔

جناب شیرِ خدا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو امان عطا فرما دی چنانچہ وہ شخص جنابِ شیرِ خدا اور آپ کے ساتھیوں کو اس مقام پر لے گیا۔

اس پر اہل یہود اپنی افواج جمع کر رہے تھے اور حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

امیر المومنین امام الشجعین نے اپنے چھوٹے سے جیش اسلامی کے ساتھ جاتے ہی ان پر اسقدر شدید حملہ کیا کہ انہیں سر پیر کا بھی ہوش نہ رہا ذوالفقار حیدری نے چند ہی لمحوں میں جنگ کو فیصلہ کن مرحلہ میں داخل کر دیا اور بنو سعد بن بکر کو ذلت آمیز شکست سے ہمکنار کرنے کے بعد مال غنیمت

میں پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لے کر فاتحانہ انداز میں واپس تشریف لے آئے۔

عاشقِ مُصطفٰے جنابِ علی المُرتضٰی سلام اللہ عَلَیہ نے ان اونٹوں میں سے چند بہترین اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے پہلے ہی الگ کر لئے اور پھر خمس علیحدہ کر کے باقی ماندہ کو ان تمام ساتھیوں میں برابر تقسیم کر دیا جنہوں نے آپ کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لیا تھا۔

ہم دریں سال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
باصد کس بقبیلہء سعد بن بکر بجانب فدک فرستاد و
سبب آنکہ بسمع ہمایوں رسید کہ ایشاں در جمع کردن لشکر
اند دو داعیہ درائد کہ امدادِ یہود خیبر نمایند تا باتفاق مدینہ
متوجہ شوند و آں لشکر کش صفدر کش باعسا کر نصرت شعار
شب قطع مسافت می نمود و در روز مختفی می بود تا بموضع ہمیج
رسیدند در آں جامشر کے دیدند و از وے احوال
منافقاں پرسیدند؟ آں شخص گفت من شمارا بر سر ایشاں
می برم بشرطیکہ در امان باشم
ملتمس او مبذول افتادہ بخبرے مسلماناں را بر سر
ایشاں بردد بنو سعید ہزیمت غنیمت شمردہ پانچصد شتر و

دو ہزار گوسفند ایشاں بدست مسلماناں افتاد علی ابن ابی
طالب کرم اللہ وجہہ چند شتر خوب جہت آں حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از میان شتران اختیار فرمود خمس
بیرون کردد باقی را بر اہل آں سیر قسمت کردد و در زماں
صحت وسلامت ازاں سفر بمدینہ مراجعت نمود۔

﴿معارج النبوت ج۲ص۱۴۵﴾ ﴿مدارج النبوت ج۲ص۱۹۴﴾
﴿تاریخ خمیس ج۲ص۱۲﴾

بَابْ

غَزوۂ حُدَیبِیَہ

اور

حَیدرِ کرّار علیہ السلام

غزوۂ حُدیبیہ

پسِ منظر

اگر چہ اِس غزوہ مبارکہ میں اہلِ اسلام کو اللہ تبارکؔ وتعالیٰ نے جنگ وجدال سے قطعی طور پر محفوظ رکھا تاہم بغیر لڑائی کے بھی یہ غزوہ فتح مکّہ کا مقدّمہ ثابت ہوا اور اِس میں جرأتِ حیدری کے کُچھ مناظر بھی سامنے آتے ہیں۔

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کی نیّت کر کے مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے تھے اور آپ کا کفّار سے لڑائی وغیرہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا تاہم کفّارِ مکہ کی طرف سے یہ خدشہ بہر صُورت موجود تھا کہ وہ کسی بھی وقت آمادۂ پیکار ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ نے سوائے اِن تلواروں کے جو چمڑے کے نیاموں میں بند تھیں اور کسی قسم کا اسلحہ اپنے ساتھ نہیں لیا تھا۔

روانگی بسوئے مکّہ مُعظّمہ

بہرحال حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت عبداللہ ابنِ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منوّرہ میں جانشین مقرّر فرما کر ذیقعد ٦ھ بروز دوشنبہ اپنی سواری مبارکہ قصویٰ نامی ناقہ پر سوار ہوئے اور صحابہ کرام کو ساتھ لے کر مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور منزل بمنزل چلتے ہوئے مکّہ معظّمہ زاد اللہ شرفہا سے نو میل ادھر کی طرف مقامِ حدیبیہ پر فروکش ہو گئے اور شیرِ

جرّار امیر المؤمنین فاروق اعظم عُمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ارشاد فرمایا کہ مکہ معظّمہ میں جا کر کفارِ مکہ کو بتا دو کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ عمرہ کی غرض سے مکہ معظّمہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔

سفیر کون بنے ؟

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم نے مَعذرت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ مکہ معظّمہ میں میرے قبیلہ کے لوگ قلیل تعداد میں ہیں اس لئے ممکن ہے میں وہاں قتل کر دیا جاؤں لہٰذا آپ حضرت عُثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اس کام پر مامور فرمائیں کیونکہ ان کے قبیلہ کے لوگ وہاں کثرت سے موجود ہیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

بیعتِ رضوان

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کفارِ مکہ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیغام پہنچایا تو وہ لوگ مشوروں میں مصروف ہو گئے بالآخر انہوں نے سہیل بن عمرو کو نمائندہ بنا کر حضور عَلَیہِ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ اِدھر حضرت عثمان ذوالنُّورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی جلد واپسی نہ ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کو جمع فرما کر میدان سے فرار نہ ہونے کی بیعت لی جسے ''بیعت الرضوان'' کہا جاتا ہے اور فرمایا کہ اگر خدانخواستہ کفارِ مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ زیادتی کی تو

اِس کا پورا پورا انتقام لیا جائے گا۔

اِس بیعت کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقِ سفارت ادا فرما کر مع کافروں کے سفیر سہیل بن عمرو کے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے

علی گردنیں اُڑانے والا ہے

سہیل بن عمرو جو کفّار مکہ کا سفیر بن کر آیا تھا اس کا بیٹا اسلام قبول کر چکا تھا بیٹے کو دیکھ کر اسکے خون میں جذبۂ پدری نے جوش مارا اور بالآخر طوعاً وکرہاً حضور سرورِ کائنات نے اس کے بیٹے کو اس کے ساتھ جانے کی بھی اِجازت دے دی تاہم اس واقعہ کی مختلف روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے جو ترجمے کی صورت میں ہدیۂ قارئین ہے۔

امیر المومنین امام المتقّین اشجع النّاس سیدّنا و مرشدنا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم خود روایت فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے روز سہیل بن عمرو چند آدمیوں کے ساتھ جب کفّارِ مکہ کا سفیر بن کر حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگا اے محمد آپ ہمارے بیٹے ہمارے بھائی ہمارے غلام اور ہمارا مال لے کر ہمارے پاس آ گئے ہیں لہٰذا یہ سب کچھ ہمیں واپس کر دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا !

اَے گروہِ قریش تمہیں اب ان حرکات سے باز آجانا چاہیے ورنہ میں تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور اس معاملہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کے دل کے ساتھ ایمان کا امتحان لے لیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا وہ شخص کون ہے تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص نعلین مرمت کر رہا ہے اور اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نعلینِ اقدس جناب علی علیہ السلام کو درست کرنے کے لئے عطا فرما رکھی تھی۔

﴿ینا بیع المودة ص۲۰۹﴾

حدیث ''خاصف النعل'' یعنی نعلین مبارک کو سینے کی روایت دیگر بھی متعدد مقامات میں آتی ہے اور ایسا ہونا قطعی طور پر خلافِ واقعہ نہیں بلکہ قرین قیاس ہے کیونکہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی اکثر امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلینِ مقدس کی مرمت فرمایا کرتے تھے۔

بہر حال غزوہ حدیبیہ دَر حقیقت صلح حدیبیہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ صلح نامہ ہی فتح مکّہ کا مقدمہ قرار پاتا تھا اس لئے بجائے جنگ وجدل کے صلح کی باتیں ہونے لگیں اور بالآخر جانبَین نے صلح کی جن شرائط کو حتمی صورت میں قبول کر لیا اُنہیں دستاویز کی صورت دینے کے لئے تیاری ہونے لگی،

صلح نامہ کی ابتداء

چنانچہ کتبِ سیّر میں آتا ہے کہ صلح کی شرائط طے ہونے کے بعد کاغذ قلم دوات وغیرہ منگوائے گئے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اوس بن خولی انصاری کو طلب فرمایا تا کہ وہ صُلح نامہ تحریر کریں اور اوس بن خولی کا انتخاب حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس لئے فرمایا تھا کہ وہ فنِ کتابت میں خاصی مہارت رکھتے تھے مگر اوس بن خولی رضی اللہ تعالی عنہ کی کتابت کو نامنظور کرتے ہوئے سہیل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس کام کے لئے اپنے چچّا زاد بھائی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یا عثمان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیجئے۔

شاہ عبدالحقّ محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ سہیل نے یہ بات اس لئے کی تھی کہ معاہدہ تحریر کرنیوالا وہ شخص ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گھر کا آدمی ہو تا کہ نقضِ عہد کا احتمال باقی نہ رہے۔

ثم دعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم
علی ابن ابی طالب کرم اللّٰه وجهه ای بعد ان
کان امر أوس بن خو لة ان یکتب فقال له سهیل
لایکتب الا ابن عمک علی او عثمان ابن عفان،
فا مر علیًا کرم اللّٰه وجهه فقال. اکتب بسم اللّٰه
الرحمٰن الرحیم فقال سهیل بن عمرو لا اعرف

هـذا ای الـرحمن الرحیم ولکن اکتب با سمک اللّٰھم۔

﴿سیرت حلبیه﴾

"سہیل گفت اے محمد بائد کہ ایں نامہ پسر عم تو علی بن ابی طالب نویسد وظاہر ایں بنا بریں خواہد بود کہ احق واولیٰ معاملہ مرد از مصالحہ ومعاہدہ ونقض آں عصبات اہل او یند"

﴿مدارج النبوت ج ۲ص ۲۱۲﴾

چنانچہ سہیل کی اس گزارش پر حضور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضور ولایت مآب سیدّنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صلح نامہ کی دستاویز لکھنے کا ارشاد فرمایا۔

چنانچہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ معاہدہ تحریر کرنا

"بعد از تعداد و شروط صلح چوں قلم دوات وسائر ادوات کتابت مرتب گشت حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس بن خولی انصاری را طلبداشت تا بکتابت عہد نامہ قیام نماید سہیل گفت اے محمد ایں کتاب راپسر عم تو علی بن ابی طالب نویسد یا عثمان رضی اللہ عنہما۔ بنا بر التماس سہیل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی رارضی اللہ عنہ بفرمود بنویس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل گفت بخدا سوگند مارحمٰن رانمی شناسیم کہ چہ کس است بنویس باسمک اللّٰھم مسلمانان گفتند کہ بابغیر از بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ....فارسی متن جاری ہے

شروع کیا تو حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا

یا علی لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حضرت علی علیہ السلام جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے لگے تو کافروں کے سفیر سہیل نے کہا کہ میں نہیں جانتا رحمٰن کون ہے آپ لکھئے "باسمک اللّٰھم"

سہیل کا ابتداء ہی پر یہ اعتراض سُنا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہنے لگے کہ ہم بسم اللہ کے علاوہ کوئی دُوسری بات نہیں لکھیں گے۔

مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "یا علی باسمک اللّٰھم" ہی لکھ دیجئے۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معاہدہ کی تحریر کی ابتداء **باسمک اللّٰھم** سے ہی فرمادی۔

چیزے دیگر نمی نویسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود اے علی بنویس باسمک اللّٰھم امیر المومنین علی رضی اللہ بفرمودۂ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل فرمود بعد از فرمود بنویس ہذا ما قضیٰ علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی رضی اللہ عنہ آں رابنوشت سہیل گفت ! ما بر رسالت تو اعتراف نہ داریم اگر می دانستیم کہ رسولِ خدائی از دیار وخانۂ اُو کے منع می کردیم ؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اے علی ! لفظِ رسول راحک ساز وبجائے .... فارسی متن جاری ہے

شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہیل کا یہ خواہ مخواہ مناقشہ تھا اس لئے کہ ان دونوں جُملہ کا مضمون ایک ہی جیسا ہے اور کفّار کے اس مطالبہ میں دین کے لئے فساد نیت موجود نہیں تھی اور یہ مفسدہ اُسوقت ہوتا اگر وہ لوگ یوں کہتے کہ ہم بتُوں اور طاغوتوں کے نام سے صلح نامہ لکھنے کی اِبتداء کریں گے چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

"دا ریں مناقشہ سہیل است زیرا کہ مضمون ہر دو کلام یکے است و در آنچہ کفار خواستند مفسدہ نیست وآں بریں تقدیر است کہ ابتداء بنام اصنام وطواغیت ایشاں می کردند"

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۴﴾

علی لِکھو

بہرحال اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا یا علی لکھئے ھذا ما قضٰے علیہ محمد رسول اللہ صلی

......اُو محمد بن عبداللہ ثبت کُن وچوں خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر را رضی اللہ عنہٗ بحک لفظ رسول دلالت فرمود،

علی گفت واللہ کہ من وصف رسالت ترا محونگردانیم"

وبروائتے سہیل بن عمرو گفت اے علی رسول اللہ را محوکن دگرنہ من ازیں

اللہ علیہ وآلہ وسلم چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمانِ مصطفوی کی تعمیل کرتے ہوئے مذکورہ بالا جملہ تحریر فرما دیا۔

حضور کو رسول اللہ نہ ماننا

یہ جملہ لکھا گیا تو سہیل کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ معاہدہ میں اس طرح سے خود ہی خود کو محمد رسول اللہ لکھوائیں جبکہ ہم آپ کی رسالت کو تسلیم ہی نہیں کرتے اگر ہم لوگ آپ کو اللہ کے رسول تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے اور اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو اللہ کے گھر میں داخل ہونے سے نہ روکتے۔

سیدِ کائنات فرمودِ من رسول اللہ ورسول اللہ و محمد بن عبد اللہ و محو کن لفظ رسول اللہ را و بنویس بجائے آں ابن عبد اللہ علی مرتضٰی فرمودمی نویسم من ہرگز وصفِ رسالت محو نسازم۔

﴿مدارج النبوت مسلسل﴾

......مصالحہ بیزارام امیر المومنین علی رضی اللہ صحیفہ را از دست بینداخت و بعد ازاں دست بشمشیر بردتا مشرکان را ایں حکم معزول کند حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود بگذار اے علی ! امیرؑ گفت یا رسول اللہ مرا مرعات ادب و تعظیم جانب تو مانع می آید کہ من ایں کلمہ را محو کنم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آں صحیفہ را گرفتہ لفظ رسول اللہ را خود محو کرد۔

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۵۵﴾

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا یا علی لفظ رسول اللہ کھرچ دو اور اس کی بجائے محمد بن عبداللہ تحریر کر دو کیونکہ ہم اللہ کے رسول بھی ہیں اور ابن عبداللہ بھی ہیں لہٰذا محمد رسول اللہ مٹا کر محمد ابن عبداللہ تحریر کر دو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا خدا کی قسم میں ہرگز ہرگز آپ کے وصفِ رسالت کو نہیں مٹاؤں گا۔

ثم قال صلی اللّٰه علیه و آله وسلم کتب هذا ما صالح علیه محمد رسول اللّٰه سهیل بن عمرو فقال سهیل بن عمرو لو شهدت انک رسول اللّٰه لم اقا تلک ولو اصدک عن البیت و لکن اکتب باسمک و اسم ابیک ارو فی لفظ لو اعلم انک رسول اللّٰه ما خالفتک و اتبعتک افترغب عن اسمک و اسم ابیک محمد بن عبد اللّٰه فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم لعلی کرم اللّٰه وجهه امحه وفی لفظ امحرسول اللّٰه فقال علی کرم اللّٰه وجهه ما انا با لذی امحاه و فی لفظ لا امحوک وفی لفظ واللّٰه لا امحوک ابک فقال ارینه فا راه ایاه فمحاه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم بیده الشریفة.

﴿سیرت حلبیہ مسلسل﴾

﴿گذشتہ سے پیوستہ﴾ در آمدہ است کہ علی صحیفہ

از دست بینداخت و دست بر شمشیر برود ایں تمناع علی

از محو لفظ رسول اللہ از باب ترک مثال است کہ مستلزم

ترک او بست بلکہ عین امتثال و ادب و ناشی از غایتِ

عشق و محبت است"

پس بستید آں حضرتؐ نامہ را از علی و محو کرد لفظ

رسول اللہ را و نوشت بجائے آں ابن عبداللہ"

﴿مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱۲﴾

الادبُ فوق الامر

ایک روایت میں آتا ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا تھا کہ اے علی رسول اللہ کا لفظ مٹا دو میں اِس قسم کے صُلح نامہ سے بیزار ہوں چنانچہ امیر المومنین امام الاشجعین مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے جب سہیل کی یہ بات سُنی تو دستاویز کو ہاتھ سے چھوڑ اور تلوار کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور حضرت علی کا یہ اقدام یعنی لفظ رسول اللہ کاٹنے سے انکار کرنا نافرمانی اور ترک ادب کو مستلزم نہیں بلکہ عین تعمیل ارشاد کرنے کمال فرمانبرداری اور محبّت پر دلالت کرتا ہے اور آپ کا یوں تلوار لے کر اٹھنا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انتہائی عشق و محبّت کی کامل ترین دلیل ہے چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فرماتے ہیں۔

کس نے بدلا ؟

چنانچہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستاویز کو اپنے مبارکہ ہاتھوں میں لے کر خود اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے لفظ کاٹ کر ابن عبد اللہ لکھا یعنی محمد رسول اللہ کی بجائے محمد ابن عبد اللہ کے نام سے تحریر کا دوبارہ آغاز کر دیا گیا۔

علی کو امیر المومنین نہ ماننا

بہر حال جناب مرتضٰی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں الأمر فوق الادب پر الأدب فوق الامر کو ترجیح دیتے ہوئے لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کاٹنے سے صاف انکار کر دیا جب صُلح نامہ کی تحریر مکمل ہوگئی اور اُس پر گواہوں کے دستخط ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین قائد الغرا لمُحجلین امام المسلمین سید الاولیاء ولاصفیاء سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی طرف رُخِ انور کر کے ارشاد فرمایا۔

پیشگوئی

یا علی! جس طرح تم نے میرے نام سے ملحقہ لفظ رسول اللہ مٹانے سے انکار کر دیا ہے اور یہ کام ہمیں خود کرنا پڑا ہے ایک وقت آنے والا ہے کہ تمہارے نام کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آئے گا۔

چنانچہ آئمہ سیرت کے مطابق رسولِ غیب دان سیدؐ المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشگوئی مبارکہ اس وقت پوری ہوئی جب جنگ صفین کے وقت امیر المومنین سید نا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور امیر معاویہ کے درمیان صلح نامہ لکھا جانے لگا تو پہلے یہ تحریر کیا کہ یہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور معاویہ کے مابین صلح نامہ ہے تو معاویہ نے کہا کہ علی کے نام سے پہلے امیر المومنین کا لفظ کاٹ دیا جائے اور علی بن ابی طالب لکھا جائے کیونکہ اگر میں انہیں امیر المومنین جانتا ہوتا تو اِن سے ہرگز مقاتلہ نہ کرتا بلکہ اُن سچی تابعداری کرتا۔

فجعل علی یتلکا ویا بی ان یکتب الا محمد رسول اللّٰہ فقال لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکتب فان لک مثلھا وھو اشارۃ منہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لما سیقع بین علی و معاویۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما فا نھما فی حرب صفین فلما کتب الکاتب فی الصلح ھذاماصالح علیہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہ و معاویۃ بن ابو سفیان رضی اللّٰہ عنھما وارسل معاویۃ یقول لعمرو لا تکتب ان علیا امیر المومنین لو کنت اعلم انہ امیر المؤمنین ما قاتلتہ فبئس لرجل انا ان اقررت انہ امیر

المومين اقاتله ولكن اكتب علی بن ابی طالب

واصح امیر المومنین فلما سمع علی کرم اللّٰه

وجهه ذالک وامره لمجوها وقال امحها تذکر

قول النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم له فی

الحدیبیه ما تقدم ومن ثم قال اللّٰه اکبر مثل بمثلٍ.

﴿سیرت حلبیه جلد ۲ مطبوعه مصر صفحه ۲۰۸﴾

آں حضرت فرمود کہ اے علی ترا ہم در وقتے ایں چنیں

پیش خواہد آمد ومیگویند کہ چوں در قضیۂ صفین بر صلح

قرار یافت در صلحنامہ نوشتند کہ ایں حکایت مصالحہ امیر

المومنین است با معاویہ بن ابوسفیان معاویہ گفت کہ

لفظ امیر المومنین محو بسازند وبنویسد علی بن ابی طالب

اگر من اورا امیر المومنین دانم با او مقاتلہ نکنم ومطاوعت

ومتابعتِ او نمائم پس علی گفت صدق رسول اللہ ہم

چناں کہ معاویہ می گوید بنویسند،

﴿مدارج النبوت جلددوم ص ۲۱۲۔۲۱۳﴾

آپ نے سچ فرمایا ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے معاویہ کے الفاظ سُنے تو فرمایا

یارسول اللہ آپ نے سچ فرمایا ہے اور بعد ازاں کاتب کو فرمایا کہ جس طرح

معاویہ کہتا ہے اُسی طرح کردو۔

وچوں از تحریر صلح نامہ فارغ شد حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے بجانب علی آوردہ وفرمودہ کہ یا علی ترا مثل ایں واقعہ روئے خواہد نمود وشمہ ایں واقعہ آں کہ در لشکرِ صفین کہ میان امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کتابت مصالحہ امیر المومنین علی است رضی اللہ عنہ معاویہ گفت لفظ امیر المومنین محو ساز و بنویس کہ ابن ابی طالب من اگر می دانستم علی امیر المومنین است باوے مقاتلہ نمی کردم ومتابعت اومی نمودم امیر المومنین علی گفت رضی اللہ عنہ کہ صدقت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد ازاں کاتب را گفت کہ ہمچنانکہ معاویہ می گوید بنویس

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۵۵﴾

یہ واقعہ

صلح نامہ حدیبیہ کو تحریر کرتے وقت محبوب عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ والسَّلام کی ایک صفتِ مبارکہ کو محو کرنے کے معاملہ میں غیرت حیدرِ کرّار کا یہ واقعہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسے ہی واقعہ سے دوچار ہونے کی حضرت علی کے لئے پیش گوئی فرمانا دیگر بھی متعدد کتب احادیث وسیر میں موجود ہے جن کا تذکرہ ہم

علی اور محبت رسول کے باب میں تفصیل کے ساتھ کریں گے۔

جناب حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مُتعلّق غزوۂ حدیبیہ صلح حدیبیہ کے چند واقعات پیش کرنے کے بعد اب ہم قارئین کو پھر زورِ یداللّٰہی اور قوّتِ حیدری کے چند ایک تابناک مناظر کا عکس جمیل دکھانے کے لئے غزوہ خیبر اور حیدر کرار کا باب شروع کرتے ہیں۔

باب ۷

غزوۂ خیبر

اور

حیدرِ کرّار علیہ السلام

خیبر کہاں ہے ؟

یہودیوں کی زُبان میں خیبر قلعہ کو کہتے ہیں اور متعدّد قلعوں پر مشتمل آبادیوں کو خیابر کہتے ہیں۔

متذکرہ قلعہ خیبر بہت بڑا شہر ہونے کے ساتھ زراعت کے لئے کافی زرخیز علاقہ ہے اور وہاں پر کثرت سے نخلستان موجود ہیں۔

علاّمہ بُرہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ خیبر اور مدینہ منوّرہ زاد اللہ شرفہا کے درمیان آٹھ منزلیں ہیں جیسا کہ اپنی سیرت کی کتاب میں دمیاطی نے نقل کیا ہے اور ان آٹھ منزلوں کی مسافت اس طرح ہے کہ ہر منزل چار فراسخ کے فاصلہ پر واقع ہے اور ہر فراسخ تین میلوں کے برابر ہوتا ہے گویا ہر منزل بارہ میل کی مسافت کے مطابق ہے اور اس طرح خیبر کا قلعہ مدینہ منوّرہ زاد اللہ شرفہا و تعظیماً و تکریماً سے چھیانوے میل کے فاصلہ پر بنتا ہے" اور یہی درست ہے"

الخیبر بلسان الیهود الحصن و من ثم قیل لها
خیا بر لا شتما لها علی الحصون و هی مدینة
کبیرة ذات حصون و مزارع و نخل کثیرة بینها

و بين المدينة الشريفة ثمانية برد كما في سيرة الحافظ دمياطي و معلوم أن البريد اربعة فراسخ و كل فرسخ ثلاثة اميال.

﴿سیرت حلبیه جلد دوم صفحه ۷۲۶﴾

غزوۂ خیبر کا پس منظر

غزوۂ خیبر کے پس منظر کا خلاصہ یہ ہے کہ صُلح حدیبیہ کے پندرہ روز بعد حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہودیوں کی سرکوبی کے لئے ایک ہزار چار جانباز مجاہدینِ اسلام کا لشکر ترتیب دیا تاکہ اہلِ اسلام یہودیوں کی نت نئی تخریب کاریوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم پر مدینہ منوّرہ زاد اللہ شرفہا سے جن شرانگیز منافقین کو نکال دیا گیا تھا وہ لوگ یہودیوں کی بستیوں میں پہنچ کر سازشوں کے جال تیار کرتے اور مدینہ منورہ میں رہنے والے باقی ماندہ منافقین کو اپنے ناپاک عزائم میں شامل کر کے ہر وہ حربہ استعمال کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے جس سے شمعِ اسلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گُل ہو کر رہ جائے۔﴿معاذ اللہ﴾

لیکن خداوند قدُوس جلّ وعلا نے تو اپنے نُور کو پورا فرمانے کا ارشاد فرما رکھا تھا پھر اُن لوگوں کو اپنے مذموم اِرادوں میں کس طرح کامیابی ہو سکتی تھی اُن کی ہر سازش کو نگاہِ رسالت اور بصیرتِ نبوّت پہلے ہی بھانپ لیتی اور

وہ ہر بار منہ کی کھا کر رہ جاتے تاہم یہ ضرور ہو گیا تھا کہ تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مُسلمانوں کو یہودیوں کے شرّ وفساد اور شیطانی چالوں سے محفوظ کیا جانا انہی حالات کے پیشِ نظر دُنیا کے سب سے بڑے سپہ سالار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہی قیادت میں چودہ سو افراد پر مشتمل جیشِ اسلامی کو لے کر <u>۷ھ</u> محرم الحرام کی آخری تاریخوں میں مدینہ منّورہ سے عازم خیبر ہو گئے''

یہودیوں کی اِن بستیوں میں سے آٹھ بستیاں مضبوط بستیاں مضبوط قلعوں کی صورت میں موجود تھیں اور ان آٹھ قلعوں کے نام بالاتفاق یہ ذکر کیے گئے ہیں ﴿۱﴾ کسیہ ﴿۲﴾ ناعم ﴿۳﴾ صعب ﴿۴﴾ بطاۃ ﴿۵﴾ شق ﴿۶﴾ اسطیح ﴿۷﴾ سالم ﴿۸﴾ قموص،

اگرچہ یہ آٹھوں قلعے ہی یہودیوں کی رہائش گاہوں کے ساتھ ساتھ اُن کی عسکری قوت کے بھی عظیم مراکز تھے مگر قلعہ نمبر آٹھ جس کا نام قموص یا غموص ہے نہایت پائیدار اور مضبوط ترین قلعہ متصوّر کیا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ یہود کے اکثر بڑے بڑے گروہ اِسی قلعہ میں رہائش پذیر تھے تاکہ ہر قسم کے حالات میں ان کے جان و مال کا تحفظ ہو سکے۔

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ چند ہی دنوں میں مذکورہ بالا پہلے سات قلعوں میں سے کچھ کو فتح کرنے کے بعد قلعہ قموص کی طرف تشریف لے گئے۔

محاصرہ

سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلع کی مضبوطی کا اندازہ فرماتے ہوئے محاصرہ کر لینے کا ارشاد فرمایا چنانچہ لشکرِ اسلام نے یہودیوں کو باہر سے آنے والی کسی بھی قسم کی کمک یا امداد کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔

چونکہ مدینہ منورہ کے یہودی منافقین کے زعمانے اہلِ خیبر کو جیش اسلامی کی تیاریوں کی پہلے ہی سے اطلاع دے رکھی تھی اس لئے سامان خورد و نوش کا وافر ذخیرہ اُن کے پاس موجود تھا بایں ہمہ قلعہ بند ہو کر رہ جانا اُن کے لئے متعدد پریشانیوں کا باعث بنا۔

مقابلہ

یہ طویل محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا ایک روز اہلِ خیبر کا سب سے بڑا بہادر پہلوان مرحب محاصرے کی تنگی کو محسوس کرتے ہوئے قلعہ سے باہر آیا اور کھلے میدان میں گھوڑے کو دوڑاتا ہوا "ھل من مبا زر" کے نعرے لگانے لگا۔

اُس کے مقابلہ کے لئے ایک صحابی رسول تشریف لے گئے مقابلہ شروع ہوا تو اُنہوں نے پوری قوت سے مرحب پر تلوار چلائی مگر تلوار بجائے مرحب کو کسی قسم کا کوئی گزند پہنچانے کے ان کی اپنی ہی پنڈلی میں پیوست ہو

گئی چنانچہ زخمی حالت میں دیکھ کر مرحب نے تلوار کے پے در پے وار کر کے اُنہیں شہید کر دیا۔

تاجدار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے جاں باز کے اس کربناک قتل کا شدید صدمہ ہوا چنانچہ آپ نے دُوسرے دن باقاعدہ طور پر جنگ کے آغاز کا پروگرام مرتّب فرمالیا۔

صبح ہوئی تو آپ نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پرچم اسلام عطا فرمایا اور آپ کی معیّت میں جیش اسلامی کو روانہ فرمادیا اسلامی لشکر کو میدان میں آتے دیکھ کر یہودیوں کا لشکر ٹڈی دل کی طرح قلعہ قموص سے باہر آنا شروع ہو گیا اور پھر پورا دن جنگ جاری رہی بالآخر ہار جیت کا فیصلہ کیئے بغیر جیش اسلامی اپنے مستقر پر واپس آ گیا اور یہودی اپنے قلعہ میں داخل ہو گئے۔

حضور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُوسرے روز لشکرِ اسلام کی قیادت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض فرمائی اور ان کے ہاتھوں میں پرچم اسلام دے کر یہودیوں سے مقابلہ کے لئے روانہ فرمادیا چنانچہ پہلے روز ہی کی طرح سخت مقابلہ ہوا مگر فتح اور شکست، کا فیصلہ پھر بھی نہ ہو سکا اور سرِ شام جناب فاروق اعظم بھی لشکر اسلام کو بے نیل و مرام واپس لے آئے۔

ایک روایت کے مطابق تیسرے روز حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے انصار کے ایک شخص کو اسلامی پرچم عطا فرما کر میدان میں بھیجا مگر وہ بھی خیبر کو فتح کیے بغیر ہی غروب آفتاب کے ساتھ لشکر کو لے کر واپس آ گئے

ثم بعث رجلا من الانصار فقاتل و رجع و لم یکن فتح.

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۶﴾

بہر حال جب تین روز اِسی طرح گزر گئے تو حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ کل ہم اپنا عَلَم اس شخص کو عطا فرمائیں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمائے گا اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبّت کرتا ہے اور اللہ اور اُس کا رسول اُس سے محبّت کرتے ہیں اور وہ شخص میدان سے فرار نہیں ہوگا۔

جب یاد تیری آئی

مدارج النّبوت وغیرہ کتب سیر میں آتا ہے کہ ارادۂ الٰہی ازل ہی

عن سلمه بن اکوع قال بعث رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم ابا بکر صدیق برایته الی حصون خیبر فقاتل فرجع و لم یکن فتح و قد جهدت بعث عمر الغد فقاتل فرجع و لم

سے یہ تھا کہ خیبر کو فتح کرنے کا اعزاز خاص بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دیگر خصوصیات ہی میں شامل ہو۔

چونکہ قلعہ قموص خیبر کے تمام قلعوں سے زیادہ سخت اور مستحکم تھا اس لئے اس کو جناب شیرِ خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ہاتھوں پر فتح کروایا اور اس عظیم فتح کو خیبر کے تمام قلعوں اور تمام شہروں کی اساس بنایا حالانکہ ان میں نطاۃ اور صعب وغیرہ چند قلعے پہلے فتح ہو چکے تھے لیکن اتمام واکمال فتح خیبر امیر المومنین جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہی سے منسوب ہے۔

و یکن فتح وقد جهد فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الا عطين الراية غدا رجل يحب الله و رسولهٔ يفتح الله يد يه ليس بفرار.

﴿خصائص نسائی صفحه ۵﴾﴿بخاری ج ۱ ص۵۲۵﴾
﴿فتح الباری ج ۲ ص۳۸۶﴾﴿تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۲۵﴾
﴿حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۶۲﴾﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۲﴾
﴿اشرف المؤبد ص۱۱۲﴾﴿أسد الغابه ج ۲ ص ۲۱﴾
﴿مواهب الدنیه ص۹۸﴾﴿نور الابصار ص۹۰﴾
﴿ترمذی ج ۲ ص۷۲۰﴾﴿مُسند احمد ج ۱ ص ۷۸﴾
﴿مشکوٰة ج ۲ ص ۲۲۱﴾﴿اشعة اللمعات﴾﴿معارج النبوة ج ۴ ص ۱۴۴﴾
﴿سیرت حلبیه ج ۲ ص ۷۳۴﴾﴿سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۲۳۹﴾
﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾

خداوندِ قدوس جل مجدہٗ اکریم کی پوشیدہ حکمتوں کو جان لینا نہایت مشکل ہے جیش اسلامی جب تاجدارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زیر کمان مدینہ منوّرہ زاداللہ شرفہا سے روانہ ہوا تو ایک روایت کے مطابق اُس وقت تاجدار ہل اتی مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام کی چشمانِ مُبارک کو تکلیف تھی جس کی وجہ سے آپ لشکر کے ہمراہ روانہ نہ ہو سکے مگر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت و معیّت کا خیال آیا تو پروانۂ شمع رسالت بے چین ہو گیا اور آنکھوں کی شدید تکلیف کے باوجود آپ نے آغازِ سفر کر دیا اور تیزی سے قطع منازل کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے خیبر کا قلعہ قموص مدینہ منوّرہ زاداللہ تشریفاً وتکریماً سے آٹھ منزلوں کے فاصلہ پر واقع ہے۔

یہ اعزاز علی کیلئے تھا

چنانچہ اُدھر جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکرِ اسلام میں تشریف لے آئے ادھر حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اعلان فرمادیا کہ کل پرچم اسلام اُس شخص کو عطا فرمایا جائے گا جو خیبر کو فتح کرے گا اور پھر اِس کے ساتھ اُس کی یہ نشانی بھی بتادی کہ وہ شخص خدا اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسول اُس سے محبت کرتے ہیں۔

ان عظیم اعزازات کے حصول کی کس مُسلمان کو خواہش نہیں تھی ہر

شخص تمنا رکھتا تھا کہ میں ہی خُدا و مصطفٰے کے اس خصوصی الطاف و اکرام کا مورد بنوں۔ حضور سرورِ کونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا یہ اعلان جب جناب حیدر کرّار علیہ السلام کے گوش گزار کیا گیا تو آپ نے بارگاہِ خُداوندی میں عرض کیا!

الٰہی جب تو عطا فرمانا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جب تو روک دے تو کوئی دینے والا نہیں۔

"اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لمامنعت"

﴿معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۳﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷﴾
﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۱۲﴾

صحابہ کی خواہش

بہر حال تمام اہلِ لشکر اختتام شب کے منتظر تھے اور وہ منظر دیکھنے کے لئے بے تاب تھے جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کو پرچم عطا فرمانا تھا جس کے ہاتھوں پر خیبر کو فتح ہونا تھا۔

روایات میں آتا ہے کہ وہ شب اہل اسلام نے اِس طرح بسر کی کہ اُن کی آوازیں اِس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے آپس میں ٹکراتی تھیں کہ صبح کس خوش نصیب کو پرچم مُصطفٰے عطا فرمایا جائے گا۔

عن سھل بن سعد ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ

اور پھر جب صبح کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بارگاہِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ! علی کہاں ہے ؟

وسلم قال یوم خیبر لا عطین هذه الرایة رجلا یفتح الله یدیه یحب الله و رسوله ویحبه الله و رسوله قال فبات الناس یدو کون لیلتهم ایهم یعطاها، فقال این علی ابن ابی طالب؟ فقالوا یا رسول الله یشتکی عینه ! قال فارسلوا الیه ! قال فاتی به، قال ضبصق رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی عینه وه دعا له فبرا حتی کان لم یکن به وجع و اعطاه الرایة .

﴿حلیة الاولیاء ج ا ص ۶۲﴾﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۲﴾
﴿بخاری ج ۲ ص ۵۲۵﴾﴿فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۶﴾
﴿تیسیر القاری ج ۲ ص ۲۱۲﴾﴿اشرف المؤید ص ۱۱۶﴾
﴿ترمذی مترجم ج ۲ ص ۷۲۰﴾﴿مواهب الدنیه ص ۱۱۸﴾
﴿نور الابصار ص ۹۰﴾﴿خصائص نسائی ص ۵﴾
﴿مسند احمد ج ا ص ۷۸...... ج ا ص ۹۹...... ج ا ص ۱۳۳...... ج ا ص ۱۸۵......
ج ا ص ۳۳۰...... ج ۵ ص ۳۳۳...... ج ۵ ص ۳۵۸﴾
﴿مشکوٰة ج ۲ ص ۲۱۲﴾﴿اشعة اللمعات صواعق محرقة ص ۱۲۱﴾
﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۴﴾﴿سیرت حلبیه ج ۲ ص ۷۳۴﴾
﴿سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۲۳۹﴾﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾
﴿الاصابه ج ۲ ص ۵۰۲﴾﴿مسلم ج ۲ ص ۲۷۸...... ج ۲ ص ۲۷۹﴾

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اُن کی آنکھوں کو سخت تکلیف ہے آپ نے فرمایا انہیں بلاؤ چنانچہ جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم بارگاہِ مصطفےٰ میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ آنکھوں کی شدید تکلیف کی وجہ سے آپ اپنے پاؤں مبارک کی طرف بھی نہیں دیکھ سکتے تھے اور آپ نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی اس تکلیف کے اظہار بھی کیا کہ محبوب میں تو اپنے پاؤں بھی نہیں دیکھ سکتا۔

اُدھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی معجزہ کے انتظار میں دم بخود تھے کیونکہ اِس حالت میں خیبر کو فتح کرنا تو کیا میدان کارزار میں پہنچنا بھی سخت دشوار تھا اور پھر وہ معجزہ ظہور میں آ ہی گیا رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شیرِ خدا علیہ السلام کو اپنے پاس بٹھا کر ان کا سر اپنی آغوشِ رافت

فقال علی کرم اللہ وجهه یا رسول اللہ انی ارمد کما تری لا ابصر موضع قدمی فتفل صلی اللہ علیه وآله وسلم و فی لفظ بصق فی عینه، ای بعد ان وضع راسه فی حجره وفی لفظ فتصل فی کفه وفتح له عینه،

﴿سیرت حلبیه ج۲ ص ۳۷۵﴾

کان له صلی اللہ علیه وآله وسلم لواء ابیض مکتوب فیه لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ ای با لسواد

﴿سیرت حلبیه ج۲ ص۳۵ ۷﴾

میں لیا پہلے دُکھتی ہوئی آنکھوں کو کھول کر اپنا دستِ رحمت پھیرا اور دعا فرمائی پھر اُنگلی کے ساتھ اپنا لعاب دہنِ مُبارک لگا کر آنکھوں میں لگایا ہی تھا کہ تمام تکلیف پلک جھپکنے سے بھی پہلے پہلے ختم ہوگئی اور جنابِ حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشمانِ مبارک بلّور کی طرح چمکنے لگیں۔

پھر آپ نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف مسرّت سے دیکھتے ہوئے سفید رنگ کا جھنڈا جس پر سیاہ روشنائی سے ''لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا عطا فرما دیا بعض روایات میں اس علم کے دیگر مختلف رنگ بھی آتے ہیں مگر محققین کی کثیر جماعت اسی طرف ہے کہ خیبر کے دن پر چم اسلام سفید رنگ کا تھا اور اس پر سیاہ رنگ سے کلمہ شریف لکھا ہوا تھا۔

علی گرمی سردی سے محفوظ

لعاب دہن مبارک لگانے کے ساتھ حضور تاجدار انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنابِ علی علیہ السلام کے لئے جو جامع ترین دعا فرمائی وہ یہ تھی

" اللّٰھم اذھب عنه الحر والقر "

الٰہی علی کو گرمی اور سردی سے محفوظ فرما دے۔

﴿سیرت حلبیه ج ۲ ص ۷۳۷﴾معارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۷۴﴾

﴿مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۳﴾

بظاہر تو یہ نہایت مختصر سی دعا ہے مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے یہ چھوٹا سا جملہ اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ الفاظ و معانی کی وسعتیں اِس کا احاطہ کرنے

سے قاصر نظر آتی ہیں کسی انسان کے لئے اِس سے بڑا کمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ عالم بشریّت کی زَد میں رہتے ہوئے بھی حرارت و برودت جیسی بنیادی کیفیتّوں سے دوچار نہ ہو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی یہ مقدّس دعا اُسی وقت شرف قبولیّت کو پہنچ گئی اور مشیّت الٰہیہ نے گرمی اور سردی سے محفوظ رہنے کا اعزاز عظیم بھی جناب حیدرِ کرّار کی جھولی میں ڈال دیا"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ جناب شیرِ خُدا رضی اللہ عنہٗ گرمیوں میں گرم رُوئی کا لباس زیب بدن فرماتے اور سردیوں میں باریک سا کپڑا پہن لیتے۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ابی قال لعلی کان یسیر معه أن الناس قد انکر منک شیأ تخرج فی البرِ و فی الماء و تخرج فی الحر فی الخشن و الثوب الغلیظ .

﴿خصائص نسائی صفحہ ۵﴾ ﴿مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۲﴾
﴿سیرت ابن ھشام ج ۲ ص ۲۳۹﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾
﴿معارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۷۴﴾

بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خُود بھی اس اَمر کی تصدیق اِن الفاظ میں فرماتے ہیں !

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے لئے سردی اور گرمی سے محفوظ رہنے کی دُعا فرما دی تو اُس دن کے بعد میں نے کبھی گرمی اور

سردی کو محسوس نہیں کیا حتیٰ کہ میں گرمیوں میں سخت گرم پشمینہ کی قبا پہنتا اور سردیوں میں خفیف اور باریک کپڑے کا لباس پہن لیتا مگر نہ تو گرمیوں میں گرم لباس سے گرمی کا احساس ہوتا اور نہ سردیوں میں باریک اور ٹھنڈا لباس پہننے سے سردی محسوس ہوتی۔

علاوہ ازیں حضور سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لُعاب دہن کی برکت سے پھر کبھی میری آنکھوں کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی بلکہ اہلِ عرفان حضرات بیان فرماتے ہیں کہ جناب شیرِ خُدا کی آنکھوں کو حضور سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لعابِ دہن میں ایک مخصوص قسم کی چمک بھی عطا فرما دی تھی جو صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی سادات کرام کی چشمانِ مبارک میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

بات دُور نکل گئی بتانا یہ تھا کہ ذاتِ خُداوندی کے رازہائے سربستہ کو

عن علی کرم اللّٰہ وجهه الکریم انه صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم دعا له بقوله اللهم اکفه الحر و البرد قال علی کرم اللّٰہ وجهه فما وجدت بعد ذلک الیوم لا حرو لا بردا ای فکان یلبس فی الحرا الشدید القباء المحشوا الثخین و یلبس فی برد الثوب الخفیف فلا یبالی بالبرد۔

﴿سیرت حلبیه ج ۲ ص ۴۳۵﴾ ﴿سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۲۳۹﴾
﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۲﴾

جان لینا ہر انسان کے مقدر میں کہاں ہے۔ اپنی حکمتوں کو وہی ذاتِ مقدس خوب جانتی ہے اور یا پھر وہ جن پر وہ اپنی حکمتوں کو خود ظاہر فرما دے۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک روز قبل ہی خیبر کے فتح کی بشارت مسلمانوں کو دے کر یہ بھی فرما دیا کہ کل ہم اُس شخص کو پرچم عطا فرمائیں گے جو خیبر کو فتح کرے گا۔

ہم نے بڑی کوشش کی کہ کوئی ایسی روایات بھی مل جائے جن میں حضور سرورِ انبیاء عالم ما کان و ما یکون نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوں کہ ہمیں جبرئیل نے یہ خبر دی ہے کہ کل علی کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا مگر کوشش بسیار کے باوجود یہ الفاظ کہیں سے بھی نہیں مل سکے بلکہ صاف صاف اور واضح ترین روایت یہی ہے کہ کل ہم اُس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمائے گا اور وہ شخص ایسا ہے کہ وہ خود بھی خداوند قدوس اور اس کے رسول سے محبّت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ جلّ وعلا اور اس کا رسول اس کے ساتھ محبّت کرتے ہیں کچھ لوگ اسے پیش گوئی کا نام دے کر ہی خود کو مطمئن کر لینے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس پیش گوئی کا اصلی نام محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب پر مطلع ہونا ہی قرار پا سکتا ہے۔

بہر حال یہ اعزاز عظیم جناب شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے لئے ہی مخصوص تھا اور آپ ہی کو حاصل ہونا تھا کیونکہ،

یہ سعادت جس کو ملنا تھی اُسے مل کر رہی۔

حضرت سعد کے انداز

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل مجھے ہی جھنڈا عطا فرمائیں گے روایت میں آتا ہے کہ وہ اسی خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قریب دوزانو ہو کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابھی مجھے یہ اعزاز ملنے والا ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ گوید کہ در برابر چشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزانو در آمدم بعد ازاں برخاستم بامید آنکہ صاحب رایت من باشم۔

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۷۳﴾

اُن کے اس خیال کی خاص وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ السابقون الاوّلون میں سے تھے اور آپ پر جن کو تقدیم ہو سکتی تھی۔ وہ جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی تھے مگر وہ دونوں یکے بعد دیگرے ناکام واپس لوٹ چکے تھے اسی طرح دیگر شہہ زور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنے اپنے مقام پر یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ ممکن ہے قرعہ فال ہمارے ہی نام نکل آئے۔

فلما اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدوا کلھم یرجوان یعطا ما فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این علی ابن ابی طالب

﴿الاصابہ ج ۲ ص ۵۰۲﴾ ﴿بخاری ج ۱ ص ۵۲۶﴾

﴿تیسیر الباری ج ۳ ص ۲۲۵﴾ ﴿فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۸﴾

اگر جناب شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں تندرست ہوتیں تو یقینی طور پر ہر مسلمان یہی تصوّر کرتا کہ کل آپ ہی خیبر کو فتح کریں گے کیونکہ آپ سے زیادہ بہادر شخص پورے لشکرِ اسلام میں کوئی موجود ہی نہ تھا لیکن آپ کی آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے اُن کے متعلّق کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فتح خیبر کا سہرا ابھی آپ کے ہی سر پر مزیّن ہوگا۔

اُدھر امیر المومنین شیرِ خدا منار الایمان قاتل الکفار تاجدارِ ہل اتی مُرتضیٰ مُشکل کُشا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کبھی تشکیک و شُبہات کی دنیا میں قدم رکھا ہی نہ تھا چنانچہ آپ پورے یقین و اعتماد کے ساتھ اپنے خُدائے پاک سے اس طرح محوِ راز و نیاز ہیں کہ،

یا اللہ جسے تو عطا فرمائے اُسے کون روک سکتا ہے

اور جسے تو روک دے اسے کون عطا کر سکتا ہے ؟

حق بحق دار رسد

بالآخر رحمتِ خداوندی جوش میں آ گئی حق بحق دار رسد کی صورت سامنے آ گئی

اُس دن کے بعد جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تین چیزیں محبوبِ کبریا کی بارگاہ سے ایسی عطا ہوئیں کہ مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تو میرے لئے سرخ

اُونٹوں سے بہتر تھی اوران میں سے ایک چیز خیبر کے روز آپ کو فتح کا جھنڈا عطا ہونا تھا۔

یقول فی علی ثلاث خصال الا ن یکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمرا لنعم سمعت یقول لا عطین الرایۃ غدار جلا یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ.

﴿خصائص نسائی ص ۴﴾

جناب فارُوق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی امیر بننے کی خواہش نہیں ہوئی سوائے اُس دن کے جب علی کو خیبر کی فتح کا پرچم دیا گیا۔

وعن عمر ابن الخطاب رضی اللّٰہ عنہٗ را نہ قال ما اجبت الا مارۃ الا ذلک الیوم .

﴿سیرت حلبیہ ج۲ ص ۷۳۳﴾﴿معارج النبوت ج ۴ ص ۱۷۳﴾

﴿خصا ئص نسا ئی صفحہ ۸﴾﴿مسلم ج ۲ ص ۲۷۹﴾

حضرت علیؑ کی تیاری

بہرحال حضور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امیر علیہ السلام کو میدانِ کارزار میں بھیجنے کے لئے حسبِ سابق اپنے مُبارک ہاتھوں سے تیار کیا پہلے اپنی زرہ مبارک اپنے دستِ رحمت سے خُود پہنائی پھر ذُوالفقار حیدری کو میان میں باندھا اور فتح کا جھنڈا ہاتھوں میں تھماتے ہوئے فرمایا۔

الینـہ و رعہ الحدید و شد ذو الفقار ای الذی ھو
سیفـہ فی وسطـہ و اعطا ہ الرا یۃ ووجھہ الی
الحصن .

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷﴾

علی جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو میرے شیر کافروں سے اُس وقت تک جنگ کرنا جب تک وہ توحید و رسالت کا اقرار نہ کر لیں۔

وفی روایۃ لـما اعطا ہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم
الـرایۃ قـال لـہ امش و لا تلتفت فسارشیا ثم وقف
ولـم یلتفـت فـصـرخ یـا رسول اللّٰہ علام اقا تل
الـناس ؟ قال قاتلھم حتی یشھد وان لا الہ الا اللّٰہ
وان محمد رسول اللّٰہ .

﴿سیرت حلبیہ ج ا ص۷۳۷﴾﴿ مسلم ج ا ص ۲۷۹﴾

دُوسری روایت میں ہے کہ شیرِ خدا چند قدم آگے بڑھ کر لوٹ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں دُشمنوں سے اُس وقت بھی جنگ کرتا رہوں جب وہ مُسلمان ہو جائیں تو حضور رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔

حضُور کی علی کیلئے ھدایات

علی عجلت نہ کرنا جنگ سے پہلے کافروں کو دعوتِ اسلام دینا اگر وہ قبول سے گریز کریں تو پھر آغاز جنگ کر دینا خدا کی قسم اگر تمہاری دعوت سے

ایک بھی کافر مُسلمان ہو گیا تو وہ تمہارے لئے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے

فقال علی کرم اللّٰہ وجهه یا رسول اللّٰہ اقاتلهم
حتی یکونوا امثلنا ؟ قال انفذ علی رسلک حتی
تنزل بساحتهم ثم ادعوهم الی الاسلام
واخبرهم بما یجب علیهم من حق اللّٰہ فیه فواللّٰہ
لئن یهدی بک رجلا واحدا خیر لک من ان
یکون لک حمر النعم .

﴿حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۶۲ ﴾ ﴿سیرت حلبیه ج ۲ ص ۷۴۷﴾
﴿بخاری ج ۲ ص ۵۲۵﴾ ﴿ مواهب اللدنیه ج ۱ ص ۱۱۸﴾
﴿ نور الابصار ص ۹۰﴾ ﴿ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰﴾
﴿ معارج النبوت ج ۴ ص ۱۷۴﴾ ﴿ صواعق محرقه ۱۲۱ ﴾
﴿ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۲۱ ﴾ ﴿الاصابه فی تمیز الصابة ج ۲ ص ۵۰۲﴾
﴿خصائص نسائی ص ۷﴾ ﴿ فتح الباری ج ۴ ص ۳۷۸ ﴾
﴿تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۲۶﴾

کیا علیؑ نہیں جانتے تھے ؟

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا علی نہیں جانتے تھے کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو اُس سے جنگ ممنوع ہے لیکن یہ سوال اُس وقت بے جان ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ معاملہ یہودیوں سے تھا جو موت کو سر پر دیکھ کر کلمہ بھی پڑھ لیتے تھے اور منافقانہ روش پر بھی ڈٹے رہتے تھے۔

بہر حال جناب حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر نیازِ خم کرتے ہوئے پرچم مصطفےٰ کو عقیدت کے ساتھ آنکھوں سے لگایا اور فضا میں بلند کر دیا اور پھر لشکر اسلام کی ترتیب درست فرما کر قلعہ کی طرف پیش قدمی شروع فرما دی۔

آپ قلعہ قموص کے قریب پہنچے تو سطوتِ اسلام اور شکوہِ حیدری کا مظاہرہ کرنے کے لئے بلند آواز سے یہ رجز پڑھنا شروع کر دی کہ،

ستشھدی با لکر والطعن رایة

جا نی بھا الطھر النبی المھذب

میرے حملے اور نیزہ بازی پر یہ پرچم گواہی دے گا جو مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔

وتعلم انی فی الحروب اذا التظت

بنیرا نھا البث الھوس المجوب

کافرو ! تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جب آگ کے شعلے بھڑک اُٹھیں تو میں نہایت اطمینان اور سکون سے چلنے والا شیر ہوں۔

دشی لا تی المھول فی مصطعا ئة

وقل لہ الجیش الخمیس العطبطب

مجھ جیسا شخص اُس وقت مصائب کے خطرات میں بے دھڑک چھلانگ لگا دیتا ہے جب اُس کا پانچ رُکنی لشکر تعداد میں کم ہو۔

وقـو عـلـم الا حيـاء انـی زعـلـيـمـهـا

وانـی لـد الـحـرب الـعـذيـق الـمـوجـب

قبائل کے لوگ جانتے ہیں کہ میں اُن کا سردار ہُوں اور جنگ کے وقت خاص طور پر کام آتا ہوں

﴿دیوانِ علی صفحہ نمبر ۳۲﴾

جناب حیدر کرّار شیرِ خُدا اُمیر المومنین سیدّنا و مُرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پُورے جلال و جبروت مجاہدانہ کے ساتھ اس قسم کی رجز یں پڑھتے ہوئے اور پرچم اسلام کو عقاب کی طرح فضا میں لہرے دیتے ہوئے قلعہ قموص کی دیوار کے قریب پہنچ گئے۔

ملائکہ مقربین آج کی فتحِ مبین کا منظر دیکھنے کے لئے میدانِ خیبر کی طرف دیکھ رہے تھے حوریں فتح کے سہرے گانے کے لئے تیار کھڑی ہیں آفتاب سپہر لاجوردی سے طُلوع کر کے مجاہدین اسلام کے قدموں پر اپنی کرنیں نچھاور کرنے کے ئے تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے قلعہ خیبر کی دیواروں نے ابھی سے کانپنا شروع کر دیا ہے مشیّت فاتحہ خیبر کا تمغہ جناب حیدر کرار علیہ السلام کے سینے پر سجانے والی ہے جناب رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اخی و وصی کی کامیابی اور کامرانی کا مکمّل یقین رکھتے ہوئے بھی مصروف دعا ہیں جیشِ اسلامی جو مسلسل تین روز ناکامی کی صورت میں واپس ہوتا رہا ہے آج فتح کے تصوّر سے ہی فرحت وانبساط میں ڈُوبا ہوا ہے۔

یہودی قلعہ کی دیواروں پر چڑھتے ہیں اور آج کے دن لشکرِ اسلام کو نئے انداز میں آتے دیکھ کر لرزتے ہوئے نیچے اُتر جاتے ہیں جناب شیرِ خُدا علی المرتضٰی علیہ السلام فصیل قلعہ کے قریب پہنچے تو آپ نے سنگریزوں کے ایک ڈھیر پر پرچم اسلام گاڑ کر دیوار پر پھرتے ہوئے یہودیوں کو فاتحانہ انداز میں دیکھا اُن لوگوں میں سے احبار یہود میں سے بھی ایک شخص موجود تھا اُس نے جناب حیدر کرّار کا پُر وقار چہرۂ انور دیکھا تو پُوچھنے لگا اَے علم بردار آپ کا نام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا! علی ابن ابی طالب۔

یہ اسمِ پاک سنا تو یہودیوں کے عالم نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے قوم یہود مجھے حضرت مُوسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی توریت کی قسم ہم لوگ مغلوب ہو جائیں اور یہ ہم پر غالب آئیں گے،

حتیٰ رکز رایتہ فی رضم من الھجارۃ تحت الحصن فا طلع الیہ یھودی من راس الحصن فقال من انت ؟ فقال علی ابن ابی طالب قال یقول الیھودی غلبتم ولما نزل علیٰ موسیٰ او کما قال فما رجع حتی فتح اللّٰہ علی یدیہ.

﴿حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۶۳﴾ ﴿معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۴﴾

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۲﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾

ایک روایت ہے تمہیں غالب رہو گے اور جو موسیٰ پر نازل ہوا وہ حق

ہے۔

فقال الیھو دی علوت وحق ما نزل علی موسیٰ

﴿سیرت حلبیہ ج۳ ص ۴۳۰﴾ ﴿روض الانف ج۲ ص ۲۳۹﴾

اگرچہ یہودیوں کے عالم کی اس پیش گوئی نے یہودیوں کو بدحواس کر دیا تھا اور قلعہ بند ہونے والوں میں سراسیمگی کے عام آثار پیدا ہو گئے تاہم وہ لوگ آسانی سے شکست تسلیم کرنے والے نہیں تھے۔

حارث، مولا علی کے رُوبرو

چُنانچہ یہودیوں کے بہت بڑے پہلوان مَرحب کا سگا بھائی حارث جو مَرحب کی طرح ہی قوی ہیکل اور دیو پیکر عفریّت انسان تھا قلعہ سے باہر آ گیا یہودیوں کے اِس پہلوان کی ہئیت اور ہِمّت کا صرف اس ایک بات سے ہی بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُس کے نیزے کا وزن تِین من تھا اُس نے قلعہ سے باہر آتے ہی مسلمانوں پر وحشیانہ حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں دو مُسلمانوں کو شہید کر دیا حارث کا یہ حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ مُسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا اور وہ اپنا کام کر گیا اس اثناء میں جناب حیدر کرّار کی عقابی نظریں اُس کی طرف اُٹھ گئیں اور پھر بجلی کی طرح تڑپتی ہوئی ذُوالفقار حیدری ایک ہی وار میں اس کا خون چاٹ گئی۔

ثم خرج اھل الحصن وکان اول من خرج منھم الیہ الحارث اخو مرحب وکان معروفا

بالشجاعة فا نكشف المسلمون و ثبت علی کرم

اللّٰہ وجھه فتضار با فقتله علی.

﴿سیرت حلبیه ج ۲ ص ۷۳۷﴾

یہودی قلعہ کی فصیل پر کھڑے ہو کر حارث کے اچانک حملہ سے دو مُسلمانوں کی شہادت پر خُوشی کا نعرہ بلند کر ہی رہے تھے کہ فوراً ہی ان کی صدائے مسرّت حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی ان کا مانا ہوا بہادر ایک ہی ضرب یداللّٰہی سے جہنّم رسید ہو چکا تھا۔

جناب شیرِ خُدا علیہ السلام پہلے یہودیوں کو دعوتِ اسلام دینا چاہتے تھے مگر ان بدنصیبوں کی قسمت نے یاوری ہی نہ کی اور وہ بغیر کچھ کہے سنے ہی جنگ کی آگ میں کود پڑے۔

کسیکہ از حصار با قوم خویش بجنگ آمد حارث یہودی بودے برادر مرحب آغاز کرد و دو مسلمانان را شہید گردانید آنگاہ امیر المومنین علی رضی اللہ متوجہ آں شد و بیک ضرب تیغ جہورک رابدوزخ فرستاد۔

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۷۴﴾

مرحب کی آمد

حارث نے جنگ کی ابتداء ہی ایسے انداز میں کی تھی کہ تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کی مہلت ہی نہ مل سکی اور اُس وقت تو جنگ قطعی طور پر ناگزیر ہو گئی

جب حارث کے قتل کے چند لمحوں بعد ہی اُس کا بھائی مرحب جوشِ انتقام میں اندھا اور بہرا ہو کر میدان میں پہنچ گیا۔

مُرحب اپنے بھائی سے طاقت میں کہیں زیادہ تھا اور نہ صرف طاقت ہی میں اس پر بھاری پڑتا تھا اپنے ڈیل ڈول اور قوی الجثّہ ہونے میں بھی وہ اُس سے کہیں زیادہ تھا۔

حارث کی بات چھوڑیئے حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی پُوری فوج میں مُرحب کی ٹکر کا ایک بہادر بھی موجود نہیں تھا اور پھر جن لوگوں کو ساتھ لے کر وہ مَیدان میں آیا تھا وہ یہودیوں کی دس ہزار افراد پر مشتمل فوج کا دِل متصوّر کیئے جاتے تھے اور اہل یہود کی فتح وشکست کا انحصار اِنہی لوگوں کی فتح و شکست پر تھا جو مرحب کے ساتھ میدان کارزار میں پہنچ چکے تھے ان لوگوں میں کثرت سے آنے والے یہودیوں کے وہ سردار اور زعماء تھے جو بہادر شہہ زور اور بے پناہ قوت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ فنِ حرب سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ان میں یہودیوں کا سب سے زیادہ شجاع اور خوفناک طریقہ سے جنگ لڑنے والا مرحب بھی موجود تھا۔

مرحب آج جس انداز سے مَیدان میں آیا تھا اِس سے پہلے شاید کبھی نہ آیا ہو اُس نے گردن سے لے کر ناف کے نیچے تک اوپر نیچے آہنی کڑیوں کو مضبوط زرہیں پہن رکھی تھیں اور دونوں ہاتھوں میں بُرق کی طرح چمکتی ہوئی دو تلواریں تھام رکھی تھیں علاوہ ازیں اس نے سر پر جو خول پہن

رکھا تھا وہ عجیب وضع کے بیضوی شکل میں تراشے ہوئے پتھر کا تھا۔

وجاء ان مرحبا لما رائ أن اخاه قد قتل خرج

سريعا من الحصن في سلاحا أى وقد كا ن لبس

ورعين وتقلد بسيفين و اعتم بعما متين و ليس

فوقهما مغفرا ور حجرا قد ثقبه قدرا البيضة و

معه ساه ثلاثة اسنان وهو يرتجز و يقول من

ابيات.

﴿سیرت حلبیه جلد۲ ص۷۳۷﴾

جس کو آہنی کڑوں میں مضبوطی سے ٹھونس دیا گیا اس خوف ناک ہیئتِ کذائیہ کو مزید بھیانک بنانے کے لئے اُس نے خود کے اوپر دو پگڑیاں باندھی ہوئی تھیں"

عام حالات میں بھی مرحب کے بھاری بھرکم جسم اور مہیب چہرے کو دیکھتے ہی بڑے بڑے پہلوانوں اور شجاع ترین انسانوں کا زُہرہ آب ہو جاتا تھا مگر آج تو وہ اِنتہائی وحشت ناک انداز لئے ہوئے میدان میں آیا تھا اور اَب جب کہ وہ اپنے بھائی کو قتل ہوتا بھی دیکھ چکا تھا تو اُسکی وحشت اور درندگی کی کیفیّت کیا ہوگی اس کا اندازہ قارئین خود ہی کر سکتے ہیں اس کا چہرہ تانبے کی طرح سرخ ہو گیا تھا اور آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

اُس نے میدان میں آتے ہی نہایت متکبّرانہ اور وحشیانہ انداز میں چیخ چیخ کر یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا کہ

قد علمت خیبرانی مرحب

شاکی السلاح بطل محرب

اذا للیوث اقبلت تلهب

فامجمت عن صولتی المحجب

خلت حمای ابد الا یقرب

اطعن احیانا وحین اضرب

ان غلب الدھر فانی الغالب

والقرن عندی بالدمآء مخضب

﴿تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۶۶﴾ ﴿معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۶۶﴾

﴿دیوان علی ص ۳۲﴾ ﴿مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۳﴾

﴿خصائص نسائی ص ۶﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷﴾

جس وقت شیر گرجتے ہُوئے آتے ہیں تو میرے مقابلہ سے ہٹ جاتے ہیں خوب غور کرو کہ میری آبرو ہمیشہ محفوظ رہتی ہے اور میں اپنی آبرو کی حفاظت کرنے کے لئے کبھی نیزہ بازی کرتا ہوں اور کبھی تلوار چلاتا ہوں۔

اگر تمام دُنیا کو بھی مغلُوب کر لیا جائے تو میں غالب ہی رہوں گا۔

میرے ساتھ جو بھی مقابلہ کرے گا میرے سامنے خُون میں رنگا ہوا ہوگا۔

مرحب، مولا علی کے روبرو

مرحب کی خوف ناک صورت اور دلوں پر لرزہ طاری کر دینے والی

گرجتی ہوئی آواز کو سنا تو طرفین پر سکتہ طاری ہوگیا

حضرت علی نے جیشِ اسلامی پر اُچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی اور کسی بھی بہادر کو اس کے مقابلہ پر نکلتے ہوئے نہ دیکھا تو آپ نے گھوڑے کو ایڑ لگادی اور پھر اِس سے پہلے کہ مرحب اہلِ اسلام کو دُوسری بار چیلنج کرتا اُس کے سامنے پہنچ گئے اور پورے جاہ وجلالِ مُرتضائی کے ساتھ اِرشاد فرمایا!

میں علی ہوں اور عبدالمُطّلب کا بیٹا ہُوں''

میں پاکیزہ اور صاحبِ سطوت وجلال ہُوں''

میری پرورش ایسے عزّت والے گھر میں ہُوئی ہے جس میں کوئی پریشانی نہیں''

اور میں حوادثِ زمانہ اور جنگ کی پرواہ نہ کرنے والے ماحول میں پروان چڑھا ہُوں''

چوں در معرکہ رجز گویاں درآمد چندانکہ اظہار جلادت نمود ہیچ کس راز از اھل اسلام طاقت ومقاوت آں نہ بود کہ باوے درمیان قتال درآئند لاجرم شاہِ مرداں وشیرِ یزداں علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بجانب اُو روان شد۔

﴿معارج النبوت ج۲ ص ۱۷۲﴾

انا علی وابن عبد المطلب

مھذب و ذو سطوۃ وذو حسب

غـذيـت فـي الـحـربـو عـصيـان النوب

مـن بيـت عـزيـس فيـه منشعـب

و فـي يـمـيـنـي صـا رم يـجد الكـرب

مـن يلـقـنـي يلـق الـمـنـا يـا و العطب

از كف مثـلـي بـا لـروس يلـتعـب

﴿ریاض النضرہ ج۲ ص ۲۲۴﴾ ﴿دیوان علی ص ۳۲﴾

میرے دائیں ہاتھ میں تلوار ہے جو تمام مصائب کو دُور کر دیتی ہے۔

جو شخص بھی جنگ میں مُجھ سے ملے گا موت اور ہلاکت سے ملے گا"

اِس لئے کہ میرا ہاتھ سروں سے کھیلا کرتا ہے۔

علاوہ ازیں تاجدارِ ہَلْ اَتیٰ مُرتضیٰ مُشکل کُشا شیرِ خُدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرحب کے جواب میں جو جراُت مندانہ اور مُجاھدانہ رجزیہ اشعار پڑھے اُن کا ترجمہ ہے!

میں وہ شخص ہُوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے۔

اور میں وہ شیر ہوں جو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔

میں شیرِ ببر کی طرح مُہیب صُورت اور مضبوط گردن والا ہوں"

میں تلوار سے تُمہیں اِس طرح ناپوں گا جس طرح بڑے پیمانے سے ناپا جاتا ہے۔

میں تُمہیں ایسی مار ماروں گا جو پُشت کی ہڈی کو علیحدہ کر دے۔

میں اپنے مقابلہ میں آنے والے کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا اور تلوار سے کافروں کی گردنیں اِس طرح اُڑاؤں گا جِس طرح شریف اور طاقتور گردنیں اُڑاتے ہیں''

اور جو حق کو ترک کرے گا وہ ذِلت اُٹھائے گا۔

ان الذی سمتنی امی حیدرۃ

ضرغام اجام ولیث قسورۃ

عبل الذرا عین شدید القصرۃ

خلیث غابات کریہ المنظرۃ

اکیلکم بالسیف کیل السندرۃ

اضربکم ضربا یبین الفقرۃ

واترک القرن بقاء جذرۃ

اضرب السیف رقاب الکفرۃ

ضرب غلام ماجد خرورۃ

من یترک الحق یقول صبغرۃ

﴿تفسیر خازن ج۳ ص ۱۲۲﴾﴿تفسیر معالم التنزیل ج۳ ص ۱۲۲﴾

﴿ریاض النضرہ ج۲ ص ۲۴۴﴾﴿دیوان علی ص ۸۱﴾

﴿مدارج النبوۃ ج۲ ص۲۱۲﴾﴿معارج النبوۃ ج۴ ص ۲۷۵﴾

﴿سیرت حلبیہ ج۲ ص۷۳۴﴾

مرحب کا خاتمہ

مرحب میں یہ الفاظ سننے کی تاب کب تھی وہ تو اِس زُعم باطل کا شکار

تھا کہ اُس کا مقابلہ کرنے والا کوئی شخص دنیا میں موجود ہی نہیں اگرچہ وہ اپنے بھائی کو جناب حیدر کرار کے ہاتھوں واصل جہنم ہوتے دیکھ چکا تھا تاہم اُسے اپنی طاقت کا پورا پورا اندازہ تھا یہی وجہ تھی کہ جناب شیر خُدا کے اشعار اس پر بجلی بن کر گرے اور اس کا اِشتعال پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا۔

اُسے اس بات پر بھی ناز تھا کہ وہ سَر سے پاؤں تک لوہے میں ڈُوبا ہوا ہے اور اسے اس بات پر بھی فخر تھا کہ آج تک میدان میں اُسے کوئی شخص بھی شکست نہیں دے سکا تھا خواہ وہ کتنا ہی بہادر کیوں نہ ہو۔

مگر اب اُس کے تکبّر و غرور اور ناز و نخوت کو توڑنے والا اپنے رجزیہ اشعار سے اُسے مزید مشتعل کر رہا تھا چنانچہ انتقام اور غُصّہ کی آگ نے اُس کو جلا کر رکھ دیا اور وہ سراپا غیظ و غضب بن کر زخمی درندے کی طرح جناب شیر یزدان پر حملہ آور ہو گیا اگرچہ اُس نے پیش دستی کرنے میں انتہائی چابکدستی سے کام لیا تھا مگر اس کی وار کرنے کی حسرت دل ہی دل میں دم توڑ کر رہ گئی۔

اُس کی تلوار چلنے سے پہلے ہی ذُوالفقارِ حیدری اپنا فریضہ سرانجام دے چکی تھی جناب شیر خُدا علیہ السلام کی خارا شگاف تلوار جب اُسکے فولادی خول میں گسے ہُوئے پتّھر کے خول پر پڑی تو اُس کی صدائے بازگشت پُورے لشکر میں سنی گئی اور اِس زور کا چھناکا ہوا کہ لوگ لرز کر رہ گئے ذُوالفقارِ حیدری اُس کے سر پر منڈھے ہوئے لوہے اور پتھر کو کاٹتی ہوئی اُس کے سر کی کھوپڑی کو بھی چیر گئی نہ صرف یہ کہ اس کی کھوپڑی کو ہی چیرا بلکہ اُس کے جبڑوں کو

چیرتی ہوئی گردن تک آ پہنچی۔

کیا ذوالفقار علی نے صرف گردن تک ہی پہنچنے پر اکتفا کرلیا تھا؟

نہیں.....نہیں.....ضربتِ حیدری نے تو دُنیا میں مثال بن کر زندہ رہنا تھا۔

یہاں تو قُدرت کی آواز لَا فتیٰ اِلَّا عَلی لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقار کی تصدیق مکرر ہونا تھی پھر ذوالفقار گردن تک کیوں رُکتی اگرچہ مرحب نے اپنے فولادی جسم پر انتہائی مضبوط قسم کی آہنی زرہیں اُوپر نیچے پہن رکھی تھی مگر وار علی کا تھا تلوار ذوالفقار تھی جو پتّھر کے خود اور لوہے کی زرہوں کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی زین تک اُترتی چلی گئی اور مَرحب کو رانوں تک درمیان سے سیدھے کا سیدھا چیر کر رکھ دیا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ ذوالفقارِ حیدری مرحب کو چیرتی ہوئی زین سمیت اُس کے گھوڑے کے بھی دوٹکڑے کرگئی۔

جنابِ شیرِ خُدا سیدّنا علی المرتضٰی سلام اللہ علیہ کی جرأت وجلالت کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کہاں سے لائے جائیں خُدا اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں کہ جنابِ حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کن اُجزائے ترکیبی سے ترتیب دیا گیا تھا اور لفظ "علی" میں کون سی جوہری توانائی موجود ہے جو آج بھی یا علی کا نعرہ لگانے سے کُفّار ومشرکین پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ ذُوالفقارِ حیدری پر کن اسمائے مقدسہ کے وظیفہ کی پان چڑھی ہوئی تھی جو فُولاد کی طرح مضبوط اجسام کے ساتھ ساتھ لوہے

اور پتھر کو بھی خس وخاشاک کی طرح کاٹتی چلی جاتی ہے۔

اِس مقام پراگر عقل پریشان ہو جاتی ہے تو اِس میں تعجب کیا ہے علی تو اعلیٰ سے مشتق ہے پھر اسفل کی اعلیٰ تک رسائی کیسی یہ تو ممکن ہی نہیں'' علی کے زور وشجاعت کو وہی جانتا ہے جس نے یہ قوتیں عطا فرمارکھی تھیں اور یا وہ جانتے تھے جنہوں نے بارگاہِ ایزدی سے یہ زور وقوت لے کر دیا تھا ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾

یہودیوں کا سب سے بہادر پہلوان ایک ہی ضربتِ حیدری سے دو ٹکڑے ہوکر خاک وخون میں لتھڑا پڑا تھا اور اس کے ساتھ آنے والے دُوسرے بہادر سکتے کی حالت میں یہ سمجھنے کی کوشش کررہے تھے کہ مرحب قتل کیسے ہوگیا ابھی وہ بحرِ تحیّر میں غوطہ زن ہی تھے کہ لشکرِ اسلام اُن کے سروں پر پہنچ گیا اور پھر چند ہی لمحوں میں خونریز لڑائی شروع ہوگئی نیزوں سے نیزے اور تلواروں سے تلواریں ٹکرانے لگیں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرحب کو قتل کرنے کے بعد اس کے ساتھیوں پر مسلّط ہو چکے تھے۔

وفی آخره قصه مرحب وقتل علی له

فضربه علی هامته ضربة حتیٰ عض السیف منه بیضة راسه وسمع اهل العسکر صوت ضربة فما تام آخر الناسّ حتیٰ فتح الله لهم.

﴿الاصابه فی تمیز الصحابه ج ۲ص ۵۰۲﴾ ﴿خصائص نسائی ص ۷﴾

﴿معارج النبوة ج ۴ص ۱۷۴﴾ ﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۳﴾

﴿ریاض النضره ج ۲ص ۲۲۵﴾ ﴿تفسیر خازن ج ۴ص ۱۶۶﴾

﴿معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۶۶﴾

حیدرو عنتر

ذُوالفقارِ حیدری پُورے جلال و جبروت کے ساتھ دشمنوں کے،
سروں کے پیمانے ناپ رہی تھی کہ یہودیوں کا ایک مرحب نما بہت بڑا بہادر
ابو بلیت عنتر درجِ ذیل رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا آگے بڑھا کہ:۔

انا ابو البلیت و اسمی عنتر
شاکی السلاح و بلادی خیبر
اشجع مفضال هزبرا زور
جهم عبوس بارز مسمر
عند اللیوث للیوث قسور

"میں ابوالبلیت ہوں اور میرا نام عنتر ہے۔ میں پوری
طرح مسلح ہوں اور میرا وطن خیبر ہے۔
میں پیکرِ شجاعت اور شیر کج سینہ ہوں۔ میں سامنا
کرنے والا تلخ اور ترش روشیر ہوں۔
میں شیروں کے پاس شیروں کو چیر پھاڑ دینے
والا درندہ ہوں۔

﴿دیوان علی ص ۸۲﴾

پھر جناب شیرِ خدا علی علیہ السلام نے عنتر اور دیگر یہودیوں کو مخاطب
کر کے پُورے وقار و تمکنت کے ساتھ یہ رجز پڑھا۔

هذا عمكم معا شرا لا حزاب
من فالق الهامات والرقاب

اے احزابِ یہود تم پر یہ حملہ تُمہاری گردنوں اور کھوپڑیوں کو مجروح کرنے والے علی کی طرف سے ہے۔

فا ستعجلوا للطعن والضراب
واستسلحوا للموات و المآب

اب تم نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے جوہر دکھانے کے لئے سُرعت سے کام لو۔ اور اپنے انجام کے لئے اپنے سروں پر مسلّط ہونے والی موت کے لئے گردنیں جھکا دو۔

صیر کم سیفی الی العذاب
بعون ربی الواحد الواھاب

میری شمشیرِ خارا شگاف نے تمہیں عذاب کی وادی تک پہنچا دیا ہے اور یہ سب کام میرے اکیلے پروردگار کی تائید ونُصرت سے ظہور میں آیا ہے۔

﴿دیوان علی ص۳۳﴾

ویروی ان علیا کرم اللّٰہ وجھہ ضرب مرحبا
فترس فوقع السیف علی الترس فقدہ و شق

المغفر و الحجرا لذی تحته. والعما متین و خلق

ھا متہ حتی اخذ السیف فی الا ضراس.

﴿سیرت حلبیہ ج۲ ص ۷۳۸﴾﴿معارج النبوۃ ج۴ ص ۲۱۳﴾

﴿تفسیر خازن و معالم التنزیل ج۴ ص۱۲۲﴾

سیّدنا حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس قسم کے رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے شیر کی طرح چاروں طرف حملہ آور ہو کر دشمنوں کی صفوں کو اُلٹتے چلے جا رہے ہیں اِس معرکہ میں ابوالبلیت عنتر نے بھی اپنے ارمان پُورے کرنے کے لئے شیرِ خُدا علیہ السلام پر حملہ کیا مگر چند ہی لمحوں میں اپنی شجاعت سمیت ذُوالفقارِ حیدری کا لقمہ بن کر رہ گیا۔

یہودیوں کے ایک بہادر ربیع بن ابی حقیق نے چند رجز یہ اشعار پڑھ کر اپنی بہادری کا سکّہ جمانا چاہا مگر جناب حیدرِ کرّار نے پہلے تو اُس کے رجز کا جواب درج ذیل رجز یہ اشعار میں دیا اور پھر ایک ہی وار سے واصلِ جہنّم کر دیا آپ نے فرمایا۔

انا علی وابن عبد المطلب

احمی ذماری و اذب عن حسب

والموت خیر للفتیٰ من الھرب.

میں علی ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

میں اپنی حفاظت اور اپنے حسب و نسب کا تحفظ کرنا جانتا ہوں۔

جوان کے لئے میدان چھوڑ کر بھاگنے سے

بہتر ہے کہ وہ مَوت کی آغوش میں چلا جائے۔

﴿دیوان علی صفحہ ۳۳﴾

اب جناب شیرِ خُدا نے عام خیبر والوں کو خطاب فرمایا۔

انا علی ابن عبد المطلب

محذب ذو سطوة و ذو حسب

میں علی ہوں اور عبد المُطّلب کا بیٹا ہوں میں

پاکیزہ اور صاحبِ جبروت وسطوت اور اعلیٰ خاندان کا

فرد ہوں۔

قرن اذا القیت قرنا لم اهب

من یلقنی یلق المنایا والکرب

میں جب اپنے مقابل حریف سے ملتا ہوں تو

ڈرتا نہیں ہوں بلکہ جو مجھ سے ملے گا وہ مَوت اور

مصائب سے ہمکنار ہوگا۔

﴿دیوان علی ص ۳۴﴾

قُوّتِ حیدری ویاسر خیبری

یہودیوں کا ایک اور شجاع ترین نُوجوان درجِ ذیل رجز پڑھتا ہوا

آگے بڑھا کہ

خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں یاسر ہوں اور مُسلّح دلیر اور جنگجو ہوں۔

جس وقت شیر پیش قدمی کرتے ہیں تو میرے حملے سے دیہاتوں کے سردار پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔

آگے بڑھ کر آ کہ میرے نیزہ مارنے کے وقت مُوت حاضر ہوتی ہے یاسر کی اِس خرافات کا جواب دیتے ہوئے جناب اَسَدُاللّٰہِ الغَالِب نے فرمایا !

اَے کافر کے بچے تجھ پر افسوس ہے اور تیرے لئے ہلاکت ہے کیونکہ میں فوجوں کو شکست دینے والا علی ہوں۔

میں وہ ہُوں جو تجھ پر تلوار کے وار پر وار کرے گا۔ میرا مددگار خدا ہے اور اسی کے لئے میری ہجرت ہے۔

تبا و تعسا یا ابن الکافر

انا علی ھازم العسا کر

انا الذی اضر بکم و نا صری

الہ حق ولہ مھا جری

اضر بکم با لسیف فی المصا غر

اجود با لطعن و ضرب ظاھر

مع ابن عمی والسراج المظاھر

حتی تدینوا لعلی القادر

ضرب غلام صارم مماصر

ینصرنی ربی خیر ناصرٍ

آمنت باللّٰہ بقلب شاکرٍ

اضرب بالسیف علی المغافر

مع النبی المصطفٰی المہاجر

﴿دیوان علی علیہ السلام ص۸۲﴾

میں تمہیں مقامِ ذلّت پر تلوار سے ماروں گا اور تم پر شمشیر برہنہ اور نیزہ کے واروں کی بارش کردوں گا۔

اور یہ کام میں اپنے آقائے نعمت ابنِ عمؐ اور سراج منیر کی معیّت میں میں کروں گا یہاں تک کہ خُدائے قادر و بلند کی اطاعت کرنے لگو۔

یہ مار اس نوجوان کی مار ہوگی جو کاٹنے والا اور جنگوں کا ماہر ہے۔

میری اِستعانت و امداد وہ خُدا فرمائے گا جو بہترین مددگار ہے۔

میرا خدا پر ایمان شُکر گزار دِل کے ساتھ ہے۔

میں مُحمد مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبی اور ہجرت فرمانے والے ہیں کی معیت میں تلوار سے سروں پر پہنی ہوئی خود پر ضربیں لگاتا ہوں۔

صحیح یا غیر صحیح

صحیح نامی یہودی کو قتل کرتے وقت جناب اُمیر علیہ السّلام نے فرمایا۔

میں علی ہوں مجھ کو بنی ہاشم نے پیدا کیا ہے۔

میں جنگوں کا شیر مردوں کی کمر توڑنے والا ہوں۔

میں دورانِ جنگ میں گرد وغبار کے بگولوں میں درآنے والا اور پیش قدمی کرنے والا بہادر ہوں۔

جو شخص بھی دورانِ قتال ملے گا اس پر دفعۃً موت ٹوٹ پڑتی ہے۔

انا علی ولد تنی هاشم

لیث حروب للرجال قاصم

موصوصب فی نقعها مقادم

من یلقنی یلقاه موت هاجم

﴿دیوانِ علی ص ۱۷۰﴾

اللہ اور اس کے رسول کے شیر امام الاشجعین سیدنا ومُرشدنا جناب حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی تیغ آبدار کے جو جوہر جنگِ خیبر کے وقت پیش کیے اُن کی مثال تاریخ عالم میں کہیں موجود ہی نہیں۔

کمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آپ کو صاحب عَلم بھی بنا رکھا تھا اور صاحبِ عِلم بھی"۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عطا فرمودہ عَلم کو بھی لہراتے جاتے ہیں اور آپ عطا کی ہوئی ذوالفقار کی کاٹ کے جوہر بھی دکھاتے جاتے ہیں۔

اور اِس کے ساتھ ہی ساتھ نبی کریم رؤف الرحیم مدینۃ العلم کے عطا کئے ہوئے علم سے فی البدیہہ رجزیہ اشعار پڑھ کر چرب زبان یہودیوں

کی زبانیں بھی گنگ کرتے جاتے ہیں اور علم باطنیہ اور قوّتِ ظاہریہ کی شوکت سے اُنہیں موت کی وادیوں میں بھی دھکیلتے جاتے ہیں۔

صاحبانِ علم و دانش اور اہلِ فہم و بصیرت آپ کے رجز یہ اشعار کی شوکت و تمکنت سے شکوہ وجلالِ حیدری کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک طرف تو جناب اسدُ اللّٰہ الغَالِب علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم باوجود گھمسان کی جنگ ہونے کے پورے وقار و عظمت اطمینان قلبی اور جرأت و جوانمردی کے ساتھ سیفِ ذُوالفقار سے دشمنوں کی گردنیں اُڑا رہے ہیں اور دوسری طرف شوکتِ اسلام کا پرچم سربلند رکھنے کے لئے چرب زبان یہودیوں کو اپنے رجزیہ اشعار سے خوفزدہ کر کے اُن کی زبانوں کو بھی بند کرتے جاتے ہیں۔

اِسی جنگ میں ایک موقعہ پر آپ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا تُمہارے سروں کے بالائی حصّوں پر یہ سخت قسم کی مار ایک ہاشمی نوجوان کی طرف سے ہے یہ ایک ایسی مار ہے جو آبدار اور قلم کر دینے والی تلوار سے کھوپڑیوں کے بالوں کو کھینچنے والی ہے اور یہ قاطع تلوار ایسی ہی ہے۔

هذا لكم من الغلام الهاشمی

من ضرب صدقٍ فی ذو الكمائم

ضرب يقود شعر الجماجم

بصارم ابيض ای صارم

﴿دیوان علی علیہ السلام صفحہ ۱۷۰﴾

ذوالفقارِ حیدری دُشمنوں کے جِسموں میں تیرتی جارہی تھی آپ چند لمحات میں ہی یہودیوں کے مزید سات بڑے بڑے بہادروں کو موت کی نیند سلا چکے تھے کہ اچانک ہی یہودیوں نے مَیدان چھوڑ کر قلعہ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا جناب حیدر کرّار اُن کے پیچھے جارہے تھے ایک یہودی نے انتہائی جرأت سے کام لیتے ہوئے جناب شیرِ خُدا کے ہاتھ پر وار کر دیا مگر اُس کا وار سپر پر ہوا اور سپر زمین پر گر گئی چنانچہ ایک دوسرا یہودی جوان کے سرداروں میں سے تھا اُس سپر کو اٹھا کر قلعہ کی طرف بھاگ نکلا۔

دَروازہ علی کے هاته میں

یہودیوں کی اِس حرکت سے جناب اُمیر علیہ السلام کو جوش آ گیا جلالِ حیدری پُوری تمکنت اور شان سے ظاہر ہو گیا آپ پر آپ کی رُوحانی قوّت کا اِس قدر شدید غلبہ ہوا کہ آپ نا قابلِ عبور خندق سے ایک ہی جست میں پار پہنچ گئے اور قلعہ کے دروازہ کو فولادی پنجہ میں پکڑ کر اِس قدر شدید جھٹکا دیا کہ اُس کا آہنی دروازہ اُکھڑ کر آپ کے ہاتھ میں آ گیا آپ نے اُس دَروازہ کو اِس طریقہ سے اپنے ہاتھ میں اُٹھایا ہوا تھا کہ وہ سپر کا کام بھی دیتا رہے اور آپ تلوار بھی چلاتے رہیں۔

امیر از یں واقعہ بغائت خشمناک گشتہ خود را بدر
قلعہ قموص رسانید واز خندق یک جست نمودہ خود را بر در

حصار گرفت و پنجۂ فولاد رنجہ در حلقہ درز دو در حصار را بکند و

سپر خود ساخت۔

﴿مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۵﴾

کتب سیر میں آتا ہے کہ سیدنا امام باقر علیہ السلام وعلی آباۂ العظام و اولادہ الکرام روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خیبر کے دروازہ کو اکھاڑنے کے لئے جھنجھوڑا تو سارا قلعہ کانپنے لگا چنانچہ یہودیوں کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی صفیہ تخت سے گر کر زخمی ہو گئی۔ یاد رہے کہ یہی جناب صفیہ اسیر ہو کر دربارِ رسالت میں آئیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی زوجیت کے شرف سے نواز کر اُم المومنین بنا دیا۔

واز امام باقر رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت

چون علی در خیبر را بگرفت و بجبانید تا بکند تمامی آں حصار

چناں بجنبید کہ صفیہ دختر حیی بن اخطب از بالائے تخت خود

بیفتاد و روئے او مجروح شد۔

﴿معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵﴾ ﴿مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۵﴾

پس اہل اسلام بامداد شاہِ مردان در آمدند و دست بقتل

جہوداں دراز کردند ہفت کس از روسائے یہود و ابطال خیبر

بضرب تیغ امیر المومنین حیدر رضی اللہ عنہ کشتہ گشت و باقی

جہوداں ہزیمت نمودہ روئے بقبائل آوردند و شاہِ مردان

در عقب ایشان روان شد و در ان اثناء یکے از مخالفان

ضرب بر دست امیر نہ و چنانکہ سپر از دست آن حضرت

بر زمین افتاد و دیگرے از جہودان کر سردار بود سپر را گرفتہ

روی بگریز آورد۔

﴿معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵﴾ ﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۴﴾

ارباب سیر بیان فرماتے ہیں کہ جب قلعہ کا دروازہ ٹوٹ گیا تو لشکر اسلام نہایت آسانی سے قلعہ کے اندر داخل ہو گیا جناب شیرِ خدا نے جنگ سے فارغ ہو کر اس دروازہ کو اڑسٹھ وجب کے فاصلہ پر اپنے پس پشت پھینک دیا تھا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ دروازہ خندق پر اس طرح پھینکا گیا تھا کہ وہ ایک پل کا کام دینے لگا متعدّد روایتوں میں آتا ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب اِس دروازہ کو زمین پر پھینک دیا تو اُسے ستّر مجاہدین اسلام نے مل کر اٹھانے کی کوشش کی مگر اُسے جُنبش تک نہ دے سکے ایک روایت کے مطابق اسّی اشخاص مل کر بھی اِس دروازہ کو ہلانے سے معذور رہے۔

ایک روایت کے مطابق اس دروازہ کا وزن آٹھ صد من تھا جسے شیر خدا نے ایک ہی جھٹکے سے اُکھاڑ بھی دیا اور پھر اس کو ایک ہاتھ میں اُٹھا کر سپر بھی بنائے رکھا اور پھر جب پھینکا تو وہ اتنی دُور جا کر گرا جیسے گیند کو اُچھال دیا

گیا ہو۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ جناب مولا مُرتضٰی علیہ السلام کی جسمانی نہیں بلکہ رُوحانی قوّت کرشمہ تھا جس سے آپ نے آٹھ صد من وزن کا دروازہ ایک ہی جھٹکے سے اکھاڑ بھی لیا اور اٹھائے بھی رکھا ہمیں اُن کے اس خیال سے بھی اتفاق ہے اِس لئے کہ یہ قُوّتِ رُوحانیہ بھی تو جناب علی المرتضٰی کی تھی۔

آوردہ اند کہ وزن ان ہشتصد من بود

﴿معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵﴾

بعد از فراغ جنگ آں حضرت رضی اللہ عنہ، آں
درراہشتادوجب از پس پشت دور انداخت وگویندہفت
کس از قویای اسلام چندانکہ جہد نمودند باتفاق یکد
یگر آں دراز پہلوئے بہ پہلوئے دیگر گردانند نتوانستند
وچہل مرد برخاستند بمد دیک دیگر بردارند عاجز شدند قال
الشاعر علی مرمی باب المدینہ بخیبر وثمانین بشراوفیا کم بسلم

﴿معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵﴾

بہر حال جناب حیدرِ کرّار کی رُوحانی اور جسمانی قُوّت کا مشاہدہ یہودی بھی کر رہے تھے اِس لئے اُن پر آپ کی اِس قدر ہیبت طاری ہو چکی تھی کہ ہر شخص اپنے اپنے مقام پر لرز کر رہ گیا تھا۔

اگر اُنہوں نے زورِ ید اللّٰہی سے قلعہ کے دروازہ ٹوٹنے کا حشر نہ دیکھا ہوتا تو شاید اب بھی مقابلہ کی کوشش کرتے کیونکہ اُن کا قلعہ بند لشکر دس ہزار بہادروں پر مشتمل تھا اور اسلامی لشکر کی تعداد ان کے مقابلہ میں دسواں حِصّہ تھی مگر قوّتِ حیدری نے تو اُن کے حواس ہی مختل کر دیئے تھے وہ آپ کو مافوق الفطرت ہستی خیال کرتے ہُوئے سامنا کرنے کے تصوّر ہی سے فنا ہوتے جارہے تھے۔

اِن حالات میں مقابلہ ہوتا کیا ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے چنانچہ جب جنابِ حیدرِ کرّار علیہ السلام اِسلامی جیش کو ساتھ لے کر نہایت کرّوفر اور شان و تمکنت سے قلعہ میں داخل ہوئے تو یہودیوں کے ہر چھوٹے بڑے کو اِس حالت میں پایا جیسے اُن کے خُون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو اور وہ لوگ نہایت خوفزدہ انداز میں الامان الامان پکارنے لگے

جنابِ شیرِ خُدا علیہ السلام نے اُنہیں اُن شرائط پر امان عطا فرمادی جو آپ کو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قلعہ فتح کر لینے کی صورت میں ارشاد فرمائی تھیں یہودیوں نے وہ تمام شرائط بغیر کسی حیل و حُجّت کے تسلیم کر لیں کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اُنہیں زندگیوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے اور تمام مال و اسباب بھی مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑتا،

یہودیوں کی یہی تو فطرت ہے کہ وہ دولت کے حصول کے لئے اپنی عزت اور غیرت تک کا سودا کر لیتے ہیں مگر زندگی بچانے کے لئے کچھ لو کچھ

دو کی پالیسی پر ہی عمل کرتے ہیں۔

بہر حال ادھر اہل یہود پر مکمل طور پر تسلط قائم کرنے کے بعد جناب شیر خدا علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں پہنچنے کے لئے واپسی کا ارادہ کرتے ہیں اور ادھر حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح خیبر کی مسرت آگیں خبر سن کر مسجودِ حقیقی کے دربار میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اظہارِ فرحت وانبساط فرماتے ہیں۔

تعریفِ مرتضیٰ بزبانِ مصطفیٰ

تاجدار مملکتِ قوّت وشجاعت مولائے کائنات سیّد العرب جناب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام جب مع جیشِ اسلامی اپنے مُستقر کے قریب پہنچے تو اُس وقت تاجدارِ اوّلین وآخرین سیّد المرسلین سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے شیر کی حوصلہ افزائی اور تبریک وتہنیّت کے لئے خیمۂ اطہر سے باہر تشریف لا کر استقبال کرنے کے لئے چند قدم بڑھ آئے اور فرحت ومسرّت سے جناب علی کو آغوشِ رحمت میں لے لیا اور پھر حضور رحمۃ للعٰلمین نے جناب حیدرِ کرّار کی چشمانِ نرگس نشین کو چُوم کر اِن الفاظ میں اُن کی جرأت وشجاعت کی داد دی کہ،

علی تمہاری مشکورانہ تعریفیں اور جرأت مندیوں کے واقعات ہم تک پہنچے بے شک اللہ تعالیٰ عز وجل بھی تم سے راضی ہوا اور ہم بھی تم سے راضی

ہوئے۔

محبوب کا آگے بڑھ کر استقبال کرنا اور پھر آغوشِ رافت میں لے کر پیشانی پر بوسہ دینا ہی جناب حیدرِ کرّار کو لذّت و کیفیّات کی اُن گراں مایہ نعمتوں سے نواز چکا تھا جن کے حصول کے بعد کسی اور نعمت کا تصوّر ہی بے کار ہے۔

اُوپر سے آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے شفقت و محبّت بھرے جملے سنے تو حیدرِ کرّار کی آنکھوں سے بے اِختیار مُسرّت کے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹ نکلا جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مسکراتے ہوئے اِستفسار فرمایا یا علی یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا ؟

جناب ولایت مآب نے سرِ نیاز خم کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ یہ گریہ غم نہیں بلکہ مسرّت کے آنسو ہیں اور مجھے کیوں فرحت اور خوشی نہ ہو کہ خدا اور اس کا رسول مجھ سے راضی ہیں۔

محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مزید اظہارِ مسرّت کرتے ہوئے فرمایا نہ صرف یہ کہ ہم اکیلے ہی تم پر خوش ہیں بلکہ خداوندِ تعالیٰ بھی تم پر راضی ہیں اور ساتھ ہی جبریل و میکائیل اور تمام ملائکہ بھی تُم پر خوش ہیں''

وحمل یومئذ باب حصنها علی ظهره حتیٰ

صعد المسلمون علیه ففتحوها وانهم جروه

بعد ذلک فلم یحمله الا اربعون رجلا وفی روایة

انہ تنا ول با با من الحصن حصن خیبر فتترس بہ عن نفسہ فلم یزل یقا تل وھو فی یدہ حتی فتح اللّٰہ علیا ثم الاقاء فأ راد ثمانیۃ ان یلقوہ فماستطاعوا .

﴿صواعق محرقہ ص ۱۲۲﴾

وفی روایۃ ان اولیا قلع الباب خیبر ولم یحرکہ سبعین رجلا ﴿موا ھب اللدنیہ﴾

روی عبد اللّٰہ بن احمد بن حنبل من روایت جابران النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم لما رفع الرایۃ لعلی یوم الخیبر اسرع فجعلوا یقولون لہ ارفق حتیٰ انتھی الی الحصن فاجتذ ب بابہ فألقاہ علی الارض ثم اجمع علیہ سبعون رجلا اعادوہ

﴿اشرف المؤبد ص ۱۱۷﴾ ﴿الاصابہ ج ۲ ص ۵۰۲﴾
﴿مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۱﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۳۷﴾
﴿معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵﴾

حسبِ عادت واقعات خیبر کی بھی بعض روایات پر بعض متشدّدین نے ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے سِفلی جذبات کی تسکین کے لئے نہایت مکروہ انداز سے جرح کے دروازے کھولے ہیں مگر اُن کی ہر قسم کی موشگافیاں بالآخران کی بے بسی پر ہی مختتم ہوتی ہیں۔

ایک طرف تو جنابِ حیدرِ کرار سے اُن کا مبغوضانہ روّیہ اُنہیں

بضحوائے حدیثِ مصطفےٰ "علی سے بغض منافقت ہے" کی وعید کا مستحق بنا دیتا ہے اور دوسری طرف محققین کی نگاہوں میں بھی یہ طبقہ عصبیّت زدہ اور خائن قرار پاتا ہے۔ ہم چونکہ اِن مضامین کو بیان کرتے وقت قارئین کرام کو بحث مناظرہ کے تکلفات سے بچا کر عشق و محبّت کی منازل سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں اِس لئے دانستہ طور پر اُن لوگوں کے مطاعن کا اظہار نہیں کیا گیا۔

مگر اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اُن روایات کو جن پر بعض نام نہاد محقّقین نے جرح و تعدیل کے نام پر نیش زنی کی ہے اور انہیں موضوعات واہی روایات کے نام سے موسوم کیا ہے کہ پُوری پُوری وضاحت بحث و تمحیص کے اس باب میں کریں گے جو اس کتاب میں اسی مقصد کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

انشاء اللہ العزیز ہم مخالفین کی پوری پوری عبارات پیش کرنے کے بعد ان کی حقیقت کو مکمل طور پر بے نقاب کریں گے اِس لئے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ آپ نہایت اطمینان سے ہر واقعہ کو حق و صداقت کی تصویر سمجھتے ہوئے ملاحظہ فرماتے جائیں اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے آپ اپنے ذوقِ وجدان کو مزید جلا دے سکیں گے۔

اِس وضاحتی نوٹ کے بعد ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کی مکمل ترین فتح فاتح خیبر شیرِ خُدا مولا مُشکل کُشا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ والا صفات سے منسوب ہے اور تا قیامِ قیامت رہے گی اور

اِس پر حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان شاہد عدل ہے کہ،

ہم کل اُس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمائے گا اور پھر وہ پرچم جنابؑ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرما دیا گیا خیبر کی فتح جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا وہ اعزازِ عظیم ہے جس میں کوئی دوسرا ہرگز ہرگز شریک و سہیم نہیں۔

القصہ چوں اہل حصنِ قموص و مروم سائر قلاع خیبر امرے چناں غریب از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہٗ مشاہدہ کردند از قلہا فریاد الامان الامان برآوردند و علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ از حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخصت طلبید باشارتِ او خیبریاں را امان داد مشروط بر آنکہ،

وچوں خبر فتح خیبر بسمع ہمایوں آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسید بغائت فرحان ومسرور گشت،

﴿معارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۷۵﴾﴿مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۴﴾

چوں حیدر کرار رضی اللہ عنہٗ مہم کفار قرار دادہ بجانب سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توجہ فرمود خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہت تمشیت وتہنیت علی رضی اللہ عنہٗ باستقبال او از خیمہ بیرون آمد و علی را در کنار گرفت دہر

دو چشمش را ببوسید و بفرمود۔

قد بلغنی تبارک المشکور وصنعک للمذکور قد رضی اللہ عنک ورضیت انا عنک،

چوں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اظہار رضا از علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرمود علی را رضی اللہ عنہ، رقتے دست داد از وی پرسید کہ ایں گریہ شادی است یا گریہ اندوہ گفت گریہ فرح است چگونہ فرحناک نہ باشم و شادمان نہ گردم کہ خدا و رسول او از من راضی باشد آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ من از تو راضی و خدائے عز و جل و جبریل و میکائیل و جملہ فرشتان از تو راضی اند۔

﴿معارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۷۵﴾ ﴿مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۴﴾

بَابْ

جَنگِ رَمل
اور
حَیدرِ کرّار علیہ السلام

حیدرِ کرّار پر حضور کی خاص نوازش

شر پسندوں کی سر کوبی

غزوۂ تبوک سے واپسی کے چند روز بعد ایک اعرابی نے بارگاہِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں یہ اطلاع بہم پہنچائی کہ وادیٔ رمل میں کفّارِ عرب کے کچھ لوگ اِس اِرادہ سے جمع ہوئے ہیں کہ موقع ملتے ہی مدینہ منوّرہ پر شب خُون مارنے کے لئے چڑھائی کر دیں حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اعرابی کی اطلاع کو مبنی بر حقیقت سمجھتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ وادیٔ رمل میں چند شر پسندوں نے جمع ہو کر مدینہ منورہ پر شبخون مارنے کا ارادہ کر رکھا ہے تم میں سے کون ہے جو اُن کو اُن کے ناپاک عزائم پر عمل کرنے سے پہلے پہلے ہی ختم کر دے۔

تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ عالیہ سُنا تو اہلِ صُفّہ و دیگر متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شر پسندوں کی اِس جماعت کا قلع

قمع کرنے کے لئے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں اپنی خدمات پیش کردیں جنہیں آپ نے بخوشی قبول ومنظور فرمالیا۔

ابوبکر صدّیق کا حملہ اور ناکامی

صحابہ کرام کو دُشمنوں سے مقابلہ پر تیّار پاکر تاجدارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بلاکر پرچم اسلام عطا فرمایا اور جیشِ اسلامی کواُن کی کمان میں دے کر دُشمنوں سے مقابلہ کے لئے روانہ فرمادیا۔

چنانچہ جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ لشکر اسلام کی کمان کرتے ہوئے منزل بمنزل وادئ رمل کے قریب پہنچ گئے اور دشمنوں پر حملہ کرنے کی ترکیبیں سوچنے لگے کیونکہ مخالفین نے جس جگہ میں اپنی کمین گاہیں بنارکھی تھیں وہ درختوں اور پتّھروں میں اِس طرح گھری ہوئی تھی کہ یہ پتہ لگانا انتہائی مشکل تھا کہ دُشمن کس جگہ چھپے ہوئے ہیں اور اُن کی تعداد کتنی ہے۔

جناب صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابھی اِس بات کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ حملہ کرنے کے لئے کون ساطریقہ کار اختیار کیا جائے کہ اچانک ہی درختوں اور پتّھروں کی اوٹ سے مُسلمانوں پر تیروں کی بارش ہونا شروع ہوگئی پھر اِس سے پہلے کی اِسلامی لشکر سنبھالا لیتا دشمنوں کی بھاری

تعدادِ نے نیزوں اور تلواروں سے براہِ راست حملہ کر دیا اور جیشِ اسلامی کو نیزوں، تیروں، تلواروں اور بھالوں کی باڑھ پر رکھ لیا چنانچہ اِس حادثہ فاجعہ متعدّد گرامی قدر ہستیوں کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔

اس جنگ کا خطرناک ترین پہلو یہ تھا کہ دُشمن نہایت آسانی سے چھپ کر بھی وار کر سکتے تھے کیونکہ وہ اَشجار و احجار کے پسِ پردہ نہایت محفوظ ترین کمین گاہوں میں چُھپے ہوئے تھے جبکہ لشکرِ اسلام کھلے میدان میں فروکش تھا"

بالآخر جب اُن لوگوں پر قابو پانے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آیا تو جنابِ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، متعدّد جانبازانِ اسلام کو شہید کروانے اور ہزیمت اُٹھانے کے بعد مدینہ منوّرہ زاداللہ تشریفاً و تکریماً میں واپس لوٹ آئے۔

بعد از غزوۂ تبوک اعرابی نزدِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آمد و گفت قومے از عرب در وادی الرمل آمدند و داعیۂ آن دارند کہ بر سبیل شبخون بجانب مدینہ توجہ نمائیند،

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوارا با میر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دادہ برآن طائفہ اش امیر گردانید و بر سرِ راہِ اعدا فرستاد و مقام مخالفاں را وادی بود کثیر الحجارہ والاشجار چوں موماناں خواستند کہ پائے درآن وادی لنید ارباب خلاف ازاں وادی بیرون رفتند قتال اشتغال پذیرفت، چنانچہ بسیارے از سپاہِ اسلام شربت شہادت چشیدند و باقی راانہزام پیش گرفتند و بمدینہ مراجعت نمودند،

فاروق اعظم کا حملہ اور نا کامی

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ عُلیہ وآلِہ وسلّم کو جب متعدّد صحابہ کرام کی شہادت اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے بحالتِ شکست واپس آنے کی اطلاع ملی تو آپ نے شر پسندوں کی سرکوبی کے لئے اسلامی لشکر کو دوبارہ ترتیب دیا اور جناب فارُوق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بلا کر آپ کے ہاتھوں میں پرچم اسلام تھما دیا۔

لشکرِ اسلام جناب فارُوق اعظم کی قیادت میں چلتا ہوا جب مطلوبہ مقام پر پہنچا تو دشمنوں نے وہی حربہ استعمال کیا جو جناب ابوبکر صدّیقؓ پر آزما چکے تھے۔

بعد از آنکہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عقد رایتے نمودہ بفاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ تسلیم نمود چوں بمقصد رسید خواست قادر آں وادی در آید مشرکاں کہ از عقب اشجار و احجار کمین کردہ بودند بیرون آمدند و بعد از کوشش و کشش لشکر اسلام باز طریق فرار اختیار کردہ بدار اسلام معاودت نمودند۔

چنانچہ پیشتر اِس کے کہ اسلامی لشکر اُن لوگوں کو تلاش کرتا یا اپنے دفاع کے لئے کوئی صُورت نکالتا دُشمنوں کی طرف سے سنسناتے ہوئے تیروں کی باڑھ آئی اور متعدّد صحابہ کرام کو زخمی اور شہید کر گئی اِس کے ساتھ ہی اُن کے چند مسلّح دستوں نے نیزوں اور تلواروں سے سامنے آکر شدید حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں اُن لوگوں کا پلّہ کافی بھاری رہا اور اہلِ اِسلام دوبارہ ناقابلِ تلافی نقصان اٹھا کر مدینہ منورہ کو واپس پلٹ آئے۔

عمرو بن العاص کی آرزو اور شکست

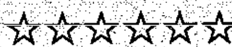
جب سیّدنا فاروق اعظم بھی شر پسندوں سے شکست فاش اٹھانے کے بعد واپس آگئے تو جناب عمرو بن العاص حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ملتمس ہوئے کہ اب آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں جنگ دھوکہ ہے کہ مقولہ پر عمل کرتے ہوئے دُشمنوں کو مکر و فریب اور جنگی چالوں سے مغلوب و مقہور کر کے فتح یاب ہو کر واپس آؤں۔

بعد از وقوع عمرو بن العاص کہ بشیوۂ مکر و حیلہ اکتصاص داشت التماس نمود کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او را بر ایشاں فرستد تا بمقتضائے الحرب خدعۃ عمل نماید حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التماس او را مبذول داشت و او را امیر جمع گر وانیدہ بجانب مخالفاں فرستاد و او نیز چوں متوجہ معاندان شد و در مقابلہ و مقاتلہ ایشاں در آمد نیز منہزم باز گشت و بعضے از مسلماناں شہید شدند،

حضرت عمرو بن العاص کی اِس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکرِ اسلام کو اَز سرِ نَو ترتیب دیا اور پرچمِ اِسلام عمرو بن العاص کو عطا فرما کر دُشمنوں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرما دیا عمرو بن العاص لشکرِ اسلام کی کمان کرتے ہوئے جب دُشمنوں کی کمین گاہ کے قریب پہنچ گئے اور دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کا طریقہ سوچنے لگے تو اچانک لشکر اسلام میں کھلبلی مچ گئی کیونکہ دُشمنوں نے پھر وہی طریقہ کار اختیار کیا تھا جس پر وہ اس سے پہلے دو بار عمل کر چکے تھے،

وہ اپنی کمین گاہوں میں مکمّل طور پر محفوظ تھے جب کہ لشکرِ اسلام براہِ راست اُن کے تیروں کی زَد پر تھا چنانچہ اِس سے پہلے کہ جناب عمرو بن العاص اپنی کسی جنگی چال کا تجربہ کرتے اور الحرب خدمۃ پر عمل کرتے اہل اسلام میں سے متعدد حضرات کے سینے تیروں سے چھلنی ہو چکے تھے۔

اب پھر میدان کافروں کے ہاتھ میں تھا اور اُن لوگوں نے سامنے آ کر بھی اس قدر شدید حملہ کیا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے لشکرِ اسلام کو پیچھے بھاگنے ہی میں عافیت نظر آئی اور جناب عمرو بن العاص بھی متعدد جنگی چالوں سے آشنائی کے باوجود زبردست شکست اُٹھانے اور متعدد صحابہ کرام کو شہید کروانے کے بعد بے نیل ومرام مدینہ منورہ میں واپس آ گئے۔



علی ھی فاتح قرار پائے

جناب عمرو بن العاص کو شکست اُٹھا کر آئے ہوئے چند روز گزر گئے تو ایک دن اچانک سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر فرمایا کہ علی اَب دُشمنوں کی سرکوبی کے لئے تُجھے جانا ہے،

جناب حیدرِ کرّار کو کیا انکار ہوسکتا تھا آپ فوراً تیّار ہو گئے حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جیش اسلام کو مرتّب فرما کر پرچم اسلام جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض فرما دیا جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جھنڈا عطا کرنے کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند

بعد از چند روز حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از برائے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ لوائے راست کردہ دست بجانب آسمان برداشت و درشان او دعائے نیکو بتقدیم رسانید وتا بہ مسجد احزاب بتشیع شاہ مردان قدم رنجہ فرمود فرمانم داد کہ امیر المومنین ابوبکر وعمرو بن العاص وجمع دیگر از یاران رضی اللہ عنہم ورآں سفر با میر المومنین علی رضی اللہ عنہ رفاقت نمایند واز صواب ویداد تجاوز نمایند۔

﴿معارج النبوۃ ج ۴ ص ۲۴۲﴾

القصہ شاہِ مردان برآنچہ ضمیر منیر او عکس انداختہ بود عمل نمود میر اند تا وقت طلوع فجر بر سر عدو رسیدہ بر وفق خاطر خواہ الحمد للہ از معاندان انتقام کشید،

فرمائے اور علی کی فتح ونصرت کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دعا فرمائی اور نیک تمناؤں کا اظہار فرمایا۔

اِسلامی لشکر میں آپ نے اِس دفعہ جناب ابوبکر صدیق اور جناب عمرو بن العاص کو بھی شامل فرمایا مگر اب اُن سب کے سپہ سالار جناب حیدر کرار تھے کیونکہ آپ نے تمام جَیشِ اسلامی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم سب لوگ علی کی کمان میں ہو اور تُمھیں ہر حالت میں اِنہی کے احکام کو ماننا ہے اور اِنہی کی صوابدید پر عمل کرنا ہے کوئی شخص نہ تو اِن کے حُکم سے سرتابی کرے اور نہ ہی کسی امر میں اِن کے فرمان سے تجاوز کرے۔

یہ احکام صادر کرنے کے بعد حضور تاجدار انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بہ نفسِ نفیس جیشِ اسلامی کو اَلوداع کرنے کے لئے مسجدِ احزاب تک تشریف لائے اور خدا تعالیٰ کے سپرد کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

فراستِ حیدر کرار

جنابِ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آغازِ سفر کیا تو اُس راستے کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا جو وادیٔ رمل کی طرف جاتا تھا بلکہ آپ نے جیشِ اِسلامی کو اُس راہ پر ڈال دیا جو مدینہ منوّرہ سے عراقِ عرب کی سمت جاتا تھا بظاہر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آنے والی تھی اور اِس حکمت کو وہی جانتا تھا جسے دارِ حکمت اور مدینۃ العلم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل تھا تاہم صحابہ

کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اِس وجہ سے اِس راستہ پر بغیر حیل و حُجّت گامزن ہو گئے کہ اُنہیں ہر حالت میں علی کے اَحکام کی ہی اِتباع کرنے کا حکم دربارِ مصطفیٰ سے مل چکا تھا۔

عمرو بن العاص کا مشورہ

بالآخر منازل کو قطع کرتے ہوئے ایک لمبا چکّر کاٹنے کے بعد جناب حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکرِ اِسلام کو وادیٔ رمل کے عقب میں لے آئے تو جناب عمرو بن العاص نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مشورہ دیا کہ علی نے جو طریقہ اور طریق اختیار کیا ہے یہ ہرگز مناسب نہیں اور اِس ضمن میں چند وجوہات بھی پیش کیں مگر تمام جیشِ اسلامی نے اُن کے مشورہ کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اُسی بات پر عمل کرنا ہے جسے علی مناسب خیال کریں چنانچہ عمرو بن العاص کو خاموش رہنا پڑا اور جناب حیدرِ کرار تمام اُمور کو اپنی مرضی کے مطابق سرانجام دیتے رہے۔

دُشمنوں کا خاتمہ

جناب حیدرِ کرار ہراول کے دستہ میں بھی سب سے آگے تھے اِس لئے کسی بھی شخص کو کسی قسم کی کوئی پریشانی لاحق نہیں تھی شب کا کچھ حصّہ اِستراحت اور آرام سے گزارنے کے بعد آپ طلوعِ فجر کے ساتھ ہی عقب کی طرف سے دُشمنوں کے سروں پر مسلّط ہو چکے تھے اب نہ تو وہ لوگ کمین

گاہوں سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے تھے اور نہ ہی وہ درختوں یا ٹیلوں کی اوٹ لے کر حملہ کر سکتے تھے چنانچہ اب اُن کے لئے موت کے سوا تمام راستے بند ہو چکے تھے ذوالفقارِ حیدری اُن کے سروں پر بجلی کی طرح کوندرہی تھی اور تڑپ تڑپ کر واصل جہنّم ہو رہے تھے جیشِ اسلامی نے بھی جرأت و جوان مردی کے بیشتر کارنامے سرانجام دیئے تھے اور بالآخر اُن دُشمنانِ اسلام کا خاطر خواہ قلع قمع کر دیا گیا۔

اِدھر لشکرِ اِسلام فتح و کامرانی کا جھنڈا گاڑتے ہوئے خُداوندِ قدوس کا شکر و سپاس ادا کر رہا تھا اور اُدھر مدینہ منّورہ زَاداللہ شرفہا میں تاجدارِ انبیاء مخبرِ صادق صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اِس فتح کی بشارت سُنا رہے تھے۔

حضور العلام مُلّا مُعین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحب کشف الغُمّہ نے لکھا ہے کہ "سورہ والعادیات" اِسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔

دیگر متعدّد واقعات کے علاوہ مذکورہ بالا روایت میں بتایا گیا ہے کہ "سورہ مقدّسہ والعادیات" اِسی واقعہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اگرچہ

وصاحب کشف الغمہ گوید کہ سورہ والعادیات دریں باب نازل شدہ وآں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب را بفتح بشارت وادو چوں شاہ مردان مرتضٰی علی کرم اللہ وجہہ نزدیک بمدینہ رسید۔

ہمیں کتب تفاسیر سے واضح طور پر کوئی ایسی روایت نہیں مل سکی جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ متذکرہ بالا سورۃ اسی واقعہ سے متعلق ہے تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نفس مضمون کے اعتبار سے مذکورہ سورۃ کی آیاتِ مقدّسہ کا اس واقعہ سے بھی گہرا ربط تعلق ہے ان آیات کا مطلب ہے کہ،

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا

قسم ہے ﴿گھوڑوں﴾ کی جو سینے سے آواز نکالتے یعنی ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا

پھر ٹاپ مار کر ﴿پتھروں سے﴾ آگ نکالتے ہیں

فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا

پھر صبح ہوتے ہی تاخت و تاراج کرتے ہیں۔

فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا

پھر اُس وقت غبار اُڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا

پھر ﴿دشمن کے﴾ لشکر میں جا گھستے ہیں۔

مفسّرین کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے مجاہدینِ اسلام کے گھوڑوں کی قسم کھا کر اُن کی شان وشوکت کی جو تصویر کشی آیات قرآنیہ میں کی ہے اِس سے درحقیقت اُن غازیوں اور مجاہدوں کی شان

بیان کرنا مقصود ہے جو اُن گھوڑوں کو جہاد کے مصرف میں لاتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب خالقِ کائنات گھوڑوں کے ہانپنے کی قسم کھاتا ہے تو اُن شہسواروں کی قدر و منزلت کا کیا عالم ہوگا جو محض رضائے الٰہی کے خاطر ہمہ وقت اپنی جان کی بازی لگائے رکھتے تھے۔

بہر حال اِن آیات میں جیشِ اِسلامی کے حملہ آور ہونے کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کی پوری تصویر ہمیں وادیٔ رمل کے کفّار پر جنابِ حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حملہ حیدری میں نظر آتی ہے یعنی اُن دشمنوں پر بھی شب خون نہ مارنا جو موقع ملتے ہی مسلمانوں پر شبخون مارنا چاہتے تھے بلکہ عین طلوع صبح کے وقت پتھریلی اور میدانی زمین پر گھوڑوں کے سُموں سے پتھروں سے چقماق پتھر کی طرح آگ نکالتے اور دبے ہوئے غبار کو اُڑاتے ہوئے دشمن کے لشکر میں جا گھسنا اِن آیاتِ مقدسہ کی کامل ترین تصویر ہے۔

مفسّرین کا یہ کہنا کہ اللہ تبارکؑ وتعالیٰ نے گھوڑوں کا ذکر کر کے بالواسطہ طور پر مجاہدینِ اِسلام کی تعریف وتوصیف فرمائی ہے تو یہ جناب حیدرِ کرّار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شان وعظمت اور علو ومرتبت کی واضح اور عظیم ترین دلیل ہے کیوں کہ مجاہدینِ اِسلام میں آپ کے برابر کا نہ تو کوئی مجاہد ہے اور نہ ہی شہسوار آپ شہسواروں کے بھی امام ہیں اور مجاہدین کے بھی امام ہیں لہٰذا اگر سورۃ والعادیات کے ذیل میں اس واقعہ کو بھی لے آئیں تو قرینِ قیاس ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک تو

یہ آیات تمام غزوات و سریات میں شرکت کرنے والے مجاہدین کے گھوڑوں پر بھی چسپاں کی جاسکتی ہیں۔

علاوہ ازیں مفسرین کرام کا اِس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے یا مکی چنانچہ اکثر مفسرین نے اِس کے بارے میں دو قول نقل کئے ہیں پہلا قول حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ سورہ مکی ہے ''قول مکیہ'' ای فی قول ابن مسعود وغیرہ

اور دوسرا قول حبر الامّت حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ہے کہ سورۃ والعادیات مدنی ہے ''وقولہ مدنیہ'' فی قول ابن عباس وغیرہ

بہر حال یہ سورۃ مکی ہو یا مدنی اس میں ذکر مجاہدینِ اِسلام کے اُن گھوڑوں کا ہی ہے جو صبح دم ہی لشکر کفار پر یلغار کردیتے تھے ایک روایت میں آتا ہے کہ اس سورۃ میں جنگ بدر میں حصہ لینے والے مجاہدین کے گھوڑوں کا ذِکر ہے حالانکہ اُس جنگ میں سپاہِ اِسلام کے پاس صرف تین گھوڑے تھے اور پھر غازیانِ اسلام اُن گھوڑوں کو لے کر دشمنوں کی صفوں میں بھی نہیں گھسے تھے بلکہ پہلے باقاعدہ طور پر مبارزت طلبی ہوئی تھی۔ ﴿واللہ اعلم﴾

ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ ایک سریہ میں حصہ لینے والے مجاہدین اِسلام کے گھوڑوں کا ذکر ہے مگر اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کس سریہ کا واقعہ ہے ممکن ہے کہ وادی رمل میں ہونے والے سریہ کے متعلق ہی ہو۔

﴿صاوی علی الجلالین جلد ۴ صفحہ ۲۹۳﴾

﴿کنز الایمان﴾ ﴿کشاف ج ۴ ص ۵۵۶﴾

حیدرِ کرّار کا استقبال

بہر حال جب جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ دشمنانِ اسلام کا قلع قمع کرنے کے بعد فتح و کامیابی کا پرچم لہراتے ہوئے مدینہ منوّرہ زاد اللہ تشریفاً و تکریماً کی جانب مراجعت پذیر ہوئے۔

چنانچہ جب آپ مدینۃ الرّسول کے نزدیک پہنچے تو حضور امام الانبیاء سیّد الاوّلین و آخرین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم فرمایا کہ جنابِ حیدرِ کرار شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے استقبال کے لئے تیار ہو جاؤ اور پھر جلد ہی آپ صحابہ کو ساتھ لے کر مدینہ منوّرہ سے باہر تشریف لے آئے تا کہ جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شایانِ شان استقبال کیا جا سکے۔

اِدھر حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم مع صحابہ کبار کے شہر سے باہر تشریف لائے اور اُدھر لشکرِ اسلام سامنے سے آتا ہوا نظر آنے لگا ولایت مآب، تاجدارِ اولیاء شیرِ خدا علی علیہ السلام نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کو استقبال کے لئے تشریف لاتے دیکھا اور حضور سرورِ کائنات کے مسکراتے ہوئے رُخِ انور کی زیارت کی تو احترامِ نبوّت کے پیشِ نظر والہانہ طور پر گھوڑے سے چھلانگ لگادی۔

بشارت دَر بشارت

تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تاجدارِ اولیاء کے عقیدت و اِحترام کو ملاحظہ فرمایا تو بشارت دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا علی گھوڑے پر سوار ہو جاؤ کیونکہ خدا تعالیٰ عزّوجل اور اُس کا رسول ﴿صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم﴾ تجھ سے راضی ہیں۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے محبوب کی یہ عنایت دیکھی تو آپ کی آنکھوں میں مسرّت کے آنسوؤں کا سیلاب آگیا حضور سرورِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا علی اگر ہمیں اپنی اُمّت کی طرف سے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو کہ وہ تیرے متعلّق وہی کچھ کہیں گے جو لوگوں نے عیسیٰ بن مریم

آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یاراں با ستقبال امر فرمود در آں زماں کہ چشم ولایت مآبے برروئے فرخندہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افتاد از اسپ پیادہ شد۔ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود کہ اے علی اسوار شو خدا و رسول او ﴿صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم﴾ از تو راضی اند۔

﴿معارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴۲﴾

کے بارے میں کہا تھا تو ہم تمہارے متعلّق یقیناً وہ بات لوگوں کو بتا دیتے کہ تم جدھر سے بھی گزرتے ہر گروہ تمہارے قدموں کی خاک پاک کو کحل الجواہر سمجھتے ہُوئے اٹھا لیتا اور اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا۔

مقام علی کا تعیّن

یہ روایت ہم کسی دوسرے مقام پر بھی متعدّد حوالہ جات کی روشنی میں پیش کریں گے تاہم دیکھنا تو یہ ہے کہ امیر المؤمنین سیّد الاولیاء علی المرتضیٰ علیہ السلام کے مقامات و کرامات کو کما حقہٗ سمجھا بھی جا سکتا ہے یا نہیں اور اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا اور رسول کے بعد کوئی شخص بھی نہ تو مقامِ علی کا تعین کر سکتا ہے اور نہ ہی مقام علی کو سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی کسی دُوسرے کو سمجھا سکتا ہے حق یہ ہے کہ،

یہ راز عیاں ہو کے بھی اِک راز رہے گا

بعض لوگ کچھ اِس قسم کی باتیں کرتے ہوئے بھی پائے گئے ہیں کہ

شاہ مردان از غائت فرح در گریہ در آمد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اگر اندیشہ آں نمید اشتم کہ طوائف امت در بارۂ تو گویند آنچہ در بارہ مسیح گفتند ہر آئینہ در بارۂ تو سخنے می گفتم کہ بر ہیچ گروہے نمیگذشتی الا آنکہ خاک قدمت را برداشتہ کحل الجواہر ہر دیدۂ را و دیدۂ خویش می کردند۔

﴿معارج النبوۃ ج۱ص۲۴۳﴾

جنابِ شیرِ خدا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم عالم فاضل تو واقعی بہت بڑے تھے لیکن آپ نہ تو حکومت کرنا جانتے تھے اور نہ ہی جنگی چالوں سے کے پورے طور پر ماہر تھے اگر فنِ حرب اور عسکری صلاحیتوں کے مالک ہوتے تو مخالفین کا پلّہ بھاری نہ ہونے دیتے چونکہ ہم یہ بحث جنگ صفین کے باب ہی میں پورے طور پر کر سکیں گے اِس لئے یہاں صرف یہی واضح کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے

کہ جنگ صفین میں جنگی چالوں کی سب سے ماہر ترین شخصیّت جنابِ عمرو بن العاص ہی کو قرار دیا جاتا ہے

مگر وہ جس مقام سے شکست فاش اُٹھا کر آئے فراستِ علی اُسی مقام سے فاتحانہ شان کے ساتھ واپس آئی۔

بات دُور چلی گئی بتانا یہ تھا کہ جنابِ شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خداوندِ قدوس جل وعلا اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار اقدس سے یکے بعد دیگرے جو مخصوص اعزازات اور بے مثال تمغات قرآنی آیات اور احادیث مقدّسہ کی صورت میں تفویض ہوتے رہے اُن پر تبصرہ کرنے کے لئے عمرِ خضر اور لاکھوں صفحات کی ضرورت ہے مگر پھر بھی یہی کہنا پڑے گا کہ،

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اسی واقعہ کے ذیل میں حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جنابِ شیرِ خدا کا استقبال کرتے ہوئے یہ فرمانا کہ علی اگر ہمیں لوگوں سے اس

بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ تمہیں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح خدا یا خدا کا بیٹا سمجھنے لگیں تو ہم تمہارے متعلق یقیناً وہ بات بتا دیتے جس سے واقف ہو کر ہر گروہ تمہارے قدموں کی دھول کو کحل الجواہر سمجھ کر آنکھوں میں لگاتا" قطعی طور پر خاص اعزاز ہے۔

بَابْ

غَزوۂ حُنَین

اور

حَیدرِ کرّار علیہ السلام

غزوہ حنین کا پسِ منظر

یہ غزوہ شوال المکرّم ۸ ھ میں ہوا غزوہ حنین کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں وادیٔ حنین مکہ معظّمہ سے تین شب کے فاصلے پر ہے جہاں پر کفّار عرب کے نہایت جنگجو قبائل ہوازن اور ثقیف رہائش پذیر تھے،

جنگ حنین کا پس منظر یہ ہے کہ جب تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظّمہ زاد اللہ شرفہا و قرب و جوار کو فتح کر چکے تو قبیلہ ہوازن کے سرداروں کو خیال پیدا ہوا کہ اب لشکرِ اسلام یقینی طور پر ہم لوگوں پر حملہ آور ہو گا لہٰذا ہوازن اور ثقیف کے سربرآوردہ لوگوں نے مشورہ دیا کہ اِس سے پہلے کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے پیش قدمی کریں ہم لوگ اپنے گھروں کو خالی کر دیں اور مکہ معظّمہ سے آنے والے راستہ کی ناکہ بندی کر دیں اور ایسے پہاڑی درّوں کو کمین گاہوں کی صورت میں استعمال کریں جہاں سے لشکرِ اسلام کو زد میں لے کر اُس کا خاتمہ کر دیا جائے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے گھروں کا تمام مال و اسباب اُونٹ گھوڑے وغیرہ لے کر طائف و حنین اور مکہ معظّمہ کے درمیان ایک بستی جس کا نام اوطاس ہے کو اپنا مستقر بنا لیا اور راستے کے تنگ درّوں پر شدید حفاظتی

اقدامات کر لئے۔

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اُن لوگوں کے ان عزائم کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے حق میں اُن کا یہ اقدام بہتر فرمایا ہے اور ساتھ ہی جیش اسلامی کو تیاری کا حکم فرما دیا۔

چنانچہ جب لشکر تیار ہو چکا تو اِس کی تعداد چودہ ہزار افراد پر مشتمل تھی جس میں بارہ ہزار لوگ اہلِ مدینہ اور دو ہزار اہلِ مکّہ میں سے تھے بعض روایات کے مطابق اسلامی جیش کی تعداد بارہ ہزار تھی جس میں دس ہزار ساکنانِ مدینہ اور دو ہزار مکہ معظّمہ کے نومسلم وغیرہ تھے۔ بلکہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ابھی دولتِ اسلام سے مشرّف نہیں ہوئے تھے اور محض غلبہ اسلام کی وجہ سے ساتھ تیار ہو گئے۔

کثرت پر ناز غلط ہے

چونکہ اب تک کے ہونے والے تمام غزوات میں اِس قدر کثیر تعداد میں اسلامی فوج کبھی جمع نہیں ہوئی تھی اِس لئے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ

فقد جاء ان بعض اصحابه ای وهو ابو بکر صدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کما فی سیرة الی یارسول اللّٰہ من تغلب الیوم من قلته.

﴿سیرت حلبیه ج۳ ص۶۹﴾

آج ہم قلّتِ افواج کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے بعض کتابوں میں بغیر نام کی تخصیص کے اس طرح آتا ہے کہ اسلامی فوج سے کسی شخص نے یہ جملہ کہا تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو نہایت ناگوار گزرا اور فرمایا کہ فتح وشکست کا انحصار لشکر کی قلّت اور کثرت پر نہیں بلکہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ جل وعلیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور اُسی خالقِ کائنات کی نُصرت و حمایت پر ہی موقوف ہے اِسی سلسلہ میں آپ نے چند قرآنی آیات بھی تلاوت فرمائیں“

ہمیں چونکہ اختصار سے ہی ہر واقعہ کو بیان کرنا ہے اِس لئے تفصیل سے گریز کرتے ہوئے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے۔

ہولناک حالات

جناب ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور صحابی کے لشکر کی کثرت پر گمان کرنے کا نتیجہ اِنتہائی ہولناک صُورت میں ظاہر ہوا جیش اِسلامی انتہائی کرّوفر اور شان وشوکت سے وادیٔ حنین کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ اچانک درّوں میں چھُپے ہوئے کُفّار ومشرکین نے شدید ترین حملہ کر دیا۔

چونکہ یہ حملہ خلافِ توقع اور ناگہانی صورت میں ہوا تھا اس لئے

مسلمانوں کو اپنی اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور جنگِ اُحد کی طرح ہر شخص نے پیچھے پلٹ کر بھاگنا شروع کر دیا،

یہ اُفرا تفری پیدا کرنے میں مکّہ معظّمہ کے نَو مُسلم اور اُن کے حلفاء وطلقا پیش پیش تھے حتیٰ کہ سوائے چند بنو ہاشم اور جناب ابو بکر صدّیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم اجمعین کے مہاجرین و انصار میں سے بھی تمام لوگ فرار ہو گئے۔

یہ پروانے

تاریخِ اسلام میں جنگ حنین کو بھی اہلِ اسلام کے زبر دست امتحان اور شدید آزمائش کا واقعہ قرار دیا جاتا ہے حضور سرورِ کونین صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلّم تو میدان چھوڑ کر فرار ہو ہی نہیں سکتے تھے اِس لئے کہ میدان سے فرار ہونا کسی بھی نبی کی شان لائق نہیں۔

مگر اُس مقدس طائفہ کو نظر انداز کر دینا بھی تاریخ کے ساتھ سخت ناانصافی ہو گی جو اِس عالمِ اِضطرار و اِضطراب میں بھی نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ سائے کی طرح لگے ہوئے تھے اور شمعِ رسالت کی حفاظت کے لئے پروانوں کی طرح گھیرا ڈال کر فدا ہونے کو تیار کھڑے تھے اِن عشاقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وعلیہم کی فہرست صفحاتِ تاریخ پر اس طرح مُرتسم ہے۔

﴿ طبقات ابنِ سعد جلد اول صفحہ ۲۸۹ ﴾

﴿ معارج النبوت رکن چہارم صفحہ ۲۱۲ ﴾

کون فرار نہ ہوا ؟

☆ حضرت جناب سیّدنا حیدرِ کرّار اَسد اللہ الغالِب علی ابن طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیّدنا عباس ابنِ سیّدنا عبدالمطّلِب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیّدنا ابوسفیان بن حارث بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیّدنا ربیعہ بن حارث بن سیّدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیّدنا قثم بن سیّدنا عباس بن سیّدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا فضل بن سیّدنا عباس بن سیّدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیّدنا عبداللہ بن زبیر بن سیّدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیّدنا عقیل ابنِ ابی طالب بن سیّدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا اُسامہ بن زید غلام زادۂ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

☆ حضرت جناب اُسامہ کے ماموں یعنی برادرِ حضرت اُم ایمن کنیز مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب ایمن ابنِ اُم ایمن رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ایک روایت کے مطابق ہاشمیوں کے علاوہ یہ حضرات بھی استقامت پذیر رہے۔

مخالفان زہنیار فرصت نمودہ از کمین ہا برآمدہ یکبار بر لشکر ریختند و تیر باران کروند و ایشاں تیر اندازان بودند و مقدمہ لشکر خالد بن ولید بود با بنی سلیم اکثر سلاح نداشتند او بفرار نہاوند واز عقب ایشاں کفار قریش کہ ہمراہ بودند و نو مسلمانان وضعیف الایمان کہ در دلہائے ایشاں قرار نہ یافتہ بود نیز فرار نمودند باقی صحابہ نیز طاقت نیاوردہ جولان نمودہ متفرق متزلزل شدند و تفرقہ درمیان لشکر اسلام بطورے افتاد کہ پیش معدودے چند بیش نماند از دں دراں کر درروز ثبات قدوم درزیدند اعلی بود و عباس وابوسفیان بن الحارث وربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب ولسپر ان عباس قثم وفضل واسامہ بن زید و برادر مادر ام ایمن بن ام ایمن وعبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب وعقیل بن ابی طالب وچندے دیگر اہل بیت وابوبکر و عمر وابن مسعود نیز در میان ایشاں بودند۔

﴿مدارج النبوۃ ج۲ ص ۳۱۱﴾ ﴿معارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۲۱۲﴾

☆ حضرت جناب سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

☆ حضرت جناب سیّدنا عُمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

☆ حضرت جناب عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اِن کے علاوہ دیگر چند نفوسِ قُدسیہ اہلِ بیتِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہی آپ کے ساتھ باقی رہے دیگر تمام لوگ کسی نہ کسی وجہ سے میدان کارزار کو چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گئے۔

علاوہ ازیں اِبنِ جوزی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے بحوالہ مسند احمد نقل کرتے ہیں کہ یومِ حُنین کو میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ تھا اور آپ کے ساتھ مہاجرین و اَنصار کے اَسّی افراد ثابت قدم رہے مگر اِس روایت کو سوائے ابنِ جوزی کے کسی سیرت نگار نے نقل نہیں کیا واللہ اعلم بالصواب،

طبقات ابنِ سَعد

کتابِ ہٰذا میں اس واقعہ کی تفصیل کا خلاصہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے علیٰ الصبح جیشِ اسلامی کو اِس طرح مرتب فرمایا کہ مہاجرین کا جھنڈا جنابِ شیرِ خُدا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمایا اور دو بڑے جھنڈے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عُمر ابنِ الخطاب رضی اللہ عنہما کو تفویض فرمائے علاوہ ازیں دیگر کئی چھوٹے بڑے جھنڈے

مختلف قبائل کے سرداروں کو مرحمت فرمائے جس روز آپ مکہ معظّمہ سے روانہ ہوئے آپ نے مقدمتہ الجیش بنوسلیم کو بنایا اور اُن پر خالد بن ولید کو سپہ سالار مقرر فرمایا یہاں تک کہ وہ مقام جعرانہ میں فروکش ہوگئے۔

حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تمام لشکر کی کمان خود فرما رہے تھے اور جنگ کی پوری طرح تیاری کی ہوئی تھی آپ سفید دُلدل پر جو آپ کو شاہِ مقوس نے نذرانہ کے طور پر بھیجا تھا پر سوار تھے اور جسمِ اطہر پر دوّزرہیں اور سرِ انور پر مغفر اور خود پہنے ہوئے تھے۔

پھر آپ نے ہوازن کی طرف اِس قدر تاریکی کا مشاہدہ فرمایا جس کی مثال پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ بنی سلیم جب وادی کی تنگ گھاٹیوں میں سے لشکر گزارنے لگے تو اہلِ ہوازن نے اُن پر شدید حملہ کردیا چنانچہ بنی سلیم مع اہل مکہ اور دیگر لشکر کے پشت پھیر کر پیچھے کو بھاگ اُٹھے۔

اُس روز آپ کے ہمراہ عبّاس بن عبد المُطّلب علی ابن ابی طالب فضل بن عباس، ابوسفیان بن الحارث، ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب ابوبکر وعمر و اور اسامہ بن زید مع اپنے اہل خانہ کے ثابت قدم رہے ﴿رضی اللہ عنہم اجمعین﴾

وفی روایت لما فرا لناس یوم حنین عن النبی
صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم لم یبق معہ الا اربعہ
ثلاثہ من بنی ھا شم و رجل من غیرھم علی ابن

ابی طالب، والعباس ،وھما بین یدیہ وابو سفیان
بن الحارث آخذ با لعنان وابن مسعود جانبہ الا
یسر ولا یقبل احد من المشر کین جھتہ صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الا قتل .

﴿سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۶۷﴾

فتح کیسے ہوئی؟

مندرجہ بالا واقعات کے بارے میں بیسیوں حوالے مزید بھی پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن ہمیں بہر صورت اپنے مقصد کی طرف رجوع کرنا ہے قارئین کرام کو مذکورہ بالا صورتِ حالات سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ سرکارِ دو عالم تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر وہ لمحات کس قدر گراں گزرے ہوں گے جب پُورے کا پُورا جیش اسلامی سوائے چند گنتی کے افراد کے میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور عالم یہ ہو کہ میدان جنگ میں چاروں طرف دشمن ہی دشمن بکھرے پڑے ہوں بلکہ اُن کی زبردست جدوجہد محض اِس لئے ہو کہ جس طرح بھی ممکن ہو شمعِ رسالت کو گل کر دیا جائے۔

بہر حال جب سارے کا سارا لشکرِ اسلام سوائے چند نفوسِ قدسیہ کے تتّر بتّر ہو گیا اور سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف کفّار و مُشرکین کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا تو اُس وقت سیّدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کی رکاب تھامی ہوئی تھی۔

ابُوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ آپ کے دُلدل مبارک کی عنان مبارک پکڑے ہوئے تھے اور امیرالمومنین سیّدنا حیدرِ کرّار شیرِ خُدا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے سامنے پُورے جاہ وجلالِ حیدری اور وقار وتمکنتِ ہاشمی کے ساتھ سپر بن کر کھڑے تھے اور سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف بڑھنے والے ہر سرکش کو تیزی کے ساتھ واصل جہنّم کر رہے تھے۔

اگرچہ اکثر سیرت نگاروں نے یومِ حُنین میں ثابت قدم رہنے والوں کی تعداد اُتنی ہی بتائی ہے جس قدر ہم سابقہ اوراق میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں تاہم سیرتِ حلبیہ اور معارج النّبوت وغیرہ میں ہے کہ اُس روز حضور سرورِ کونین کے ساتھ صرف چار آدمی باقی رہ گئے تھے ممکن ہے اُن کا اِس روایت سے یہ مطلب ہو کہ یہ چاروں رجالِ اعاظم حفاظتِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فریضہ خاص طور پر ادا کر رہے تھے جیسا کہ متفقّہ علیہ کتب احادیث وسیر میں ثقہ روایتوں سے یہ اَمر موجود ہے کہ اُس روز تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بغلہ مبارک کی رکاب سیّدنا عباس اور عنان مبارک سیدنا ابوسفیان بن حارث نے تھامی ہوئی تھی۔

اَیسے ہی جناب حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کے سامنے اس انداز سے سپر بن کر کھڑے تھے کہ آپ کی طرف پیش قدمی کرنے والے ہر دُشمنِ خدا اور رسول کو فی النار کر دیں۔

اور جناب عبداللہ ابن مسعود آپ کی بائیں سمت پر تلوار سونتے کھڑے تھے کہ اگر کوئی دشمن اِس سمت سے حملہ آور ہو تو اُسے واصلِ جہنّم کر دیا جائے۔

چنانچہ اِس حقیقت کا اعتراف اپنی عادت کے مطابق مُبہم الفاظ میں علاّمہ واقدی نے بھی کیا ہے وہ مغازی الرّسول میں رقمطراز ہیں کہ۔

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے دُلدل مبارک کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے اور جو قلیل آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تھے اُن میں سے چند حضرات دائیں بائیں مصروف قتال تھے۔

﴿مغازی الرسول واقدی ص ۳۳۹﴾

اُنہوں نے حضور کے دائیں بائیں قتال کرنے والوں میں جناب حیدر کرّار کا نام لکھنے سے طبعاً گریز کیا ہے کیونکہ یہ غزوۂ خیبر میں مَرحب کا قاتل بجائے حیدر کرار کے کسی اور کو بتاتے ہیں "

علامہ معین کاشفی اس واقعہ کو واضح طور پر اس طرح لکھتے ہیں کہ،

که هر کس از جماعت اعدا که جهت تعرض آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توجہ می نمود کشتہ می شد در روایت است کہ آں روز چہار کس پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیش نماندند از بنی ہاشم امیر المومنین علی وعباس و

سفیان بن الحارث و یکے دیگرے غیر بنی ہاشم وآن ابن مسعود بود رضی اللہ عنہم،

امیر المومنین علی و عباس رضی اللہ عنہما پیش روئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نگاہ می داشتند و ابو سفیان عنان مرکب را گرفتہ بود و عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ طرف چپ را محافظت می نمود۔

﴿معارج النبوت رکن چہارم صفحہ ۲۱۲﴾

اِس سے ملتی جُلتی روایت ہم اِس سے پہلے سیرتِ حلبیہ سے بھی پیش کر چکے ہیں۔

بہر حال اِن مایوس کن حالات میں بھی محمد عربی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے چند رفقاء نہایت صبر و استقامت کے ساتھ مَیدان کارزار میں تشریف فرما تھے اور ہر قسم کے حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مکمّل طور پر تیار تھے۔

اِسی اثناء میں حضورِ سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرار ہونے والے ساتھیوں کو پکار کر فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرستادہ پیغمبر اور نبی ہوں اور میں جھُوٹ نہیں کہتا اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں چونکہ آپ کی ابتداء میں حضرت عبدالمطلب نے پرورش کی تھی لہٰذا آپ نے بجائے باپ کے

دادا کا نام لیا اور اِس میں دیگر بھی کئی اَسرار اور حکمتیں ہیں جو ہم کتاب "والدین رسول الثقلین" میں پیش کریں گے۔

علاوہ ازیں اگرچہ قرآن مجید میں آپ کے شاعر ہونے کی نہی اور نفی موجود ہے اور یہ قطعی بات ہے کہ آپ شاعر نہیں تھے تاہم یہ عربی زبان کی فصاحت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلاغت کلام کی مُعجز نمائی تھی کہ آپ نے جملہ ارشاد فرمایا وہ نہایت خُوبصورت اور موزوں شعر کی صورت اختیار کر گیا آپ نے بھاگنے والوں کو فرمایا۔

انا النبی لا کذب ، انا ابن عبد المطلب

بعد ازاں آپ نے اپنے عمِّ مُحترم حضرت عباس ابنِ عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ارشاد فرمایا آپ بلند صُوت والے ہیں لہٰذا اونچی آواز سے فرار ہونے والوں کو واپس آنے کی ترغیب دلاؤ چنانچہ جناب عباس رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کو اُن کے قبیلوں کے نام لے لے کر پکارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ نے اِس طرح بھی اُن کی غیرتِ اسلامی کو بیدار کیا کہ اُے بدر والو اور اُے اُحد والو ، اُے اَحزاب والو اور اُے خیبر والو وغیرہ وغیرہ،

بہر حال فرار ہونے والے مہاجرین و انصار دیکھتے ہی دیکھتے جمع ہونے شروع ہو گئے حالانکہ مکہ کے نو مسلم وغیرہ میدان حُنین سے اس طرح بھاگ گئے تھے کہ انہوں نے مکہ معظّمہ میں ہی جا کر دم لیا سوائے چند لوگوں

کے جن میں چند مشرکین بھی تھے اور نو مسلم بھی۔

ضربتِ حیدری

کوکب الدّری کشف الغمّہ و دیگر کتب سیّر میں آتا ہے کہ باوجود اہلِ اسلام میں بھگدڑ مچ جانے کے صرف چار مُسلمان شہید ہوئے اور ستّر کافر مارے گئے کفّار اور مُشرکین کے اُن ستّر مقتولین میں سے چالیس کافروں کو اکیلے اَمیر المؤمنین اِمام الاشجعین اسد اللہ الغالب علیٰ کُلِّ غالب سیّدنا و مُرشدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے واصلِ جہنم کیا ورج ذیل واقعہ سے ہی قارئین کو اندازہ ہوجائے گا کہ میدان حنین بھی علی ہی کے ہاتھ رہا۔

ابو خزول جهنّم میں

کُتبِ سیر میں آتا ہے کہ اس معرکے میں ایک مشہور کافر ابو خزول نامی ایک اُونٹ پر سوار میدان میں آیا اور رجز پڑھ کر مبارزت طلبی کی دلاورانِ سپاہِ اسلام اُس کے طویل القامت اور بھاری بھرکم جسم کی ہیبت سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ کوئی بھی اس کے مقابلہ کو نہ نکلا اچانک شاہِ ولایت پناہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس گرانڈیل اور دیو پیکر کافر کی طرف پیش قدمی کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ذُوالفقارِ حیدری بجلی کی طرح چمک کر اس پر گری اور اس کو دو حصّوں میں تقسیم کرگئی۔

﴿ماخوذ کوکب الدری ص ۲۵۴﴾

کوکب الدُّری کے حوالہ سے نقل کی گئی عبارت معمولی تغیّر کے ساتھ سیرتِ حلبیہ میں بھی موجود ہے چنانچہ علاّمہ بُرہان الدین حلبی روایت لائے ہیں کہ !

مُشرکین کا سردار سرخ اونٹ پر سوار ہو کر میدان میں نکلا اُس نے لمبے نیزے کے ساتھ سیاہ پرچم باندھ رکھا تھا جو اُس کے سر کے اوپر لہرا رہا تھا اور قبیلہ ہوازن کے لوگ اُس کے عقب میں اپنے نیزوں کو بلند کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔

چنانچہ شیرِ جرّار حیدرِ کرّار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جب اُسے اس ہیتِ کذائیہ سے ہاتھی کی طرح جھولتے ہوئے دیکھا تو باوجود اس کے عقب میں نیزہ بردار ہوازن کے لوگوں کی موجودگی کے ذوالفقارِ حیدری کو لہرا کر اُس کے عقب ہی سے اُس کے اُونٹ کی ران پر اس قوّت سے وار کیا کہ اُونٹ ضربتِ حیدری کی تاب نہ لاتے ہوئے اسی مقام پر گر گیا اور ابھی مشرکوں کا سردار اُونٹ گرنے کی وجہ سے سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ جناب حیدر کرّار کے ساتھ آنے والے انصاری نے اس کی پنڈلی پر وار کر کے درمیان سے چیر دیا اور پھر جب بھاگ کر جانے والے مسلمان جمع ہونے شروع ہو گئے تو کافروں کے اُس سردار کو قیدی بنا کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔

وکان امام المشرکین رجل علی جمل احمر

بیدہ رایۃ سوداء فی راس رمح طویل وھوازن

خلفہ ازا ادرک طعن برمحہ و اذا افا نہ رفع

رمحہ لمن وراء ہ فا تبعوہ فبینما کذا لک اذا

ھوی الیہ علی ابن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہ

الکریم ورجل من الا نصار یریدا نہ فا تی علی

من خلفہ و ضرب عرقوبی الجمل وفقع علی

عجزہ و وثب الا نصاری علی الرجل فضربتہ

اطن قرمہ ینصف سا قہ و اجتاد الناس فوا اللّٰہ

مارجعت راجعۃ المسلمین من ھزیمتھم حتی

وجد الا ساری مکتفین عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیہ وآلہٖ وسلم

﴿سیرت حلبیہ ج۳ ص ۷۰﴾

بات میں بات

آئندہ پیش آنے والے واقعات نہایت اختصار سے ہدیۂ قارئین کرنے سے پہلے ایک واقعہ پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ اس جنگ کے عواقب ونتائج کا زیادہ تر انحصار اسی قسم کے واقعات کے پسِ منظر کو سمجھ لینے پر ہی رکھا جا سکتا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا تمام لشکر افراتفری کا شکار ہو گیا تو ابوسفیان بن حرب جو مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا نے صفوان کو جو ابھی بظاہر

حالتِ شرک میں تھا اور حضور کی مہربانیوں اور شفقتوں سے متاثر ہو کر اِس جنگ میں مُسلمانوں کا حلیف بن کر شامل ہوا تھا سے کہا کہ صفوان تُجھے بشارت اور خوشخبری ہو کہ محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ اور اُس کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے ہیں مگر صفوان نے ابوسفیان کا یہ جملہ سننے کے بعد بھی بجائے اظہارِ مسرّت کرنے کے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو توڑے میرے لئے سردارِ ہوازن کے زیرِ سایہ رہنے سے سردارِ قریش کے زیرِ نگرانی رہنا زیادہ بہتر ہے متن ہے۔

وبعضے امثال ایں سخناں از ابوسفیان بن حرب نیز نقل کردہ اندوی با صفوان گفت بشارت باد ترا کہ محمد واصحابِ اُو گریختند صفوان چوں در صورت شرک وکفر وے شکستی شدہ بود وممنون عنایت آں حضرت شدہ در حیطۂ امن وامان آمدہ اظہار است بشارنہ کرد و گفت بشکند خدا تعالیٰ دہن ترا ہر آئینہ تربیت کردن مردے از قریش مرا بہتر است ازاں کہ تربیت کردہ مردے از ہوازن،

﴿مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۱۰﴾

یہاں یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ قارئین کو اچھّی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ پورے کا پورا لشکر اسلام سوائے چند لوگوں کے

کیوں بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

اندازہ فرمائیں سب اہلِ مکّہ کے دلوں میں ابھی اسلام نے اپنی جڑیں مضبوط ہی نہیں کی تھیں تو اُن سے یہ توقّع کیسے رکھی جاسکتی ہے کہ وہ ہر حالت میں جان کی بازی لگادیں گے اگر یہ لوگ اہلِ مدینہ کے ساتھ شامل نہ ہوتے تو جنگ بدر و احزاب اور غزوہ خیبر کی فتوحات کے روح پرور مناظر دیکھنے والے جانبازانِ اسلام ہرگز ہرگز میدان چھوڑ کر فرار نہ ہوتے حالات خواہ کیسے بھی ہوتے۔

چُونکہ مقدّمتہ الجیش میں شامل تمام لوگ نُومسلم تھے اُن پر کفّار کی طرف سے تیر برسنے لگے تو اُنہوں نے اِس طریقے سے بھگدڑ مچائی کہ پُورے لشکرِ اسلام کے پاؤں اُکھڑ گئے اور ہر شخص پر اِضطراری کیفیّت طاری ہو گئی اور یہ نُومُسلم لشکر کے میمنہ، میسرہ اور عقب میں بھی مُختلف ٹولیوں کی صورت میں موجود تھے چنانچہ انہوں نے ہراول کے دستوں سے بھی بڑھ کر پیچھے بھاگنے میں تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا اور پھر جس لشکر میں اُبُوسفیان بن حرب جیسے لوگ موجود ہوں جو باوجودِ اسلام لے آنے کے اور باوجود حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِس قدر عظیم اِنعامات واکرامات حاصل کرنے کے تاحال قلبی کدورت کا یہ عالم ہو کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانے پر دُوسروں کو خوشخبریاں اور بشارتیں سنا رہے ہوں۔

چونکہ اِسی جنگ کے اختتام پر ابوسفیان کے ساتھ حضور سرورِ کائنات

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسنِ سلوک کا ایک عجیب منظر قارئین کے سامنے آنے والا ہے اِس لئے بھی یہ واقعہ یہاں نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا تھا۔

بر سمتِ مقصد

اب ہم پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان اور جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیرت دلانے والے جملے سننے کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے تمام کا تمام لشکر اسلام جمع ہو گیا دوبارہ مقاتلہ شروع ہوتے ہی حضور سیدّ المُرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مُٹھی اُٹھا کر کُفار و مشرکین کے لشکر پر پھینکی اور فرمایا ! ''شاہت الوجوہ''

خُدا تعالیٰ اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں کہ اُس مٹّھی بھر خاک یا کنکریوں میں کونسے ایٹم بم پوشیدہ تھے لشکرِ کفار پر تو گویا آفت نازل ہو چکی تھی کیونکہ نہ ہوتا جب کہ خود خداوندِ قدوس فرماتے ہیں کہ،

محبوب آپ نے کفار کو کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے اُن کو کنکریاں ماریں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو کنکریاں ماری ہیں۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

بہر حال کُفار میں سے کوئی شخص ایسا نہ بچ سکا جس کی آنکھ میں اُن چند سنگریزوں نے خون آشامی نہ کی ہو روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ جب

لشکرِ اسلام جمع ہو کر کفّار پر حملہ آور ہوا حالانکہ جمع ہونے والوں کی تعداد ابھی صرف ایک صَد تھی تو کفّار کے پاؤں ڈگمگا گئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "آلانِ حمی الوطیس"، یعنی اب تنور گرم ہوا اہلِ لُغت لکھتے ہیں آپ سے پہلے جنگ کے موقع کے لئے اتنا جامعِ دِل کش اور حسین جملہ کسی نے ادا نہیں کیا بہر حال مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی مختصر وقت میں نہایت ہی شاندار اور عظیم فتح نصیب فرمائی چونکہ اہل ہوازن اپنے گھروں کا تمام مال واسباب اور عورتیں بچے وغیرہ ساتھ لے کر آئے تھے اور یہی چیز اُن کے لئے عذابِ مستقل کی صورت اختیار کر گئی۔

کیونکہ جب مسلمانوں نے اُن پر پے در پے حملے کئے تو اُن کے لئے اپنی جانیں بچا کر بھاگ جانا ہی انتہائی غنیمت تھا چنانچہ وہ مسلسل قتل بھی ہوتے رہے اور اپنا تمام تر مال واسباب اونٹ گھوڑے بھیڑ بکریاں وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے کتبِ سیَر میں آتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قیادت میں لڑے جانے والے کسی بھی غزوہ میں مسلمانوں کو اس قدر مالِ غنیمت حاصل نہیں ہوا۔

ہمیں اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اگرچہ جناب مرتضیٰ مشکل کشا علیہ السلام کو اس غزوہ مبارکہ میں اپنے جوہر نمایاں کرنے کا کم موقعہ ملا ہے تاہم یہ ہی کیا کم ہے کہ جب اسلام کی تمام تر عسکری قوّت منتشر ہو چکی تھی تو سید الاولیاء علیہ السلام سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سپر بن کر کھڑے

تھے پھر جب گھمسان کی لڑائی ہوئی اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب تنور گرم ہوا ہے تو اُس وقت ذُوالفقارِ حیدری کون کون سے جوہر نہ دکھا رہی ہوگی اور قوّتِ حیدری کن کن مراحل سے نہ گزری ہوگی۔

اور پھر اِس سے بڑھ کر جرأت وجواں مَردی حیدر کرّار علیہ السلام کے لئے کونسی دلیل پیش کرنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ تمام جیوشِ اِسلامی جن کی تعداد چودہ ہزار تھی نے ملکر تیس کافروں کو قتل کیا اور جناب شیرِ خدا غالبِ علیٰ کلِ غالب اِمام المشارِق والمغارِب جناب علی ابن ابی طالب اکیلے نے چالیس کفار ومشرکین کو مع اُن کے سردار کے واصلِ جہنم کیا۔

باب ۷

غزوۂ طائف ۷

اور

حیدرِ کرار علیہ السلام

محاصرۂ طائف

مکہ معظّمہ کی شاندار فتح اور غزوہ حنین سے فراغت کے بعد حضور سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیشِ اسلامی کو طائف کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا چونکہ قبیلہ ہوازن کے لوگ جنگ حنین میں شکست فاش اُٹھانے اور مال و اسباب گنوا بیٹھنے کے بعد طائف کے قلعہ میں جمع ہو گئے تھے اور انہیں یقین تھا کہ اب لشکر اسلام کا رخ طائف ہی کی طرف ہو گا چنانچہ حفظِ ماتقدّم کے طور پر انہوں شہر پناہ کو بے حد مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ عسکری قوّت میں بھی انتہائی اضافہ کر لیا تھا اور تقریباً ایک سال کے عرصہ کے لئے سامانِ خورد و نوش کا وافر ذخیرہ بھی جمع کر لیا تھا ادھر جیش اسلامی قطع مسافت کر کے سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ قیادت جب قلعہ کے قریب میدان میں فروکش ہوا تو ہوازن و ثقیف کے جنگجو لوگوں نے فصیل پر کھڑے ہو کر مُسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں متعدّد صحابہ کرام شہید اور زخمی ہو گئے۔

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی اس حرکت کا سختی سے نوٹس لیا اور سپاہِ اسلام کو حکم دیا کہ ان کے باغات کو جلا دو چنانچہ جب اُن

کے باغات جن میں سیب انگور اور دیگر اثمار بکثرت موجود تھے جلنے لگے تو وہ لوگ اللہ کے نام پر رحم رحم کی فریاد کرنے لگے ان کی چیخ و پکار سُن کر حضور رحمۃً للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہم اللہ کے نام پر رحم کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو باغ جلانے سے منع کر دیا اس کے ساتھ ہی حضور سرورِ کائنات نے لشکرِ اسلام کو میدانی علاقہ سے ہٹا کر بلند مقامات پر جہاں اب مسجد طائف ہے ڈیرا ڈالنے کا حکم صادر فرمایا اور منجنیقوں کے ساتھ شہر پناہ پر سنگباری شروع کروا دی اہل سلام نے پہلی بار منجنیقوں کا استعمال طائف ہی کے محاصرے کے دوران کیا تھا۔

یہ محاصرہ مختلف روایات کے مطابق کم از کم سولہ دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس روز رہا، ایک روز حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ قلعہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو غلام ہمارے پاس پہنچ کر اسلام لے آئے گا اسے مکمل طور پر امان دی جائے گی چنانچہ بیس کے قریب غلام کسی نہ کسی طریقہ سے شہر سے باہر آ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

علی سب بُتکدے جا کر مٹا دو

دورانِ محاصرہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جناب حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چند اصحاب کو مقرر فرما کر ارشاد فرمایا کہ علی جاؤ طائف کے اطراف و جوانب کو چھان مارو اور جہاں کہیں بھی کفار و مشرکین کا

صنم کدہ نظر آئے اُسے مسمار کر دو اور اِس علاقہ کو مکمل طور پر بتوں کی نجاست و آلودگی سے پاک کردو۔

امیر المومنین کاسر الاصنام شیرِ خُدا علیہ السلام نے فرمانِ محبوب سنا تو اسی وقت جَیش اسلامی کے چند منتخب دستے ساتھ لے کر ہوازن وثقیف کے بُت خانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے طائف کے اطراف و جوانب میں تشریف لے گئے۔

ثِقہ روایت کے مطابق کفّارِ عرب کے تین بڑے بتوں میں سے ایک بڑا بت لاَت بھی طائف ہی کے علاقہ میں تھا اور بنو ثقیف کے لئے اس بت کا ان کی تحویل میں ہونا دوسرے مُشرکین کی نگاہ میں باعثِ صد عزّت و اِفتخار تھا اور یہ بت اہل ثقیف نے مسدود و محجوب کر رکھا تھا۔

بُت شِکن

تاجدارِ اہل اتقی اَسد اللہِ الغالِب علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہ

و در ایام محاصرۂ طائف علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم با جمع از اصحاب بفرمود آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در اطراف ایں دیار برآمد و دار محار بہ وقتال داد و بتان ہوازن وثقیف کہ در آں نواح است بشکست و آثار و دیار مشرکان خراب ساخت شاہ مردان رضی اللہ عنہ چوں از لشکر اسلام بیروں رفت با جمعے از اصحاب مقرر فرمود۔

﴿مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۸﴾

الکریم نہایت تیز رفتاری کے ساتھ کفّار ومشرکین کے صنم کدوں کو ویران کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ایک روایت کے مطابق اس مقام پر بھی تشریف لے گئے جہاں ان کے بڑے بُت لات کونہایت اہتمام کے ساتھ پس پردہ رکھا ہوا تھا۔

چنانچہ آپ نے اس بت کو بھی تلاش کر کے ایک ہی ضربتِ یداللّٰہی سے پاش پاش کر کے رکھ دیا...... بعدازاں آپ نے طائف کے قُرب وجوار کا پورا علاقہ چھان مارا اور ایک ایک کر کے تمام تر بُت کدوں کو ویران اور برباد کر دیا اور کُفّار ومشرکین کے تمام تر آثار مٹا ڈالے۔

بُتوں کا پُجاری جہنّم میں

ایک روز اثنائے راہ ہی میں قبائل ہوازن وثقیف کی آنکھوں کے تارے اور نہایت جری اور بہادر نوجوان خثعم سے لشکرِ اسلام کا ٹکراؤ ہو گیا اس نے مُسلمانوں کو دیکھا۔ تو مشتعل ہو کر میدان میں آ گیا اور مقابلے کی دعوت دینے لگا جیشِ اسلامی نے اُس کی خوف ناک ہیبت کذائیہ کو دیکھا تو کوئی شخص بھی اُس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیّار نظر نہ آیا ان حالات کو دیکھتے ہی خونِ ہاشمی جوش میں آ گیا اور جناب حیدرِ کرّار نے خُود ہی اُس سے مقابلہ کرنے کا ارادہ فرمایا آپ کو میدان کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر آپ کے ہم زُلف جناب ابوالعاص ربیع نے گزارش کی کہ یہ ہر گز مناسب نہیں کہ فوج

کا سپہ سالار خُود ہی مقابلہ کے لئے جائے تو آپ نے فرمایا اب جب کہ اس سے مقابلہ اور محاربہ کے لئے کوئی شخص اسلامی لشکر سے جانا ہی نہیں چاہتا تو میں اپنا فرض کیوں نہ ادا کروں ہاں اگر میں اس بد بخت سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں تو میری جگہ آپ اس لشکر کے امیر ہوں گے یہ بات کرتے ہوئے آپ چشم زدن میں میدان میں پہنچ گئے اور اس سے پہلے کہ دُشمن سنبھالا لیتا ذُوالفقارِ حیدری اُس کو واصلِ جہنّم کر چکی تھی اور کافروں کا انتہائی شہہ زور اور بہادر شخص یہ بھی نہ سوچ سکا کہ اس کا یہ حشر ہوا کیسے۔

سُبحان اللہ یہ ہے قوّتِ حیدری جو ہر مقام پر اپنی اِنفرادیت کو قائم

درراہ بطائفہ از خثعم ملاقات کردہ از مبارزان و دلاوران ایشان شخصے کہ بزور بازوئے خود اعتماد کُلی داشت در میدان درآمدہ مبارز طلبید ہیچ کس اہل اسلام رایارائے آن نہ بود کہ باآں مشرک در مقام مقابلہ درآید عاقبت الامر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم آہنگ محاربہ او کردہ

ہر چند ابوالعاص ربیع داماد حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گفت کہ سزاوار نیست کہ امیر لشکر باوجود دیگران ابتداء جنگ کند شاہِ مرداں وشیر یزداں از منع او ممنوع نشد و گفت چوں دیگرے معرض درنیابد ضرور تا خود بایں امر قیام نمائم فاما اگر چنانچہ من دریں محاربہ قتل باشم تو بایں لشکر امیر باشی آں گاہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ باں مخالف درمیدان درآمد و بشمشیر آب دار آں غدار بے مدار را بدار البوار فرستاد۔

﴿مدارج النبوت جلد ۲ ص ۲۱۷﴾

رکھتے ہوئے مسلمانوں کی عزّت وآبرو کی پوری پوری حفاظت فرماتی ہے حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی عظیم معرکہ کے لئے یوں ہی جناب حیدر کرّار کو منتخب نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ فراستِ رسالت ونبوّت سے جان لیتے تھے کہ اس کام کو سوائے جنابِ حیدر کرّار کے کوئی دُوسرا سر انجام دے ہی نہیں سکتا۔

بہرحال ادھر جناب شیرِ خدا کا سرالاصنام اِمامِ برحق امیرالمومنین حیدر کرّار اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم تمام تر بتوں کا قلع قمع کر کے اور بت خانوں کو برباد اور ویران کر کے حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہونے والے ہیں اور اُدھر محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء پُوری توّجہ کے ساتھ آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں۔

چنانچہ جب جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ محبوب میں حاضر ہوئے تو آپ کو اپنا ہی منتظر پایا اور جب سیّدالمرسلین کی نگاہ پاک جناب

حضرت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم بردر حصار طائف انتظار قدوم شاہ مرداں می بردؔ آں سلطان الاولیا یعنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بخدمت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسید چوں چشم مبارک آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بررُوئے امیرالمومنین حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم افتاد تکبیر گفت وباوے خلوت ساختہ۔

﴿معارج النبوت جلد ۴ ص ۲۴۷﴾

علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے رُخِ اقدس پر پڑی تو آپ نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا

خدانے کی ہے سرگوشی علی سے

اور پھر جناب شیرِ خُدا علیہ السلام کو ساتھ لیکر خلوَت میں تشریف لے گئے اور آپ کے گوش مبارک میں دیر تک راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ جب اس خلوت وتنہائی کا زمانہ طویل تر ہو گیا تو حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُور دراز اور راز کی باتیں اور مشورے اپنے چچازاد بھائی سے کرتے ہیں اور دُوسروں سے نہیں کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کہ آپ نے علی کہ ساتھ خلوَت فرمائی اوران سے راز کی باتیں کی تو آپ نے فرمایا کہ علی سے راز کی باتیں میں نے نہیں کیں بلکہ یہ راز کی باتیں تو اس سے خدا تعالیٰ عزّ وجل نے کی ہیں "

وطریق راز سخناں بسیار گفت وچوں زمانہ نجوی دراز گفتن امتداد پذیرفت جابر می گوئیند کہ صحابہ گفتند عجیب راز و دوردراز باپسرعم خویش فرمود کہ بادیگر نمیگوید رسول اللہ فرمود من راز نہ گفتن وے ولیکن خدا راز گفت بوے۔

﴿مدارج النبوت جلد دوم ۳۱۸﴾

﴿معارج النبوت جلد چہارم ۲۴۷﴾

جنابِ حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں طویل ترین مشورہ کرنے اور مخصوص اسرار و رموز ظاہر فرمانے کے بعد جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سپاہِ اسلام کو ارشاد فرمایا کہ اب محاصرہ اُٹھالیا جائے اور واپسی کی تیاری شروع کردو۔

بعض حضرات نے آپ کے اِس اِرشاد کے خلاف اِس قسم کے مشورے بھی عرض کئے کہ اتنے دنوں تک محاصرہ کرنے کے بعد بغیر طائف کو فتح کرنے کے واپس لوٹ جانا قرینِ مصلحت نہیں لہٰذا مزید کچھ انتظار کیا جائے اور فیصلہ کن جنگ کی جائے ان مشوروں اور قیاس آرائیوں سے جبینِ رسالت شکن آلود ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ ہمیں ہر حالت میں محاصرہ توڑ کر ہی یہاں سے روانہ ہو جانا ہے اور طائف کو فتح کرنے کا پروگرام آئندہ کسی وقت بنایا جائے گا جب بعض لوگوں کا اصرار جاری رہا تو آپ نے فرمایا کہ صبح میدان میں جا کر دیکھ لو صبح جب اسلامی لشکر شہر پناہ کے قریب گیا تو دشمن کے تیروں سے کئی مسلمان شدید زخمی ہو گئے جس کی وجہ سے سب لوگ واپسی پر آمادہ ہو گئے مشورہ دینے والوں کو کیا معلوم تھا کہ طائف کا اس وقت محاصرہ توڑ دینا ہی درحقیقت صُلح حدیبیہ کی طرح طائف کی فتح کا پیش خیمہ ہے اور نگاہِ رسالت جو کچھ دیکھتی ہے دوسرے کسی بھی فرد کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی یہی وجہ تھی کی حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طائف سے واپسی کے وقت مسکرا رہے تھے ﴿طبقات ابن سعد وغیرہم متفقہ علیہ﴾

بہر حال ان اسرار و رموز سے کون واقف ہو سکتا تھا جو سرتاج الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرتاج الاولیاء جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم پر خلوت کے خصوصی لمحات میں منکشف فرمائے تھے اور پھر اپنی اس طویل سرگوشی کو خُداوندِ قُدّوس جلّ وعلا کی سرگوشی قرار دیا تھا۔

اس محاصرہ کو توڑ دینے کے نتائج سے کما حقہٗ آگاہی تو خداوندِ قدوس ہی کو تھی یا پھر خدا کے رسول محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا کے مقبول علی المرتضیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ آئندہ کیا فائدے حاصل ہوں گے جنگ کا ایک بار تجربہ کروا لینے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو تیاری کا حکم فرمانے کے بعد کھڑے ہو کر یہ خُطبہ ارشاد فرمایا کہ تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اور ہم تمہیں اپنی عترت واہلِ بیت کے لئے بہتر اور اچھے سلوک کی وصیّت کرتے ہیں اور اس کے بدلہ میں حوضِ کوثر کا وعدہ کرتے ہیں۔

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو ورنہ میں تم پر اَیسے شخص کو مسلّط کروں گا جو مجھ سے ہے یا ایسے ہے جیسے میری جان،

اور وہ شخص تمہاری گردنیں اُڑا دے گا پھر آپ نے جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ وہ شخص یہ ہے۔

تقسیم غنیمت

طائف سے واپسی

طائف سے واپسی پر حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وادیٔ اوطاس میں تشریف لے آئے کیونکہ جنگِ حنین کے دوران بنو ثقیف اور ہوازن کے قبائل سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت اِسی جگہ پر اِسلامی جیش کے چند دستوں کی سپردگی میں موجود تھا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مالِ غنیمت تقسیم فرمانے لگے تو ابوسفیان کہنے لگا کہ مجھے سَو اُونٹ دیئے جائیں، تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا اِسے سو اونٹ دے دو۔

اپنے سَو اونٹ حاصل کرنے کے بعد ابوسفیان نے کہا میرے بیٹے یزید بن ابوسفیان کو بھی سو اُونٹ دیئے جائیں کیونکہ یہ بھی غزوۂ حنین میں شامل تھا، حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اِسے مزید سو اونٹ دے دو۔

ابوسفیان نے پھر کہا ! میرے بیٹے معاویہ بن ابوسفیان کو بھی ۱۰۰

اونٹ دیئے جائیں حضور تاجدارِ انبیاء نے فرمایا اِسے مزید سو اونٹ دے دیئے جائیں۔

اسلام کی جس قدر بھی جنگیں اب تک لڑی گئی تھیں اہلِ اسلام کو اس قدر مالِ غنیمت کبھی بھی حاصل نہیں ہوا تھا جس قدر غزوہ حنین میں ملا چنانچہ تین سو اونٹ اکیلے ابوسفیان نے اپنے اور اپنے بیٹوں کے نام سے حاصل کئے حالانکہ یہی لوگ انتہائی تیزی کے ساتھ میدانِ جنگ کو چھوڑ کر فرار ہونے والوں میں تھے۔

بہر حال دیگر تمام اونٹ اور کثیر مال بھی اہلِ مکہ کے طلب کرنے پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی تالیف قلبی کے لئے عطا فرمادیا۔

بہر حال قلیل مال باقی بچا جو انصار و مہاجرین مدینہ منورہ میں تقسیم ہونے لگا تو بعض انصارِ مدینہ نے آپس میں سرگوشیاں کرنا شروع کر دیں کہ اسلام کے لئے ہر مقام پر عظیم خدمات ہم پیش کرتے رہے ہیں مگر غنیمت کا کثیر مال حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شہر کے لوگوں کو عطا فرمادیا ہے۔

انصار کی اِن سرگوشیوں کی اطلاع حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا! کہ اے انصارِ مدینہ بلاشبہ تم لوگوں نے ہم سے ہمیشہ وفاداری کی ہے اور ہم پر فدا ہونے کو ہر وقت تیار رہے ہو لیکن

ہم نے بھی تو تمہیں ظلمتِ کُفر سے نکال کر ایمان کی روشنی سے مستنیر فرمایا ہے

تم بٹے ہوئے قبیلوں میں تھے ہم نے تمہیں ایک کر دیا تم ایک دُوسرے کے

دشمن تھے ہم نے تمہیں آپس میں بھائیوں جیسی قرابت عطا فرما دی۔

تم کمزور تھے ہم نے تمہیں قوّت عطا فرمائی بتاؤ کیا یہ درست نہیں؟

انصارِ مدینہ نے محبوب کے احسانات اور اپنی قربانیوں کا تجزیہ کیا تو ندامت

سے سر جھکا لئے

آؤ سَودا کر لیں

جب انصارِ مدینہ کو احساس دلایا جا چکا تو حضور امام الانبیاء رحمۃ

للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا! ہمارے وفادار ساتھیو ہم تم پر

خوش ہیں بلاشک ورَیب تم ہمارے سچے جان نثار ہو تا ہم آؤ آج ہم سے

ایک سودا کر لو۔

تمام انصار ہمہ تن گوش ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کہ اُے انصار مکّہ والوں کو ملنے والا تمام مالِ غنیمت تم لے لو اور ہم مکہ معظّمہ کو

چلے جاتے ہیں۔

بتاؤ تمہیں یہ ہمارا فیصلہ منظور ہے اگر اللہ کے رسول کو لینا ہے تو مال

مکہ والوں کو دے دو اور اگر مال لینا ہے تو اللہ کا رسول مکہ والوں کو دے دو

انصارِ مدینہ نے فرمانِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا تو چیخیں مار

مار کر رونے لگے اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اشکبار آنکھوں سے عرض پرداز ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہمیں صرف آپ کی ضرورت ہے آپ ہمارے ساتھ ہیں تو سب کچھ ہمیں مل جائے گا چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقایا مال اُن میں تقسیم فرمادیا اور وہ سب خوش ہوگئے۔

ضروری بات، وضاحت پھر ہو گی

اس مقام پر خوارج کے باوآدم ذوالخویصرہ نجدی نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توہین آمیز روّیہ کے ساتھ گستاخانہ گفتگو کی تھی اور اِسی مقام پر ہی اُس کے متعلق حضور سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ اسے اب چھوڑ دو کیونکہ یہ شیرِ خُدا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا شکار ہے اور یہ جنگِ نہروان میں علی کے ہاتھوں جہنّم میں پہنچے گا۔

اس کے متعلق جنگ نہروان کے موقعہ پر انتہائی کارآمد اور دلچسپ مضمون ہدیہء قارئین کیا جائے گا اور وضاحت کی جائے گی کہ خوارج اور نجدیوں کا آپس میں اتنا گہرا ربط کیوں ہے۔

مختصر یہ ہے کہ یہ لوگ اب تک جناب حیدرِ کرار علیہ السلام اور آپ کی اولادِ طاہرہ پر طعن وتشنیع اِس لئے کرتے ہیں کہ ان کے باوآدم

ذوالخویصرہ نجدی خارجی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قتل کیا تھا۔

طائف کیسے فتح ہوا؟

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طائف کو بغیر فتح کئے واپس تشریف لائے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اہلِ طائف کو یہ خبریں پہنچنا شروع ہو گئیں کہ اہلِ اِسلام طائف پر حملہ کرنے کے لئے زبردست جنگی تیّاریوں میں مصروف ہیں خداوند قدّوس جل وعلا نے اس قسم کی خبروں کے ذریعہ سے اُن کے دلوں میں اِس قدر ہیبت ڈال دی کہ بنو ثقیف کے سرداروں کا ایک وفد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض پرداز اور منّت پذیر ہوا کہ آپ اب ہم پر دوبارہ لشکر کشی نہ کریں اور مشروط طور پر ہمارے ساتھ صلح کر لیں۔

اُن لوگوں کی عجیب شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ انہیں بُتوں کی پرستش سے منع نہ کیا جائے جسے سختی سے مسترد کر دیا گیا۔

چونکہ قبیلہ ہوازن کے بیشتر لوگ پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے جس کی تفصیل آگے آئے گی اس لئے بنو ثقیف کو بھی صُلح نامہ کی رو سے طوعاً و کرہاً دائرہ اسلام میں آنا ہی پڑا حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے صلح نامہ میں آخر پر لکھوایا۔

جو اَمر مسلمانوں کے لئے جائز ہے وہی ان کے لئے جائز ہے۔

جو بات مسلمانوں کے لئے نا جائز ہے وہ اُن کے لئے بھی نا جائز ہے۔

اُنہوں نے آخر پر جو شرط لکھوائی وہ یہ تھی کہ طائف کو بھی مکہ معظّمہ کی طرح حرم قرار دیا جائے۔

اور وہاں پر شکار کھیلنا اور درخت وغیرہ کاٹنا ممنوع قرار دیئے جائیں مختصر یہ کہ صلح نامہ کی رو سے وہ لوگ مسلمان ہو ہی چکے تھے چنانچہ بالآخر یہ صلح اُن کے سچے اور پکے مسلمان ہو جانے پر ہی منتج ہوئی۔

صلح نامہ خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر کیا اور مسلمانوں کی طرف سے اُس پر گواہی ڈالنے والے جناب شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب امامین کریمین طیبین و طاہرین حضرت جناب سیدنا حسن و حسین علیہم السلام تھے،

﴿واقدی ج ۱ ص ۳۴۴﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۳۲۷﴾

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنِ بلوغت سے قبل بھی بچوں کا گواہی دینا اور شاہد کا نام تحریر کرنا فقہ میں جائز ہے اور قابل قبول ہے۔

وذکر کتابہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لثقیف وذکرہ ابو عبید کما ذکرہ ابن اسحاق
وذکرہ فی شہادۃ علی وابنیہ الحسن والحسین

قال وفیه من الفقه شهادۃ البیان و کتابۃ اسمائھم قبل البلوغ وانما تقبل شھادتھم اذا ادوھا بعد البلوغ .

﴿سیرت ابن ھشام ج۲ ص۳۲۷﴾

صلح نامہ لکھنے کے بعد ثقیف کے وفد کو جو تاجدارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی مفصّل روایت ثقہ ترین کتب میں اس طرح ہے،

مطلب بن عبداللہ بن حنطب روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف سے آنے والے ثقیف کے وفد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں اب مسلمان اور اطاعت گزار بن کر رہنا ہوگا بصورتِ دیگر میں تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجوں گا جو مجھ سے ہے یا ایسے ہے جیسے میری جان ہو اور وہ شخص یقیناً تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور تمہاری اولادوں کو پابندِ سلاسل کرے گا اور تمہارے اموال چھین لے گا۔

علی جانِ مصطفےٰ ہیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس روز امارت کی تمنا ہوئی لیکن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ حیدرِ کرّار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف التفات فرماتے ہوئے آپ کا ہاتھ تھام کر دو مرتبہ فرمایا کہ وہ شخص یہ ہے وہ شخص یہ ہے جسے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جان کہا ہے۔

پیشتر ازیں خیبر کے واقعہ میں بھی یہ روایت گزر چکی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ کل ہم اس شخص کو جھنڈا عطا فرمائیں گے جو اللہ اور رسول کا محبوب ہے اور اللہ اور رسول اس کے محبوب ہیں اور وہ خیبر کو فتح کرے گا تو جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ مجھے اس دن کے سوا کبھی امارت کی تمنا نہیں ہوئی اور میرا خیال تھا کہ مجھے جھنڈا عطا کیا جائے گا لیکن آپ نے علَم اسلام جناب علی کو عطا فرمایا اور یہاں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، وہی جملہ دُہراتے ہیں کہ مجھے اس روز کے سوا کبھی امارت کی تمنا نہیں ہوئی اور میرا خیال تھا کہ حضور میرا نام لیں گے لیکن آپ نے حیدرِ کرار کا ہاتھ تھام کر کہا کہ وہ شخص یہ ہے تو اس کی تطبیق کیسے دی جائے یہاں ہم صرف یہی بتا سکتے ہیں کہ جناب عمر فاروق نے خیبر کے روز اپنی تمنا کا اظہار نہیں کیا تھا کیونکہ وہاں آپ ایک روز پہلے جنگ کر کے واپس آ چکے تھے۔

عن المطلب بن عبداللّٰہ بن حنطب قال
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لوفد ثقیف
حین جاءوہ تسلمن او لأبعثن الیکم رجلا منی
وفی روایۃ مثل نفسی فلیفر بن اعناقکم ویصبین
الامارۃ الایومیذ ، وجعلت انصب صدری لہ

صلى اللّٰه عليه و آله وسلم رجاء ان يقول هو هذا .

فالتفت صلى اللّٰه عليه و آله وسلم الى على كرم

اللّٰه وجهه فاخذ بيده وقال هو هذا ،

﴿الاستعياب ج۳ ص۴۴﴾﴿سیرت حلبیه ج۲ ص۴۳۳﴾

﴿ریاض النضره ج۲ ص۲۱۶﴾﴿ذخائر العقبیٰ مع ینابیع المودة ج۱ ص۲۰۴﴾

اِنہی الفاظ پر غزوۂ طائف اور قوتِ پروردگار کے ضمن میں آنے والے دیگر ابواب کا سلسلہ ختم کیا جاتا ہے حالانکہ جناب شیرِ خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دیگر بھی متعدد غزوات وسرایا میں بے مثال قوتِ ید اللّٰہی کا مظاہرہ فرمایا ہے جن میں فتح مکہ فتح یمن غزوہ بنی مسطلق غزوہ الکدر غزوہ بدر ثانی و دیگر متعدد جنگیں شامل ہیں جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہء حیات میں لڑی گئیں۔

باب

قرآن اور علیؑ

علی اورقرآن

''علی اورقرآن'' اِس قدر وسیع تر اور عظیم عنوان ہے جس کے لامحدود مضامین کو ہزارہا صفحات پر پھیلانے کے بعد بھی یہی کہنا پڑے گا کہ!

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور اِس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر علی اور قرآن دو الگ الگ حیثیتوں کے حامل ہیں مگر جب اِن دونوں کی حقیقت وفرائض کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح حقیقت منکشف ہوجاتی ہے کہ نہ قرآن علی سے الگ ہے اور نہ ہی علی قرآن سے علیحدہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مقدس پوری تشریحی تابانیوں کے ساتھ قلوب واذہان پر جلوہ گر ہو جاتا ہے کہ !

''عَلِی مَعَ القرآن وَ القرآنُ مَعَ العَلِیٰ''

یعنی قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہے۔

اِس منصوصِ بالنص حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن مجید کے احکام وفرائض اور جنابِ حیدر کرّار علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے عملی نمونہ کا موازنہ کیا جائے تو قطعی طور پر ظاہر جاتا ہے کہ قرآنِ مجید کے رموز واسرار اور

رازہائے سربستہ کا امین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قلبِ اطہر ہے اور علی علیہ السلام کی شانِ اعلیٰ اور علوِ مرتبت کی داستانِ عالی شان قرآنِ مقدس کی آیاتِ بینات میں پوشیدہ ہے۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پورے کا پورا قرآن مجید مقامِ علی علیہ السلام کی ترجمانی کرتا ہے اور قرآن مجید کے تمام تر مندرجات کی واضح نشان دہی علی علیہ السلام کی ذاتِ کریمہ کرتی ہے۔

آئیندہ صفحات میں ہم انشاء اللہ العزیز قرآن اور علی کی ازلی ابدی معیت کے بارے میں چند ثقہ ترین روایات کے خاکے ہدیۂ قارئین کرنے کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔

مگر اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ ہم نے علی اور قرآن کے بارے میں سیر حاصل تبصرہ کر لیا ہے اس لئے کہ خداوندِ کریم جلّ مجدہٗ العظیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی عظیم المرتبت اور صاحبِ فہم و فراست کیوں نہ ہو قرآن اور علی کے بارے میں قطعیت کے ساتھ سب کچھ جان لینے کا نہ تو دعویٰ کرسکتا ہے اور نہ ہی اس قسم کے کسی دعوےٰ کی دلیل پیش کرسکتا ہے۔

قرآن اور علی کے بارے میں جس جس نے جو جو کچھ بھی بیان کیا ہے اپنی اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق بیان کیا ہے اور وہ قطعی طور پر حرفِ آخر کی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ!

وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

ہمیں حیرت ہے

ہمیں اُن نام نہاد مسلمانوں کی عقلوں کی فسادنیت پر حیرت ہوتی ہے جو تحقیق وریسرچ کے نام پر کبھی تو قرآن مجید کی آیاتِ مقدسہ کو اپنے علمی اور ذہنی معیار پر پرکھنا شروع کردیتے ہیں اور کبھی امیرالمومنین وامام المتقین باب مدینۃ العلم سیّدنا ومرشدنا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ مقدسہ کو اپنے گمان کے مطابق ایک عام آدمی کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھنے دیتے۔

حالانکہ قرآن اور علی دونوں ہی اُن کی ذہنی اختراعوں ناتمام عقول تخیّلاتی فلسفے اور تصوّراتی خاکوں کی دست برد سے قطعی طور پر باہر ہیں۔

فرامین مصطفےٰ کو تسلیم کرو

ہاں! اگران دونوں کی بقدرِ استطاعت قدرے معرفت اور آشنائی حاصل ہوسکتی ہے تو اس کا واحد ذریعہ فرامینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل سے تسلیم کرلینا ہے انہیں رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات مقدسہ کو جن پر قرآن کا پاک ایک حرف نازل ہوا اور جن کی گود میں ایک ایک ساعت گزار کر علی پروان چڑھے۔

قرآن مجید کی تفسیر وتاویل اپنی عقلوں کے مطابق مت کرو ورنہ

تمہیں جہنم میں پیٹھ کے بل کھینچا جائے گا اور حیدر کرار علیہ السلام کے متعلق آپ نے یہ ارشادِ گرامی فرمادیا کہ علی سے محبت کرو کیونکہ علی سے محبت کرنا ہی تمہارے ایمان کی دلیل اور تمہارے مومن ہونے کی نشانی ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ علی سے بغض نہ رکھو اگر تم علی سے بغض رکھو گے تو تمہارا شمار منافقین میں ہوگا علی سے بغض رکھنا منافق ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔

تاجدارِ دو عالم سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مبغوضِ علی کو کافر بھی کہا ہے لیکن کثرت سے روایتوں میں یہی آتا ہے کہ علی سے بغض رکھنے والا منافق ہے اس میں حکمتِ خاص یہ ہے کہ کچھ لوگ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر عبداللہ بن ابی کی طرح بظاہر کلمہ بھی پڑھتے ہوں گے اور اُن کے دلوں میں بُغضِ علی کی تہیں بھی جمی ہوں گی۔

علی صراطِ مُستقیم کی تفسیر ہیں

بہرحال اگر علی کی معیت میں قرآن مجید کی منازل طے کرو گے تو قرآن مجید مکمل طور پر تمہاری راہنمائی کرے گا وہ تمہیں اُس صراطِ مستقیم پر چلائے گا جس کی وہ خود نشاندہی کرتا ہے کیونکہ علی ہی تو صراطِ مستقیم کی تفسیر ہیں قرآن مجید تمہیں مشورہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم پر چلنے کی آرزو کرو اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ یا اللہ ہمیں علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

اور اگر تم جناب حیدر کرار علیہ السلام کی سیاسی اور غیر سیاسی غلطیاں جمع کرنا شروع کردو گے اور یہ تصور کرلو گے کہ علی نے تو خود ہی صراطِ مستقیم کو چھوڑ رکھا تھا تو پھر قرآن مجید ہرگز ہرگز تمہاری راہنمائی نہیں کرے گا تمہاری یہی ایک گستاخی تمہیں مسلمانوں کے زمرہ سے نکال کر منافقین کے گروہ میں شامل کردے گی اُن منافقوں کے گروہ میں جن کے لئے قرآن مجید ہی نے جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں کی وعیدیں سینکڑوں آیات میں دے رکھی ہیں

بھٹکتے رہو گے

جنابِ حیدر کرّار علیہ السلام کی ذاتِ اقدس پر طعن و تشنیع اور اُن کے بارے میں بدگمانی رکھنا اور بدگمانیاں پیدا کرنا تمہیں بغض و نفاق کے اُن ویرانوں میں لے جائیں گی جہاں ساری زندگی بھٹکتے رہو گے اس دنیا میں بھی تمہیں چین نصیب نہیں ہو گا تمہارے دل ہمیشہ مضطرب رہیں گے تمہارے خیالات منتشر رہیں گے تمہاری ناپاک روحیں مضطر اور بے چین رہیں گی اور بالآخر تم ان تمام اذیتوں کو برداشت کرتے کرتے ابدی اذیتوں اور عذابِ مستقل کا شکار ہو جاؤ گے۔

تمہاری منافقت کے صلہ میں ملنے والے بغض و حسد اور جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے دنیا اور آخرت دونوں میں تمہاری عقلوں کی تلبیس ابلیس کے ساتھ ساتھ تمہارے جسموں کو بھی جھلس ڈالیں گے۔

ہم آئیندہ صفحات میں بالوضاحت سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اُن ارشادات کی تفصیل بیان کریں گے جن میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ علی سے محبت رکھنا مومن ہونے کی دلیل ہے اور علی سے بُغض رکھنا منافق ہونے کی نشانی ہے اور اس کے ساتھ ہی قرآنِ مجید کی چند آیات بھی پیش کریں گے جن میں قطعیّت کے ساتھ فیصلہ ہو چکا ہے کہ منافقوں کا ٹھکانہ صرف اور صرف جہنّم کی دردناک عذاب دینے والی شُعلے برساتی ہوئی آگ ہے۔

قُرآن و علی سے محبّت کرو

فی الحال تو ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ علی سے بُغض نہ رکھو علی سے محبت کرنا سیکھو اگر تمہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت وشفاعت پر بھروسہ ہے تو اُس مخبرِ صادق کے فرمان کو دل سے تسلیم کرو قرآن پڑھنا ہے تو علی سے محبت کرو اس لئے کہ قرآن علی کے ساتھ ہے۔

دامنِ علی کو چھوڑ کر تم قرآن سے کیا حاصل کرسکو گے اس حالت میں تو قرآن کی ہر آیت تمہارے لئے حجاب بن جائے گی،

علی کے دامانِ کرم کو جھٹک کر قرآن مجید کی آیاتِ مقدسہ سے جو نتیجہ بھی تم اپنی عقل کے مطابق اخذ کرو گے اور قطعی طور پر غلط اور حقیقت سے کوسوں دور ہوگا۔

علی اور قرآن

قرآن پڑھنا ہے تو دامانِ علی سے وابستہ ہو کر پڑھو اور اگر علی سے شناسائی حاصل کرنا ہے تو قرآن کو سینے سے لگا کر رکھو قرآن اور علی کو کسی بھی مقام پر علیحدہ کرنے کی کوشش نہ کرو اس لئے کہ فرمانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق یہ دونوں کبھی الگ الگ نہیں ہوں گے علی اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

قرآن علی کے مدارج و مقامات کی نشاندہی کرتا ہے اور علی قرآن کے رموز واسرار کو بیان کرتے ہیں۔

علی قرآن کے شارح بھی ہیں اور قرآن کی تفسیر بھی۔

علی قرآن کے فہیم بھی ہیں اور مفہوم بھی۔

علی قرآن کی روح بھی ہیں اور جان بھی۔

علی قرآن کا دل بھی ہیں اور نور بھی۔

علی قرآن کا دل بھی ہیں اور نور بھی۔

علی قرآن کی تفسیر بھی ہیں اور تشریح بھی۔

علی قرآن کی تاویل بھی ہیں اور موَول بھی۔

علی قرآن کی حقیقتوں کے آشنا بھی ہیں اور اس بحرِ ذخار کے شناور بھی۔

علی قرآن کے قاری بھی ہیں اور قرآن ناطق بھی،

الغرض علی ہی قرآن ہیں اور قرآن ہی علی ہے۔

علی بسم اللّٰہ کی "ب" کا نقطہ ہیں

حدیث میں آتا ہے

عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم قال کل مافی کتب بمنزلة هو فی القرآن و کل ما فی القرآن فهو فی الفاتحة و کل ما فی الفاتحة فهو فی بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم و کل ما فی بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم فهم فی الباء و کل ما فی الباء فهو فی النقطة التی تحت الباء.

﴿الکهف والرقیم فی شرح بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم﴾

﴿ص ۱۷۱ للعبد الکریم جیلی﴾

یعنی خواجۂ عالمیان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے جمیع صحائف میں جو کچھ بھی ہے وہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم میں ہے وہ سب کچھ بسم اللّٰہ کی "ب" کے میں ہے اور وہ سب کچھ اُس

نقطے میں ہے جو ب کے نیچے ہے۔

امیر المؤمنین تاجدارِ اولیاء حیدر کرار شیرِ خدا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ب'' کے جس نقطہ میں مذکورہ بالا تمام علوم جمع ہیں وہ نقطہ میں ہی تو ہوں۔

انا النقطة تحت الباء

تفسیر رُوح البیان

علامہ اسمٰعیل حقی ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جمیع علوم بسم اللّٰہ کی ''باء'' میں امانت رکھے ہیں ''الخ''

اور ''ب'' کو یہی بلند مقام اور قدرت حاصل ہے کہ اُس نے غیر میں توحید وارشاد کی تکمیل کراتی ہے اور اس کے موافق ہی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے۔ کہ ''انا النقطة تحت الباء ''یعنی میں وہ نقطہ ہوں جو باء کے نیچے ہے پس باء کو ارشاد ودلا لة علی التو حید کا مرتبہ عطا کیا گیا۔

بسم اللّٰہ کی با

خواجہ محمد پارسا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فصل الخطاب میں لکھتے ہیں۔

تمہیں جاننا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام رموز واسرار آسمانی کتابوں میں موجود ہیں اور آسمانی کتابوں کے اسرار ورموز تمام وکمال قرآنِ مجید میں موجود ہیں اور قرآن مجید کے تمام اسرارِ سورۃ فاتحہ میں ہیں اور سورۃ فاتحہ کے تمام راز بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم میں موجود ہیں جبکہ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم کے تمام راز بسم اللّٰہ کی ''با'' میں اور ''با'' کے تمام اسرار ''باء'' کے نقطہ میں موجود ہیں جو ''با'' کے نیچے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''انا النقطة تحت الباء''یعنی وہ نقطہ میں ہوں جو ''باء'' کے نیچے ہے۔

﴿فصل الخطاب مولفہ خواجہ محمد پارسا نجاری نقشبندی مع ینابیع المودۃ ج دوم ص ۴۰۹﴾

ان الباء حرف كا مل فى صفات نفسه با نه للا صلاق والا ستعا نة والا ضا فة مكمل لغيره بان يخفض الا سم التا بع له ويجعله مكسو را امتصفا بصفات نفسه وله علو و قدرة فى تكميل الغير با لتو حيد والا رشاد كماا شار اليه سيد نا على رضى الله عنهُ بقول ! انا النقطة تحت الباء.

﴿تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت﴾

نقطہ میں مزید نکتہ

خواجہ محمد حسینی گیسو دراز ''ب'' کے اس نقطہ میں مزید یہ نکتہ بیان

فرماتے ہیں کہ ''ب'' حرف اتصال و تضمن ہے موجودات کی ابتداء اللہ تعالیٰ سے ہے اور اس کا حدث یا فنا ہونا بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے متن ہے۔

البـاء حـرف الا تـصـال و تـضـمـن ابتداء المو

جودات با لاله والحادثات من الله

﴿جواهر العشاق ص ۳﴾

اسرارِ قرآن اور بسم اللہ

علامہ سلیمان حنفی قندوزی مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ کتاب الدر المنظم کے حوالہ سے یہ روایت معمولی تغیرِ لفظی سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ،

جاننا چاہیے کہ تمام آسمانی کتب وصحائف کے اسرار قرآن مجید میں موجود ہیں اور تمام قرآن کے جمیع علوم سورۃ فاتحہ میں ہیں اور تمام سورۃ فاتحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور تمام بسم اللہ کا علم بسم اللہ کی باء میں موجود ہے اور بسم اللہ کی باء کے تمام علوم باء کے نقطہ میں موجود ہیں اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں وہ نقطہ ہوں جو بسم اللہ کی باء کے نیچے ہے متن ہے۔

وفـي در الـمـنـظـم اعلم ان جميع اسرار الكتب

السـمـا ويـه في القرآن و جميع ما في القرآن في

الـفـا تـحة و جـمـيع ما في الفا تحة في البسملة و

جـميع ما البسملة في باء البسملة و جميع في باء

البسملة فی النقطة التی تحت الباء قال الامام علی کرم اللّٰہ وجہہ الکریم انا النقطة تحت الباء۔

﴿ینابیع المودة ص ۶۹﴾

بائے بسم اللہ پدر

ترجمانِ اہلِ سنّت شاعرِ مشرق حکیم الاُمّت ڈاکٹر علّامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ جگر گوشۂ رسول سیّدنا امام حُسین علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے اِنہی روایات کو تلمیح کے طور پر اس طرح پیش کرتے ہیں۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر

معنئ ذبحِ عظیم آمد پسر

اِن تمام اُمور پر تاجدارِ اولیاء سیّدنا حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشادِ گرامی موجود ہے کہ غیب کے جو راز بھی چاہو مجھ سے پُوچھ لو میں انبیاء و مرسلین کے علوم کا وارث ہوں۔

سلونی عن اسرار الغیوب فانی وارث علوم الانبیاء والمرسلین۔

﴿ینابیع المودة ص ۲۲﴾

آپ کا یہ ارشاد جمیع انبیاء و مرسلین علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی عزت

افزائی کے لئے ہے ورنہ آپ کا خلاصۂ کائنات عالمِ مَا کَانَ وَ مَا یَکُونُ رسولِ غیب دان امام الانبیاء والمرسلین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علومِ عالیہ کا وارث ہونا ہی کیا کم ہے۔

جبکہ تمام اَنبیاء ومرسلین کے تمام تر علُوم اس مخزنِ علومِ ومعارف صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ الطاف والتفات کے رہینِ منّت ہیں۔

علی تو علم کے اُس شہر کا دروازہ ہیں جس کا علم خدا تعالیٰ کے علم سے ہے جو براہِ راست خداوندِ قدّوس جلّ وعلا کے تلمیذِ ارشد ہیں اور جن کے لئے

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآن اور عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ

جیسے ارشاداتِ ربانی قرآن مجید میں موجود ہیں۔

بہر حال امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم خُلاصۂ قرآن مجید ہیں آپ تمام کُتبِ سماویہ اور قرآن مجید کے تمام عُلوم ومُعارف کا سرچشمہ اور جوہر ہیں اس لئے کہ آپ بسم اللہ کی ''ب'' کا نقطہ ہیں اور بسم اللہ کی ''ب'' کا نقطہ تمام عُلوم کا جواہر اور خلاصہ ہے۔

اور اسی ''ب'' کے نُقطہ کے متعلق جناب سیّدنا حیدر کرّار علیہ السّلام کے تلمیذِ رشید حبر الاُمّت مُفسّرِ قُرآن سیّدنا عبداللہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد کتاب مذکورہ میں اس طرح ہے کہ،

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مجھے ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کی ''ب'' کے نقطہ کی تفسیر رات کے وقت بتانا شروع کی حتیٰ کہ آثارِ سحر نمودار ہو

گئے لیکن آپ ابھی ''ب'' کے نقطہ کی تفسیر سے فارغ نہیں ہوئے تھے اور میں نے خود کو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے پہلو میں اُس فوّارہ کی مانند پایا جو متلاطم سمندر کے پہلو میں موجود ہو۔

دُوسری روایت میں جناب عبداللہ ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ ایک چاندنی رات کو جناب علی علیہ السّلام مجُھے جنّت البقیع میں لے گئے اور مجھے فرمایا کہ عبداللہ پڑھو میں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کی تلاوت کی تو آپ مجھے طلُوعِ سحر تک بسم اللہ کے رموز سے آگاہ فرماتے رہے۔

﴿ینابیع المودة ص ۷۰﴾

ابن عباسؓ کا اِعتراف

بسم اللہ اور بسم اللہ کی ''ب'' کے نُقطے کی تفسیر سننے کے بعد سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مقام پر جناب حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ سے الحمد شریف کی تفسیر سُننے کا واقعہ بیان کر کے یُوں اِعترافِ عجز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیّدنا حیدرِ کرّار علیہ السّلام نے مجُھ سے پُوچھا کہ اَے ابنِ عباس ''الحمد'' کی ''الف'' کی تفسیر کیا ہے۔

میں نے عرض کی کہ مجُھے معلوم نہیں تو آپ نے پُوری ایک ساعت الحمد کی الف کی تفسیر بیان فرمائی اُس کے بعد جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے مجھ سے فرمایا کہ ''الحمد'' کی ''لام'' کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے پھر نفی میں جواب دیا تو آپ نے پوری ایک ساعت

''الحمد'' کی لام کی تفسیر بیان کی۔

بعد ازاں آپ نے مجھ سے پوچھا ''الحمد'' کی ''ح'' کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے عرض کیا! میں نہیں جانتا تو آپ نے پُوری ایک ساعت ''الحمد'' کی ''ح'' کی تفسیر بیان فرمائی۔

اِس کے بعد آپ نے مُجھ پر پھر سوال کیا ''الحمد'' کی ''میم'' کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے کہا مُجھے معلوم نہیں تو آپ نے پُوری ساعت ''الحمد'' کی ''میم'' کی تفسیر بیان فرماتے رہے۔

پھر فرمایا کہ ''الحمد'' کی دال کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے پھر معذرت کی کہ میں نہیں جانتا تو آپ نے الحمد کے دال کی تفسیر فرمانا شروع کی حتیٰ کہ آثارِ سحر نمودار ہو گئے تو آپ نے مُجھے اجازت مرحمت فرمائی کہ اب جاؤ چنانچہ میں حسب الحکم اُٹھ کھڑا ہوا اور جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا تھا یاد رکھ سکا پھر میں نے غور و فکر کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ میرا علم قرآن کے متعلّق حضرت علی کرّم اللہ وجہ الکریم کے علم مبارک کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا حوض۔

تاجدارِ ہل اتٰی قُرآنِ ناطق بابِ مدینۃ العلم اور بابِ دار الحکمت

سیدّنا حیدر کرار علی ابن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم کے قرآن مجید سے مُتعلّق وسیع تر علم کا اِحاطہ کون کرسکتا ہے جبکہ بڑے بڑے صحابہ کرام علم و معرفت کے اس بحرِ بیکنار کے حضور میں خُود کو قطروں کی مانند متصوّر کرتے ہیں

عن ابن عباس قال ! قال لی علی، یا ابن عباس ماتفسیر الاالف من الحمد ؟ قلت لا اعلم! فتکلم فی تفسیرها ساعة تامة ، ثم قال ما تفسیر اللام من الحمد ؟ قال قلت لا اعلم، ثم قال ماء تفسیر الحاء من الحمد ؟ قلت لا اعلم! فتکلم فی تفسیرها ساعة تامة ، ثم قال ما تفسیر المیم من الحمد ؟ قلت لا اعلم! فتکلم فی تفسیرها ساعة تامة ،قال فما تفسیر الدال من الحمد ؟ قال قلت لا ادری ! فتکلم فیها الی ان بزغ عمود الفجر قال وقال لی قم یا ابن عباس الی منزلک فتاهب لفرضک فقمت وقد وعیت ما قال ، ثم تفکرت فاذا علمی بالقرآن فی علم علی کا القرارة الغدیر الصغیر المثعنجر البحر.

﴿الشرف الموبد للعلامة النبهانی ص۱۱۸،۱۱۹﴾

نافع کلام

حبر الاُمّت سیدّنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک مقام پر

مزید یہ اِرشادفرماتے ہیں کہ۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی کے کلام نے اس قدر نفع نہیں دیا۔ جس قدر نفع مُجھے اس کلام سے پہنچا جو میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے لکھتا تھا یعنی جو میں آپ کے اِرشادات کتابی صورت میں تحریر کرتا تھا۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قلا ما انتفعت بکلام بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نقفا عی بکتاب کتبہٖ الی امیر المو منین علی بن ابی طا لب رضی اللّٰہ عنہٗ.

﴿نور لابصار ص۹۳﴾

خداوندِ قدوس جلّ وعلا نے عظمتِ آدم کا اِعتراف کروانے کے لئے فرشتوں کے سامنے جو معیار رکھا وہ علم ہی تو تھا اور پھر جب آدم علیہ السلام نے اُن تمام اَشیاء کے نام بتا دیئے جن کی تعلیم اُنہیں خُداوندِ قُدّوس نے خاص طور پر دے رکھی تھی تو فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے شرف وکرامت کا قائل ہونا پڑا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تمام تر مخلوق کے اندازِ فکر اور مزاج کے بھی خالق ہیں یہی وجہ ہے کہ قُرآن مجید میں ہر قوم کے مزاج کے مطابق مثالیں بیان کی گئیں ہیں لیکن علم خداوندِ قدوس کی ایسی عطائے خاص ہے جسے ہر

زمانہ اور ہردو، میں وجہ فضیلت قرار دیا۔

"اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا"

ہمارے ایک بزرگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا مُلاقات کے اُس تذکرے میں جو قرآن مجید میں زیر آیت موجود ہے رقمطراز ہیں کہ مفسّرین و محدّثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السّلام نے اپنے لے خاص فرمایا وہ علمِ باطن و مکاشفہ ہے اور یہ اہلِ کمال کے لئے باعث فضل ہے چنانچہ وارد ہوا ہے کہ صدیق کو نماز و غیرہ اعمال کی بناء پر صحابہ پر فضیلت نہیں بلکہ اُن کی فضیلت اُس چیز سے ہے جو اُن کے سینہ میں ہے یعنی علمِ باطن و علمِ اسرار ہے کیونکہ جو افعال صادر ہوں گے وہ حکمت سے ہوں گے اگر چہ بظاہر خلاف معلوم ہوں۔

﴿تفسیر کنز الایمان ص ۴۳۶﴾

اگر چہ ہمارے یہ بزرگ مفسّر یہ وضاحت تو نہیں فرما سکے کہ سیدّنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیّت کے لئے علوم و اسرارِ باطنیہ کا خاص ہونا قرآن مجید یا حدیث شریف کی کس نصّ سے منصوص ہے تاہم ہے فارمولا قطعی اور درست ہے اور اس حقیقت سے پہلو تہی کرنا حق و صداقت سے اِعراض کر لینے کے مترادف ہے،

یہ الگ بات ہے کہ متذکرہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فارمولا پیش کرنے سے حضرت خضر علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

واضح ترین اور قطعی افضلیت ثابت ہو جاتی ہے جو تقویٰ اور نماز وغیرہ کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔

چونکہ ہم اس قسم کی مباحث میں اُلجھ کر اپنے موضوع سے دور نہیں جانا چاہتے اس لیئے ہم اس مقام پر مذکورہ بالا تخیّل کے برعکس مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا ایک مکاشفہ بیان کرنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

آپ مکتوبات شریف جلد اول میں فرماتے ہیں کہ ہم نے کشفِ باطنیہ کے ذریعہ اُمتِ محمدّیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں علوم واسرارِ باطنیہ وروحانیہ پر فائز المرام لوگوں کا مشاہدہ کیا تو تمام اُمتِ مرحومہ میں جنابِ امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سب لوگوں سے ہی بلند تر پایا۔

بہر حال یہ اپنے اپنے مَیلانِ طبع اور مکاشفوں کی بات ہے لیکن یہ حقیقت بدستور اپنے مقام پر ایک مسلّمہ حقیقت سے قائم ودائم ہے کہ جو شخص علوم واسرار باطنیہ کو جس قدر زیادہ جاننے والا ہوگا اسی قدر وہ شرف وکرامت عظمت وبزرگی اور فضیلت کا حامل قرار پائے گا اور اِس ناقابلِ تردید حقیقت سے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ کسی کے پاس موجود نہیں۔

جیسا کہ ہم قرآن مجید کی نصّ بیان کر چکے ہیں کہ فرشتوں کا جناب آدم علیہ السلام کے سامنے اظہارِ عجز کرنا آپ کے اس مخصوص علم کی وجہ سے

تھا جو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے بطورِ خاص آپ کو عطا فرمایا تھا چونکہ ہم موازنہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اور نہ ہی اِس خبط میں مبتلا ہو کر اپنا اور قارئین کرام کا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں اِس لئے کہ کوشش بسیار کے باوجود ہمیں آج تک وہ پیمانے اور ترازو دستیاب ہی نہیں ہو سکے جو بعض لوگوں نے اپنی اپنی وُسعتِ عقل کے مطابق تیار کر رکھے ہیں۔

ہمیں تو سلطنتِ رُوحانیت کے تاجدار سیّد الاَولیاء والاصفیاء و اَوصیاء امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیرت بیان کرنا ہے اِس لئے ہم بغیر واقعات کو مسخ کرنے اور الفاظ کو پیچ وخم دینے کے آپ کی شان میں آنے والی تمام تر روایات کو بلا کم وکاست ہدیۂ قارئین کر دیں گے نتیجہ اخذ کرنا ہر کسی کے وجدان وذوق کا کام ہے۔

سات سمندروں میں ایک قطرہ

امامِ اہلسنّت عاشقِ مصطفٰے سیدنا امام یوسف بن اسماعیل نبھانی ودیگر آئمہ کرام جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے علم وعرفان کے بارے میں مزید یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ،

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علم مبارک اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم مقدّس سے ہے اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم

سے ہے اور میرا علم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم سے ہے۔

نیز میرا اور تمام اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں میں ایک قطرہ متن ہے۔

وقال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما علم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم من علم اللّٰہ تعالیٰ و علم علی من علم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم و علمی من علم علی و ما علمی و علم اصحاب محمدصلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم فی علم علی الا کقطرة فی سبعة البحر.

﴿الشرف المؤبد للنبهانی ص۱۱۹﴾

﴿ینا بیع المودة للسلیمان الحنفی القندوزی ص ۷۵﴾

علمِ علی کے مُعترف

صرف سیدّنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہی جناب حیدر کرار کے علم و فضل کے معترف نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی نہایت فراخ دلی سے آپ کی جلالت علمی کے معترف ہیں چنانچہ عطاء ابن ابی رباح جنہیں صحابہ کرام میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا سے سوال کیا گیا کہ آپ کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ میں کوئی ایسا شخص بھی تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے زیادہ عالم ہو تو انہوں نے

کہا نہیں خدا کی قسم اُن سے زیادہ جاننے والا کوئی بھی نہیں تھا متن ہے۔

وسئل عطاء رضی اللّٰہ عنہٗ اکان فی اصحاب محمد احد اعلم من علی ؟ قال ! لا واللّٰہ ما اعلمہ.

﴿الا ستعیاب ج۲ ص ۱۲۶﴾ ﴿الشرف المؤبد ص ۱۲۰﴾ ﴿أسد الغابہ ج۴ ص ۲۲﴾

علی نبی کیلئے ایسے ہیں جیسے نبی خدا کیلئے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور جناب حیدر کرار سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک ملاقات کا تذکرہ محدّثین کرام نے اس طرح کیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے چھ روز بعد جناب ابوبکر صدیق اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبرِ اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے جو کہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارک کے اندر تھی تو حجرہ شریف کے اندر داخل ہونے کے لئے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو فرمایا کہ اے خلیفۂ رسول آپ سبقت فرمائیں تو جواباً جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ یا علی میں اُس شخص پر کیسے سبقت کر سکتا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ،

علی میرے لئے اُسی طرح ہے جس طرح میں اپنے رب کے لئے ہوں علی کی میرے نزدیک وہی قدر و منزلت ہے جو قدر و منزلت میری خدا کے ہاں ہے،

متن ہے!۔

اخرجه علی ابن السمان فی الموافقة قال جاء ابوبکر و علی یز و ران قبر النبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم بعد وفاته بستة ایام قال علی لا بی بکر تقدم یا خلیفة رسول اللّٰه فقال ابو بکر! ما کنت لا تقدم رجلا سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم یقول" علی منی بمنزلتی من ربی"

﴿ریاض النضرة فی مناقب العشرة ج ۲ ص ۲۱۵﴾

مندرجہ بالا روایت سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ خداوندِ قدوس جلّ وعلا کو جس قدر محبوبِ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس تھی اُس قدر تاجدارِ ہل اتیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ اقدس محبوب تھی اور پھر کیسا ہے محبوب محبّ میں میرا تیرا۔

بلاتشبیہہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام تر علوم و معارف کا عالم بنایا تھا اسی طرح حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے محبوب جناب

حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام علوم و عرفان کا مخزن بنا دیا۔

قرآن ناطق کیسے؟

بابِ مدینۃ العلم سیّدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم و عرفان کے بارے میں دیگر متعدّد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واضح ترین ریمارکس پیش کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ وضاحت کردی جائے کہ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے خُود کو قرآن ناطق کیسے اور کیوں فرمایا؟

جنگِ صفین کے موقع پر حیدر کرّار علیہ السلام کے شکست خوردہ مخالفین نے جب قرآنِ مقدّس کو غلط طور پر استعمال کرنے کی چال چلی تو آپ کے اپنے ہی لشکر کے کمزور ایمان لوگ جن کی کثیر تعداد بعد میں خوارج کے زُمرہ میں شمار ہوئی قُرآنِ مجید کو نیزوں پر بلند دیکھ کر مخالفین کو حق پر سمجھتے ہوئے اُن کی طرف دوڑ پڑے تو جناب حیدر کرّار علیہ السلام نے انہیں سمجھانے اور اتمامِ حُجّت کے لئے فرمایا ارے نادانو تم کس دھوکہ میں آ گئے نیزوں پر قرآن بلند کرنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ قرآن اُن کے ساتھ ہے نادانو قرآن مقدّس تو میرے ساتھ ہے بلکہ میں ہی تو بولنے والا قرآن یعنی قرآنِ ناطق ہوں آپ نے فرمایا۔

انا القرآن الناطق اس اجمال کی تفصیل تو آپ بے شمار حوالوں

کے ساتھ جنگِ صفین کے واقعات میں ہی ملاحظہ فرمائیں گے تاہم حاشیہ میں اختصاراً چند حوالے پیش کر دیئے ہیں شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کسی سوال کے جواب میں اس اَمر کی تصدیق فرماتے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درجِ ذیل اپنا یہ تعارف بھی کروایا تھا کہ

انا منشی الا رواح ،انا باعث فی القبور،

انا یداللّٰہ، انا وجہہ اللّٰہ، انا القرآن النا طق.

﴿ینابیع المودۃ ج ا ص ۷۵﴾﴿فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۱۱۳﴾

﴿منصبِ امامت ص ۷۵﴾

جناب سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشادات اور اسی قسم کے دیگر فرموداتِ عالیہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ ہم کسی دوسرے مقام پر زیرِ بحث لائیں گے یہاں تو صرف اِس اَمر کی وضاحت کرنا ہے کہ آپ قرآنِ ناطق ہیں۔

علی قرآن کے ساتھ ہے

جنابِ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کو کہ آپ نے فرمایا کہ میں قرآن ناطق ہوں اذہان میں رکھیں اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد کو سامنے لے آئیں کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور یہ دونوں اکٹھے ہی حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔

علی مع القرآن والقرآن مع العلی لا یفترقان
حتیٰ یر دا الحوض.

﴿الصواعق المحرقة ص ۱۲۴﴾﴿ینابیع المودة ص ۶۸ "۳"﴾
﴿نور الابصار ص ۱۱۴﴾

حضور تاجدار انبیاء سرورِ کونین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ مقدس میں جن لطیف ترین اور دلآویز نکات کی نشاندہی ہوتی ہے اور اہلِ وجدان حضرات کے لئے حقائق و معارف کے جو سرچشمے اُبل رہے ہیں اُنہیں کسی بھی طرح سطور و صفحات میں سمو دینا نہایت ہی مشکل کام ہے بلکہ یہ ایک ایسا لا متناہی مضمون ہے جس کا حصر و احاطہ کر لینا تقریباً ناممکنات سے اور محالات عظیمہ سے ہے۔

تاہم حصولِ برکات کے لئے صرف دو سوالوں کو زیر بحث لانے کے لئے جرأت خامہ فرسائی کی گئی ہے اُمید ہے قارئین اِن لطائف و معارف سے خاص طور پر محظوظ ہوں گے۔

پہلا سوال یہ ہے

پہلا سوال تو یہ ہے کہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں قرآن اور علی بغیر کسی لمحہ علیحدہ ہوئے حوض کوثر پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچیں گے تو کیا قرآن مجید موجودہ دور کے مطابق طبع شدہ اوراق میں ہوگا یا صحابہ کرام کے زمانہ کے مطابق چمڑے وغیرہ پر لکھا ہوگا۔

ان دونوں صورتوں میں ہی قرآن مجید کا جنابِ حیدر کرار علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہنا قرین قیاس نہیں کیونکہ ان دو میں سے کسی بھی ہیت کذائیہ کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ یا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود قرآن پاک کو ہاتھوں پر اُٹھایا ہوگا یا پھر آپ کے ساتھ ساتھ کوئی دُوسرا شخص قرآن اُٹھا کر چل رہا ہوگا اس طرح کسی تیسرے ساتھی کی موجودگی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات بھی حقائق سے دُور معلوم ہوتی ہے کہ خود جناب حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی مطبع کا چھپا ہوا یا چمڑے پر لکھا ہوا قُرآن ہاتھوں پر یا سر پر اُٹھا رکھا ہو اس لئے کہ اس قسم کے قرآن مجید کا ہمیشہ ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ رہنا اس دنیا میں بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ قیامت کے دِن کے لئے کوئی واضح روایت دریافت کی جا سکے۔

اسی لئے قطعی اور آخری بات یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ اقدس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ الفاظ و اوراق کی صُورت میں قرآن مجید حوض پر وارد ہوگا پھر پڑھیں۔

اوّل تو یہ ہے کہ قرآن مجید جب جناب مُرتضیٰ مُشکل کشا شیرِ خدا علیہ السلام کی معیت میں حوضِ کوثر پر پہنچے گا تو کیا ان طبع شدہ اوراق کی صورت میں ہوگا۔

ہرگز نہیں یہ صورت ممکن ہی نہیں کیونکہ یا تو قرآن مجید کو اس ہیئت کذائیہ بس خود اپنے ہاتھوں میں اُٹھایا ہوا ہو یا پھر کوئی دوسرا شخص قرآن کو تھامے ہوئے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو مگر اس طرح قرآن مجید اور علی کے ساتھ قرآن اٹھانے والا شخص بھی شامل ہوگا جبکہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں یہ قرآن اور علی کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ یہ دونوں ہی حوضِ کوثر پر اکٹھے آئیں گے۔

اِن الفاظ سے یہ گمان بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی مطبع کا چھپا ہوا قرآن خود ہاتھوں میں تھاما ہوا ہو کیونکہ قرآن تو اُس وقت بھی علی کے ساتھ تھا جب قرآن مجید کاغذ کی بجائے چمڑے اور کھالوں وغیرہ پر لکھا جاتا تھا بلکہ قرآن تو کسی بھی صورت میں ضبطِ تحریر میں لانے سے پہلے بھی مولائے کائنات شیرِ خدا حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھا۔

دوسری صورت

دوئم یہ کہ کیا قرآن مجید جنابِ حیدرِ کرّار علیہ السلام کے سینۂ اطہر میں موجود ہوگا جیسا کہ دیگر لاکھوں حفاظ کرام کے سینوں میں محفوظ ہے؟

مگر یہ بات بھی قرینِ قیاس نہیں کیونکہ اس صورت میں لاکھوں قرآنِ حفظ کرنے والوں کی موجودگی میں جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیا

تخصیص باقی رہ جاتی ہے۔

اب قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر قرآن کس صورت میں علی کے ساتھ ہوگا جس کی تخصیص امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔

حقّ امانت ادا کیا

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے متعلق تمام تر رموز و اسرار اور حقائق و معارف کا امین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہِ الکریم کو ہی بنایا تھا اور جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امانتِ مصطفائی کی حفاظت پورے عزم وثبات اور مکمل دیانتداری کے ساتھ کرنے کا حق بھی ادا کر دیا۔

آپ نے علومِ مصطفائی کے تقدّس کو کسی بھی صورت میں مجروح نہیں ہونے دیا آپ امین تھے اس لئے حقِ امانت ادا کرتے وقت ہر مصیبت اور ہر اذیت کو بخوشی قبول فرماتے رہے۔

آپ کے قلبِ اطہر اور سینۂ اقدس میں قرآن مجید کے وہ رازہائے سر بستہ موجود تھے کہ اگر اُن میں سے کسی بھی راز کو پہاڑوں پر منکشف فرما دیتے تو پہاڑ رُوئی کے گالوں کی طرح فضائے بسیط میں اڑتے ہوئے نظر آتے مگر آپ نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔

علی کا سینہ علم کا خزینہ

آپ کے پاس وہ تمام علوم موجود تھے جن میں سے ایک بھی علم کو بروئے کار لاتے ہوئے مخالفین کی افواج کو سیسے کی طرح پگھلا کر پانی کی طرح بہا دیتے مگر آپ نے ایسا بھی نہیں کیا آپ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کے امین تھے پھر تصورِ خیانت کیسا آپ نے قرآن مجید کے تمام فوائد مثبت انداز میں حاصل کئے لہٰذا کسی بھی منفی صورت کا آپ کی ذات سے تصوّر ہی ممکن نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا انتخاب علومِ رسالت ونبوّت کی روشنی میں فرمایا تھا پھر یہ انتخاب غلط کیسے ہوسکتا تھا۔

اسرارِ غیبیہ کا علم

جناب حیدر کرار علیہ السلام کو جنگِ جمل اور جنگِ صفین وغیرہ کے آغاز وانجام کی مکمل طور پر آگاہی تھی بلکہ یہ تو نہایت ادنیٰ سی بات ہے آپ تو ان اسرار وعلومِ غیبیہ کو بھی کامل طور پر جانتے تھے جن کا تعلق قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد تک ہے۔

یہ افسانہ نہیں ایک ٹھوس حقیقت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قلم کو پیدا فرما کر ارشاد فرمایا اُکتُب یعنی لکھ دے قلم نے عرض کی کیا لکھوں فرمانِ خداوندی ہوا جو کچھ اب تک ہوا ہے اور جو وہ سب کچھ قلم نے بحکمِ پروردگار لوحِ محفوظ پر لکھ دیا۔

قرآن میں سب علوم

یہ حدیث ثقہ ترین کتبِ احادیث میں موجود ہے اس لئے کسی بھی شخص کے لئے انکار کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

بہرحال قرآن وحدیث کا بغور مطالعہ کرنیکے بعد ایک یہ حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت لَوحِ محفوظ پر مرقوم ہے اور لَوحِ محفوظ کے تمام علوم قرآن مجید میں پوشیدہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔

اور یہ آیت کریمہ بھی موجود ہے کہ کل شیء احصینہ فی امام مبین یعنی لوحِ محفوظ نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے، ہم یہاں قرآن وحدیث کے بے شمار و دیگر شواہد بھی اس ضمن میں پیش کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مضمون اپنے مقام پر ضخیم ترین کتاب پر بھی حاوی ہے لیکن طوالت کے خوف سے کنایۃً یہ چند آیات واحادیث پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے تاکہ ہم اور ہمارے قارئین موضوع کے قریب تر رہتے ہوئے متذکرہ حقائق و معارف کی لطافتوں سے بہتر طریقہ پر بہرہ ور ہو سکیں۔

لوحِ محفوظ اور قرآن مجید

ہم بتا رہے تھے کہ لوحِ محفوظ ہو یا قرآن مجید دونوں ہی میں اللہ

تبارک وتعالیٰ نے اَزل سے لے کر اَبد تک کے جمیع علُوم و معارف کو جمع فرما رکھا ہے

اور ان تمام تر علُوم و معارف کا امین جناب سرورِ کائنات احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا بلکہ ہم تھوڑی سی یہ وضاحت مزید کریں گے کہ اس جملہ کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم پاک صرف اسی قدر ہے جو لوحِ محفوظ اور قرآن مجید میں موجود ہے حالانکہ یہ امر اپنی جگہ پر ایک اٹل حقیقت ہے کہ ان دونوں میں ہر شَے کی تفصیل موجود ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی مگر رسولِ غیب دان سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدّس علم ان ہر دو پر محیط ہے۔

سرکارِ دوعالم کا علم

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بُردہ شریف میں اس حقیقت کی طرف واضح ترین اشارہ فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوح قلم کا علم تو آپ کے علم پاک کا ایک حصہ ہے۔

فان من جو دک الدنیا فضرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

اس لئے کہ لوح وقلم کا وجود تو جوہرِ کائنات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ اقدس کے فیض سے ظہور میں آیا ہے اور لوح وقلم تو فرع ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلِ کائنات ہیں۔

جوہرِ اُو نَے عرب سَنے اعجم اَست
آدم اَست وہم زِ آدم اَقدم اَست

﴿اقبال﴾

بات پھر دور جا رہی ہے لیکن یہ وضاحت بھی ضروری تھی۔

علی امام مبین ہیں

یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ امام الاولیاء امیر المومنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بولنے والا قرآن یعنی قُرآنِ ناطق ہیں اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ اگر چہ ''امام مبین'' کو بعض مفسّرین نے لوحِ محفوظ ہی کا نام دیا ہے کیونکہ لوحِ محفوظ ہی ہر چیز کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے لیکن مفسّرین کے ایک گروہ نے بھی لکھا ہے کہ قرآن مجید میں یہاں جسے امامِ مبین کہا گیا ہے اس سے مُراد بھی مَولائے کائنات سیدّنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مبارک ہی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ امامِ مُبین وہ لَوحِ محفوظ بھی ہے جس پر روزِ ازل سے بحکمِ پروردگار قلم نے مَا کَانَ وَمَا یکُونُ کا علم رقم کردیا۔

اور امام مبین جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات والا صفات بھی ہے جس کو ان تمام تر علُوم کا سرچشمہ بنا دیا گیا۔

قرآن مجید وہ کتابِ مقدس بھی ہے جو الفاظ و آیات کی صورت میں

ہمارے سامنے موجود ہے۔

اور قرآنِ ناطق جناب علی علیہ السلام کی مقدس ذات بھی ہے جس کو اس مقدس کتاب کے تمام تر علوم و معارف سے سرورِ کونین رسول عالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کامل طور پر آگاہ فرما دیا تھا بلکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی ''ب'' کا وہ نقطہ بنا دیا تھا جس میں خالقِ کائنات نے جمیع صحائف اور قرآن مجید کے تمام علوم اور پوشیدہ اسرار جمع کر دیئے ہوں۔

فرمانِ علی ہے

جنابِ حیدر کرار علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن میرے منہ میں موجود ہے مجھے سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم اس طرح چُن چن کر ودیعت فرمایا ہے جس طرح پرندہ اپنے بچوں کو دانے چُن چُن کر کھلاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لُعابِ دہن میرے منہ میں ہونے کی وجہ سے علم میرے پہلو میں متلاطم سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

علیؑ نے یاد رکھا

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ ایسا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے قیامت تک کے تمام حالات بیان فرما دیئے

صحابہ کہتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین کا وہ خطبہ جو یاد رکھ سکا سو یاد رکھ سکا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔

یاد رکھنے والوں میں جناب علی علیہ السلام ہی کی وہ ذات مبارک ہے اس کے لئے قرآن مجید کی نصوص شاہد ہیں کہ آپ نے جو کچھ سُن لیا پھر کبھی نہ بھولا۔

نَو حصّے علم

متعدّد ثقہ کتب میں وارد ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ذریعہ سے علم ومعرفت کے دس حصّوں میں سے نَو حصّے علم عطا فرمایا اور باقی تمام لوگوں میں صرف علم کا ایک حصّہ تقسیم ہوا اور اس دسویں حصّہ میں بھی آپ پُورے طُور پر شریک ہیں

ایک رُوایت میں ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سو میں سے ننانوے حصّے علوم تفویض ہوئے اور باقی سب کو ایک حصّہ علم ملا۔

ان تمام شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ قُرآن مجید اور لوحِ محفوظ کے جمیع علوم جناب حیدر کرّار کی ذاتِ اقدس میں موجود تھے اور دوسرا کوئی شخص خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی نہ وت ان علوم ومعارف کا متحمّل ہوسکتا تھا اور نہ ہی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں قُرآن ناطق ہوں اور نہ ہی کسی نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو میں قیامت تک کے تمام اسرار وغیوب کو جانتا

ہوں۔

قرآنِ مجید کے یہی اُسرار و رموز تھے جن کا امین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بنا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میری اہلِ بیت اور قرآن کا دامن تھام کر رکھنا کیونکہ یہ دونوں کبھی الگ نہیں ہوں گے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے کہ جنابِ علی علیہ السلام کے سینۂ اقدس میں علوم و معرفت کے جو راز ہائے سربستہ پوشیدہ تھے اُن کے امین اہل بیت رسول تھے۔

چنانچہ سیّدنا امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قُرآن مجید کے وہ رُاز ہائے سربستہ موجود ہیں جنہیں ہم پہاڑوں پر ڈال دیں تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں۔

غوث اعظم کا ارشاد ہے

قُطب الاقطاب غَوث الاغیاث شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ارشاد ہے کہ اگر ہم اپنا راز پہاڑوں پر ظاہر کر دیں تو پہاڑ پھٹ کر ریت کے ذرّات میں تبدیل ہو جائیں اور اگر سمندروں پر ڈال دیں تو سمندر خشک ہو جائیں یہ وہی رموز و اسرار الٰہیہ ہی تو ہیں جو جناب حیدر کرار رضی اللہ تعا!!

عنہ نے اپنی نسبی اور معنوی یعنی رُوحانی اولاد کو بقدرِ ظرف تفویض فرمائے اور یہ سلسلہ تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہے گا مگر خاص طور پر جناب علی علیہ السلام اور آپ کی اہلِ بیت کرام کے مقدّس قلُوب ہی اس عظیم الشّان متاع بے بہا اور امانتِ مصطفائی کے امین ہیں اور فی الحقیقت قُرآن مجید اپنے تمام تر حقائق و معارف اور علوم رُوحانی کے ساتھ جناب مُولا مرتضٰی مشکل کشا علیہ السلام کے قلبِ اطہر میں موجود ہے پھر آپ کے وسیلہ جلیلہ سے آپ کی اولادِ اطہار اور آپ کے تلامذہ نے بقدرِ ظرف اس نعمت عظمٰی سے حصّہ پایا،

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشادات اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے نیز میرے بعد قرآن اور مری اہل بیت کا دامن تھامے رکھنا کیونکہ یہ لوگ قرآن سے الگ نہیں ہوں گے۔

ہم نہیں جانتے کہ قارئین کرام ان لطائف سے کس قدر محظوظ و محفوظ ہوں گے لیکن ذاتی طور پر ہماری تشنگی ابھی باقی ہے۔ جو کچھ ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ ہرگز بھی بیان نہیں کر سکے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ قلم جذبات کا ساتھ دینے سے عاجز ہے ممکن ہے لاشعور میں کوئی ایسی خلش بیدار ہو گئی ہو کہ یہ طوالت قارئین کے لئے بار نہ بن جائے۔

بہر حال آئندہ اوراق میں روایات نقل کرتے وقت ہم اپنی تشنگی کو دور کرنے کی کوشش کریں گے ممکن ہے اپنے جذبات کی ترجمانی کر ہی لیں

یہاں ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ قرآن مجید کے بارے میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کی وسعت کا عالم کیا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی تفسیر

جناب ابن حمزہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہیئں کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر فرمائیں تو ستر اونٹوں کا بوجھ بن سکتا ہے۔

قال ابن جمرۃ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ لو شئت ان اوقر سبعین بعیر امن تفسیر ام القرآن.

اندازہ فرمائیں کہ جو شخص قرآن مجید کی صرف سات آیات بیّنات سبع مثانی کی تفسیر کو اس وسعت کے ساتھ تحریر فرمانے کا دعویدار ہے کہ وہ ستّر اونٹوں کا بوجھ بن جائے تو اگر وہ شخص پورے قرآن مجید کی تفسیر فرمائے تو وہ ستر ہزار اونٹوں کے بوجھ سے کس طرح کم ہوگی،

ایک فرمان ہی دیکھ لو

کیا مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہی ایک فرمان عقلوں کو سرگردان کر دینے کے لئے کافی نہیں جبکہ یہ تصوّر بھی نہ کیا جا سکتا ہو کہ آپ تفسیر بالرائے جیسی کسی چیز کا ذکر کر رہے ہیں۔

حضور علی کرم اللہ وجہہ الکریم تفسیر بالرائے ہرگز نہ فرماتے بلکہ انہی

اسرار ورموز کے گنجِ گراں مایہ لوگوں کو سامنے لاتے جو قرآن مجید کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ کے سینۂ اقدس اور قلبِ اطہر میں ودیعت فرما رکھے تھے۔

اگر چہ آپ کے تفسیرِ قرآن فی زمانہ کتابی صورت میں ناپید ہے تاہم خاتمِ حفّاظ مصر علّامہ جلال الدّین سیّوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تفسیر قرآن انتہائی ضخیم ہے جسے میں نے اپنی تفسیر مُسند میں باسنادِ متعلقہ بیان کیا ہے۔

﴿الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ج ۲ ص ۱۸۶﴾
﴿اشرف المؤید للنبھانی ص ۱۱۹﴾ ﴿مشجر اولیاء للقھقانی ص ۳۰﴾ ﴿ینابیع المودۃ ص ۷۵﴾ ﴿تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۰۰﴾

اِمام جلال الدّین سیوطی کی یہ کوشش لائقِ صدِ تحسین ہے و قابلِ تبریک ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دُنیائے اِسلام کے سب سے بڑے مفسر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلمیذِ اعظم و ارشد جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تفسیر قرآن کے نمونہ کو اپنی کتاب کی زینت بنایا، ہم اُسے نمونہءِ کلام ہی کہیں گے کیونکہ آپ نے ظاہر طور پر بھی جو تفسیر قرآن وقتاً فوقتاً فرمائی وہ بھی پوری کی پوری جمع نہیں کی جاسکی۔ جبکہ قرآنِ مجید کی باطنی تفسیر کا منبع و مخزن صرف آپ اور صرف آپ کا سینہءِ اطہر ہی ہے جس میں سے علُوم و معارف اور اسرار و معانی کے بیش بہا

اور نایاب موتی آپ کی اولاد کرام اولیاءِ عظام اور صالحینِ اُمّت کی طرف منتقل ہوتے رہے۔

علوم و اسرارِ الٰھیہ کا منبع

بلاشُبہ یہ مُسلّمہ امر ہے کہ تمام اہلِ عرفان اور عُلمائے راسخین قُرآنِ مجید کے علُومِ باطنیہ سے آگاہی حاصل ہونے کے بعد ہی اپنے اپنے مقام متعینہ پر فائز ہوتے ہیں اور یہ علُوم و اَسرار جس کسی کو بھی حاصل ہوئے تاجدارِ سلطنتِ رُوحانیت و باطنیہ جنابِ حیدرِ کرار علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے وسیلہء جلیلہ اور واسطہء عظیمہ کے صدقہ ہی سے ملے ہیں اور ان اسرارِ الٰہیہ کا حصول بھی وُسعتِ دامان کی حد تک ہے کیونکہ جناب مولائے کائنات تو رموز و اسرارِ قُرآنیہ کا وہ بحرِ بیکراں ہیں جس کا کنارا نہ کسی نے پہلوں میں سے دیکھا اور نہ ہی پچھلوں سے دیکھ سکے گا۔

جنابِ حیدرِ کرّار کے علم و عرفان کا احاطہ کس طرح ممکن ہے جب کہ آپ بابِ مدینۃ العلم بھی ہیں اور قُرآنِ ناطق بھی، بسم اللہ کی با کا نقطہ بھی ہیں اور مَعَ القُرآن بھی،

گواھی علمائے راسخین کی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ اور بہت بڑے ولی اللہ حضرت جناب خواجہ محمد زاہد پارسا بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ المشائخ حضرت خواجہ

بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشینِ اول ہیں اپنی تالیف مبارکہ فصل الخطاب میں اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ،

شرح تعرّف میں لکھا ہے کہ بے شک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام تر عارفوں کے سرتاج ہیں اور اس پر تمام اُمّتِ محمدؐ یہ علیٰ صاحبھا الصّلوٰۃ والسلام کو اتفاق ہے اور جو کلام آپ نے فرمایا وہ نہ تو آپ سے پہلے کسی نے کیا اور نہ ہی کسی نے بعد میں کیا اور وہ یہ ہے کہ آپ نے برسرِ منبر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ،

جو چاہو مجھ سے پُوچھ لو میرے پہلو میں علم سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہے اور یہ میرے منہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا لُعابِ دہن مبارک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح چُن چُن کر ودیعت فرمایا ہے جس طرح پرندہ اپنے بچے کو چُن چُن کر خوراک کھلاتا ہے۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم مجھے کہو تو میں توراۃ و انجیل والوں کو توراۃ و انجیل سے احکام سُنا سکتا ہوں۔

وفی شرح التعرف ان علیا رضی اللّٰہ عنہ راس کل العرفاء باتفاق الامۃ ولہ کلام ما قال احد قبلہ ولا بعدہ وصعد علی المنبر وقال سئلونی فان ما بین جنبی علما جما ھذا لعاب رسول

صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم فی فمی ھذا ما رزقنی
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم زقاً زقا
فوالذی نفسی بیدہ الوزن فی التوراۃ والانجیل
فاخبرت بما فیھا فصد قا نی علیٰ ذالک.

﴿فصل الخطاب از محمد خوا جه پار سا ئی البخاری اسبق خلفاء خوا جه محمد البخاری شاہ نقبند قدس اللّٰہ سرہ هما مع ینا بیع المودۃ جلد اول ص ۳۷۳﴾

متذکرہ بالا روایت کا مضمون دیگر بے شمار ثقہ کتابوں میں بھی موجود ہے جو انشاءاللہ العزیز کسی دوسرے مقام پر پیش کیا جائے گا یہاں تو صرف یہ بتانا تھا کہ اولیائے کبار اور صوفیائے عظام کے نزدیک یہ امر طے شدہ ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام اہلِ عرفان کے سرتاج ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ قرآن مجید کے اسرار و رموز اور لطائفِ باطنیہ کو جاننے والے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدّنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہ صرف اُمت کے بلکہ پہلی اُمتّوں کے تمام اولیاء اللہ تمام اہلِ عرفان اور صاحبانِ ولایت کے بھی سرتاج اور رئیس ہیں اور سب ہی سے زیادہ اسرارِ باطنیہ کو جانتے ہیں اس ضمن میں ہم حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ نقشبندی سلسلہ کے بہت بڑے بزرگ اور سلسلہ مجدّدیہ کے بانی ہیں کے اس قول کا پھر اعادہ کریں گے جسے تفسیر مظہری میں قاضی ثناءاللہ پانی پتی نے بھی زیرِ آیت

واخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر۔

﴿آل عمران آیت ۹۱﴾

نقل فرمایا ہے مجدّد صاحب فرماتے ہیں کہ،

میں کہتا ہوں گذشتہ اقوام سے زیادہ اِس اُمّت کے مُبلّغین و مرشدین کی ہدایت میں اثر ہے کہ لوگوں کو کھینچ کر اللہ کی طرف لے جاتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قطب الارشاد اور شاہ ولایت ہیں گذشتہ اُمتوں سے کوئی بھی آپ کی رُوحانی وساطت کے بغیر درجۂ ولایت کو نہیں پہنچ سکا۔

یہ قول نقل کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث اس قول کی تقویت کے لئے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ قرآن اور اہل بیت کو تھامے رہو اور میں تمہیں اہل بیت کے معاملہ میں خدا سے ڈراتا ہوں اور یہ کہ اللہ کی کتاب اور میری اہل بیت وعترت اکٹھے رہیں گے اور حوضِ کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے اب دیکھنا یہ ہے کہ تم ان دونوں کے معاملہ میں میری نیابت کا حق اس طرح ادا کرتے ہو۔﴿الحدیث﴾

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلبیت کو

پکڑے رہنے کا مشورہ اس لئے دیا ہے کہ اہل بیت ہی ولایت کے سلسلہ میں راہنمائی کے قُطب ہیں اگلوں اور پچھلوں میں سے کوئی بھی ان کے وسیلہ کے بغیر درجۂ ولایت کو نہیں پہنچ سکتا اور ان میں پہلا نمبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے پھر آپ کے صاحبزادگان ہیں اور یہ سلسلہ حضرت اِمام حسن عسکری تک آتا ہے اور آخری نمبر غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی کا ہے۔

﴿تفسیر مظہری جلد دوم ص ۳۱۶﴾

اِنشاء اللہ العزیز ہم اس سلسلہ میں صُوفیائے کبار کے مزید بے شمار اقوال اس کتاب کی دوسری جلد میں پیش کریں گے لہٰذا آپ ایسی روایت ملاحظہ کریں جس میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم ایک صحابی رسول کو بتاتے ہیں کہ کتاب اللہ سے ہر چیز وہی شخص اُخذ کر سکتا ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فہم بھی عطا فرمایا ہو۔

فہم اور صحیفہ کیا ہے ؟

حضرت جُحَیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو؟

تو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ! کہ قسم ہے اُس

ذات کی جو دانے کو پھاڑ کر شگوفے پیدا فرماتی ہے ہمارے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں جو قرآن میں موجود نہ ہو مگر وہ جس شخص کو کتاب اللہ کا فہم عطا فرمایا گیا ہو اور وہ جو کچھ صحیفے میں موجود ہے۔

عن حجیفة قال سئلت علیا کم شی لیس فی القرآن؟ فقال والذی فلق الحبة و براء النسمة ما عندنا الا فی القرآن ای فہما یعطی الرجل فی کتابہ وما فی الصحیفة قلت! وما صحفیة؟ قال العقل و فکاک الاسیر ﴿مشکوٰۃ مسلم﴾

﴿اشعة اللمعات ج۳ ص ۲۲۹﴾

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ صحیفہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ عقل،

لفظِ فہم کی تشریح کرتے ہوئے اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دوسری چیز کو جو اس نامہ میں ہے وہ صحیفہ تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شمشیر کے غلاف پر تحریر تھا اور جس میں بعض ایسے احکام تحریر تھے جو قرآن مجید میں موجود نہیں۔

دیگرے چیزے کہ دریں نامہ است وی گویند کہ صحیفہ بود در غلاف شمشیر وبسے رضی اللہ عنہ کہ در وے بعضے احکام بود کہ نہ در قرآن نوشتہ بود۔

﴿اشعة اللمات ج۳ ص ۲۲۹﴾

فہم یعنی خدا تعالیٰ نے جس شخص کو یہ فہم عطا فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے معانی سے استنباط کرے اور اس کے پوشیدہ علوم اور اسرارِ باطنیہ اشارات کا ادراک کر سکے وہ اشارات واستعارات جو علمائے راسخین پر ظاہر رہتے ہیں اور جن کا انکشاف اہل عرفان اور اربابِ یقین پر ہوتا ہے۔

فہمے کے دادہ شود مردے را در کتابِ خدا کہ استنباط کند

بداں معنی وادراک کند اشارات وعلومِ پنہانی واسرارِ

باطنیہ را کہ ظاہری گردد مر علماء راسخین را و منکشف گردد

مر عارفانِ اربابِ یقین را۔

﴿اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ ج۳ ص ۲۲۹﴾

صحیفہ کی شرح میں شیخ محقق فرماتے ہیں۔

دوسری چیز کو جو اس نامہ میں ہے وہ صحیفہ تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شمشیر کے غلاف پر تحریر تھا اور اس میں جس ایسے احکام تحریر تھے جو قرآن مجید میں موجود نہیں۔

فہم کس شخص کے پاس ہے

مذکورہ بالا روایت میں جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قرآن مجید کے اسرار وعلوم باطنیہ کا ادراک رکھنے کا نام فہم تجویز فرما کر بلا تخصیص یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی فہم رکھتا ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو قرآنِ مجید کے پوشیدہ اسرار و رموز اور عُلومِ باطنیہ کو جاننے والا ہے جبکہ یہ بات آپ چودھویں صدی کے کسی عالمِ دین کو نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتا رہے ہیں۔

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عُلمائے راسخین اور اہلِ عرفان لوگوں پر ان اسرارِ باطنیہ کے انکشاف کا انکشاف فرمانے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی وہ شخص ہیں جو قُرآنِ مجید کے ظاہری و باطنی تمام عُلوم کو اُمتِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں سب سے بہتر جاننے والے تھے اور یہ ہمارا اپنا گمان ہی نہیں کہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود ہی وہ رجلِ عظیم تھے جس کی نشان دہی آپ نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمائی تھی، بلکہ شاہ عبد الحقّ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے ماتحت واضح طور پر اِس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے آپ پُوری حدیث کا ترجمہ بیان کرنے کے ساتھ اِس حقیقت کا یوں اظہار فرماتے ہیں کہ۔

"جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پُوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآنِ مجید میں موجود نہ ہو یعنی احکام میں سے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ قرآن کُل الکل اور تمام تر علُوم کا قوۃ و اجمال کے ساتھ جامع ہے۔

مگر اس سے ہر چیز وہی حاصل کرسکتا ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے

فہم عطا فرمایا ہو۔ اور جس کو فہم عطا کر دیا گیا اُس کا قرآنِ مجید سے کوئی بھی چیز حاصل کر لینا بعید نہیں اور فہم میں بھی بعض کو بعض پر فوقیت ہے اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا "فہم" رکھنے والے شخص کی صراحتاً تخصیص نہ فرمانا محض تواضع اور ادب کی وجہ سے تھا یعنی حضرت علی علیہ السلام کا خصوصیت سے اس مقام پر بجائے اپنا نام لینے کے بلا تخصیص "جو شخص" فرمانا انکساری اور تواضع کے طور پر تھا حالانکہ آپ ہی وہ شخصیت تھے جو قرآن کا فہم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔

اور اِس واقعہ میں تخصیص علی الاطلاق نہیں بلکہ دَرجات و مراتب ہیں اور بعض کو بعض پر فوقیت ہے اور اِس میں شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو کچھ قُرآن سے اَخذ کر کے دیا وہ کثیر صحابہ کبار بھی نہیں دے سکے اور یہ اضافی امر ہے۔

پس ہر گاہ پُرسیدہ شُد علی رضی اللہ عنہ کہ نزد شُما چیزے ہست کہ نہ از قرآن است یعنی از احکام جواب داد کہ قرآن کل الکل است وجامع جمیع علوم است بالقوۃ والاجمال بیرون نمی آید از وے ہر چیزے ولیکن اگر عطا کردہ شود کسے را فہم آں بیرون آوردن معانی ازاں دُور نباشد و فہم مخصوص است بہ بعضے از بعضے وذالک

فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء وتصریح نہ کردے وے رضی
اللہ عنہ باختصاص آں بخود جہت تواضع وتادب و در
واقع مخصوص نیست علی الاطلاق بلکہ آں را مراقب و
درجات است بعضے فوق بعضے وشک نیست کہ وے
رضی اللہ عنہ دادہ شدہ است قسطے ادنی ازاں کہ دادہ
نشد کثیرے از صحابہ راوایں امرے اضافی است۔

﴿اشعۃ اللمعات جلد۳ صفحہ ۲۳۰﴾

من اندازِ قدت رامی شناسم

زیرِ نظر حدیثِ مُبارکہ میں اگرچہ قرآنی علوم کے اسرارِ باطنیہ اور پوشیدہ معانی کو جاننے والے شخص کا تعارف حضرت علیؑ نے اپنی ذات کی صورت میں نہیں کرایا اور تواضع کے طور پر بالصراحت اپنا نام لینے سے گریز فرمایا، مگر اہل علم کے سامنے آپ کے دیگر بے شمار ایسے ارشادات بھی موجود ہیں جن میں آپ نے بالوضاحت فرما رکھا ہے کہ قرآنِ مجید کی پوشیدہ حکمتیں اور رموز واسرارِ باطنیہ کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم سے زیادہ جاننے والا کوئی بھی نہیں۔

آپ کے اِن ارشادات کے علاوہ مُقتدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعدّد ایسے اقوال کتب احادیث میں بھرے پڑے ہیں جن میں جناب سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسرار ومعارفِ قرآنیہ کا سب

سے زیادہ عالم ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مرفوعہ بھی اس ضمن میں کثرت سے موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے حدیث کی عبارت میں آپ کا نام موجود نہ ہونے کے باوصف صراحتاً لکھ دیا کہ اگرچہ جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تواضع کے طور پر اپنے نام کی تخصیص نہیں فرمائی لیکن حقیقت یہی ہے کہ آپ خود ہی اس مقام پر فائز تھے اور دیگر تمام صحابہ سے علومِ قرآنیہ کو زیادہ جاننے والے تھے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

اس روایت میں حضرت جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن مجید کے علوم کے متعلق آگاہی حاصل کرنے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا انتخاب کرنا بذاتِ خود اس امر کی واضح دلیل اور صریح برہان ہے کہ اُن کے نزدیک آپ سے زیادہ قرآنِ مجید کو جاننے والا کوئی دُوسرا تھا ہی نہیں جس سے اُن کو آپ سے بہتر جواب ملنے کی توقع ہوتی۔

اس سے بھی بڑھ کر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قرآن مجید کے متعلق یہ واضح ترین انکشاف فرمانا ہے کہ قرآن مجید تمام تر علوم کا جامع اور کل الکل ہے اور اس کے علوم و اسرار مخفیہ کا اظہار اُس شخص پر ہوتا ہے جسے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فہم عطا کیا ہو۔

انکشاف حقیقت

مولائے کائنات علیہ السلام کا یہ فرمانِ عالیشان واضح طور پر اس حقیقت کا غمّاز ہے کہ آپ اُن تمام تر اُمور کو کما حقہ' جانتے تھے جن کا آپ نے انکشاف کیا کیونکہ یہ سب کچھ وہی بتا سکتا ہے جو اس کا ادراک رکھتا ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے یہ بھی فرمادیا قُرآن مجید کے علاوہ جو چیز ہے وہ ہمارے صحیفہ میں موجود ہے گویا اب قطعی طور پر فیصلہ ہو گیا کہ جناب حیدر کرّار علیہ السلام اُن تمام تر حقائق ودقائق اور لطائف ومعارف کو بھی جانتے ہیں جو کچھ قرآن مجید جیسی جمیع علوم کی جامع کتاب میں بھی موجود نہیں حالانکہ قرآن مجید اپنے دامن کی وسعت کا اظہار خود اس طرح فرماتا ہے کہ،

اور تمہارے ربّ سے ذرّہ بھر کوئی چیز غائب
نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی
اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب
میں نہ ہو۔

وَمَا یعذب عن ربک من مثقال ذرة فی الا رض
ولا فی السمآء ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا
فی کتاب مبین .

﴿سورہ یونس آیت ٦١﴾

صحیفہ کہاں سے آیا؟

وہ احکامات وارشادات اور حقائق و معارف جو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صحیفۂ مبارکہ میں تھے وہ یقیناً یقیناً تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی غیر متلو کی صورت میں ودیعت فرمائے گئے تھے اور یا پھر اُس نوّے ہزار کلام کا حصّہ تھے جو شبِ اسریٰ میں لامکان کی خلوتوں میں بلا واسطہ عطا ہوا۔

علاوہ ازیں حضور سیدالمُرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ اور مدینۃ العلم ہیں پھر آپ کے علوم کا حصر واحاطہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔

ہاں! اگر ان لامتناہی اور نامحدود عُلومِ مصطفٰے سے سب سے زیادہ اگر کوئی مستفیض و مُستفید ہوسکتا ہے تو وہ اس علم کے شہر کا دروازہ ہی ہوسکتا ہے اور سوائے جنابِ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دوسرا کوئی شخص بھی نہ بابِ دارالحکمت کے لقب سے ملقب ہے اور نہ ہی باب مدینۃ العلم ہوسکتا ہے۔

بعض لوگوں کو یہ خیال بھی اکثر پریشان رکھتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو جبریل علیہ السلام سے ہی سُن کر سب کچھ بیان کرتے تھے اور آپ مسجدِ اقصیٰ کا محلّ وقوع بتانے کے لئے جبریل کا انتظار کرتے رہے تا آنکہ جبریل علیہ السلام نے مسجدِ اقصیٰ کو آپ کے سامنے کردیا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جس نُورِ اقدس کے وسیلہ جلیلہ سے ظہور کن فکان

ہوا ہے وہ جبریل امین کی اطلاعات کے کہاں تک محتاج تھے جبکہ جبریل امین علیہ السلام اُن پیغمات پر بھی مطلع نہیں ہیں جو وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام بارگاہِ خداوندی سے لایا کرتے تھے اور اپنے اس عجز کا اعتراف بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خود کرتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جسے سرتاج العارفین امام اسماعیل حقیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر قرآن تفسیر روح البیان میں حروفِ مقطعات کے ذیل میں الف لام میم اور کھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں

اور تمام حروفِ مقطعات اُن مواضع اور اسرارِ غیبیہ میں سے ہیں جن کا علم سوائے محبوب اور محبّ کے کسی دوسرے کو نہ ہو سکے کیونکہ یہ حروف دو محبت کرنے والوں کے درمیان ایک راز کی حیثیت رکھتے ہیں،

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان حروف کا علم اُس وقت عطا فرمایا جس وقت نہ تو کوئی مقرب فرشتہ وہاں پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی کسی نبی مرسل کی رسائی تھی تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب علیہ التحیۃ والتسلیم سے راز و نیاز کی گفتگو فرمائے اور یہ باتیں اگرچہ جبریل علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوں مگر نہ تو اُن سے جبریل واقف ہو اور نہ ہی

کوئی دوسرا جان سکے اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ،

اس امر کی تائید میں اس روایت سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے جس میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں کھیعص لے کر حاضر ہوئے تو عرض کیا ''کاف'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے کہا ''ھا'' حضور نے فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے پڑھا ''یا'' سرکار نے فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے عرض کی ''عین'' آپ نے فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے کہا ''صاد'' امام الانبیاء نے فرمایا! ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے آپ کے ارشادات کو سن کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو میں بھی نہیں جانتا آپ نے کیسے جان لیا۔

وسائر الحروف المقطعات من قبیل الموضوعات و المغیبات با لحروف بین المحبین لا یطلع علیها غیر هم وقد و ضعها اللّٰه تعالیٰ مع نبیه علیه السلام فی وقت لا یسعه فیه ملک مقرب و لا نبی مر سل لیتکلم بها معه علی لسان جبریل با سرار و حقا ئق لا یطلع علیها

جبر یل ولا غیرہ یدل علی ما ر وی فی الا خبار
ان جبر یل علیہ السلام نزل بقو لہ تعالیٰ
﴿کھیعص﴾ فلما قال "کاف" قال قال النبی
علیہ السلام علمت فقال ھا فقال علمت فقال یا
فقال علمت فقال عین فقال علمت فقال صاد
فقال علمت فقال جبریل کیف علمت ما لم
اعلم.

﴿تفسیر روح البیان للعلا مہ حقی علیہ الرحمۃ جلد پنجم ص ۳۲﴾
﴿جلد اول ص ۳۴﴾

علاوہ ازیں ان اُمور پر سورۃ والنجم کے یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے

فاوحیٰ اِلیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ

یعنی خدا تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

تفسیر خزائن العرفان علیٰ کنز الایمان میں اس آیت کی تفسیر میں روح البیان وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا اور رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔

بقلی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور بیان نہ فرمایا کہ اپنے حبیب کو کیا وحی فرمائی اور محبّ و محبوب کے درمیان ایسے راز

ہوتے ہیں جن کو اُن کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿روح البیان﴾

علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے۔

ایک تو علم شرائع واحکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے۔

دوسرے معارف الٰہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔

تیسرے حقائق ونتائج علومِ ذوقیہ جو صرف اخصّ الخواص کو عطا کئے جاتے ہیں۔

اور ایک قسم وہ اسرار ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہیں کوئی ان کا تحمل نہیں کرسکتا۔ ﴿روح البیان﴾

﴿تفسیر خزائن العرفان علیٰ کنز الایمان ص ۷۶۲﴾

﴿للعلامہ نعیم الدین مراد آبادی﴾

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم لامتناہی کے بارے میں اگر صرف قرآن مجید کی آیات کو ہی استدلال کے طور پر پیش کیا جائے تو ان کی تشریحات کا دائرہ ہزروں صفحات سے بھی تجاوز کر جائے گا اس لئے مذکورہ بالا روایتوں پر ہی اِکتفاء کرتے ہوئے ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وہ صحیفہ جو آپ کی تلوار کے غلاف پر مرقوم تھا علم شرائع اور احکام کے متعلق ہی تسلیم کرلیا جائے تو بھی اس امر سے انکار

کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ صحیفہ جو آپ کے سینے میں محفوظ تھا انہیں اسرارِ باطنیہ اور علومِ غیبیہ پر مشتمل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاوحیٰ الیٰ عبدہ مآ اوحیٰ کی صورت میں تفویض ہوئے۔

علوم واسرار کا خزینہ

اور وہ تمام علوم و اسرار اور حقائق و معارف جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خواص اور اخص الخاص لوگوں کو تفویض ہوئے اُن سب کے منبع اور مخزن حیدر کرار علیہ السلام کا قلبِ معظّم اور سینۂ اطہر تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرما رکھا ہے کہ ہم علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور شہر میں کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا سوائے دروازہ کے اس حدیث پاک کی روشنی میں ایک تو اس بات کا اظہار ہوا کہ مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ قُرب و اِتصّال جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کو ہے کیونکہ آپ بابِ مدینۃ العلم ہیں اور دوسرے یہ اَمر واضح ہو جاتا ہے کہ جس کسی کو بھی علم وعرفان حاصل ہوا یا ہوگا اُس کا وسیلہ صرف اور صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ اقدس ہے۔

سب سے زیادہ علم کیسے

اب تک کے پیش کردہ دلائل کے علاوہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سب سے بڑا عالم ہونا اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس میں

ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ بھی سُنتے تھے آپ کو یاد رہتا تھا جبکہ یہ شرط کسی بھی دوسرے شخص کے لئے ثابت نہیں۔

حدیث کی معتبر کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دورانِ خُطبہ صحابہ کرام کو قیامت تک کے تمام حالات بتادیئے مگر جو یاد رکھ سکا وہ رکھ سکا اور جو بھُول گیا سو بھُول گیا۔

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اگر مذکورہ بالا روایت جس کی تفصیل ہم ابھی پیش کریں گے کا تجزیہ کریں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ باطنی تعلیم کے علاوہ ظاہر طور پر بھی علوم کے جن خزانوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاصل کیا وہ کوئی دوسرا نہ کر سکا یہی وجہ ہے کہ علی علیہ السلام قرآن مجید کے تمام ظاہری باطنی مطالب و معانی کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور اسی وجہ سے آپ کو محافظ قرآن اور قرآنِ ناطق کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بھی سُنا اُسے کبھی نہ بھولے۔

کیسے بھول سکتے تھے؟

سلسلۂ سُہروردیہ کے بانی شیخ الاشائخ سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے رُوحانی تلامذہ یعنی علمائے راسخین اور صُوفیہ کرام کے قلوب کی کیفیت اور ان میں جمع ہونے والے علوم کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ،

بعض قلوب تالابوں اور جھیلوں کی مانند ہیں جن میں بارش کا پانی جمع رہتا ہے۔

ان صوفیاءِ کرام اور مشائخ عظام کے فیضان سے علماءِ زہاد کے دلوں کو پاکیزگی اور تزکیہ کی دولت نصیب ہونے کے ساتھ ساتھ جھیلوں اور تالابوں کی طرح اُن کے کنارے مزید مضبوط کر دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ یہ پاکیزہ قلوب انوارِ علوم کی بارش کے پانی کو اچھی طرح جمع کرنے کے قابل ہو گئے۔

وما من القلوب ما هو بمشابة الا خاذات اى الغدران جمع اخازة وهو المصنع و الغدير الذى يجتمع فيه الماء فنفوس العلماء و الزاهدين من الصوفيه والشيوخ تزكت و قلوبهم صنعت فاختصصت بمزيد الفائدة فصار و ا أخاذات .

﴿عوارف المعارف ص ۴۴﴾

حضرت مسروق نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی صحبتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے ان کی خدمت میں رہا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ اُن کے مصفا قلوب اُن علوم کے محافظ اور نگہبان تھے جو اُن کو تزکیہ کے باعث نصیب ہوئے اور ان کے علاوہ وہ دل ایسے ظروف تھے جن میں علم محفوظ کر دیا گیا ہو۔

قال مسروق صحبت اصحاب رسول صلی اللّٰہ

عـلیه و آلہ وسلم فو جتھم کا خاذات لان قلو بھم
کـا نـت واعیة فـضا ت او عیة للعلو م بما رزقت
من صغاء المفھوم.

﴿عورف المعارف مطبوعه ص ۴۴﴾

قولِ مسروق بیان کرنے کے بعد بانیٔ سلسلہ سہروردیہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو تقویت دینے کے لئے مزید خاص کرتے ہوئے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ،

جب یہ آیت کریمہ ﴿وتـعیھا اذن واعیة ﴾ یعنی یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کر کے ارشاد فرمایا! کہ یا علی ہم نے تیرے لئے اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ یا اللہ علی جو کچھ سن لے اُسے ہمیشہ یاد رکھے۔

جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے جو کچھ بھی سُنا اسے کبھی نہیں بھولا اور جو میرے لئے کہا گیا اسے ہمیشہ یاد رکھا۔

اخبـر نـا الشیـخ الا مـام رضـی الـدیـن ابو الخیر
احـمـد بن اسما عیل القز وینی اجا زۃ قال انباء نا
ابـو سـعیـد محمد الخلیلی وقال انباء نا القا ضی
ابـو سـعیـد مـحـمـد الفر خزا دی قال ابناء نا ابو

اسحق بن محمد الثعا بی انباء نا فتحو یة قال

حدثنا ابن حبان قال حد ثنا ابن اسحق بن محمد

قال حد ثنا ابی قال حد ثنا ابرا هیم بن عیسیٰ قال

حدثنا علی بن علی قال حد ثنا ابو حمزة الثما لی

قال حد ثنا عبد اللّٰه بن حسن قال حین نزلت هذه

الآیة اور تعیها اذن و اعیة قال رسول اللّٰه صلی

اللّٰه علیه و آله وسلم لعلی سالت اللّٰه سبحا نه و

تعالیٰ ان یجعلهااذ نک یا علی قال علی فما

نسیت شیا بعد وما کان لی ان انسی .

﴿بقیه حاشیه از ص ۷۰۳﴾

اس حدیث پاک کی تشریح کے لئے موصوف مزید لکھتے ہیں۔

ابوبکر واسطی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لاکریم اللہ تبارک وتعالیٰ کے اُن اسرار کی محافظت فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ودیعت کئے گئے تھے۔

قال ابو بکر الواسطی اذان و عیت عن اللّٰه تعالیٰ اسراره .

﴿عوارف المعارف مطبوعه ص ۴۵﴾

ایک سوال

اس مقام پر یہ ایک سوال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ اگر تمام صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ بھولنے کی دُعا فرمائی تھی تو دیگر صحابہ کرام کے اقوال اور تفسیر پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

اس سوال کا سیدھا سا جواب ایک تو یہ ہے کہ جہاں تک قُرآن مجید کے باطنی رموز واسرار کشف وحقائق دقائق ومعانی اور مطالب ومعارف کا تعلق ہے تو یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب امور کا مرکز ومحور اور منبع ومخزن کسی کو بنایا ہے تو وہ صرف اور صرف جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ مقدسہ ہے اور اس میں کوئی اُن کا شریک وسہیم نہیں۔

اور جس کسی نے بھی علوم روحانیت اور اسرار باطنیہ کا بقدرِ ظرف حصّہ حاصل کیا تو وہ اس ذاتِ ستودہ صفات کا عطا کردہ ہے لہٰذا اِس مُسلّمہ حقیقت کا انکار کر دینا صاف طور پر قُرآن مجید کی آیات مقدسہ احادیثِ رسول خیر الانام اور اقوالِ صحابہ کا انکار کر دینے کے مترادف ہے۔

البتہ قرآنِ مجید کی اُس تفسیر میں جناب حیدر کرار علیہ السلام کے دیگر بھی چند ساتھی صحابہ کرام کی کثیر جماعت میں موجود تھے جن کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر طور پر قرآن مجید کے احکام وشرائع کے متعلق جو ارشادات فرمائے انہوں نے اُن کو بگوش ہوش سنا بھی اور پوری دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ دوسروں تک پہنچایا بھی۔

مگر ایک لاکھ سے بھی زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے یہ شرف بھی گنتی کے چند خُوش نصیب حضرات کو ہی حاصل ہوا تھا اور ان میں بھی قرآن مجید کے علوم ظواہر کو سب سے زیادہ جاننے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ہیں۔

کیونکہ محدثین و مفسرین کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام میں سے جن حضرات نے تفسیرِ قرآن کی وہ یہ ہیں۔

﴿۱﴾ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۲﴾ سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۳﴾ سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۴﴾ سیدنا حضرت حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم

﴿۵﴾ سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۶﴾ سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۷﴾ سیدنا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۸﴾ سیدنا حضرت زید بن ثاقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۹﴾ سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۱۰﴾ سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اشتھر با لتفسیر من الصحا بة اعشرة لخلفاء الا ربعة و ابن سمعود و ابن عباس وا بی بن کعب و

زید بن ثابت وابو موسیٰ الاشعریٰ و عبد اللہ بن زبیر اما الخلفاء فاکثر من روی عن منھم علی ابن ابی طالب.

﴿الاتقان ج۲ ص ۱۸۶﴾

اِن دس حضرات میں سے اول الذکر تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کی تفسیر قرآن برائے نام ہے بالخصوص سیدنا صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی تفسیرِ قرآن انتہائی قلیل ہے اور اس کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ اُن لوگوں کی وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے ہوگئی تھی اس لئے تفسیرِ قرآن کے متعلق کثرت سے روائتیں حضرت علی علیہ السلام سے ہی ملتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مزید یہ لکھا ہے کہ ایک تو ان کے ہاں احادیث کی روائتوں کی بھی قلت ہے اور دوسرے اُن کی تفسیر میں چند آثار کے سوا کچھ بھی محفوظ نہیں کیا گیا اور وہ دس سے زیادہ نہیں ہیں۔

وروایۃ عن الثلاثۃ نذرۃ جدا کان السبب فی ذالک تقدم و فاتھم کما ان ذالک ھو السبب فی قلۃ روایۃ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ للحدیث ولا احفظ عن ابی بکر رضی اللہ عنہٗ فی تفسیر الا آثار قلیلۃ جدا لا تکاد تجاوز

العشرة.

﴿الاتقان فی علوم القرآن جلد دوم ص ۱۸۷ للسیوطی﴾

پانچواں نمبر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جن کے بارے میں ہم گذشتہ اوراق میں وضاحت کر چکے ہیں کہ وہ تفسیر قرآن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی سب سے بڑا عالم تسلیم کرتے تھے

چھٹا نمبر مفسرین صحابہ میں باقاعدہ طور پر تفسیر کرنے والے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ عبداللہ ابن عباس کو تفسیر قرآن اور فقاہتِ دین کا علم عطا فرما چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کے صدقہ میں ملنے والے علوم کی روشنی میں جب انہوں نے علومِ علی کا مُشاہدہ کیا تو یوں اعترافِ عجز کرنا پڑا کہ میرا علم حضرت علی کے علُوم کے سمندر کے ایک قطرہ کی مانند ہے۔

علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مبارک کے شرفِ قبولیت حاصل کرنے کے صلہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی الہ تعالیٰ عنہما کو جو کچھ بھی ملا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ جلیلہ سے حاصل ہوا کیونکہ آپ مولائے کائنات علیہ السلام کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔

دیگر چاروں حضرات جناب ابی ابن کعب جناب زید بن حارث جناب ابو موسیٰ اشعری اور جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تفسیر قرآن کے بارے میں جناب مرتضیٰ مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نہ صرف یہ کہ خوشہ چین ہیں بلکہ آپ کے حلقۂ ارادت مندان میں سے بھی ہیں تفسیرِ قرآن کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق جوان حضرات کے ریمارکس ہیں وہ کسی دوسرے مقام پر پیش کیے جائیں گے۔

یہاں آپ اُس حدیث کے متعلق متعدد حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جو ہم نے اپنے آقائے نعمت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نہ بھولنے کے متعلق شیخ شہاب الدین سہروردی کی تالیف مبارکہ عوارف المعارف کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

مزید حوالے

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ وتعیھا اذن واعیة یعنی یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے ربّ سے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے سوال کیا کہ یا اللہ علی کو نہ بھولنے والی یادداشت عطا فرمانا۔

حضرت مکحول کہتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے بعد میں نے جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کیا مجھے ہمیشہ یاد رہا۔

عن مکحول رضی اللّٰہ عنۂ نزلت وتعیھآ اُذن واعیة .

﴿سورۃ الحاقة آیت ۱۲﴾

قال رسول اللّٰہ صلیٰ اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم سالت ربی ان یجعلها اذن علی قال مکحول فکان علی یقول ما سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم شیا فنسیة.

﴿در منثور ج۶ ص ۲۶۰﴾ ﴿ کشاف ج۴ ص ۱۵۱﴾

﴿ینابیع المودة ج۱ ص ۱۲۱﴾

حضرت مکحول ہی سے معمولی تغیّر لفظی سے دوسری روایت اس طرح ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ جب وتعیھا اذن واعیہ ،آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ یا علی میں نے تیرے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ تیری یادداشت کو ایسا کر دے کہ تو جو سنے پھر کبھی نہ بھولے۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے بعد میں نے جو بھی سنا وہ مجھے حفظ ہو گیا اور

ہمیشہ یادرہا اور پھر کبھی نہ بھولا۔

عن ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ فی قولہٖ وتعیھا
اذن واعیۃ قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم سالت اللّٰہ ان یجعلھا اذنک یا علی
ففعل فکان علی رضی اللّٰہ عنہ یقول ما سمعت
من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کلا ما
الا وعیتہ وحفظۃ ولم انسۃ

﴿نور الابصار ص ۹۰﴾ ﴿حلبیہ الاولیاء ج ۱ ص ۶۷﴾
﴿تفسیر ابن جریر ص۲۸۔۲۲۳﴾ ﴿ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۱۲۱﴾

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے علاوہ یہ روایت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے قدرے مختلف مضمون کے ساتھ اس طرح مروی ہے

علی کو دُور نہ رکھنا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھے اپنے قریب رکھوں اور دُور نہ جانے دوں اور تجھے ایسی تعلیم دوں جسے تو ہمیشہ یادرکھے اور ایسا یادرکھے جو یادرکھنے کا حق ہے تو یہ آیت کریمہ وتعیھا اذن واعیۃ نازل ہوئی۔

عن بریدۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ
وسلم لعلی ان اللّٰہ امرنی ان اذنیک ولا

اقصیک وان اعلمک وان تعی وحق لک ان تعی.

﴿در منثور ج۲ ص﴾ ﴿ینا بیع المودۃ ج۱ ص ۱۲۱﴾

اس روایت کو مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود بھی روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا یا علی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اپنے قریب رکھوں اور تجھے علم سکھاؤں جسے تو کبھی نہ بھولے۔

حدثنا محمد ابن عبد اللّٰہ عن عمر عن ابی علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یاعلی ان امر اللّٰہ امر نی ان اذنیک و اعلمک نتعی وا نزلت ھذا لایۃ وتعیھا اذن واعیۃ اذن واعیۃ لعلمی

﴿حلیۃ الا ولیاء جلد ۱ ص ۶۷﴾ ﴿ دیر منثور ج۲ ص ۲۶۰﴾

﴿ینا بیع المودۃ ج۱ ص ۱۲۱﴾

متذکرہ بالا روایت دیگر متعدّد طرائق سے بھی کتبِ تفاسیر و احادیث میں موجود ہے تاہم قارئین کے سامنے ہم جن روشن اور درخشندہ حقیقتوں کو لانا چاہتے تھے انہیں پوری دیانتداری سے لایا جاچکا ہے۔

زُعمائے اہلِ سنت کی معتبر کتب کے جو حوالہ جات ہم نے اس ضمن میں پیش کئے ہیں انہیں کسی بھی صورت میں نہ تو مسترد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی

بے جا تاویلوں سے حقائق کو مسخ کیا جا سکتا ہے۔

اللہ کے حکم سے سکھایا

قارئین خود بھی اندازہ لگا سکتے ہیں اُن علوم واسرار کی کیفیت کیا ہوگی جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سکھایا جبکہ اُن علوم کو سینۂ حیدر کرار علیہ السلام میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی اصلی صورت میں محفوظ رکھنے کے لئے خالقِ کائنات جل مجدہٗ الکریم نے بذریعہ وحی تحفظ بھی خود ہی دیا ہو۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ مقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمتوں کے کتنے اسرار پوشیدہ ہیں کہ محبوب علی کو اپنے قریب رکھو اور اُسے علم سکھاؤ ہم آپ کے اس سکھائے ہوئے علم کی حفاظت فرمائیں گے۔

اہلِ عرفان حضرات کے لئے اس ایک جملہ میں کتنے اسرار ورموز اور لطائف ومعارف سمو دیئے گئے ہیں اور اس جملہ میں صاف طور پر واضح ہے کہ علی کو قریب رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اس لئے ارشاد فرمایا کہ علم کی ان امانتوں کو زیادہ سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سینۂ اطہر میں منتقل کر دیا جائے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت تک کے لئے آنے والے صاحبِ ولایت اور اہل باطن حضرات کو پہنچانے کے لئے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔

ان حقائق کے پیشِ نظر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارکہ کتنی حسین وضاحتوں کے ساتھ قلوب و اذہان کو منوّر کر دیتا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔

اگر ایک طرف خُداوندِ قدّوس جلّ وعلیٰ قُرآن مجید کے ظاہری الفا: کی حفاظت اپنے ذمّہ لیتے ہیں تو دُوسری طرف قرآن مجید کے اسرارِ باطنہ اور لطائف غیبیہ کی حفاظت بھی قلبِ حیدر کرّار کے ذریعہ سے اپنے ذمّہ لی۔

قرآن مجید کے ظاہری اور باطنی مطالب ومعانی جناب ۔ رار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مبارکہ میں اس طرح محفوظ ہو چکے ۔ اُن میں کسی بھی قسم کا تغیر وتبدل آنے کا احتمال ممکن ہی نہیں رہا۔

جناب علی علیہ السلام نے مخزنِ علوم ومعارف "م کان وما یکون" امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو جو کچھ ماعت فرمایا وہ نقش کا الحجر کی طرح آپ کے دِل پر مُرتسم ہوگیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو "بابِ مدینۃ العلم" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گوشِ حق نیوش نے جو جو کچھ بھی آپ سے سُنا اُس کو نہ بھولنے کی ذِمہ داری خالقِ کائنات نے قبول فرما رکھی ہے۔

ناقابل تردید حقیقت

بہر حال ! یہ ایک مُسلّمہ اور نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ قرآنِ مجید اپنے تمام تر ظاہری اور باطنی مطالب و معانی کے ساتھ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سینہء اقدس میں ہے اور یہ معیّت ازلی اور ابدی ہے اور جناب علی علیہ السلام پورے وقار و دیانت کے ساتھ قرآنِ مجید کے ساتھ ہیں۔

چنانچہ اِس حقیقت کی نشاندہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ جس طرح ہم قرآن کی تنزیل کے لئے جنگیں لڑتے ہیں اِسی طرح علی کو قرآن کی تاویل و تفسیر کے لئے قتال کرنا پڑے گا۔

یہ روایت پورے سیاق و سباق کے ساتھ کسی دُوسرے مقام پر نقل کی جائے گی یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ یہ ناممکنات میں سے ہے کہ کوئی شخص دامنِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے وابستہ ہوئے بغیر قرآن مجید کے رموز و نکات اور اسرار و معارف سمجھنے میں کامیاب ہو جائے اور یہ بھی غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص قُرآن مجید سے پہلوتہی کر کے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے وابستگی کے دعویٰ میں حق بجانب ہو۔

علی اور قرآن کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ فرمانِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور فرمانِ مصطفےٰ کو جھٹلانے والا اور کچھ ہو تو ہو مومن اور

مسلمان ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اتنی جلدی کیسے

حضرت علاّمہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ گھوڑے پر سواری کے وقت ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو آغازِ تلاوتِ قرآن کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو پورا قرآن مجید ختم فرما لیتے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ گھوڑے پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے پہلے پورا قرآن مجید تلاوت فرما لیتے۔

﴿شواھد النّبوت ص ۲۸۰﴾

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بھی اس روایت کو دیگر متعدد ثقہ مؤلفین نے نقل کیا ہے جس کی تفصیل کسی دُوسرے مقام پر پیش کی جائے گی۔

بتانا یہ تھا کہ بظاہر یہ بات ایک اچنبہ معلوم ہوتی ہے اور کوئی سرپھرا اسے ناقابلِ یقین اور غیر حقیقی بھی قرار دے سکتا ہے لیکن اس قسم کے تمام تر عقلی دلائل اور شکوک و شبہات اس وقت دم توڑ دیتے ہیں جب بابِ مدینۃ العلم کی معرفت حاصل ہوجائے اور مقامِ علی علیہ السلام سے شناسائی نصیب ہوجائے مقام علی علیہ السلام کو جان لینے کے بعد اس قسم کے واقعات ہرگز ہرگز حیرت و استعجاب کا باعث نہیں بنیں گے حیرت و پریشانی تو اُن لوگوں

کے لئے ہے جو معرفتِ حیدر کرار علیہ السلام سے قطعی طور پر تہی دامن ہیں جن کی ظواہر پرستی انہیں حقائق و معارف کے گنجِ گراں مایہ کی تلاش و جستجو سے یکسر روک دیتی ہے۔

جن خُوش نصیب حضرات کو مقامِ علی المُرتضیٰ علیہ السلام سے تھوڑی سی شناسائی بھی حاصل ہو جاتی ہے اُن کے لئے ایسی باتیں ہرگز ہرگز نا قابلِ قبول اور تحیر انگیز نہیں بلکہ اس قسم کے واقعات تو ان لوگوں سے بھی ظہور پذیر ہونا شروع ہو جاتے ہیں جن کو حیدر کرّار علیہ السلام کی سچّی غلامی نصیب ہو جاتی ہے۔

چلتا پھرتا قُرآن

شہسوارِ عرصہ ولایت تاجدارِ ھَلْ اتیٰ مُشکل کُشا شیرِ خُدا سیدّ نا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا چند لمحات میں قُرآن مجید کو تلاوت فرما لینا آپ کی کرامت بھی متصوّر کی جا سکتی ہے مگر مولائے کائنات کی حقیقی کرامت اور خصوصی اکرام تو یہ ہے کہ آپ خود قرآن ہیں چلتا پھرتا اور بولنے والا قرآن اور یہ کوئی تصوراتی بات نہیں بلکہ اپنے متعلق یہ اُن کا اپنا ارشاد ہے کہ

"انا القرآن الناطق"

اِعتراف فارُوق اعظم

دوسرے خلیفۂ راشد سیدّنا فارُوق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جناب حیدر کرار مُولائے کائنات سیدّنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لامتناہی علوم کا اظہار جس انداز میں فرماتے ہیں اُس کے متعلق روایات میں اس طرح آتا ہے۔

حضرتؓ سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ میں اپنی بُھول چوک کی مشکلات اور دشواریوں میں صرف ابوالحسن یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرتا ہوں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ تمام صحابہ کرام میں کوئی ایک شخص بھی تو ایسا نہیں جس نے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے یہ اعلان فرمایا ہو کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔

عن سعید بن المسیت رضی اللہ عنهٗ قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنهٗ یتعوذ با للّٰہ معضلة لیس لها ابو الحسن یعنی علیا واخرج عنه قال لم یکن احد من الصحا بة یقول سئلو نی الا علی .

﴿صواعق معرقه ص۱۲۷﴾ ﴿اشرف المؤید نبها نی ص۱۱۹﴾ ﴿الا ستعباب ج۲ ص ۳۹﴾

ایک دفعہ کسی مسئلہ کے بارے میں جناب فاروقِ اعظم نے جب فتویٰ دینا چاہا تو جناب مولائے کائنات سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے فتویٰ سے اختلاف فرماتے ہوئے درست فتویٰ صادر فرمایا۔

چنانچہ فارُوق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے کمال اعتراف عجز کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ آپ کے فتویٰ ہی کو مبنی بر حقیقت تسلیم کیا بلکہ فرمایا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

قُرآن کے ظاہر وباطن کا علم

سرکارِ دو عالم تاجدارِ مدینہ کی مرفُوع حدیث ہے کہ قُرآن مجید سات قرأت میں نازل ہوا ہے تم ان میں سے جس کو چاہو اپنا سکتے ہو ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اس کا ظاہر قرآن کے الفاظ میں اور اس کا باطن ان الفاظ کی تاویل ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ھذا القرآن انزل سبعۃ احرف فاقروا ما تسر منہ ویروی لکل حرف من ظھر و بطن و لکل حد مطلع قبل فی معنا اہ الظھر لفظ القرآن والباطن تاویلہ.

﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۲﴾﴿تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۲﴾

اس حدیث کے پیشِ نظر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

ایک دفعہ کسی مسئلہ کے بارے میں جناب فاروقِ اعظم نے جب
فتویٰ دینا چاہا تو جناب مولائے کائنات سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان
کے فتویٰ سے اختلاف فرماتے ہوئے درست فتویٰ صادر فرمایا۔
چنانچہ فارُوق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کمال اِعتراف عجز کا
مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ آپ کے فتویٰ ہی کو مبنی بر حقیقت تسلیم
کیا بلکہ فرمایا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

قُرآن کے ظاہر و باطن کا علم

سرکارِ دو عالم تاجدارِ مدینہ کی مرفُوع حدیث ہے کہ قُرآن مجید سات
قرأت میں نازل ہوا ہے تم ان میں سے جس کو چاہو اپنا سکتے ہو ہر حرف کا
ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اس کا ظاہر
قرآن کے الفاظ میں اور اس کا باطن ان الفاظ کی تاویل ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وآله وسلم هذا
القرآن انزل سبعة احرف فا قروا ما تسر منه
ویروی لکل حرف من ظهر و بطن ولکل حد
مطلع قبل فی معنا اه الظهر لفظ القرآن والباطن
تاویله .

﴿تفسیر معالم التنزیل ج ا ص ۱۲﴾ ﴿تفسیر خازن ج ا ص ۱۲﴾

اس حدیث کے پیشِ نظر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

فرماتے ہیں کہ یہ قرآن سات قرأت پر نازل ہوا اور ہر قرأت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور حضرت علی ابن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم ان کے ظاہر کو بھی جانتے ہیں اور باطن کو بھی علم رکھتے ہیں۔

عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل فی سبعة احرف الا لہ ظہر و بطن وان علیا بن ابی طالب عندہ علم الظاہر و الباطن

﴿حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۶۹﴾ ﴿الاتقان ج ۲ ص ۱۸۷﴾

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ جلیل القدر اور خوش نصیب صحابی جن کی قرأت کو حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پسند فرماتے تھے۔

اور اکثر طور پر انہیں سے ہی تلاوت قرآن مجید کی سماعت فرماتے تھے۔

اس عظیم خوش نصیبی کے علاوہ اُن کو مفسّرِ قرآن ہونے کا شرف بھی حاصل تھا اور اس عظیم شرف پہ مُستزاد یہ کہ وہ مجتہد بھی تھے اور مجتہد بھی ایسے کہ مقلدّینِ حنفیہ کے مذہب کی اساس انہی کے اجتہاد پر رکھی گئی ہے۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ جناب حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے علم قرآن کی تشریح کن الفاظ میں کی جا سکتی ہے جبکہ عبداللہ ابن مسعود جیسے ذی علم حضرات بھی علوم مرتضوی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہیں۔

جو چاہو پوچھ لو

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جناب حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے علوم و معارف کے لامحدود ہونے پر یونہی مُہرِ تصدیق ثبت نہیں کر دیتے تھے بلکہ اُن کے مشاہدات نے اُن پر اس حقیقت کو واضح کر رکھا تھا۔ انہیں قرآن کے بارے میں جب بھی کوئی مشکل درپیش آتی تو اس کا ازالہ صرف اور صرف آستانۂ حیدر کرار علیہ السلام پر ہی ہوتا تھا اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرما رکھا تھا۔

"خدا کی قسم تم جو چاہو سوال کرو میں تمہیں اس کا جواب دُوں گا بر سرِ منبر خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے اللہ کی کتاب کے متعلّق سوال کرو خُدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ کون کون سی آیت رات کو نازل ہوئی ہے اور کون کون سی آیت دن کے وقت نازل ہوئی ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کون سی آیت پہاڑ پر نازل ہوئی ہے اور کون سی آیت نے میدان میں نزول فرمایا۔

عن علی کرم اللہ وجھہ الکریم قال اللہ ما نزلت آیۃ الا وقد علمت وفیما نزلت و این نزلت

﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۷﴾ ﴿الاتقان ج ۲ ص ۱۸۷﴾

﴿اشرف المؤید ص ۳۹﴾ ﴿تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲﴾

قال ابو الطفیل شهدت علیا یخطب وهو یقول
سئلو نی واللّٰہ لا تسئلو نی عن شی الا اخبر تکم
بہٖ سئلو نی عن کتاب اللّٰہ فوا للّٰہ ما من آیۃ الا و
انا اعلم بلیل نزلت ام بنہر ام فی سھل ام فی
جبل.

﴿الاستیعاب ج۲ ص ۴۳﴾﴿الاصابہ ج۲ ص ۵۰۳﴾
﴿صواعق محرقہ ص۱۲۸﴾﴿اشرف المؤبد ص ۱۱۹﴾﴿الا تقان ج۲ ص
۱۸۷﴾ تاریخ الخلفاء ص۲۱۴﴾

جناب حیدر کرّار علیہ السلام کا یہ اعلانِ عظیم جس نے تمام تر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی دم بخود کر دیا تھا سوائے آپ کے کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔

یہ اعلان وہی کر سکتا تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مامور فرما رکھا تھا کہ علی کو اپنے قریب بھی رکھیں اور تعلیم بھی دیں۔

اعلان وہی کر سکتا تھا جو ہمہ وقت رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم کے ساتھ سائے کی طرح رہتا تھا اور یہ اعلان وہی کر سکتا جو مدینۃ العلم کا دروازہ بھی تھا اور مدینۃ العلم کے دروازے کا پہریدار بھی۔

بفضلہٖ تعالیٰ وبفیضِ پنجتن پاک علیہم السلام

جلد اول تمام ہوئی مضمون جاری ہے جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں

کتابیات

﴿تفاسیر﴾

﴿۱﴾ قرآن مجید فرقانِ حمید	﴿۱۹﴾ تفسیر کشف المحجوبین
﴿۲﴾ قرآن کریم مترجَم	﴿۲۰﴾ تفسیر کشاف
﴿۳﴾ تفسیر ابن عباس	﴿۲۱﴾ تفسیر طبری
﴿۴﴾ تفسیر مجاهد بن مبارک	﴿۲۲﴾ تفسیر ابن کثیر
﴿۵﴾ تفسیر ابن جریر الطبری	﴿۲۳﴾ تفسیر در منثور
﴿۶﴾ تفسیر بحر المحیط	﴿۲۴﴾ تفسیر خازن
﴿۷﴾ تفسیر قرطبی	﴿۲۵﴾ تفسیر سراج منیر
﴿۸﴾ تفسیر کبیر الرازی	﴿۲۶﴾ تفسیر غزالی
﴿۹﴾ تفسیر انوار التنزیل	﴿۲۷﴾ تفسیر جُمل
﴿۱۰﴾ تفسیر روح البیان	﴿۲۸﴾ تفسیر صاوی
﴿۱۱﴾ تفسیر جصاص احکام القرآن	﴿۲۹﴾ تفسیر جلالین
﴿۱۲﴾ تفسیر معالم التنزیل	﴿۳۰﴾ تفسیر بیضاوی
﴿۱۳﴾ تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری	﴿۳۱﴾ تفسیر جامع البیان
﴿۱۴﴾ تفسیر ابو سعود	﴿۳۲﴾ تفسیر مدارک نسفی
﴿۱۵﴾ تفسیر ابن العربی	﴿۳۳﴾ تفسیر فتح القدیر
﴿۱۶﴾ تفسیر عرائس البیان	﴿۳۴﴾ تفسیر فتح البیان
﴿۱۷﴾ تفسیر مهائمی	﴿۳۵﴾ تفسیر حسینی قادری
﴿۱۸﴾ تفسیر کشف الاسرار	﴿۳۶﴾ تفسیر روح المعانی

﴿۳۷﴾ تفسیر مواهب الرحمٰن
﴿۳۸﴾ تفسیرمراح لبید
﴿۳۹﴾ تفسیریعقوب چرخی
﴿۴۰﴾ الاتقان فی اصول القرآن
﴿۴۱﴾ مفردات القرآن
﴿۴۲﴾ تفسیرعزیز البیان
﴿۴۳﴾ تفسیرتوضیح القرآن
﴿۴۴﴾ تفسیرنبوی
﴿۴۵﴾ تفسیرتاج التفاسیر
﴿۴۶﴾ تفسیرمظهری
﴿۴۷﴾ تفسیراحسن التفاسیر
﴿۴۸﴾ تفسیر فتح العزیز
﴿۴۹﴾ تفسیرفتح الرحمٰن
﴿۵۰﴾ تفسیر کمالین
﴿۵۱﴾ تفسیرمنارالایمان
﴿۵۲﴾ تفسیرمیراغی
﴿۵۳﴾ تفسیرات احمدی
﴿۵۴﴾ تفسیر رؤفی
﴿۵۵﴾ تفسیر نور العرفان
﴿۵۶﴾ تفسیر کنزالایمان
﴿۵۷﴾ تفسیرنعیمی
﴿۵۸﴾ تفسیرضیاالقرآن
﴿۵۹﴾ تفسیرحقانی
﴿۶۰﴾ تفسیرالحسنات
﴿۶۱﴾ تفسیر ازهری
﴿۶۲﴾ تفسیر توضیح القرآن
﴿۶۳﴾ تفسیرموضح القرآن
﴿۶۴﴾ تفسیرتنویر الابصار
﴿۶۵﴾ تفسیرجامع التفاسیر
﴿۶۶﴾ تفسیر کشف الرحمٰن
﴿۶۷﴾ تفسیرعمدة التفسیر
﴿۶۸﴾ تفسیرفتح الحمید
﴿۶۹﴾ تفسیرستاری
﴿۷۰﴾ تفسیر معارف القرآن
﴿۷۱﴾ تفسیرمحمدی
﴿۷۲﴾ تفسیراکسیر اعظم
﴿۷۳﴾ تفسیر عثمانی
﴿۷۴﴾ تفسیرثنائی
﴿۷۵﴾ تفسیربیان القرآن
﴿۷۶﴾ تفسیروحیدی
﴿۷۷﴾ تفسیرترجمان القرآن
﴿۷۸﴾ تفسیرجواهر البیان
﴿۷۹﴾ تفسیرتفهیم القرآن
﴿۸۰﴾ حاشیه انشاء الله
﴿۸۱﴾ حاشیه حریری
﴿۸۲﴾ حاشیه فوائد سلفیه
﴿۸۳﴾ حاشیه نزیری
﴿۸۴﴾ حاشیه ماجدی
﴿۸۵﴾ تفسیر عزیز البیان ﴿۸۶﴾ تدبر القرآن
﴿۸۷﴾ تفسیر احتشام الدین

احادیث و سیر ، بحث ومناظره

﴿۸۹﴾مُسند امام اعظم
﴿۹۰﴾موطا امام مالک
﴿۹۱﴾جامع الصغیر شرح مؤطا
﴿۹۲﴾مسویٰ شرح مؤطا
﴿۹۳﴾مصفا شرح مؤطا
﴿۹۴﴾کتاب الامم امام شافعی
﴿۹۵﴾مسند امام احمد بن حنبل
﴿۹۶﴾کتاب الآثار امام محمد
﴿۹۷﴾کتاب الزهد امام احمد
﴿۹۸﴾کتاب الزهد عبداللہ بن مبارک
﴿۹۹﴾کتاب الآثار طحاوی
﴿۱۰۰﴾مصنف ابن ابی شیبه
﴿۱۰۱﴾مصنف عبدالرزاق
﴿۱۰۲﴾الفردوس دیلمی
﴿۱۰۳﴾دارقطنی
﴿۱۰۴﴾دارمی
﴿۱۰۵﴾بخاری
﴿۱۰۶﴾کرمانی شرح بخاری
﴿۱۰۷﴾عینی شرح بخاری
﴿۱۰۸﴾فتح الباری شرح بخاری
﴿۱۰۹﴾قسطلانی شرح بخاری
﴿۱۱۰﴾فیض الباری شرح بخاری
﴿۱۱۱﴾حاشیه بخاری شاه ولی اللّٰه
﴿۱۱۲﴾فیوض الباری شرح بخاری
﴿۱۱۳﴾تفهیم البخاری
﴿۱۱۴﴾حاشیه بخاری احمدعلی سهارنپوری
﴿۱۱۵﴾مسلم
﴿۱۱۶﴾مسلم نووی
﴿۱۱۷﴾شرح مسلم قاضی عیاض
﴿۱۱۸﴾ترمذی
﴿۱۱۹﴾حاشیه ترمذی
﴿۱۲۰﴾تحفة الاحوذی شرح ترمذی
﴿۱۲۱﴾شمائل ترمذی
﴿۱۲۲﴾ابن ماجه
﴿۱۲۳﴾ الحاجه شرح ابن ماجه
﴿۱۲۴﴾ابو داؤد
﴿۱۲۵﴾عون المعبود شرح ابو داؤد
﴿۱۲۶﴾حاشیه ابو داؤد
﴿۱۲۷﴾نسائی
﴿۱۲۸﴾حاشیه نسائی
﴿۱۲۹﴾خصائص نسائی
﴿۱۳۰﴾ مشکوٰة

﴿۱۳۱﴾لمعات شرح مشکوٰۃ
﴿۱۳۲﴾مرقات شرح مشکوٰۃ
﴿۱۳۳﴾اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ
﴿۱۳۴﴾مظاہر حق شرح مشکوٰۃ
﴿۱۳۵﴾حاشیہ مشکوٰۃ
﴿۱۳۶﴾مرأۃ شرح مشکوٰۃ
﴿۱۳۷﴾مرعاۃ شرح مشکوٰۃ
﴿۱۳۸﴾الادب المفرد بخاری
﴿۱۳۹﴾تاریخ کبیر بخاری
﴿۱۴۰﴾تاریخ الصغیر بخاری
﴿۱۴۱﴾المعجم الصغیر طبرانی
﴿۱۴۲﴾جامع الصغیر سیوطی
﴿۱۴۳﴾خصائص کبریٰ سیوطی
﴿۱۴۴﴾حاوی للفتاویٰ سیوطی
﴿۱۴۵﴾تاریخ الخلفاء سیوطی
﴿۱۴۶﴾بلوغ المرام عسقلانی
﴿۱۴۷﴾کتاب الاذکار نووی
﴿۱۴۸﴾مجمع الزوائد ابن حجر مکی
﴿۱۴۹﴾فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر مکی
﴿۱۵۰﴾کتاب الایمان
﴿۱۵۱﴾صواعق محرقہ
﴿۱۵۲﴾المستدرک حاکم
﴿۱۵۳﴾المستدرک حاکم تلخیص ذھبی
﴿۱۵۴﴾کنز الاعمال
﴿۱۵۵﴾تذکرہ قرطبی
﴿۱۵۶﴾احیاء العلوم غزالی
﴿۱۵۷﴾طب روحانی وجسمانی غزالی
﴿۱۵۸﴾کیمیائے سعادت غزالی
﴿۱۵۹﴾کتاب النفس والروح الرازی
﴿۱۶۰﴾رسالہ قشیریہ
﴿۱۶۱﴾کشف المحجوب
﴿۱۶۲﴾الوفا ابن الجوزی
﴿۱۶۳﴾جلاء الافھام ابن قیم
﴿۱۶۴﴾حیات ابن قیم
﴿۱۶۵﴾منہاج السنۃ ابن تیمیہ
﴿۱۶۶﴾کتاب الوسیلہ ابن تیمیہ
﴿۱۶۷﴾صراط مستقیم ابن تیمیہ
﴿۱۶۸﴾حیات ابن تیمیہ
﴿۱۶۹﴾صراط مستقیم اسمٰعیل دھلوی
﴿۱۷۰﴾تقویۃ الایمان
﴿۱۷۱﴾کتاب التوحید
﴿۱۷۲﴾محمد بن عبدالوھاب
﴿۱۷۳﴾فتح المجید شرح کتاب التوحید
﴿۱۷۴﴾ھدایۃ المستفید
﴿۱۷۵﴾ھدایہ اولین و آخرین
﴿۱۷۶﴾کنز الدقائق
﴿۱۷۷﴾کتاب الروح ابن قیم
﴿۱۷۸﴾سیرت نعمان

﴿۱۷۹﴾انسان العیون
﴿۱۸۰﴾سیرت حلبیه
﴿۱۸۱﴾خیرات الحسان
﴿۱۸۲﴾سیرت ابن هشام
﴿۱۸۳﴾روض الانف
﴿۱۸۴﴾طبقات ابن سعد
﴿۱۸۵﴾جامع کرامات اولیانبهانی
﴿۱۸۶﴾تاریخ الامم والملوک
﴿۱۸۷﴾تاریخ واقدی
﴿۱۸۸﴾البدایه والنهایه
﴿۱۸۹﴾تاریخ ابن خلدون
﴿۱۹۰﴾مروج الذهب
﴿۱۹۱﴾حلیة الاولیاء
﴿۱۹۲﴾دلائل النبوة
﴿۱۹۳﴾مدارج النبوة
﴿۱۹۴﴾شواهد النبوة
﴿۱۹۵﴾ معارج النبوة
﴿۱۹۶﴾تاریخ کامل ابن اثیر
﴿۱۹۷﴾اُسد الغابه
﴿۱۹۸﴾الاصابه
﴿۱۹۹﴾الاستیعاب
﴿۲۰۰﴾ریاض النضره
﴿۲۰۱﴾التنبیه والاشراف
﴿۲۰۲﴾نزهة المجالس
﴿۲۰۳﴾بهجة الاسرار
﴿۲۰۴﴾ نور الابصار
﴿۲۰۵﴾اسعاف الراغبین
﴿۲۰۶﴾ینابیع المودة
﴿۲۰۷﴾روضة الشهداء
﴿۲۰۸﴾ کشف الغمه
﴿۲۰۹﴾طیبة الغراء
﴿۲۱۰﴾اشرف المؤبد
﴿۲۱۱﴾قلائد الجواهر
﴿۲۱۲﴾ نزهة الخواطر
﴿۲۱۳﴾ شفا قاضی عیاض
﴿۲۱۴﴾ نسیم الریاض شرح شفاء
﴿۲۱۵﴾لطائف والمنن
﴿۲۱۶﴾ تفریح الخاطر
﴿۲۱۷﴾میزان الکبریٰ
﴿۲۱۸﴾العواصم من القواصم
﴿۲۱۹﴾مختصر تذکره
﴿۲۲۰﴾مکتوبات شاه عبدالحق
﴿۲۲۱﴾مکتوبات مجدد
﴿۲۲۲﴾مکتوبات مظهر جان جانان
﴿۲۲۳﴾ فتوحات مکیه
﴿۲۲۴﴾اخبار الاخیار
﴿۲۲۵﴾ تاریخ اسلام
﴿۲۲۶﴾ ندوة المصنفین

﴿۲۲۷﴾ سیرۃ النبی شبلی
﴿۲۲۸﴾ فتاویٰ عالمگیریہ
﴿۲۲۹﴾ مواہب اللدنیہ قسطلانی
﴿۲۳۰﴾ زرقانی علی المواہب
﴿۲۳۱﴾ انوار محمدیہ من مواہب الدینہ
﴿۲۳۲﴾ حدیقۃ الندیۃ فی طریقۃ المحمدیہ
﴿۲۳۳﴾ نہج البلاغہ
﴿۲۳۴﴾ دیوانِ علی ابن طالب
﴿۲۳۵﴾ دیوان ابو طالب
﴿۲۳۶﴾ غنیۃ الطالبین
﴿۲۳۷﴾ فتوح الغیب
﴿۲۳۸﴾ شرح فتوح الغیب
﴿۲۳۹﴾ وعظ محبوب سبحانی
﴿۲۴۰﴾ سر الاسرار
﴿۲۴۱﴾ تذکرۃ الواعظین
﴿۲۴۲﴾ شجرۃ الکون
﴿۲۴۳﴾ عوارف المعارف
﴿۲۴۴﴾ منطق الطیر
﴿۲۴۵﴾ تذکرۃ الاولیاء
﴿۲۴۶﴾ پند نامہ
﴿۲۴۷﴾ نفحات الانس
﴿۲۴۸﴾ ازالۃ الخفاء
﴿۲۴۹﴾ تفہیماتِ الٰہیہ
﴿۲۵۰﴾ دُرِ ثمین مبشرات نبی الامین
﴿۲۵۱﴾ انفاس العارفین
﴿۲۵۲﴾ انوارِ اصفیاء
﴿۲۵۳﴾ انوارِ اولیاء
﴿۲۵۴﴾ قصص القرآن
﴿۲۵۵﴾ قصص الانبیاء
﴿۲۵۶﴾ مطالع المبشرات
﴿۲۵۷﴾ زاد المعاد
﴿۲۵۸﴾ تیسر الاصول
﴿۲۵۹﴾ نخبۃ الفکر
﴿۲۶۰﴾ اُصول حدیث
﴿۲۶۱﴾ مکام حدیث
﴿۲۶۲﴾ الروضۃ الفیحافی تواریخ النساء
﴿۲۶۳﴾ صحابیات
﴿۲۶۴﴾ المذاہب الاسلامیہ
﴿۲۶۵﴾ المنتقیٰ
﴿۲۶۶﴾ جذبہ القلوب
﴿۲۶۷﴾ ماثبت بالسنۃ
﴿۲۶۸﴾ در مختار
﴿۲۶۹﴾ فتاویٰ شامی
﴿۲۷۰﴾ فتاویٰ بزازیہ
﴿۲۷۱﴾ فتاویٰ عزیزیہ
﴿۲۷۲﴾ منصب امامت
﴿۲۷۳﴾ مہر منیر
﴿۲۷۴﴾ عجالہ نافعہ

﴿۲۷۵﴾التکشف

﴿۲۷۶﴾فتاویٰ مهریه

﴿۲۷۷﴾فتاویٰ اشرفیه

﴿۲۷۸﴾کمالات عزیزیه

﴿۲۷۹﴾الافاضاة الیومیه

﴿۲۸۰﴾حیاة الصحابه

﴿۲۸۱﴾امام اعظم اور علم حدیث

﴿۲۸۲﴾حضرات القدس

﴿۲۸۳﴾انوار اولیاء

﴿۲۸۴﴾انوار اصفیاء

﴿۲۸۵﴾خلافت راشده

﴿۲۸۶﴾حیات القلوب

﴿۲۸۷﴾اعیان شیعه

﴿۲۸۸﴾اصول کافی

﴿۲۸۹﴾فروع کافی

﴿۲۹۰﴾خلافت معاویه و یزید

﴿۲۹۱﴾وقائع زندگانی ام هانی

﴿۲۹۲﴾خلافت و ملوکیت

﴿۲۹۳﴾رسائل و مسائل

﴿۲۹۴﴾سادات بنو امیه

﴿۲۹۵﴾تجدید و احیاء دین

﴿۲۹۶﴾سیرت علی و عثمان

﴿۲۹۷﴾تاریخ اسلام امیر علی

﴿۲۹۸﴾تاریخ اسلام شوق امرتسری

﴿۲۹۹﴾نجیب اکبر آبادی

﴿۳۰۰﴾خلافت راشده

﴿۳۰۱﴾الانتباه فی سلاسل اولیاء

﴿۳۰۲﴾مثنوی مولنا روم

﴿۳۰۳﴾کلیات جامی

﴿۳۰۴﴾دیوان جامی

﴿۳۰۵﴾دیوان شمس تبریز

﴿۳۰۶﴾دیوان بو علی قلندر

﴿۳۰۷﴾دیوان معین الدین چشتی

﴿۳۰۸﴾کلیات غالب

﴿۳۰۹﴾کلیات اقبال

﴿۳۲۰﴾گلستان سعدی

﴿۳۲۱﴾حدائق بخشش

﴿۳۲۲﴾ذوق نعت

﴿۳۲۳﴾الامن والعلیٰ

﴿۳۲۴﴾آداب الدعا

﴿۳۲۵﴾ترغیب وترهیب

﴿۳۲۶﴾میزان الاعتدال

﴿۳۲۷﴾تقریب التهذیب

﴿۳۲۸﴾زبدة الضائح

﴿۳۲۹﴾حمعات

﴿۳۳۰﴾کلیات امدادیه

﴿۳۳۱﴾جواهر البحار

﴿۳۳۲﴾مجمع البحار

﴿۳۳۳﴾امداد المشتاق
﴿۳۳۴﴾امداد السلوک
﴿۳۳۵﴾ سلک سلوک
﴿۳۳۶﴾ شمائم امدادیه
﴿۳۳۷﴾شرح الصدور
﴿۳۳۸﴾ کشف الظنون
﴿۳۳۹﴾حیات الموات
﴿۳۴۰﴾حیات ولی
﴿۳۴۱﴾امام اعظم کی سیاسی زندگی
﴿۳۴۲﴾فصوص الحکم مع تعلیمات جامی
﴿۳۴۳﴾نبراس
﴿۳۴۴﴾شرح عقائد
﴿۳۴۵﴾سیرت رسول عربی
﴿۳۴۶﴾بستان المحدثین
﴿۳۴۷﴾ کرامات امدادیه
﴿۳۴۸﴾مقدمه ابن خلدون
﴿۳۴۹﴾ارجح المطالب
﴿۳۵۰﴾اسداللّٰه
﴿۳۵۱﴾ کتاب والفضائل
﴿۳۵۲﴾نظام توحید
﴿۳۵۳﴾ کلیات خسرو
﴿۳۵۴﴾غبار خاطر
﴿۳۵۵﴾الانتقاه
﴿۳۵۶﴾الیواقیت والجواهر
﴿۳۵۷﴾الانسان الکامل
﴿۳۵۸﴾هدائت الانسان
﴿۳۵۹﴾علی ابن ابی طالب
﴿۳۶۰﴾۱۷ رمضان
﴿۳۶۱﴾اوراق غم
﴿۳۶۲﴾شرح فقه اکبر
﴿۳۶۳﴾شرح دیوان علی
﴿۳۶۴﴾شرح دیوان قلندر
﴿۳۶۵﴾الجمال والکمال
﴿۳۶۶﴾رسول روحی
﴿۳۶۷﴾شمس العارفین
﴿۳۶۸﴾ کشف الحائق
﴿۳۶۹﴾ملفوظات اعلحضرت
﴿۳۷۰﴾سلطان الارواح
﴿۳۷۱﴾خصائص مصطفےٰ
﴿۳۷۲﴾الذکر الحسین
﴿۳۷۳﴾ابتان الارواح
﴿۳۷۴﴾نور الصدور
﴿۳۷۵﴾حجة اللّٰه البالغه
﴿۳۷۶﴾نشر الطیب فی ذکر الحبیب
﴿۳۷۷﴾عطر الورده شرح قصیده برده
﴿۳۷۸﴾قصیده برده
﴿۳۷۹﴾قصیده النعمان
﴿۳۸۰﴾نسیم یمن

﴿۳۸۱﴾ مقدمه معارج النبوت

﴿۳۸۲﴾ وفا الوفا

﴿۳۸۳﴾ نور الهدی

﴿۳۸۴﴾ در نجف

﴿۳۸۵﴾ شاهنامه فردوسی

﴿۳۸۶﴾ شاهنامه حفیظ

﴿۳۸۷﴾ حیات احمد بن حنبل

﴿۳۸۸﴾ القاموس المنجد

ایک نہایت ہی مقدّس صحیفہ

مقدّس رسول کی مقدّس بیٹی کی مقدّس سیرت

جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

کی حیات طیبہ کے مکمل حالات

سلام اللہ علیہا

البتول

حضرت علامہ صائم چشتی رح

چشتی کتب خانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد فون 2646756

سینکڑوں حوالوں سے مزیّن والدِ حیدرِ کرّار
جناب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان پر
ایمان افروز کتاب

ایمانِ ابی طالب

حضرت علامہ صائم چشتی رح

چشتی کتب خانہ
ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد فون 2646756
موبائل 0321.4926515